الہامِ منظوم

دفترِ ششم

الہام منظوم

ترجمۂ اردو

مثنوی مولانا رومؒ

دفتر ششم

مرتبہ

خانصاحب مولوی فیروز الدین مصنف و مؤلف

یادگارِ دربارِ اسلام۔ یادگارِ سعدی۔ کشف المحجوب

تجرید بخاری۔ حقوق و فرائض اسلام۔ فیروز اللغات

اردو۔ عربی۔ فارسی و متعدد کتب نصاب تعلیم

۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۱ء

فہرست مضامین الہام منظوم مثنوی مولانائے رومؒ

دفتر ششم

الہامِ منظوم

ترجمۂ اُردو

مثنوی مولانائے رُومؒ

دفترِ ششم

اے حیاتِ دل حسام الدّیں بسے	میل مے جوشد بقسم سادسے
اے حسام الدین رح دل کی زندگی	ہے چھٹے دفتر پہ اب رغبت مری
گشت از جذبِ چو تو علامۂ	در جہاں گردان حسامی نامۂ
تجھ سے علامہ کا یہ اک جذب تھا	جو حسامی نامہ پھیلا جا بجا
پیشکش بہرِ رضایت میکنم	در تمامِ مثنوی قسمِ ششم
پیشکش تیری رضا کو کر دیا	مثنوی کا خاتمہ دفتر چھٹا
پیشکش مے آرمت اے معنوی	قسمِ سادس در تمامِ معنوی
نذر کرتا ہوں تجھے اے معنوی	یہ چھٹا دفتر ہے ختمِ مثنوی
شش جہت را نور دہ زیں شش صحف	کی یطوف حولہ من لم یطف
شش جہت چھ دفتروں سے جگمگا	وہ فدا ہوں جو نہیں اب تک فدا

عشق را با پنج و با شش کار نیست … مقصد او جز کہ جذب یار نیست

عشق کو ہے پنج و شش سے کام کیا … جذب کرنا یار کا ہے مدعا

بو کہ فیما بعد دستوری رسد … رازہای گفتنی گفتہ شود

اذن شاید بعد اس کے مل سکے … راز جو کھلنے کے لائق ہو کھلے

با بیانی کان بود نزدیک تر … زین کنایات دقیق مستتر

ہو بیان ایسا جو ہو نزدیک تر … ان کنایوں سے کہ جو ہیں مستتر

راز جز با رازدان انباز نیست … راز اندر گوش منکر راز نیست

راز کو ہمراز ہی سے ہے نیاز … گوش منکر میں نہیں ہے راز راز

لیک دعوت وارد است از کردگار … با قبول و ناقبول او را چہ کار

دینا دعوت ماورت حق سے مدام … رد یا مقبول کیا ہے اس سے کام

نوح نہصد سال دعوت می‌نمود … دمبدم انکار قومش می‌فزود

نوح نے نو سو برس دیں دعوتیں … پھر بڑھا انکار ان کی قوم میں

ہیچ از گفتش عنان واپس کشید … ہیچ اندر غار خاموشی خزید

باز کوئی بھی نہ آیا کہنے سے … کب ہوئے خاموش چلاتے رہے

زانکہ از بانگ و علالای سگان … ہیچ واگردد ز راہے کاروان

جیسے کتے بھونکتے ہیں بے گماں … اور چلا جاتا ہے دھن میں کارواں

یا شب مہتاب از غوغای سگ … سست گردد بدر را در سیر تگ

چاندنی میں یا ہیں کتے بھونکتے … چاند پر کیا نہیں ہے خبر سے

مہ فشاند نور و سگ عوعو کند … ہر کسے بر خلقت خود می‌تند

سگ ہیں نالاں ہیں تو نور افشاں قمر … سب کے ہیں کام اپنی اپنی اصل پر

[illegible] ۹

هر کسی را خدمتی داده قضا | در خور آن گوهرش در ابتلا

سب کو اک خدمت قضائے الٰہی نے دی | اصل ہی سے سب کو جیسے وابستگی

چونکه نگذارد سگ آن بانگ سقیم | من مهم سیران خود را چون هلم

جبکہ سگ چھوڑے نہ آوازِ زبوں | چاند ہوں میں سیر کیونکر چھوڑ دوں

چونکه سرکه سرکگی افزون کند | پس شکر را واجب افزونی بود

جبکہ سرکہ لا رہی ترشی بڑھا دے | کیوں شکر اپنی نہ شیرینی بڑھا لے

قهر سرکه لطف همچون انگبین | کاین دو باشد رکن هر اسکنجبین

قہر سرکہ اور کرم جیسے انگبیں | جن سے ہی دونوں سے ہے اسکنجبیں

انگبین گر پای کم آرد ز خل | آید آن اسکنجبین اندر خلل

روکتا ہے گر شہد اپنے قدم کو | تو خلل اسکنجبیں میں کیوں نہ ہو

قوم بر وی سرکه‌ها می‌ریختند | نوح را دریا فزون می‌ریخت قند

قوم سرکہ ڈالتی کشتی نوح پر | نوح کا دریا بڑھاتا تھا شکر

قند او را بد مدد از بحر جود | پس ز سرکه اهل عالم می‌فزود

قند کو تھی ان کی مدد بحر جود سے | سرکہ سے اہل جہاں پر چھا گئے

واحد کالالف که بود آن ولی | بلکه صد قرن است آن عبدالعلی

آپ ولی ہو جیسے سالہا ہزار | بلکہ سو قرن بندے میں اک دیندار

خم که از دریا درو راهی بود | پیش او جیحون‌ها زانو زند

سرتہ جس خم کی کہ دریا سے ملے | ہوں سمندر ہیچ اس کے سامنے

خاصه آن دریا که دریاها همه | چون شنیدند این مثال و دمدمه

اور وہ دریا کہ جب دریاؤں نے | تذکرہ اور غلغلہ اس کے سنے

لہ حکم خدائے تعالیٰ ۔ لہ شہد ۔ لہ ایک قرن ستر یا اسی یا تیس سال کا ہوتا ہے لیکن یہاں زمانہ دراز سے مراد ہے

شمع دہان شاں ز پیش شرم و خجل
کہ قرین شد نام اعظم با اقل

شرم سے شمع آن کیا سو تیں ہو گئیں
کیونکہ چھوٹا تھا بڑے کا ہم نشیں

در قران این جہان با آن جہان
این جہان از شرم میگردد جہاں

اس جہان سے یہ جہان جس دم ملے
یہ جہان بس بھاگ نکلے شرم سے

این عبارت تنگ و قاصر رتبت است
ورنہ خس را با اخص چہ نسبت است

تنگ و قاصر یہ عبارت ہے فقط
ورنہ خس کو خاص سے نسبت ہے کیا

زاغ در رز نعرۂ زاغاں زند
بلبل از آواز خوش کے کم کند

کوا انگوروں میں گر کاں کاں کرے
بلبل اپنے نغمہ کو کیوں چھوڑ دے

پس خریدار است ہر یک را جدا
در مراد یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ[۱]

مشتری ہر اک کا ہے ہر اک جدا
یعنی وہ کرتا ہے جو چاہے خدا

نقل خارستان غذائے آتش ست
بوئے گل قوت دماغ سرخوش است

یہ اگر جھاڑ کا غذا ہیں آگ کی
بوئے گل سے ہیں دماغ و دل قوی

گر پلیدی پیش ما رسوا بود
خوک و سگ را شکر و حلوا بود

ہر پلیدی اپنے آگے جو ہے خوار
خوک و سگ کو شکر و حلوے ہیں یار

گر پلیدان این پلیدی ہا کنند
ابرہا بر پاک کردن مے تند

جب ہیں پھیلاتے پلیدی یہ پلید
پاک کر دیتے ہیں بادل اے سعید

در جہانے پر شود از خار و خس
آتشے محوش کند در یک نفس

گر جہاں پر ہو خس و خاشاک سے
صاف کر دے آگ اک دم میں اُسے

گرچہ ماران زہر افشاں میکنند
ورچہ تلخاں پریشاں میکنند

سانپ اگرچہ زہر افشانی کریں
اور بھی وجہ پریشانی بنیں

[۱] خدائے تعالے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہے گا کرے گا ۔

نحلها بر کوه و کندو و شجر ۔۔۔ مے تنند از شہد انبار شکر

مکھیاں لیکن درخت و کوہ پر ۔۔۔ شہد سے کرتی ہیں انبار شکر

زہرہا ہر چند زہرے مے کنند ۔۔۔ زود تریاقات شاں بر مے کنند

زہر ہر چند اپنی خاصیت دکھائے ۔۔۔ پھر اثر تریاق سب اس کا مٹائے

ایں جہاں جنگست چوں کل بنگری ۔۔۔ ذرہ ذرہ ہمچو دیں با کافری

یہ جہاں اک جنگ کا میدان ہے ۔۔۔ ذرہ ذرہ کفر اور ایمان ہے

آں یکے ذرہ ہمے پرد بچپ ۔۔۔ واں دگر سوئے یمیں اندر طلب

ایک ذرہ بائیں جانب سے رواں ۔۔۔ دوسرا سیدھی طرف کو ہے رواں

ذرۂ بالا و آں دیگر نگوں ۔۔۔ جنگ فعلی شاں ببیں اندر رکوں

ایک اوپر سرنگوں ہے دوسرا ۔۔۔ فعلی حملہ دیکھ ان کے میل کا

جنگ فعلی ہست از جنگ نہاں ۔۔۔ زیں تخالف آں تخالف را بداں

جنگ فعلی جنگ پوشیدہ سے جان ۔۔۔ وہ تخالف اس تخالف سے تو مان

ذرہ کو محو شد در آفتاب ۔۔۔ جنگ او بیروں شد از وصف و حساب

ہو گیا جو ذرہ محو آفتاب ۔۔۔ جنگ اس کی ہے بے وصف و حساب

چوں ز ذرہ محو شد نفس و نفس ۔۔۔ جنگش اکنوں جنگ خورشیدست و بس

محو جب ذرہ کے ہوں نفس و نفس ۔۔۔ جنگ ہے سورج کی اب وہ جنگ بس

رفت از وے جنبش و طبع و سکون ۔۔۔ از چہ از اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ

مٹ گئی وہ جنبش و طبع و سکوں ۔۔۔ از رہ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ[1]

ما بہ بحر تو ز خود راجع شدیم ۔۔۔ وز رضاع اصل مسترضع شدیم

ہم گئے لوٹے سمت تیرے بحر کے ۔۔۔ اصل سے اب اپنی قائم ہم ہوئے

[1] یعنی تحقیق ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ۔

در فروع راہ اے ماندہ زغول | لاف کم زن از اصول اے بے اصول
فضول سے رستہ بھولا ہے اگر | ناز اصول سے بے اصولی پر نہ کر

جنگ ما و صلح ما در نور عین | نیست از ما ہست بین الاصبعین
ہے یہ صلح و جنگ آنکھ سے یا یقین | ہم سے کب ہے۔ دیکھ بین الاصبعین[1]

جنگ فعلی جنگ طبعی جنگ قول | در میان جزوہا جنگیست ہول
جنگ فعلی، جنگ طبعی، جنگ قول | جنگ یہ اجزا میں ہے پر خوف و ہول

ایں جہاں زیں جنگ قائم مے بود | در عناصر درنگر تا حل شود
یہ جہاں قائم ہے ایسی جنگ سے | تو عناصر دیکھ تا عقدہ کھلے

چار عنصر چار استون قویست | کہ بدیشاں سقف دنیا مستویست
چار عنصر چار کھمبے ہیں یہ قوی | جن پہ ہے دنیا کی چھت ٹھہری ہوئی

ہر ستونے اشکنندہ آں دگر | استن آب اشکنندہ ہر شرر
ہر ستون ہے دوسرے کی تاک پر | جیسے پانی ہے شکست ہر شرر

پس بنائے خلق بر اضداد بود | لاجرم جنگی شدند از ضر و سود[2]
یہ بنائے خلق ہے اضداد پر | اس لئے ہے حملۂ سود و ضرر

ہست احوالت خلاف یکدگر | ہر یکے با ہم مخالف در اثر
حالتیں تیری بھی ہیں سب باہم خلاف | اور اثر میں بھی ہے سب کے اختلاف

چونکہ ہر دم راہ خود را مے زنی | با دگر کس سازگاری چوں کنی
چونکہ اپنی راہ تو ہے مارتا | دوسروں کے کام دیتا ہے بنا

[1] بحوالۂ قلب المومنین بین الاصبعین من اصابع الرحمن ۔ یعنی مومن کا دل خدا کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ہے ۔

[2] یعنی ضدوں پر کہ ایک شے دوسری شے کی مخالف ہے ۔

فوج لشکرہای احوالت ببین	ہر یکے با دیگرے در جنگ و کین
تو خود اپنی حالتوں پر غور کر	جنگ اور مخاصمت میں ہیں یہ باہم دگر
می‌نگر در خود چنیں جنگ گراں	پس چہ مشغولی بجنگ دیگراں
دیکھ اپنی ذات میں جنگ گراں	جنگ میں اوروں کی پھنستا ہے کہاں
تا مگر زیں جنگ حقت واخرد	در جہان صلح یکرنگت برد
دے رہائی تو خدا دے جنگ سے	صلح یکرنگی عطا کرکے تجھے
آں جہاں جز باقی و آباد نیست	زانکہ ترکیب اُو از اضداد نیست
وہ جہاں باقی بھی ہے آباد بھی	اس میں ترکیبیں نہیں اضداد کی
ایں تفانی از ضد آید ضد را	چوں نباشد ضد نبود جز بقا
ہے فنا ہر ضد کو ضد سے برملا	گر نہ ہو ضد پھر فقط ہے اس بقا
نفی ضد کرد از بہشت آں بے نظیر	کہ نباشد شمس و ضدش زمہریر
خلد میں رکھتا نہ ضد کو بیگماں	سمجھو تاکہ سورج ہے نہ سردی ہے وہاں
ہست بیرنگی اصول رنگہا	صلحہا باشد اصول جنگہا
صرف بیرنگی اصول رنگ ہے	صلح کی صورت اصول جنگ ہے
آں جہانست اصل ایں پرغم وثاق	وصل باشد اصل ہر ہجر و فراق
وہ جہاں اصل یہ ہے خانہ غمی	اصل ہر فرقت کا ہے لیکن وصل آخر
ایں تخالف از چہ آید وز کجا	وز چہ زاید وحدت ایں اضداد را
اس تخالف کی ہے وجہ و اصل کیا	وحدت اضداد کیوں ہے اس فنا
زانکہ ما فرعیم و چار اضداد اصل	خوے خود در فرع کرد ایجاد اصل
کیونکہ ہم ہیں فرع چار اضداد اصل	خو کرے گی فرع میں ایجاد اصل

سلہ کما قال اللہ تعالیٰ عزوجل — لا یرون فیہا شمسا ولا زمہریرا — یعنی نہ وہ اس میں سورج دیکھیں گے اور نہ سرد طبقہ یعنی آگ پانی — خاک اور ہوا ✦

گوہر جاں چوں ورائے فصلہاست — خوئے آں ایں نیست خوئے کبریاست

روح ان فصلوں سے مطلق ہے جدا — اس لئے ہے اس کی خو خوئے خدا

جنگہا بیں کاں اصول صلحہاست — چوں نبیؐ کہ جنگ او بہر خداست

دیکھ جنگیں جن میں ڈھب ہے صلح کا — جیسے لڑتے تھے نبیؐ بہر خدا

طرفہ آں جنگے کہ اصل صلحہاست — شاد آں کایں جنگ او بہر خداست

ہو جو اصل صلح ۔ طرفہ ہے وہ جنگ — بہر حق جو ہے ۔ خجستہ ہے وہ جنگ

غالب ست و چیر بر ہر دو جہاں — شرح ایں غالب نگنجد در دہاں

دو جہاں پر وہ ہے غالب برملا — شرح اس غالب کی ہو سکتی ہے کیا

آب جیحوں را اگر نتواں کشید — ہم ز قدر تشنگی نتواں برید

گو ہے ناممکن سمندر کھینچنا — پیاس اس سے تو بھی اپنی یاں بجھا

گر شدی عطشان بحر معنوی — فرجہ کن در جزیرۂ مثنوی

ہے جو تشنہ کام بحر معنوی — کر ذرا سیر تمام مثنوی

فرجہ کن چندانکہ اندر ہر نفس — مثنوی را معنوی بینی و بس

اس قدر کر سیر تا ہر سانس میں — مثنوی کے معنوی عقدے کھلیں

باد کہ را ز آب جو چوں وا کند — آب یکرنگی خود پیدا کند

آب جو سے جب ہوا سبزہ اُگائے — اپنی یکرنگی کو اک عالم دکھائے

شاخہائے تازۂ مرجاں ببیں — میوہ ہائے رستہ ز آب جاں ببیں

تازہ شاخیں دیکھ لے مرجان کی — دیکھ میوے بھی اس کی تازگی

چوں ز حرف و صوت و دم یکتا شود — آں ہمہ بگذارد و دریا شود

دم جو حرف و صوت سے یکسو ہوا — چھوڑ اس سب کو اور دریا ہو گیا

ل بمصداق ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ یعنی جس چیز کا کل دریافت نہ کرسکے تو اس کو بالکل چھوڑ دینا بھی نہ چاہئے ۔

حرف گوی و حرف نوش و حرفہا — ہر سہ جاں گردند اندر انتہا
قائل و سامع و حرف اے جان جان — ہوتے ہیں تینوں بالآخر ایک جان

نان دہندہ و نان ستان و نان پاک — سادہ گردند از صور گردند خاک
دے جو روٹی اور جو لے اور نان پاک — چھوڑ کر ہر شکل بن جاتے ہیں خاک

لیک معنی شان بود در سہ مقام — در مراتب ہم ممیز ہم مدام
ہیں مگر تینوں کے معنی کے مقام — مرتبے میں فرق ہے اُن کے مدام

خاک شد صورت ولے معنی نشد — ہر کہ گوید شد تو گویش نی نشد
خاک صورت ہو گئی، معنی نہیں — اس کے منکر کا نہ کر ہرگز یقین

در جہانِ روح ہر سہ منتظر — گہ ز صورت ہارب و گہ مستقر
عالم بالا میں ہیں سب منتظر — بھاگتے ہیں اور کبھی ہیں مستقر[1]

امر آید در صور رو در رود — باز ہم ز امرش مجرد مے شود
حکم ہو صورت میں جا، جائے وہاں — حکم سے پھر ہو مجرد بے گماں

پس لہ الخلق و لہ الامرش بدان — خلق صورت امر جاں راکب بر آں
اس کی خلقت ہے۔ اُسی کا حکم ہاں — خلق صورت۔ امر جاں اس پر سوار

راکب و مرکوب در فرمان شاہ — جسم بر در جان در بارگاہ
راکب و مرکوب ہیں خدام شاہ — جسم بر در اور فدائے بارگاہ

چونکہ خواہد کآب آید در سبو — شاہ گوید جیش جاں را کارکبوا
چونکہ وہ چاہے سبو میں آب آئے — روح جاں کو حکم چڑھنے کا سنائے

باز جانہا را چو خواہد بر علو — بانگ آید از نقیباں کانزلوا
اور جب جانوں کو دیتا ہے علو — تو پھر آتی ہیں صدائیں ”انزلوا“[2]

؎ قرار لینے والا ۲؎ یعنی پہلے تو روحوں کو جسموں کے گھوڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیتا ہے۔ اور پھر اترنے کا ”انزلوا“ یعنی اترو۔

بعد ازیں باریک خواہد شد سخن	کم کن آتش ہیزمش افزوں مکن
بات ہووے گی سنے باریک بعد ازیں	آگ کم کر بڑھانا مناسب اب نہیں
تا نجوشد دیگہائے خرد زود	دیگ ادراکات خردست و فرود
تا ابل جائیں نہ چھوٹی ہانڈیاں	دیگ ادراک اپنے ہیں چھوٹی بیگماں
پاک سبحانی کہ سیبستاں کند	در غمام حرف شاں پنہاں کند
پاک ہے وہ جو سیبستاں کرے	ابر میں باتوں کے پھر پنہاں کرے
زیں غمام صوت و حرف و گفتگو	پردہ کن سیب تا پدید بو
ابر ہے یہ حرف و صوت و گفتگو	تاکہ ظاہر سیب سے ہو جیسے بو
پارہ افزوں کش تا ایں بود ہوش	تا سوئے اصلش برد بگرفتہ گوش
ہوش سے تو ہو سکے اس ذکر کو	تاکہ لے جاوے سوئے اصل اسے پھر
گفتگو ہا رو بپرہیز از کلام	تن بپوش از باد و بود سرد شام
گفتگو سے اور تو پرہیز کر از کلام	تا نہ کھائے باد و بود سرد شام
تا شنیدہ پیدا شست از اثر	اے ہوا شاں از زمستاں سرد تر
تا دیا عقل پس نہ آیا کچھ اثر	ہے ہوا سردی سے ان کی سرد تر
چوں جمادند و فسردہ تن شگرف	مے جہد انفاس شاں از تن برف
ہیں جمادی برف سے اُن کا بدن	برف سے آتی ہیں سانسیں بے سخن
چوں شود عالم ز برف پوشیدہ کفن	تیغ خورشید حسام الدین بزن
جب زمیں ہوں برف سے ہو مردہ وار	تیغ خورشید حسام الدین تو مار
ہیں برآ از شرق سیف اللہ را	گرم کن زاں شرق ایں درگاہ را
مشرق سے لے آ تو سیف اللہ کو	گرم کر پھر اس سے اس درگاہ کو
برف را خنجر زند آں آفتاب	سیل ہا ریزد ز کہہا بر تراب
کاٹ دے گا برف کو وہ آفتاب	کوہ سے برسائے گا وہ سیل آب

زانکہ لا شرقی و لا غربی ست او ۔۔۔ با منجم روز و شب حربی ست او
کیونکہ شرقی ہے نہ غربی وہ عجب ۔۔۔ ہے منجم سے لڑائی روز و شب

کہ چرا جز من نجوم بے ہدیٰ ۔۔۔ قبلہ کردی از لئیمی و دغا
ان نجوم نحس کو میرے سوا ۔۔۔ قبلہ کیوں بخل و دغا سے کر دیا

ناخوشت آید مقال آں امین[۱] ۔۔۔ در سبق کہ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن
اُس امیں سے کیوں ترا دل خوش نہیں ۔۔۔ کہتا تھا جو لا احب الآفلین

از فرح در پیش مہ بستی کمر ۔۔۔ زاں ہمے ترسی ز انشق القمر[۲]
چاند کے آگے ہے تو بستہ کمر ۔۔۔ خوف انشق القمر بھی ہے مگر؟

منکرے ایں را کہ شمس کورت[۳] ۔۔۔ شمس پیش تست عالی مرتبت
ہے تجھے انکار یہ شمس کورت ۔۔۔ اس لئے سورج ہے عالی مرتبت

از ستارہ دیدہ تصریف ہوا ۔۔۔ ناخوشت آید اذا النجم ہوی[۴]
تاروں سے دیکھا تغیر حرص کا ۔۔۔ خوش نہیں آتا اذا النجم ہوا

خود مؤثر تر نباشد مہ ز ناں ۔۔۔ اے بسا ناں کہ برید عرق جاں
ہے اثر میں چاند کمتر نان کا ۔۔۔ نان سے اکثر عرق جانوں کا کٹا

۱ امین سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ جو فرماتے تھے کہ ڈوبنے والے میرے دوست نہیں۔ یعنی چاند اور سورج وغیرہ جو طلوع ہونے کے بعد غروب ہو جاتے ہیں۔

۲ کما قولہ تعالے عز وجل:۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ یعنی وہ ساعت نزدیک ہے کہ چاند شق ہو جائے گا۔

۳ کما قولہ تعالیٰ عز اسمہ: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔ یعنی جب آفتاب تاریک ہو جائے گا۔

۴ کما قولہ تعالیٰ عز وجل:۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى۔ یعنی قسم ہے تاروں کی جبکہ وہ گر جائیں گے۔

خود مؤثر تر نباشد زہرہ زآب	اے بسا آبا کہ کرد او تن خراب
پانی سے زہرہ مؤثر تر نہیں	آب سے جانیں بہت سی ہیں گئیں
مہرِ او در جانِ تست و پندِ دوست	می‌زند بر گوشِ تو بیرونِ پوست
دل میں اس کا عشق ہے اور پندِ دوست	کان تک محدود ہے بیرونِ پوست
پندِ ما در تو نگیرد اے فلاں	پندِ تو در ما نگیرد ایں بداں
جب نہیں اپنی نصیحت کارگر	ہم پہ تیری پند کا ہو کیا اثر
جز مگر مفتاحِ خاص آید ز دوست	کہ مقالید السمٰوات آنِ اوست
ہاں جو پائے خاص کنجی دوست کی	کنجیاں ہیں چرخ کی جس کو ملی
ایں سخن ہمچوں ستارہ ست و قمر	لیک بے فرمانِ حق ندہد اثر
گو سخن اپنا ہے تارا اور قمر	پھر بھی بے حکمِ خدا کیا ہو اثر
ایں ستارہ بے جہت تاثیرِ او	مے زند بر گوش ہائے وحیِ او
بے جہت تارا ہے اور اس کا اثر	وحی جو کانوں پہ ہو گی کارگر
کہ بیائید از جہت تا بے جہات	تا ندرّاند شمارا گرگِ مات
بے جہت ہو کر کرو ترکِ جہات	تا نہ پھاڑے تم کو وہ گرگِ ممات
آں چناں کہ لمعۂ درپاشِ اوست	شمسِ دنیا در صفت خفاشِ اوست
نور اس کا اس طرح ضوپاش ہے	سورج اس کے سامنے خفاش[1] ہے
ہفت چرخِ ازرقی در رقِ اوست	پیکِ ماہ اندر تپ و در دقِ اوست
بندۂ در اس کے ہیں ہفت آسماں	چاند اس کی جستجو میں ہے رواں
زہرہ چنگِ مسئلت در وے زدہ	مشتری با نقدِ جاں پیشش شدہ
زہرہ اک سائل ہے اس کے نور کا	مشتری نے نقدِ جاں ہدیہ دیا

لہ چمگادڑ ۔

در هوای پای بوس او زحل　　لیک خود را می نه بیند آن محل

طالب پابوس ہے اُس سے زحل　　پر اُسے ملتا نہیں اُس کا محل

دست و پا مریخ چندین جست ازو　　وان عطارد صد قلم بشکست ازو

اُس سے پائے دست و پا مریخ نے　　سو قلم ٹکڑے عطارد نے کئے

با منجم این همه انجم بجنگ　　کاے رہا کردہ تو جان بگزیدہ رنگ

ہیں منجم سے ستارے صرف جنگ　　جان کو تو چھوڑ کر ہے محو رنگ

جان ولیست و ما همه نقش و رقوم　　کوکب هر فکر او جان نجوم

جان وہ ہے ہم ہیں سب نقش و رقوم　　کوکب اس کی فکر کا جان نجوم

فکر کو آنجا همه نور ست پاک　　بهر تست این لفظ و فکر اے فکرناک[۵۱]

فکر کیا وہ ہے سراپا نور پاک　　فکر ہے تیرے لئے اے فکرناک

هر ستاره خانه دارد بر علا　　هیچ خانه در نگنجد جسم ما

ہر ستارے کا ہے خانہ بر تریں　　وہ کسی خانے میں آ سکتا نہیں

جان بے سو[۵۲] در مکان کے در رود　　نور نا محدود را حد کے بود

روح بے سو کب مکاں میں رک سکی　　حد کہاں ہے نور نا محدود کی

لیک تمثیلی و تصویرے کنند　　تا که دریابد ضعیف دردمند

ہیں مثالیں اور تصویریں یہاں چند　　تا انہیں سمجھیں ضعیف و دردمند

مثل نبود لیک آن باشد مثیل　　تا کند عقل مجرد را کفیل

مثل کیا ہو اُس کا ہاں لیکن مثیل　　جس کی ہے عقل مجرد اک دلیل

عقل سر تیز ست لیکن پای سست　　زانکه دل ویران شدست و تن درست

تیز ہیں عقلیں مگر ہیں پاؤں سست　　کیونکہ دل ویران ہے اور تن درست

[۵۱] اے فکر سے بھرے ہوئے یعنی اے مبتلائے فکر

[۵۲] یعنی بے جہت

عقل شان در نقل دنیا پیچ پیچ ‌ ‌ فکر شان در ترک شہوت ہیچ ہیچ

ان کی عقلیں نقل دنیا میں اسیر ‌ ‌ ان کی فکریں ترک شہوت سے نفیر

صدر شان در وقت دعوی ہمچو شرق ‌ ‌ صبر شان در وقت تقوی ہمچو برق

ان کے سینے وقت دعوی مثل شرق ‌ ‌ صبر ان کا وقت تقوی مثل برق

عالمے اندر ہنرہا خود نماست ‌ ‌ ہمچو عالم بیوفا وقت وفاست

ہیں کہ ہنر میں ایک عالم خود نما ‌ ‌ وقت پر ہے مثل دنیا بیوفا

وقت خود بینی نگنجد در جہاں ‌ ‌ در گلو و معدہ گم گشتہ چو ناں

وقت خود بینی نہ دنیا میں سمائیں ‌ ‌ پھر حلق و معدہ میں سب کچھ بھلا دیں

این ہمہ اوصاف شان نیکو شود ‌ ‌ بد نماند چونکہ نیکو جو شود

نیک ہو جائیں شمار ان کے برے ‌ ‌ نیک جو ہوں تو برائی کیوں رہے

گر منی گندہ بود ہمچون منی ‌ ‌ چون بجان پیوست گردد روشنی

خود سری گندہ ہے گو مثل منی ‌ ‌ روح سے مل کر ہو یکسر روشنی

ہر جمادے کو کند رو در نبات ‌ ‌ از درخت بخت او روید حیات

جو جمادی رخ کرے سوئے نبات ‌ ‌ اس کے بخت سے اگے نخل حیات

ہر نباتے کو بجان رو آورد ‌ ‌ خضر وار از چشمۂ حیوان خورد

جو نباتی روح کا پاوے شمار ‌ ‌ چشمۂ حیواں سے پیوے خضر وار

باز جان چون رو سوئے جانان نہد ‌ ‌ رخت را در عمر بے پایان نہد

جان پھر جب رخ سوئے جاناں کرے ‌ ‌ عمر کو ابدی وہ بے پایاں کرے

ایک سائل کا کسی واعظ سے سوال کرنا

واعظے را گفت روزے سائلے ‌ ‌ کاے تو منبر را سنی تر قائلے

پوچھا اک سائل نے واعظ سے کہیں ‌ ‌ لائق منبر ہے تو قائل سنی

یک سؤالستم بگو ای ذولباب | اندرین مجلس سؤالم را جواب

ہے سوال اک میرا تجھ سے خوش آداب | دے اسی مجلس میں تو اس کا جواب

بر سر بارو یکی مرغی نشست | از سر و دمش کدامین بہترست

سر پہ اک بیٹھا ہے مرغ بارہ پر | خوب ہے اسکی دُم ہے یا اچھا ہے سر

گفت اگر رویش بشہر و دم بدہ | روی او از دم او میدان کہ بہ

ہو ادھر منہ شہر کی دم گاؤں کو | اس کے منہ کو دم سے بہتر جان لو

ور سوی شہرست دم رویش بدہ | خاک آن دم باش و از رویش بجہ

منہ جو سوئے قصبہ ہو دم سوئے شہر | خاک ہو اُس دم کی منہ کو جان قہر

گر بسوی شہر دم آید بود | دم او بہتر ز روی او بود

شہر کی جانب اگر اس کی ہو دم | منہ سے بہتر دم ہے سمجھو اس کو تم

مرغ را پر می‌برد تا آشیان | پر مردم ہمتست ای مردمان

مرغ کو لے جائیں پر تا آشیاں | آدمی کے پر ہیں ہمت اے جواں

عاشقی کالودہ شد در خیر و شر | خیر و شر منگر تو در ہمت نگر

ہو اگر عاشق اسیر خیر و شر | دیکھ ہمت خیر و شر کو ترک کر

باز اگر باشد سپید و بی نظیر | چونکہ صیدش موش باشد شد حقیر

باز اگرچہ ہو سفید و بے نظیر | صید اگر چوہا کرے تو ہے حقیر

ور بود جغدی و میل او بشاہ | او سر بازست منگر در کلاہ[1]

جغد کا میلان ہو گر سوئے شاہ | شاہ باز اس کو سمجھ مت دیکھ اس کی کلاہ

ور یکی شیری خورد از مردہ خر | بنگر او شکل شیری کم نگر

گر وہ خر کا گوشت کھاتا ہے شیر اگر | شکل شیری ہیں ہے کتا سر بسر

[1] کلغی دستار جو باز کے سر پہ ہوتا ہے

ور پلنگ و گرگ را افگند سگ ۔۔۔ شیر میداں مرد ایسے پٹ تنک

کتا چیتے بھیڑیئے کو گر گرائے ۔۔۔ بے گماں شیر اس کو جان اے نیک رائے

آدمی بسرشتہ از یک مشت گل ۔۔۔ برگذشت از چرخ و از کوکب بدل

ایک مٹھی خاک سے انساں بنا ۔۔۔ دل کے ہاتھوں آسماں سے بڑھ گیا

آدمی بر قدر یک طشت خمیر ۔۔۔ بر فزود از آسمان و از اثیر

آدمی تھا طشتری بھر اک خمیر ۔۔۔ ہو گیا بالاتر از چرخ و اثیر[1]

ہیچ کرمنا شنید این آسماں ۔۔۔ کہ شنید این آدمی پُر غماں

آسمان نے کب یہ کرمنا[2] سنا ۔۔۔ جس طرح انسان پُر غم نے سنا

بر زمین و چرخ عرضہ کرد کس ۔۔۔ خوبی عقل و عبارات و ہوس

کھول کر کس نے پئے چرخ و زمین ۔۔۔ خوبیاں عقل و عبارت کی رکھیں

جلوہ کردی ہیچ تو بر آسماں ۔۔۔ خوبی روئے و اصابت و گماں

آسمان پر تو نے ڈالی آج تک ۔۔۔ خوبروئی و درستی کی جھلک؟

پیش صورتہائے حمام اے ولد ۔۔۔ عرضہ کردی ہیچ سیم اندام خود

صورتیں حمام میں تھیں ضوفشاں ۔۔۔ اپنی سیمبینی بھی کی اُن پر عیاں؟

بگذرے زاں نقشہائے ہمچو حور ۔۔۔ خلوت آری با عجوزے نیم کور

حور سی شکلوں سے کی قطع نظر ۔۔۔ اندھی اک بڑھیا سے خلوت ہے مگر

در عجوزی چیست کایشاں را نبود ۔۔۔ کو ترا زاں نقشہا با خود ربود

کیا ہے وہ بڑھیا میں جو اُن میں نہیں ۔۔۔ جس نے اُن جلووں سے روکا بالیقیں

تو نگوئی من بگویم در بیان ۔۔۔ عقل و حس و درک و تدبیرست و جاں

کیا کہیگا تو میں کہتا ہوں بیاں ۔۔۔ اس عجوزہ میں ہے عقل و حس و جاں

[1] کرۂ نار جو تمام کُروں سے بلند تر ہے ؛

[2] قولہ تعالیٰ۔ لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ یعنی بیشک ہم نے بنی آدم کو عزت دی +

در عجوزے جان آمیزش کنیست　　صورت گرما بہار روح نیست

جان بڑھیا تک لگا لائی تجھے　　اور لیے جاں نقش تھے حمام کے

صورت گرما بہ گر جنبش کند　　در زبان از صد عجوزت پر کند

کرتی جنبش صورت حمام اگر　　تو اُکھڑ جاتا عجوزہ سے پسر

جاں چہ باشد با خبر از خیر و شر　　شاد از احسان و گریاں از ضرر

خیر و شر سے باخبر ہوتی ہے جاں　　شاد احساں سے ضرر سے نوحہ خواں

چوں بسر و ماہیت جاں مخبر ست　　ہر کہ او آگاہ تر با جاں تر ست

راز اور ماہیت جاں ہے خبر　　جو ہے واقف تر وہ ہے باجان تر

اقتضائے جاں چو اے دل آگہی ست　　ہر کہ آگہ تر بود جانش قوی ست

اقتضائے جاں ہے اے دل آگہی　　جو ہے آگہ روح اس کی ہے قوی

روح را تاثیر آگاہی بود　　ہر کرا ایں بیش اللہی بود

روح میں تاثیر ہے عرفان کی　　جس کو آگاہی ملی ہے الٰہی[۱]

خود جہان جاں سراسر آگہی ست　　ہر کہ بیجان ست از دانش تہی ست

خود جہانِ جاں ہے یکسر آگہی　　جو ہے بے جاں عقل سے ہے وہ تہی

چوں خبرہا ہست بیروں زیں نہاد　　باشد ایں جانہا دراں میدان جماد

ہے جو خالی روح سے اس کی نہاد　　ہیں یہ اس میدان میں جانیں جماد

جان اول مظہر درگاہ شد　　جان جاں خود مظہر اللہ شد

جانِ اول مظہر درگاہ ہے　　جانِ جاں خود مظہر اللہ ہے

آں ملائک جملہ عقل و جاں بدند　　جان نو آمد کہ جسم آں شدند

سب فرشتے صرف عقل و روح تھے　　جان دیکھی جسم تیرے بن گئے

۱ یعنی خدا والا۔

از سعادت چون جہاں برزد علم	پس چو تن آں روح را خادم شدند
جب سعادت سے وہ پیش جہاں ہے	مثل تن خادم ہوئے سب روح کے
آن طبیبان آنچناں اور پردہ بود	یک شکستہ پا جہاں کہ عضو مردہ بود
اور طبیبان روح سے پوشیدہ تھا	عضو مردہ تھا نہ جاں سے مل سکا
چون چو وقت آں شکستہ آں نشد	دست بشکستہ مطیع جاں نشد
تھی شہ جہاں اُس کیا نہ فرماں بردار ہوسکا	تھا شکستہ دست نافرماں رہا
جہاں نہ شد نفس آرای عشوہ شکست	کاں بدست اوست تا اندر کہ ہست
جہاں نہ ہوتا نفس شکستہ عضو سے	وہ اگر چاہے درست اس کو کرے
سر دیگر ہست کو گوش دگر	طوطی کو مستعد آں شکر
پھر نہیں اک رازہ کان ایسے امانت	طوطیان شکر کے لائق نہیں ایسا
طوطیان خاص را قندیست ژرف	طوطیان عام ازیں خور بستہ طرف
طوطیان خاص کو کیا کم ہے قند	طوطیان عام پر ہے راہ بند
کی چشند درویش صورت آں نکات	معنی است آں نے فعولن فاعلات
تھا پیری ور دوش کیا سمجھے نکات	معنی ہے کیا ہے فعولن فاعلات
آں بخورد پیش بیست قند	پیک خر آدہ بخلافت کہ پسند
در خر کی طرف ہے کیا کھاتا ہے قند	تھا سی ہی لیکن اسکو ہے پسند
قند خر را گر طرب انگیختی	پیش خر قنطار شکر ریختی
قند سے مسرور خر ہوتا اگر	گون بھر شکر ہیں رکھتا پیش خر
معنی نختم علی افواہہم	این شناس این ہست رہرو را مہم
پڑھ تو ذرا نختم علی افواہہم	سمجھ اس کو ہے یہ رہبر کو مہم

٥ کما قال اللہ تعالیٰ الیوم نختم علی افواہہم وتکلمنا ایدیہم وتشہد ارجلہم
یعنی قیامت کے دن ہم اُن کے منہ پر مہر لگا دینگے اور ہم سے اُنکے ہاتھ گفتگو کرینگے اور اُنکے پاؤں گواہی دینگے

تا ز راہِ خاتمِ پیغمبران — بو کہ برخیزد ز لب ختمِ گران

تا چلے کر راہِ ختمِ مرسلاں — ٹوٹ جائے لب کی یہ مُہرِ گراں

ختمہائے کانبیا بگذاشتند — آں بدینِ احمدی برداشتند

اگلے نبیوں نے جو مہریں چھوڑ دیں — دینِ احمدؐ سے وہ مہریں توڑ دیں

قفلہائے ناگشادہ ماندہ بود — از دمِ انا فتحنا برگشود

بے کھلے تھے قفل مدت سے پڑے — اب وہ سب انا فتحنا سے کھلے

او شفیع است این جہان و آں جہاں — این جہاں در دین و آنجا در جناں

ہیں محمدؐ ہی شفیعِ دو جہاں — دین میں اس جا تو جنت میں وہاں

این جہاں گوید کہ تو رہشاں نما — آں جہاں گوید کہ تو مہشاں نما

یہ جہاں کہتا ہے تو رہ دکھا — وہ جہاں کہتا ہے دے مہ کی ضیا

پیشہ اش اندر ظہور و در کموں — اہد قومی انہم لا یعلمون[1]

ظاہر و باطن شعار اُن کا ہوا — قوم ناواقف کو میری رہ دکھا

باز گشتہ از دمِ او ہر دو باب — در دو عالم دعوتِ او مستجاب

کھل گئے دونوں دعا سے ان کی باب — دونوں عالم میں دعا ہے مستجاب

بہرِ این خاتم شدست او کہ بجود — مثلِ او نے بود و نے خواہند بود

ختم یوں پیغمبری اُن پہ ہوئی — کوئی اُن سا تھا نہ پھر ہوگا کوئی

چونکہ در صنعت برد استاد دست — نے تو گوئی ختمِ صنعت بر تو است

کرتا ہے استاد جب صنعت کوئی — کہتے ہیں بس ختم ہے صنعت گری

در گشادِ ختمہا تو خاتمے — در جہانِ روح بخشاں حاتمے

خاتموں کا صرف خاتم ہے تو ہی — روح کی دنیا میں حاتم ہے تو ہی

[1] یعنی اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر کیونکہ وہ واقف نہیں ۔

هست اشارات محمدؐ المراد ۔ کل کشاد اندر کشاد اندر کشاد
ہیں اشارات محمدؐ المراد ۔ مشکلات ہر دو عالم کی کشاد

صد ہزاراں آفریں بر جان او ۔ بر قدوم و دور فرزندان او
رحمتیں لاکھوں ہوں ان کی جان پر ۔ اور ہیں اُن کے دونوں فرزندان پر

آں خلیفہ زادگانِ مقبلش[1] ۔ زادہ اند از عنصر جان و دلش
وہ خلیفہ زادگان مقبل جو تھے ۔ اُن کی جان و دل سے جو پیدا ہوئے

گر ز بغداد و ہری یا از ری اند ۔ بے مزاج آب و گِل نسل وے اند
ہوں وہ بغدادی ہراتی یا ریئی[2] ۔ ہیں انہیں کی نسل سے بے شبہ وہی

شاخِ گل ہر جا کہ می روید گل ست ۔ خُمِ مُل ہر جا کہ می جوشد مُل ست
شاخِ گل جس جا اُگے ہیں ہے گلاب ۔ جس جگہ اُبلے خُم ہے سب ہے شراب

گر ز مغرب بر زند خورشید سر ۔ عین خورشید ست نے چیزِ دگر
گو کہ مغرب سے ہو سورج جلوہ گر ۔ عین سورج ہے ۔ نہیں چیز دگر

عیب جویاں را ازیں دم کور دار ۔ ہم بستاری خود اے کردگار
عیب بینوں کو بنا دے کور وار ۔ اپنی ستاری سے اے پروردگار

گفت حق چشمِ خفاش بد سگال ۔ بستہ ام من ز آفتابِ بیمثال
قول حق ہے ۔ چشم بد خفاش کی ۔ نور سے سورج کے میں نے روک دی

از نظرہائے خفاش کم و کاست ۔ انجم و آں شمس نیز اندر خفاست
آنکھ سے چمگادڑوں کی بے گماں ۔ انجم اور سورج بھی ہیں بالکل نہاں

انجم آمد چوں مرید و شمس پیر ۔ شمس آمد در یقیں بدرِ منیر
ہیں مرید انجم تو ہے خورشید پیر ۔ بالیقیں ہے شمس ہی بدر منیر

[1] یہ اشارہ خلفائے عباسیہ کی طرف معلوم ہوتا ہے۔
[2] اہل رے۔

پوشیدہ ناموسوں کی برائی

اے ضیاء الحق حسام الدینؒ بیا ۔ اے صقالِ روح و سلطان الہدیٰ

اے ضیاء الحق حسام الدینؒ آ ۔ اے جلا سے روح! اے شاہِ ہدیٰ

مثنوی را مسرح و مشروح دہ ۔ صورتِ امثال او را روح دہ

مثنوی پر اک نظر کر لطف کی ۔ دے مثالوں کو تو اس کی روح بھی

تا حروفش جملہ عقل و جاں شوند ۔ سوئے خلدستانِ جاں پراں شوند

تا حروف اس کے ہوں سب عقل اور جاں ۔ جان کی جنت کو ہو جائیں رواں

ہم بسعیِ تو ز ارواح آمدند ۔ سوئے دامِ حرف مستحقر شدند

تو ہی لایا عالمِ ارواح سے ۔ دام میں الفاظ کے پنہاں ہوئے

باد عمرت در جہاں ہمچوں خضر ۔ جاں فزا و دستگیر و مستمر

پائے عمرِ خضر تو اے مستمر[1] ۔ جاں فزا و دستگیر ہر بشر

چوں خضرؑ و الیاسؑ مانی جاوداں ۔ تا زمیں گردد ز لطفت آسماں

مثلِ الیاس و خضر رہ جاوداں ۔ لطف سے تیرے زمیں ہو آسماں

گفتمے از لطفِ تو جزوے ز صد ۔ گر نبودے طمطراقِ چشمِ بد

مجھ میں تیرے لطف کا کرتا بیاں ۔ چشمِ بد میں گر نہ ہوتیں گرمیاں

لیک از چشمِ بدِ زہراب دم ۔ زخمہائے روح فرسا خوردہ ام

میں نے لیکن چشمِ بد کے زہر سے ۔ روح فرسا زخم کھائے ہیں بڑے

جز برمزِ ذکرِ حالِ دیگراں ۔ شرحِ حالت مے نیارم در بیاں

راس ہے اوروں کی مجھ کو داستاں ۔ حال تیرا کر نہیں سکتا بیاں

[1] یعنی ہمیشہ ہمیشہ ۔

این بہانہ ہم ز دستان دلیست | کہ ازو ہم پائے دل اندر گلیست
یہ بہانہ ہے فریب حُسن دل | جس سے دل میرا ہے خود ہی پا بہ گل

صد دل و جان عاشق صانع شدہ | چشم بد یا گوش بد مانع شدہ
سو دل و جاں عاشق صانع ہوئے | چشم بد اور گوش بد مانع ہوئے

خود بگیر بوطالب آن عم رسول | می‌نمودش شنعت عربان مہول
سنئے ابو طالب جو چچا مصطفیٰ کے | طعنے سے عربوں کے اُن کو خوف تھا

کہ چہ گویند مر عرب کز طفل خود | او بگردانید دین معتمد
کیا کہیں گے یہ کہ اپنے طفل کے | کہنے میں آکر پھرا ہے دین سے

منصب آبا و اجدا را بماند | در پئے احمد چنین بیرہ براند
منصب آبا و اجداد ترک اس نے کیا | پیچھے احمد کے یہ بے راہ چل دیا

آن رسول پاکباز مجتبیٰ | از پئے آن تا رہاند مر ورا
وہ رسول پاکباز و مجتبیٰ | آتش دوزخ سے کرنے کو رہا

گفتش اے عم یک شہادت[1] تو بگو | تا کنم با حق شفاعت بہر تو
پھر کہا اس نے شہادت دیجئے | تا شفاعت کا مجھے موقع ملے

گفت لیکن فاش گردد از سماع | کل سر جاوز الاثنین شاع
وہ یہ کہتے تھے کہ سن لیگا کوئی | منہ سے نکلی بات اوروں کو پہنچی

من بمانم در زبان این عرب | پیش ایشان خوار گردم زین سبب
دوں گواہی میں اگر عربی ہیں اب | سامنے اُن کے ہو ذلت کا سبب

لیک گر بودش لطف ما سبق | کے بدی این بد دلی با جذب حق
ہوتا گر لطف ازل اُن پہ کبھی | یوں نہ ہوتی جذب حق سے بددلی

[1] یعنی کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لیجئے۔

الغیاث اے تو غیاث المستغیث — زیں دو شاخہ اختیارات خبیث

تجھ سے ہے فریاد اے فریاد رس — ہیں دو شاخہ اختیارات نفس

من ز دستان و ز مکر دل چناں — مات گشتم کہ بماندم از نشاں

دل کے ہاتھوں اور حیلوں سے یہاں — مات ہوں ایسا نہیں میرا نشاں

من کہ باشم چرخ با صد کاروبار — زیں کمیں فریاد کرد از اختیار

میں تو کیا ہوں چرخ بھی با صد وقار — اس سے ہے فریاد کناں سے اختیار

کاے خداوند کریم بردبار — دہ امانم زیں دو شاخہ اختیار

اے خداوند کریم و بردبار — کر نہ مجھ میں دو شاخہ اختیار

جذب یک راہہ صراط المستقیم — بہ ز دو راہہ تردد اے کریم

سیدھا رستہ ہیں بنانا اے خدا — ہے تردد کے دوراہے سے بھلا

زیں دو رہ گرچہ ہمہ مقصد توئی — لیک خود جاں کندن آمد ایں دوئی

گو ہے دونوں راہ کا مقصد تو ہی — یہ دوئی لیکن ہے خود ہی جاں کنی

زیں دو رہ گرچہ بجز تو عزم نیست — لیک ہرگز رزم ہمچوں بزم نیست

دونوں رستوں کا تو ہی مقصد ہے ہاں — رزم لیکن بزم کی نسبت کہاں

در نبی بشنو بیانش از خدا — آیۂ اشفقن ان یحملنہا

سن یہ قرآں میں پیام کبریا — بار اٹھانے سے ڈرے ارض و سما

ایں تردد ہست در دل چوں وغا — کایں بود بہ یا کہ آں حالت مرا

یہ تردد دل میں ہے مثل وغا — حال یہ بہتر ہے یا وہ مرا

؎ قولہ تعالیٰ ۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۔ یعنی ہم نے اپنی ایک امانت آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کی پس سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے مگر انسان نے اس کو اٹھا لیا ۔ تحقیق وہ ظالم اور نادان ہے ۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید — قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

ور تردد مے زند بر ہمدگر | خوف و امید بہی در کر و فر
ہیں تردد میں یہ باہم حملہ ور | خوف پر امید، خوف امید پر

زیں تردد عاقبت حال خیر باد | اے خدا مر جان ما را کن تو شاد
ہو بخیر اس سے مرا انجام کار | روح میری شاد ہو اے کردگار

مناجات

اے کریم ذو الجلال مہرباں | دائم المعروف دارائے جہاں
اے کریم ذو الجلال و مہرباں | ہے تو ہی مشہور سلطانِ جہاں

یا کریم العفو حی لم یزل | یا کثیر الخیر شاہ بے بدل
اے کریم العفو زندہ لم یزل | نیکیوں والے خدائے بے بدل

اوّلم ایں جزر و مد از تو رسید | ورنہ ساکن بود ایں بحر اے مجید
اوّل اوّل جزر و مد تو نے دیا | ورنہ ساکن تھا یہ دریا اے خدا

ہم ازانجا کایں تردد دادیم | بے تردد کن مرا ہم از کرم
جس طرح تو نے تردد دے دیا | بے تردد کر کرم سے کبریا!

ابتلا مے کنی آہ الغیاث | اے ذکور از ابتلایت چوں اناث
امتحاں سے ہوں ترے نالہ کناں | مرد عورت ہو گئے تو امتحاں

تا بکے ایں ابتلا یا رب مکن | مذہبے ام بخش و دہ مذہب مکن
امتحاں کی اے خدا حد بھی کوئی! | ایک مذہب دے نہ کر دہ مذہبی

اشترے ام لاغر و ہم پشت ریش | ز اختیار ہمچو پالاں شکل نیش
اونٹ ہوں میں زخمی ہوں لاغر شتر | جس سے بھی ہے مرا پالاں بتر

ایں کژاوہ گہ شود ایں سو گراں | آں کژاوہ گہ شود آں سو کشاں
یہ کجاوہ ہے کبھی اس سو گراں | وہ کجاوہ اس طرف کو ہے کشاں

بشکن از من حبل ناہموار را ۔۔۔ تا ببینم روضۂ انوار را
بوجھ ناہموار یہ میرا ہٹا ۔۔۔ تا کہ میں دیکھوں چمن انوار کا

ہمچو آن اصحاب کہف از راہ جود ۔۔۔ می‌چرم زایقاظ نے بل ہم رقود[۱]
صورت اصحاب کہف اے رب ودود ۔۔۔ دیکھوں بیداری میں سوتے ہیں نہیں

خفتہ باشم بر یمین یا بر یسار ۔۔۔ بر نگردم جز چو گو بے اختیار
بائیں کروٹ سوؤں میں یا داہنی ۔۔۔ گیند کی صورت ہوں وقت بے بسی

ہم بتقلیب تو تا ذات الیمین ۔۔۔ یا سوئے ذات الشمال اے رب دین[۲]
سیدھی کروٹ سے بدلواتا تو ہی ۔۔۔ بائیں کروٹ پر پھر لے آتا تو ہی

صد ہزاران سال بودم در مطار ۔۔۔ ہمچو ذرات ہوا بے اختیار
میں اڑا لاکھوں برس تک باربار ۔۔۔ مثل ذرات ہوا بے اختیار

گر فراموشم شدست آن وقت و حال ۔۔۔ یادگارم ہست در خواب ارتحال
گو بھلا بیٹھا ہوں میں اپنا وہ حال ۔۔۔ یادگار خواب ہے اک ارتحال[۳]

می‌رہم زین چار میخ چار شاخ ۔۔۔ می‌جہم در مسرح جان زین مناخ
چھوڑتا ہوں چار عنصر کی حدیں ۔۔۔ کودتا ہوں مرغزار روح میں

شیر آن ایام ماضی ہائے خود ۔۔۔ می‌چشم از دایۂ خواب اے صمد
دودھ وہ تھا جو عہد ماضی میں پیا ۔۔۔ خواب کی دایہ سے ہوں پھر پی رہا

جملہ عالم ز اختیار و ہست خود ۔۔۔ می‌گریزد در سر سرمست خود
ساری دنیا اختیار ہست سے ۔۔۔ جاتی ہے مستی کی جانب بھاگ کے

۱؎ قولہ تعالیٰ تَحْسَبُھُمْ اَیْقَاظًا وَّھُمْ رُقُوْدٌ یعنی گمان کرے تو ان پر کہ وہ جاگتے ہیں۔ حالانکہ وہ سوئے ہیں
۲؎ قولہ تعالیٰ نُقَلِّبُھُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ، ہم ان کو سیدھی اور الٹی طرف بدل دیتے ہیں۔
۳؎ ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ لے جانا۔

تا دمی از ہوشیاری وارہند ‌ ‌ ننگ خمر و بنگ بر خود می نہند

تا وہ دم بھر ہوشیاری سے چھٹا ‌ ‌ ننگ بھنگ اپنے کبھی کا ہے شراب

جملہ دانستہ کہ این ہستی فخ است ‌ ‌ فکر و ذکر اختیاری دوزخ است

یا سمجھتے ہیں سب کہ یہ ہستی ہے دام ‌ ‌ اختیار و فکر کا دوزخ تمام

می گریزند از خودی در بیخودی ‌ ‌ یا بہ مستی یا بہ شغل اے مہتدی

ہے خودی سے دوڑ سوئے بیخودی ‌ ‌ شغل ہو کوئی کہ مستی ہو کوئی

نفس را زان نیستی وامی کشی ‌ ‌ زانکہ بے فرمان شد اندر بیہشی

نفس تیرا نیستی میں ہے اسیر ‌ ‌ بے ہُشی سے تھا وہ نافرماں پذیر

نیستی باید کہ او از حق بود ‌ ‌ تا کہ بیند اندران حسن احد

نیستی حق کی طرف سے ہے بھلی ‌ ‌ تا کہ دیکھے تو بہار اللہ کی

لیس للجن و لا للانس ان[۱] ‌ ‌ ینفذوا من حبس اقطار الزمن

جن ہیں یا انساں ہیں یہ طاقت نہیں ‌ ‌ حد عالم سے نکل جائے کہیں

لا نفوذ الا بسلطان الہدی ‌ ‌ من تجاویف السموات العلی

ہاں مدد سے گر وہ سلطان ہدا ‌ ‌ بھاگ نکلو چھوڑ کر جوف سما

لا ہدی الا بسلطان یقی ‌ ‌ من حراس الشہب روح المتقی

پھر ہدایت کون دے اس کے سوا ‌ ‌ ہے شہابوں سے نگہبان روح کا

ہیچ کس را تا نگردد او فنا ‌ ‌ نیست رہ در بارگاہ کبریا

کوئی بھی جب تک نہ ہو جائے فنا ‌ ‌ جا نہیں سکتا حضور کبریا

---

[۱] اس آیہ شریفہ کی طرف اشارہ ہے یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض یعنی اے جن و انسان کی جماعت! اگر تم کو استطاعت ہے کہ تم زمین و آسمان کے اطراف سے نکل جاؤ۔

هست معراج فلک این نیستی
عاشقان را مذهب و دین نیستی
ہے یہ معراج فلک سب نیستی
عاشقوں کا دین و مذہب نیستی

پوستین و چارق آمد از نیاز
در طریق عشق محراب ایاز
پوستین جوتا تھا از روئے نیاز
عشق سے مشرب میں محراب ایاز

گرچه او خود شاه را محبوب بود
ظاهر و باطن لطیف و خوب بود
گو کہ وہ خود شاہ کو محبوب تھا
ظاہر و باطن لطیف و خوب تھا

گشته بی کبر و ریا و کینه‌ای
حسن سلطان را رخش آئینه‌ای
چھوڑ کر وہ کینہ و کبر و ریا
حسن سلطان کا بنا تھا آئینہ

چونکه از هستی خود مفقود شد
منتهای کار او محمود شد
اپنی ہستی میں جو خود گم ہو گیا
انتہائے کار میں محمود تھا

زان قوی‌تر بود تمکین ایاز
کز خوف از کبر کردی احتراز
تھی قوی تر اس سے تمکین ایاز
کرتا تھا کبر و ریا سے احتراز

او مهذب گشته بود و آمده
کبر را و نفس را گردن زده
وہ مہذب ہو گیا تھا دیکھ لو
ترک کر کے کبر کو اور نفس کو

یا پی تعلیم می‌کرد آن حیل
یا برای حکمتی دور از علل
یا وہ حیلے از پئے تعلیم تھے
یا کوئی حکمت تھی دور [illegible]

یا که دید چارق آن شاه پسند
کز نسیم نیستی هستی است بند
یا پسند اس واسطے جوتا کیا
بس نسیم نیستی میں ہستی [illegible] تھا

تا گشاید دخمه کان بر هستی است
تا بیابد آن نسیم عیش و زیست
تا کہ کھولے نیستی کی قید کو
تا پئے سر اس کو عیش و زیست ہو

سلہ یعنی جوتا اور پوستین کے حیلے
سلہ جوتے اور پوستین رکھنے کی حکمت [illegible]

تا نہ بندد چشمہ را ایں مردگاں — تا بیابد بوئے عیش آں جہاں

تا نہ گور اُن مُردہ لوگوں پر ہو بند — عیش اس عالم کا آ جائے پسند

مُلک و مالِ اطلس ایں مرحلہ — ہست بر جانِ سبکرو سلسلہ

مُلک و مال اور یہ لباس اور یہ مزے — قید ہیں جانِ سبک سیر کے لئے

سلسلہ زریں بدید و غرّہ گشت — ماند در سوراخ چاہے جان دشت

دیکھ کر زنجیرِ زریں ہے غرّہ — روح کو وسعت سے کر رکھا ہے دُور

صورتش جنت بمعنی دوزخے — افعیِ پُر زہر و نقشِ گل رخے

ظاہری جنت، جہنم باطنی — سانپ زہریلا ہے صورت ہے بھلی

گرچہ مومن را سقر نبود ضرر — لیک ہم بہتر بود زانجا گذر

گو نہیں دوزخ سے مومن کو ضرر — ہے مگر اُس سے گذرنا خوب تر

گرچہ دوزخ دور دارد زو نکال — لیک جنت بہ ورا فی کل حال

گرچہ دوزخ سے نہیں کچھ اضطرار — ہے مگر جنت ہی اچھی خوشگوار

الحذر اے ناقصاں زیں گل رخے — کو بگاہِ صحبت آید دوزخے

ناقصو! اُن گل رخوں سے الحذر — وقتِ صحبت جو ہوں مانند سقر

الفرار اے غافلاں زیں گلشنے — کو حقیقت بدترست از گلخنے

بھاگو اس گلشن سے دور اے غافلو — بھاڑ سے بد تر حقیقت میں جو ہو

زینہار اے جاہلاں زیں گل شکر — کو بسوز آید دہاں را چوں شرر

جاہلو! اس گل شکر سے ہوشیار — جو کہ مُنہ کو دے جلا مثلِ شرار

چند گویم من ترا کاے ابلہیں — زہرِ قتال ست زاں دوری گزیں

تجھ سے میں کب تک کہوں یہ ابلہیں — زہرِ قاتل ہے۔ بچ اس سے بالیقیں

لیک تلخ آمد ترا گفتار من — خواب مے گیرد ترا زافسانہ من

تلخ لگتی ہیں تجھے باتیں مری — اور فسانے سے ہے آتی نیند بھی

خواجہ آخر یک زماں بیدار شو ۔۔۔ وز حیات خویش برخوردار شو

خواجہ آخر اک ذرا بیدار ہو ۔۔۔ زندگی سے اپنی برخوردار ہو

ہیں روش برگیر و ترکِ ریش کن ۔۔۔ وز فنا و نیستی کاوش کن

دین پہ چل کر کے ترکِ ریش تو ۔۔۔ کر فنا و نیستی کی جستجو

ایک غلام کا آقازادی سے عشق

خواجۂ را بود ہندو بندۂ ۔۔۔ پروریدہ کردہ او را زندۂ

ایک خواجہ کا تھا اک ہندو غلام ۔۔۔ پال کر اس کو کیا تھا شادکام

علم و آدابش تمام آموختہ ۔۔۔ در دلش شمعِ ہنر افروختہ

علم و آداب اس نے سیکھے سربسر ۔۔۔ روشن اس کے دل میں تھی شمعِ ہنر

پروریدہ از طفولیت بناز ۔۔۔ در کنارِ لطفش آں اکرام ساز

پالا تھا بچپن سے اس کو ناز سے ۔۔۔ گود میں راحت کی اس بامہر نے

بود ہم ایں خواجہ را یک دخترے ۔۔۔ سیم اندامے کشے خوش گوہرے

ایک لڑکی بھی تھی خواجہ کی حسین ۔۔۔ خوش خرام و سیم تن گوہر جبیں

چوں مراہق گشت دختر طالباں ۔۔۔ بذل میکردند کابینِ گراں

جب ہوئی بالغ تو طالب شوق سے ۔۔۔ مہر اس کو بیشتر دینے لگے

مے رسید از جانبِ ہر مہترے ۔۔۔ بہرِ دختر دمبدم خواہش گرے

آئے ہر مہتر کی جانب سے ہزار ۔۔۔ دمبدم اس مہ لقا کے خواستگار

گفت خواجہ مال را نبود ثبات ۔۔۔ روز آید شب رود اندر جہات

بولا خواجہ مال کو کب ہے بقا ۔۔۔ دن کو آئے رات کو جائے چلا

۱ یعنی محض ڈاڑھی بڑھا لینے سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ روشِ اسلام پر چلنے سے فائدہ ہے۔

حسن صورت ہم ندارد اعتبار — کہ شود رخ زرد از یک تپ چہرہ یار

حسن صورت کا بھی کیا ہے اعتبار — تپ سے پڑتا ہے پیلا جو کہ تھا سرخ یار

سہل باشد نیز مہتر زادگی — کو بود غرہ بمال از سادگی

ہے یہ مہتر زادگی بھی سہل تر — سادہ لوحی سے ہے نخوت مال پر

اے بسا مہتر پسر کو شد شتر — شد ز فعل زشت خود ننگ پدر

ہیں بہت اپنے ہنر لقوں کے پسر — ہو پڑے فعلوں سے پاں ننگ پدر

پیشہ ہنر را نیز اگر چہ شد نفیس — کم پرستد ز تکبر ہم چو ابلیس

پیشہ ہنر ہر چند ہوتا ہے کمال — حال شیطان سا ہے گر عجب کی جا

علم بود ش چون نبود عشق دین — و ندید از آدم الا نقش طین

علم تھا اور تھا نہ عشق دین مگر — نقش خاکی آدم آیا سے نظر

گر چہ دانی وقت علم اے امیں — زانت نکشاید دو دیدہ عیب بیں

مشکلات علم ہر حق اے امیں — کب مگر کھلتی ہے چشم عیب بیں

اوفتد شبہ تیرہ ستارہ شیخ — از معرفت پدید از ریش و ملبش

ریش و دستار اس کو آئی ہے نظر — پر وہ چھپتا ہے وہ کی بیشی مگر

عارفا تو از معرفت فارغی — خود ندانی کہ تو باز غی

ہے معرفت سے تو اے عارف بری — نور روشن ذات سے ہے خود ہی تیری

کار تقوی دارد و دین و صلاح — کہ از و باشد بدو عالم فلاح

کام کا تقوی ہے یا دین و صلاح — جس سے ہے دین اور دنیا کی فلاح

گر و بکشا یاد وصل اختیار — کس بیار از قسم ہمہ شغل و تبار

کر لیا داماد اک آخر اختیار — تھا جو مخصوص خاندان و باوقار

پس بنان گفتند کہ او را مال نیست — خوشتری و حسن استقلال نیست

خود لکھی یہ بیں کہ وہ کنگال ہے — اس میں کب حسن اور استقلال ہے

گفت اینها تاج نہ بدہد و لیک ۔ بیند او سختہ ست بید و نیک

بولا خواجہ یہ ہیں سب باتحت دلیل ۔ ہے نہ دی ہیں بھی وہ سب کچھ نیک

چون لب بچہ نہ تیج و خنجر کشت فاش ۔ دستہاں و نشانی و قماش

گرم شوں سے عشق و خنجر ہو گیا ۔ سب نشانی اور چڑھاوا آ پہنچا

پس غلام خواجہ کاندر خانہ بود ۔ گشت بیمار و ضعیف و زار زود

پس جو تھا خواجہ کے گھر میں وہ غلام ۔ ہو گیا بیمار و غمگین زار تمام

ہمچو بیمار دقی او می گداخت ۔ علت او را طبیبی کم شناخت

مثل اک ٹی بی کے وہ گھلنے لگا ۔ چارہ گر علت سے کوئی نہ آشنا

عقل می گفتی کہ رنجش از رہ است ۔ دارویش در غم دل با طلاست

شخص انتی تھی سمجھ کہ اس کا دل ملول ۔ ہے دوا اس کی نہ تن کی غم دل میں مشغول

آن غلامک دم نزد از حال خویش ۔ کوچہ سے آمد و زور سینہ ریش

حال اپنا کچھ نہ کہتا تھا غلام ۔ گو کہ سینہ اس کا زخمی تھا تمام

گفت خاتون را شبی شوہر کہ تو ۔ بازپرس اندر خلا احوال او

بیوی سے اک رات شوہر نے کہا ۔ پوچھ خلوت میں تو اس کا حال جا

تو بجای مادری او را بود ۔ گر غم خود پیش تو پیدا کند

تو تو ہے ماں کی جگہ اس کے لئے ۔ تجھ سے آ کے شاید اپنا غم کہے

چونکہ خاتون کرد در گوش این کلام ۔ روز دیگر رفت نزد آن غلام

جب سنا بیوی نے شوہر کا کلام ۔ دوسرے دن وہ گئی پیش غلام

آن چنان کہ مادران مہربان ۔ نرم کردش تا در آمد در بیان

جیسے مشفق مادران مہرباں ۔ اس سے کی نرمی کہ کچھ کر دے بیاں

لہ یعنی خواجہ نے اپنی بیوی سے کہا ۔

ہم سرش را شانہ میکرد آں ستی — یاد و صد مہر و دلال و دوستی

اس کے سر میں اس نے کنگھا بھی کیا — سو طرح پیار اور محبت سے کہا

گفت امید من از تو ایں نبود — کہ دہی دختر بہ بیگانہ عنود

بولا تجھ سے یہ توقع تو نہ تھی — دے گی غیروں کو تو اپنی لاڈلی

خواجہ زادہ ماؤ ما خستہ جگر — حیف نبود کو رود جائے دگر

خواجہ زادی ہے وہ ہیں خستہ جگر — حیف ہے جائے اگر اوروں کے گھر

خواست آں خاتون ز خشمے کادش — کہ زند وز بام زیر اندازدش

اس نے چاہا - آیا جو غصہ اسے — مار کر کوٹھے سے نیچے پھینک دے

کو کہ باشد ہندوِ مادر غرے — کہ طمع دارد ز خواجہ دخترے

ہیں! یہ تخم زادہ اک ہندو غلام — لے ہوس سے دختر خواجہ کا نام

گفت صبر اولیٰ بود خود را گرفت — گفت با خواجہ کہ بشنو ایں شگفت

صبر کر کے وہ گئی خاموش ہو — اور کہا خواجہ سے، لو طرفہ سنو!

ایں چنیں گرائے خائن را ببیں — ما گماں بردہ کہ او باشد امیں

بس قدر خائن ہے یہ سفلہ غلام — ہم امیں سمجھے ہوئے تھے لا کلام

حال خود را ایں چنیں گفت او مرا — خواستم کز خشم بکشم مر ورا

حال اپنا اس نے کچھ ایسے کہا — چاہتی تھی میں اسے کر دوں فنا

خاتون کو خواجہ کا جواب

گفت خواجہ صبر کن او را مگو — کہ ازو نبرہم و بدہمش بشو

بولا خواجہ صبر کر اور کہہ بھی نہ دے — ہم چھڑا کر اس سے دے دیں گے تجھے

تا بمکر ایں از دلش بیروں کنم — تو تماشا کن کہ دفعش چوں کنم

بس کسی حیلے سے کر دوں گا نفور — دیکھ تو کس ڈھب سے کر دیتا ہوں دور

تو دلش خوش کن بگو میداں درست ۔۔ کہ حقیقت دختر ما آن تست

اُس کے خوش کرنے کو کہدے مان لے ۔۔ ہے مری دختر یہ تیرے ہی لئے

ما ندانستیم اے خوش مشتری ۔۔ چونکہ دانستیم تو اولیٰ تری

ہم سمجھتے تھے نہ تجھ کو مشتری ۔۔ اب جو سمجھے ہیں تو ہے اولیٰ تو ہی

آتش ما ہم دریں کانون ما ۔۔ لیلی آن ما و ہم مجنون ما

آگ اپنی اپنے چولہے میں رہی ۔۔ یعنی لیلےٰ بھی ہماری، قیس بھی

تا خیال و فکر خوش بروے زند ۔۔ فکرِ شیریں مرد را فربہ کند

جب خیال و فکر ایسا دل میں آئے ۔۔ فکرِ شیریں اسکو موٹا کر دکھائے

جانور فربہ شود لیک از علف ۔۔ آدمی فربہ ز عزت و شرف

جانور کی فربہی ہے گھاس سے ۔۔ آدمی موٹا ہو عزت سے وسے

آدمی فربہ شود از راہِ گوش ۔۔ جانور فربہ شود از حلق و نوش

کان کے رستے ہو موٹا آدمی ۔۔ جانور کھانے سے موٹے ہوں سبھی

گفت آن خاتون کزیں ننگِ مہیں ۔۔ خود زبانم مے نجنبد ایں چنیں

بولی عورت ۔ ہیں یہ باتیں شرمناک ۔۔ پھر زبان آئے کی کیا حرکت میں خاک

ایں چنیں ژاژی چہ خایم بہرِ او ۔۔ گو بمیر ایں خائن ابلیس خو

کیوں میں بیہودہ بکوں اُس کے لئے ۔۔ خائن و ابلیس مرتا ہے مرے

گفت خواجہ نے مترس و دم دہش ۔۔ تا رود علت ازو زیں لطفِ خوش

بولا خواجہ، تو نہ ڈر، دم اس کو دے ۔۔ تا مرض اس لطف سے جاتا رہے

ہیچ او را دلبرا ہر من نویس ۔۔ ہل کہ صحت یابد ایں بارِ رئیس

پھر سے تو نے ہے پھر اُس کا دیکھ حال ۔۔ پائے تا صحت یہ بیہودہ خیال

چوں بگفت آں خستہ را خاتون چنیں ۔۔ شد بپیچید از تبختر بر زمیں

جا کے عورت نے جو سمجھایا اُسے ۔۔ وہ نہ جامے میں سمایا جوش سے

فربہ و زفت آمد و سرخ و شگفت | چوں گل سرخ و ہزاراں شکر گفت
موٹا تازہ سرخ ہو کر کھل گیا | مثل گل کے اور شکر بہت ادا کیا

گہ گہے می‌گفت کاے خاتون من | کہ مبادا باشد ایں افسون و فن
وہ کبھی کہتا تھا اے بی بی سنو | یہ کہیں حیلہ نہ ہو یہ افسوں یا بہانہ

لیک خاتون چشم نے تفتیش کرد | ور پئے اینہم فارغ باش ما
لیکن عورت اس سے نہیں کھٹکی کہ ہم | ہیں ایسی تدبیر میں تو کر نہ فکر

خواجہ چوں دید ایں کہ سرخ و زفت گشت | رفت اندیشہ غلت و آمد بگشت
خواجہ نے دیکھا جو تازہ دم ہوگئے | اور سب دکھ درد اس کے مٹ گئے

اودہاش باشے بتزویر فسوس | تا فزوں شد نشاطش چوں خروس
دم دلاسوں سے کیا پھر شادماں | مثل مرغ اس میں پڑا دلیر مستیاں

خواجہ جمعیت بکرد و دعوتے | کہ ہمے سازم فرح را وصلتے
خواجہ نے پھر جمع لوگوں کو کیا | اب فرح کا عقد ہے تم جزا

تا جماعت مژدہ مے دادند گل | کاے فرح بادت مبارک اتصال
مژدہ لوگوں نے دیا ہو کر نہال | اے فرح تجھ کو مبارک ہو وصال

تا یقیں شد مر فرح را ایں سخن | علت از وے رفت کل از بیخ و بن
سمجھ فرح کو کچی یقیں سا ہو گیا | دکھ گیا سب آزار اچھا ہو گیا

بعد از اں اندر شب عشرت بہن | مہر دے بست حنا چوں زن
رات جب عشرت کی آئی کر کے فن | اونٹ کے مہندی لگا مثل زن

پیر نگارش کرد ساعد چوں عروس | تا کیاں بنمودش و دادش خروس
پھر دلہن کی طرح ہاتھوں کو رنگا | مرغی دکھلا کر اسے مرغا دیا

لے غلام کا نام ہے۔

گنگ امرد را بپوشانیدہ او	مقنعہ و چادر عروسانہ نکو
اک فوتی ہیکل تھا کہ جو نکہت میں نہاں	چادر اور کپڑے عروسانہ تھے ہاں
مانند ہندو با چناں گنگ درشت	شمع را ناگاہ خلوت در کشت
خادم اس مرد فوتی کے پاس تھا	شمع دی جلدی سے خلوت میں بجھا
وز بروں نشنید کس از دف زناں	ہندوک فریاد میکرد و فغاں
کون سنتا بج رہی تھیں تالیاں	کو رہا تھا وہ غلام آہ و فغاں
کرد پنہاں نعرۂ آں نعرہ زن	ضرب کف و دف و نعرہ مرد و زن
غل میں غائب تھی فغان نعرہ زن	سب بجاتے تالی اور دف مرد و زن
چوں بود پیش سگ انبانِ آرد	تا بروز آں ہندوک لت خورد
جیسے کتا چیرے تھیلا آرد کا	صبح تک اس نے جھنجھوڑا خوب سا
رسم ابا و آں فرج حمام رفت	روز آورد ند طاق و بوق زفت
اور فرج حمام کو رستا چلا	بھاری جوڑا صبح دم لایا گیا
کون دریدہ ہمچو دلق تونیاں	رفت در حمام بس رنجور جاں
کون گدڑی رہزنوں کی بن گئی	وہ گیا حمام۔ با صد بیکسی
پیش او بنشست خز چوں عروس	آمد از حمام در کردو فسوس
اور دلھن آ بیٹھی اس کے سامنے	آیا پھر خرگاہ[2] میں حمام سے
کہ مبادا او کند زو امتحاں	مادرش آنجا نشستہ پاسباں
وہ مبادا دن میں کر لے امتحاں	ماں بھی بیٹھی پاس بن کر پاسباں
وانگہاں بر ہر دو مشتش دیداو	ساعتے شد دید سوئے نظر کرد از عناد
کر کے نفرت اس کو پھر دی بد دعا	دیکھتا کچھ دیر تک اس کو رہا

[1] اٹھا۔

[2] حجلہ عروسی کو خرگاہ کہا ہے۔

گفت خود را کس بیابد اتصال | با چو تو ناخوش عروس بد خصال

ہو نہ سکتا ہے کوئی مانوس وصال | اے عروس ناگوار و بد خصال

روز زیبا چوں نکو یانِ تتر | کیر زشتت شب بتر از کیر خر

تو نتاری چونہ دن کو ہے مگر | رات کو ہے کیر تیرا ۔ کیر خر

ہر شخص اس غلام کی طرح ہے

ہمچنیں جملہ نعیم ایں جہاں | بس خوش است از دور پیش از امتحاں

ہیں یہ سب ایسی ہی لذاتِ جہاں | دور سے بہتر ہے اِن کا امتحاں

می نماید در نظر از دور آب | چوں روی نزدیک آں باشد سراب

دور سے دیکھو نظر آتا ہے آب | پاس جب جاؤ تو نکلے گا سراب

گندہ پیر است و از بس چاپلوس | خویش را جلوہ دہد چوں نو عروس

ہے یہ دُنیا اک پُرانی چاپلوس | جلوہ گر ہوتی ہے مانند عروس

ہاں مشو مغرور ایں گلگونہ اش | نیش نوش آلودہ او را مچش

اس کے گلگونہ پہ تو نازش نہ کر | نیش[1] نوش آلود ہے چکھنے سے ڈر

تا نیفتی چوں فرج اندر حرج | صبر کن کالصبر مفتاح الفرج

تا نہ تو مثلِ فرج ہو مبتلا | صبر کر ہے صبر حلِّ صد بلا

آشکارا داں نہ پنہاں دام او | خوش نماید ز اوّلت انعام او

جال ظاہر اس کا ہے پنہاں نہیں | اوّلاً لذّت ہے اس کی بہتر ولے

چوں بپیچی بہ دام اے ہوشیار | چند نالی در ندامت زار زار

اور جب تو جال میں پھنس جائے گا | پھر تو رو رو کے کبھی اور پچھتائے گا

[1] یعنی نیش پر نوش کا رنگ چڑھا ہوا ہے ؛

نام میری و وزیری و شهی ‌‌‌‌— نیست الا درد و مرگ جان دہی
ہے امیری و وزیری اور شہی ‌— درد ہے اور موت ہے یا جان دہی

بنده باش و بر زمین رو چون سمند — چون جنازه نے که بر گردن نهند
بندہ بن اور چل زمیں پر اسپ سان — چڑھ نہ سر کندھوں پر جنازہ جیسے تان

جمله را حمال خود خواهد کفور — بار بر مردم گشته چون اہل قبور
ہیں سوار اوروں پہ ناشکرے نفور — بار ہے مردم صورت اہل قبور

بر جنازه هر کرا بینی بخواب — فارس منصب بود عالی رکاب
جو جنازے پر ہو کوئی تجھ کو خواب — ہو سوار اس کو سمجھ عالی رکاب

زانکه آن تابوت بر خلق است بار — بار بر خلقان نهادند این کبار
کیونکہ وہ تابوت ہے خلقت پہ بار — بار ہیں خلقت پہ بنتے یہ کبار

بار خود بر کس منه بر خویش نه — سروری را کم طلب درویش به
بار اپنا جس طرح ہو خود اٹھا — خوب ہے درویشی سے سرداری ہے کیا

مرکب اعناق مردم را مپای — تا نیاید نقرست اندر دو پای
تو نہ ہو لوگوں کی گردن پر سوار — تا نہ پیدا درد ہو پاؤں میں یار

مرکبی را کآخرش تو ده دهی — که بشهری مانی و ویران دهی
ہر سواری کو ہے آخر چھوڑنا — شہر بن کر کیوں ہے ویرانہ بنا

ده دهش اکنون که چون شهرت نمود — تا نباید رخت در ویران گشود
چھوڑ اسے جو شہر آتا ہے نظر — تا نہ ویرانے میں ہو تیرا گذر

ده دهش اکنون که صد بستانت هست — تا نمانی عاجز و ویران پرست
چھوڑ اس کو باغ ہیں سینکڑوں — تا نہ تو ویران اور عاجز ہو رہوں

گفت پیغمبر که جنت از اله — گر همی خواهی ز کس چیزی مخواه
بولے سرور فکر جنت ہے اگر — تو کسی سے کچھ نہ مانگ اے بے خبر

چوں نخواہی من کفیلم مر ترا — جنت الماوا و دیدار خدا

میں ہوں ضامن، پھر تجھے ہو گا عطا — جنت الفردوس، دیدار خدا

آں صحابی زاں کفالت شد عیار — تا یکے روزے کہ گشتہ بد سوار

اک صحابی نے کیا جب امتحاں — تو سواری پر وہ نکلے ناگہاں

تازیانہ از کفش افتاد راست — خود فرود آمد ز کس چیزے نخواست

ہاتھ سے کوڑا جو اُن کے گر پڑا — خود ہی اُترے اور لیا اس کو اُٹھا

آنکہ از دادش نیاید ہیچ بد — داند او بے خواہشی خود میدہد

جو یہ جانے یہ نہیں داد و عطا — بے طلب دیتا ہے وہ ہے جانتا

ور بامر حق بخواہی ہم رواست — آں چناں خواہش طریق انبیاست

امر حق سے مانگنا بھی ہے روا — ایسی خواہش ہے طریق انبیا

بد نماند چوں اشارت کرد دوست — کفر ایماں شد چو کفر از بہر اوست

بد کہاں؟ جب ہوں اشارت دوست کے — کفر ایماں ہے جو ہو اس کے لئے

ہر بدی کہ امر او پیش آورد — آں ز نیکی‌ہائے عالم بگذرد

جو بدی ہو حکم سے اس کے عیاں — پست ہیں اس سے جہاں کی نیکیاں

زاں صدف گر خستہ گردد نیز پوست — دہ مدہ کہ صد ہزاراں در دروست

اُس صدف سے ہو جو خستہ جسم بھی — [illegible] مت - اس میں ہیں موتی لاکھوں ہی

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — سوئے شاہ و ہم مزاج باز گرد

اس سخن کی حد نہیں، پھر لوٹ جا — سوئے سلطان[1] و مزاج بے بقا

باز رو در کاں چو زر دہ دہی — تا رہد دستان تو از دہ دہی

زر خالص کی طرح مل کان سے — تا تجھے نقصوں سے چھٹکارا ملے

۱؎ سلطان مراد روح ہے اور بدل جانے والا مزاج "نفس" کو کہا ہے۔

صورت بد را چو در دل رہ دہند | از ندامت آخرش ہم وا دہند

صورت بد کو جو دل میں راہ دیں | ترک پھر اس کو ندامت سے کریں

دزد را چوں قطع دستی شد بدید | ذوق دزدی را چو زن وہ میدہد

ہاتھ کٹنے کا جو کہ ہو چور کو | ذوق سے چوری کے کیوں تائب نہ ہو

دیدہ وہ دادن از دست جزیل | وہ یادون نیں بریدہ دست بیل

ہاتھ سے دیتے ہوئے دیکھا وہ لے | اب کٹے ہاتھوں سے دنیا دیکھ لے

ہمچنین قلاب توفی دلو شد | وقت تلخی عیش را وہ میدہند

بس یہ تھی خوبی دعا باز اور بڑھے | وقت تلخی عیش کے تارک ہوئے

توبہ سے آرند ہم پروانہ وار | باز نسیان میکشد شاں سوئے کار

توبہ کو کرتے ہیں وہ پروانہ وار | بھول کر کرتے ہیں پھر کام اختیار

ہمچو پروانہ ز دوری آں نار را | نور دیدہ بستہ آں سو یار را

دور سے پروانوں نے دیکھی جو نار | نور جانا اور ہوئے اس پر نثار

چوں بیامد سوخت پرش اگر بخت | باز چوں طفلاں فتادو مے ریخت

جب گرے اور پر جلے بھاگے ہیں | پھر گرے طفلانہ رو رو کر جلیں

بار دیگر بر گمان و طمع سود | خویش را اندر لہیب شمع زود

حرص اور لالچ میں پڑ کر بے گماں | شمع کے شعلوں پہ گرتے ہیں وہاں

بار دیگر سوخت ہمچو آں بجست | باز کردش حرص دل ناسی و مست

لوٹ جاتے ہیں جو پھر جلتے ہیں ہم | مد کیا پھر کرو ہے مستا و بے خبر

آں زماں کز سوختن وا مے جہد | ہمچو ہندو شمع را وہ میدہد

جلنے لگتے پھر جو بچتا ہے وہ خام | پھر زلا ہے شمع کو جیسا غلام

کاے رخت تاباں چو شمع دلفروز | وے فریبت کاذب و مغرور سوز

تیرا رخ ہے شمع سا روشن دلفروز | فریب کاذب اور ہے زور سوز

بازْ از یادش برود توبہ و اَنین | کانْ مُوهِنُ کَیْدِ الکافرینْ[1]

نالہ و توبہ کو پھر سے بھولتا | کیدِ کافر سست کرتا ہے خدا

کُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ[2] کی تفسیر

کُلَّمَا هُمْ اَوْقَدُوْا نَارًا لِوَغٰی | اَطْفَاهَا اللّٰهُ نَارَهُمْ حَتّٰی انْطَفَا

آگ جب روشن لڑائی کی ہوئی | تو اُسے حق نے بجھایا - بجھ گئی

عزم کردہ کہ دلا اینجا بایست | گشتہ ناسی عزم زانکش عزم نیست

عزم کرتے ہیں نہ رُک اے دل یہاں | بھولتے ہیں - عزمِ صادق ہے کہاں

چوں نبودش تخمِ صدقے کاشتہ | حق براں نسیاں بگماشتہ

راستی کا بیج جب بویا نہ تھا | حق نے اُن پر بھول کو غالب کیا

گرچہ بر آتش زنہ دل میزند | آں ستارہ اش کفِ حق میکشد

دل تو ہے لوٹا ہوا چقماق پر | وہ بجھائے آگ کو اُس کی مگر

ایک خواجہ اور ایک چور

رفت وقتے شب بخانہ پاک رگ | از رہِ پنہاں درآمد چوں گرگ

چور اک شب کو کسی کے گھر گیا | راہ پوشیدہ سے جیسے بھیڑیا

سرفہ بشنید شب آں معتمد | برگرفت آتش زنہ کآتش زند

کھانسنے کی جب صدا اُس نے سنی | روشنی کو خواجہ نے چقماق دی

[1] قولہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ کَیْدِ الْکَافِرِیْنَ - یعنی تحقیق اللہ کافروں کے مکر کو خوار اور سست کر دیتا ہے ۔

[2] قولہ تعالیٰ: کُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ - یعنی جب کبھی انہوں نے لڑائی کی آگ بھڑکائی ۔ اللہ نے بجھا دی ۔

میبرد آتش بہر شمع افروختن — تا سر آواز را بندد علن

آگ بہر شمع تھا وہ جھاڑتا — تا ہٹا لے چوٹ کی آواز کا

دزد آمد در زماں پیشش نشست — چوں گرفتے سوختہ کردیش پست

چور بیٹھا آکے اس کے سامنے — سوختے کو تا کہ اس کے گل کرے

مے نہاد آنجا سر انگشت را — تا شود استارۂ آتش فنا

رکھ دیا اس جا پہ انگلی کا سرا — جس سے نکلے ہی نہ شعلہ آگ کا

تر ہمے کرد او سر انگشت را — زا صبع آں استارہ را کردے فنا

تر وہ کر لیتا تھا انگلی کا سرا — اس طرح کرتا تھا شعلے کو فنا

خواجہ مے پنداشت کو خود میمرد — ایں نمے دید آں کہ دزدش میبرد

خواجہ سمجھا بجھ رہی ہے آپ سے — یہ نہ سمجھا ہے بجھاتا چور اسے

خواجہ گفتا ایں سوختہ نمناک بود — مے مرد استارہ از تریش زود

خواجہ سمجھا سوختہ شاید ہے تر — روشنی بہ اس تری کا ہے اثر

بسکہ ظلمت بود و تاریکی بہ پیش — مے ندید آتش کشے را نزد خویش

تھی جو ظلمت اور تاریکی بڑی — کچھ خبر گل کرنے والے کی نہ تھی

ایں چنیں آتش کشے اندر دلش — دیدۂ کافر نہ بیند از عمش

ایسا آتش کش ہے دل میں بھی نہاں — جو نہیں ہے چشم کافر پر عیاں

چوں ہمے داند دل دانندۂ — ہست با گردندہ گردانندۂ

جانتا ہے آگاہ دل ہے واقعی — پھیرنے والے کو پھراتا ہے کوئی

چوں نمے گوئی کہ روز و شب بخود — بے خداوندے کے آید کے رود

کیوں نہیں کہتا کہ یہ دن اور رات — کیونکر آتے جاتے بن ہے حکیم ذات

گرد معقولات مے گردی ببیں — ایں چنیں بے عقلی خود را ببیں

گرد یہ معقولات تو پھرتا ہے دیکھ — اپنی بے عقلی پہ بھی کھولا ہے دیکھ

خانه با بنّا بود معقول تر | یا که بی بنّا بگو است ای پسر

گھر بنے معمار سے معقول تر | یا کہ بے معمار۔ بول اے بے ہنر!

خانه با ابنیه بزرگی و وقار | کے بود بی اوستادی خوب کار

ایک گھر اتنا بلند و باوقار | ہو گا بے استاد کیونکر پائیدار

خط با کاتب بود معقول تر | یا که بی کاتب بدیدش ای پسر

خط تو ہے کاتب ہی سے معقول تر | یا کہ بے کاتب؟ ذرا سوچ اے پسر

جیم گوش و عین چشم و میم فم | چون بود بی کاتبی ای محترم

میم[1] منہ کا، جیم گوش، عین آنکھ کا | کیسے بے کاتب کے یہ لکھا گیا

شمع روشن بی ز گیرانندهٔ | یا بگیرانندهٔ دانندهٔ

شمع گیرانندہ[2] سے روشن ہوئی | یا بغیر اس کے۔ سمجھ تو اے اخی!

صنعت خوب از کف شلّ ضریر | یا ز استاد ولی باز گیر ای بصیر

دست نابینا کی صنعت ہے بھلی | یا کسی اہل نظر کے ہاتھ کی

پس چو دانستی که قهرش میکند | بر سرت او بس محنتها میزند

پس جو تجھ کو قہر کا احساس ہے | گریز محنت سے اگر کچھ پاس ہے

پس بکن دفعش چو نمرودی ز جنگ | سوی او کش در هوا تیر خدنگ

مثل نمرود اس سے لڑ کر دفع کر | تیر پھینک اس کی طرف با شور و شر

پنجوان قوم مغل بر آسمان | تیرها انداز همچو شرع جان

صورت قوم مغل تا آسمان | تیر پھینک اور اس کی لے اس طرح جان

یا گریز از وی اگر تانی بود | پس کجا وی چون رکعت وی کرد

بھاگ سکتا ہے تو اس سے بھاگ جا | ہاتھ میں اس کے ہے تو بھاگے کا کیا

[1] یعنی منہ مثل میم کے ہے، کان مثل جیم کے۔ اور آنکھ مثل عین کے ہے۔ تو آخر یہ حروف بغیر لکھنے والے کے ثبت کس طرح نمایاں ہو گئے؟

[2] جلانے والا۔

در عدم بودی نرستی از کفش	از کف او چون رہی اے دوست خوش
تو عدم میں بھی اسی کا تھا اسیر	ہاتھ سے اس کے نہ ہو گا راہ گیر
آرزو جستن بود بگریختن	پیش عدلش خون تقوی ریختن
آرزو کا ڈھونڈنا ہے بھاگنا	خون تقوی پیش عدل کبریا
این جہان دام است و دانہ اش آرزو	در گریز از دامہا روے آر زو
یہ جہاں ہے دام دانہ آرزو	حرص کے دانوں سے فوراً بھاگ تو
چون چنین رفتی بدیدی صد گشاد	چون شدی در ضد آن دیدی فساد
جب چلے تم یوں تو پاؤ گے مراد	پڑ گیا ضد میں تو دیکھے گا فساد
چون شدی زین ضد پیدا ضد آن	ضد را از ضد شناسد اے جوان
ضد میں ور کر رنگ ضد ہو گا عیاں	ضد سے ضد کو جانتے ہیں اے جوان
پس پیمبر گفت استفت القلوب	گرچہ مفتی شان برون گوید خطوب
قول پیغمبر ہے دل سے رائے لے	گو کہ مفتی کیسے ہی خطبے پڑھے

حدیث استفت قلبک کا بیان

گفت استفت القلوب آن رسول[۱]	گرچہ مفتی برون گوید فضول
کہتے ہیں دل سے فتوی مصطفے	گو کہے بیہودہ بھی مفتی تو کیا
آرزو بگذار تا رحم آیدش	آزمودم کاین چنین می بایدش
آرزو چھوڑے تو رحم آئے اسے	آزمایا دل امتحاں یہ چاہیے
چون نتانی جست پس خدمت کنش	تا روی از حبس او در گلشنش
تو نہ بچ سکتا ہے گر خدمت ہی کر	تا کہ جاؤ زنداں سے گلشن میں گذر

۱ استفت قلبک ولو افتاک المفتون یعنی اپنے دل سے فتوی لے اگرچہ مفتی کیسا ہی فضول فتوی دے۔

دیدہ ام چوں تو مراتب شوی | داوری بینی ز داور اے غوی

جب توجہ تو کرے گا دیدہ ام | دیکھے گا اس کے الطاف و کرم

ور ببندی چشم خود را از حجاب | کار خود را کے گذارد آفتاب

اور اگر آنکھوں پہ ڈالے گا حجاب | کام چھوڑے گا نہ اپنا آفتاب

باز راں سوئے ایاز و رتبتش | واں فضیلت و ز کمال رفعتش

کر ایاز اور اس کے رتبے کا بیاں | وہ فضیلت جس سے رفعت تھی عیاں

ایاز و محمود

چوں امیراں از حسد جوشاں شدند | عاقبت بر شاہ خود طعنہ زدند

جب امیروں کو ہوا جوش حسد | شاہ کو دینے لگے طعنے وہ بد

کایں ایاز تو ندارد سی خرد | جامگی سی امیر او چوں برد

جب نہ عقلیں ہیں ایاز اپنی رکھے | تیس امیروں کا وظیفہ کیوں لے

شاہ بیروں رفت با آں سی امیر | سوئے صحرا و کہستاں صید گیر

لیکے ہمراہ تیس امیر انجام کار | شاہ صحرا کو گیا بہر شکار

کاروانے دید از دور آں ملک | گفت امیرے را کہ رو اے مؤتفک

دیکھا شہ نے دور سے اک قافلا | اک امیر بدگماں سے یوں کہا

رو بپرس آں کارواں را بر رصد | کز کدامیں شہر اندر مے رسد

جا کے پو اس قافلے سے پوچھ لے | وہ ادھر وارد ہوا کس شہر سے؟

رفت و پرسید و بیامد کہ ز رے | گفت عزمش تا کجا درماند وے

وہ گیا آیا۔ کہا "رے سے تھا" | پوچھا "جائیگا کہاں"؟ وہ چپ رہا

دیگرے را گفت رو اے بوالعلا | باز پرس از کارواں کہ تا کجا

بھیجا اور اک آدمی ہاں اسے چلا | قافلے سے پوچھ "جائیگا" کہاں؟

رفت و آمد گفت تا سوئے یمن	گفت رخش چیست آں اے مؤتمن
وہ گیا، آیا۔ کہا "سوئے یمن"	پوچھا کیا ساماں ہے بہرہ کر سخن؟
ماند حیراں گفت با میرے دگر	کہ برو وا پرس رخت آں نفر
تھا وہ حیراں، تیسرا بھیجا امیر	دیکھ کیا لائے ہیں ساماں راہ گیر
باز آمد گفت از ہر جنس ہست	اغلب آں کاسہائے رازیست
"ہے ہر اک جنس" اس نے آکر کہہ دیا	ہیں مگر رے کے پیالے کچھ سوا
گفت کے بیروں شدند از شہر رے	ماند حیراں آں امیر سست پے
پوچھا یہ رے سے ادھر کب تھے چلے؟	تھا تحیر میں امیر اب کیا کہے
آں دگر را گفت رو وا پرس ہاں	تا کہ کے بود است نقل کارواں
چوتھے کو بھیجا کہ جا کر پوچھ ہاں	کب ہوا ہے رے سے نقل کارواں؟
باز گشت و گفت ہفتم از رجب	گفت در رے چیست تسعیر العجب
لوٹا اور کہنے لگا ہفتم رجب	پوچھا شہ نے نرخ کیا ہے شے کے ہیں اب
چوں نہ دانست و بگرد او ہم نزد	شہ فرستاد آں دگر را زاں عدد
چونکہ وہ واقف نہ تھا پس چپ ہوا	انہیں سے اک اور پھر بھیجا گیا
ہمچنیں تا سی امیر و بیشتر	سست رائے ناقص اندر راہ و فر
اس طرح وہ تیس امیر بے ہنر	عقل میں ناقص رہے جیسے کہ وفر
ہر یکے رفتند بہر یک سوال	ناقص و عاجز ز ادراک کمال
سب نے جا جا کر کیا بس اک سوال	کیونکہ تھا کندر اُن سب کا کمال
گفت میراں را کہ من روزے جدا	امتحاں کردم ایاز خویش را
بولا شہ - اک دن الگ ہوں لے چکا	امتحاں اپنے ایاز چست کا
کہ بپرس آں کارواں را کز کجاست	او برفت و جملہ را پرسید راست
پوچھ کہنا - آیا کہاں سے قافلہ؟	وہ گیا اور آکے سب کچھ کہہ دیا

بے حیلت بے اشارت یک بیک | حال شاں دریافت بے ریب و شک
بے کہے اور بنے سنے خود یک بیک | پوچھ آیا حال سب بے ریب و شک

ہر چہ زیں سی میر اندر سی مقام | گشت شاں و آں بیک دم شد تمام
تیس امیروں سے ہوئی جو تیس بار | کر دیا دم بھر میں اس نے آشکار

پس بگفتندش امیراں کایں ثنے | از خدا شہا ست کار چہ نیست
پس امیروں نے کہا یہ بھی ہے فن | چہ عجب ہے یہ ہے فضل ذو المنن

قسمت حق ہست مہ را روئے نغز | داد حق بخشت گل را بوئے مغز
چاند کو چہرہ حسین قسمت کیا | ہے دیا پھولوں کو خوشبو مغز کا

بلکہ سلطاں چوں عنایت میکند | از تفاخر چیست بر مستے زند
اور جو جس پر عنایت شاہ کی | ہو عطا اس کو بلندی جاہ کی

گفت سلطاں بلکہ آنچہ از نفس زاد | ریع تقصیر است و دخل اجتہاد
بولا شہ ہے نفس سے گویا مراد | نقص کا محصول ۔ دخل اجتہاد

ورنہ آدم کے بگفتے با خدا | ربنا انا ظلمنا انفسنا
ورنہ آدم کیوں یہ کہتے اپنے خدا | ظلم ہم نے اپنے نفسوں پر کیا

خود بگفتے کایں گناہ از نفس بود | چوں قضا ایں بود جرم ما چہ سود
یوں جو کہتے یہ گناہ نفس تھا | حکم رب یوں تھا تو کیا اپنی خطا

ہمچو ابلیسے کہ گفت اغویتنی | تو شکستی جام و ما را مے زنی
تھا کلام اغویتنی شاہ ابلیس کا | جام توڑے آپ ہم کو دے سزا

بل قضا حق است و جہد بندہ حق | ہیں مباش اعور چو ابلیس خلق
حکم حق بر حق ہے سعی خلق بھی | ہو نہ کانا مثل شیطاں اے غوی

سلہ آدمی کا مطلب یہ کہ سرشت و فطرت کا قصور ہے سلہ یعنی تو نے مجھ کو بہکایا ۔ سلہ یعنی تصویر کا ایک ہی رخ نہ دیکھ بلکہ دونوں آنکھیں کھول کے دونوں پہلوؤں پر غور کر ۔

در تردد مانده‌ایم اندر دو کار	این تردد کی بود بے اختیار
ہم دو عملی میں تردد کرتے ہیں	ہے کہ تردد اختیار اپنے آپ سے
این کنم یا آن کنم او کی گود	چون دو دست و پائے او بستہ بود
یہ کروں یا وہ کروں کہتا ہے آپ کب	دست و پا بستہ تردد کے ہوں جب
ہیچ باشد این تردد بر سرم	کہ روم در بحر یا بالا پرم
یہ تردد کب ہوا ہے دوستوں	کہ پڑوں دریا میں یا اوپر اڑوں
این تردد ہست کہ موصل روم	یا برائے سحر تا بابل روم
یہ تردد ہے کہ موصل جاؤں میں	یا برائے سحر بابل جاؤں میں
پس تردد را بباید قدرتے	ورنہ آن خندہ بود بر سبلتے
پس تردد میں بھی قدرت چاہیے	ورنہ ہے تضحیک مونچھوں کے لئے
بر قضا کم نہ بہانہ اے جوان	جرم خود را چہ نہی بر دیگران
حکم حق کا لے نہ حیلہ اے جواں	رکھ قصور اپنا نہ اوروں پر یہاں
خون کند زید و قصاص او بہ عمرو	مے خورد عمرو و بر احمد حد خمر[1]
خون کرے زید اور بدلہ لے عمرو	مے پئے عمرو اور بکر پر حد خمر
گرد خود برگرد و جرم خود ببین	جنبش از خود بین و از سایہ مبین
غور کر اپنے پہ دیکھ اپنی خطا	جنبشیں تجھ میں ہیں سائے میں ہیں کہا
کہ نخواہد شد غلط پاداش میر[2]	خصم را می‌داند آن میر بصیر
ہو نہیں سکتی غلط پاداش میر	جانتا ہے دشمنوں کو وہ بصیر
تو عسل خوردی نیامد تب بغیر	مزد روز تو نیامد شب بغیر
شہد تو کھائے ہو تپ اوروں کو کیا	دن کی محنت رات کو تو پائے گا

[1] شراب کی قانونی سزا۔

[2] خداوند تعالیٰ سے مراد ہے۔

تو چہ کردی جہد کاں با تو نگشت
تو چہ کاریدی کہ نامد ریع کشت

ہو نہ تو ناکسی کی وہ تو نے سعی کیا؟
کب نہ محصول اپنی کھیتی کا ملا؟

فعل تو کاں زاید از جان و تنت
ہمچو فرزندے بگیرد دامنت

فعل جو کچھ جان و تن نے ہیں کئے
مثل بچوں کے ہیں دامن کش ترے

فعل را در غیر صورت مے کنند
فعل دزدی را بدارے مے زنند

فعل کی صورت بدل جاتی ہے یار
فعل دزدی کو بنا دیتے ہیں دار

دار کے ماند بہ دزدی لیک آں
ہست تصویر خدائے غیب داں

دار چوری سے مشابہ گو نہیں
ہے وہ اک تصویر رب العالمین

در دل شحنہ چو حق الہام داد
کہ چنیں صورت بساز از بہر داد

حق نے یہ الہام شحنہ کو کیا
ایسی صورت داد دینے کو بنا

تا تو عالم باشی و عادل قضا
نامناسب چوں دہد داور سزا

تاکہ تو عالم ہو اور عادل قضا
کب خدا دیتا ہے ناموزوں سزا

چونکہ حاکم ایں کند اندر گزیں
چوں کند حکم احکم ایں حاکمیں

حاکموں میں یہ تناسب ہے یہاں
کیا کرے گا حاکموں کا حکمران[1]

چوں بکاری جو نروید غیر جو
قرض تو کردی ز کہ خواہی گرو

جو اگر بوئے گا تو کاٹے گا جو
قرض کرکے کس سے لینا ہے گرو[2]

جرم خود را بر کسے دیگر منہ
گوش و ہوش خود بدیں پاداش دہ

جرم اپنا تو نہ رکھ غیروں کے سر
ہوشیار اپنی سزا پر غور کر

جرم بر خود نہ کہ تو خود کاشتی
با جزا و عدل حق کن آشتی

تو نے بویا جرم لے خود اپنے سر
اور جزا و عدل حق سے صلح کر

[1] یعنی احکم الحاکمین خداوند تعالےٰ۔ مطلب یہ کہ اس کی سزاؤں میں کبھی کچھ مناسبت نہو گی۔

[2] زر رہن۔

رنج را باشد سبب بد کردنے	بد ز فعل خود شناس از بخت نے
رنج بدیوں کا سبب ہے بالیقیں	ہے برائی تجھ سے قسمت سے نہیں
آں نظر بر بخت چشم احول کند	قلب را کہدانے و کاہل کند
آنکھ قسمت پر پڑے احول بنے	قلب کو تنبل سے وہی کاہل کرے
متہم کن نفس خود را اے فتے	متہم کم کن جزائے عدل را
متہم کر نفس کو تو اے پسر!	اور نہ رکھ تہمت جزائے عدل پر
توبہ کن مردانہ سر آور بہ رہ	کہ فمن یعمل بمثقال یرہ[1]
توبہ کر مردانگی کی راہ چل	دیکھے وہ جو کوئی کرے جیسا عمل
در فسون نفس کم شو غرہ	کآفتاب حق نپوشد ذرہ
تو فریب نفس پر کم ناز کر	ذرہ سورج سے نہیں چھپتا پسر
ہست آں ذرات جسمی اے مفید	پیش ایں خورشید جسمانی پدید
جیسے ہیں ذرات جسمی ظاہری	جسم کے خورشید پر ہیں منجلی
ہست ذرات خواطر و افتکار	پیش خورشید حقائق آشکار
یوں ہی ذرے خاطر و افکار کے	پیش خورشید حقیقت ہیں کھلے
پیش حق پیدا و پیش تو نہاں	سر غیب ست ایں مکن فکرے دراں
حق پہ ظاہر ہے مگر تجھ سے نہاں	فکر مت کر یہ ہے راز غیب ہاں

شکاری اور پرندہ

رفت مرغے درمیان لالہ زار	بود آنجا دام از بہر شکار
جب گیا اک مرغ سوئے لالہ زار	جال تھا پھیلا وہاں بہر شکار

[1] قولہ تعالیٰ۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ
یعنی جو ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا۔ وہ اسے دیکھے گا۔ اور جو ذرہ برابر بھی بدی کریگا۔ وہ اسے بھی دیکھے گا

وانہ چندے نہادہ بر زمیں — واں پیادہ آنجا نشستہ در کمیں
دانے تھوڑے سے زمیں پر تھے پڑے — چھپ کے بیٹھا تھا پیادہ اُس دام کے

خویش را پیچیدہ در برگ گیاہ — وز گل و لالہ ورا بر سر کلاہ
گھاس پتے جسم پر باندھے ہوئے — سر پہ پھولوں کی کُلہ رکھے ہوئے

در کمیں بنشستہ و کردہ نگاہ — تا در افتد صید بیچارہ ز راہ
گھات میں وہ کر رہا تھا انتظار — راستے سے گر پڑے کوئی شکار

مرغکے بد بخت و از نا شناخت — پس طوافے کرد و سوئے مرد تاخت
اک پرندہ آ گیا ۔ نہ پہچانا اُسے — چار طرف پھر کر کہا اُس مرد سے

گفت او را کیستی اے سبز پوش — در بیابان در میان ایں وحوش
کون ہے اے سبز پوش اتنا بتا — وحشیوں کے بن میں کیونکر آ گیا

گفت مردے زاہدم من منقطع — با گیاہ و برگ اینجا مقتنع
بولا وہ اک تارک دنیا ہوں میں — پھولوں پتوں پر گذر کرتا ہوں میں

زہد و تقویٰ را گزیدہ دین و کیش — زانکہ مے بینم اجل را پیش خویش
زہد و تقویٰ ہے فقط مشرب مرا — سامنے ہوں میں قضا کو دیکھتا

مرگ ہمسایہ مرا واعظ شدہ — کسب و دکان مرا برہم زدہ
مرگ ہمسایہ سے عبرت میں نے لی — سب کمائی اور دکاں چھوڑ دی

چوں بآخر فرد خواہم ماندن — خو نباید کرد با ہر مرد و زن
جب ہے تنہائی مرا انجام کار — مرد و زن سے کیوں رکھوں میں کاروبار

رو بسے خواہم کرد آخر در لحد — آں بہ آید کہ کنم خو با احد
گور میں آخر میں اک دن جاؤں گا — خوب ہے ہو جاؤں ہم خوئے خدا

چوں زنخ را بست خواہید اے صنم — آں بہ آید کہ زنخ کمتر زنم
جبکہ ٹھوڑی ہی مری باندھی جائے گی — ہیچ پھر بیہودہ سرائی ہے مری

ای بزربفت و گہر آمیختہ آخرت جامہ نادوختہ

ایک ہے زر بفت سے آراستہ سینے کو آخر کفن ہے بے سلا

روبخاک آریم کز وی رستہ ایم دل چرا در بیوفایان بستہ ایم

خاک سے راغب ہوں جس سے ہم بنے بے وفاؤں سے ہیں ناحق دل لگے

جدۂ خویشان ما قدیمی چار طبع ما بخویش عاریت بستیم طمع

جد ہمارے چار عنصر ہیں قدیم عاریتی خویشوں سے ہم کیوں لگائیں امید

سالہا ہم صحبتی و ہمدمی با عناصر داشت جسم آدمی

ہم نشین و یار صحبت سالہا جسم انساں ان عناصر سے رہا

روح او خود از نفوس و از عقول[1] روح اصل خویش را کردہ نکول

روح آئی تھی نفوس و عقل سے کر لیا اعراض اپنی اصل سے

از نفوس و از عقول با صفا نامہ میآید بجان کای بیوفا

اُن نفوس و عقل سے اب بار ہا آرہے ہیں خط کہ جاں بے وفا

یارگان پنج روزہ یافتی رو ز یاران کہن بر تافتی

پنج روزہ یار تجھ کو کیا ملے رخ ترے یاران کہنہ سے پھرے

کودکان گرچہ کہ در بازی خوشند شب کشانشان سوی خانہ میکشند

کھیل بچوں کو گوارا ہو تو ہو کھینچتے ہیں گھر کی جانب رات کو

شد برہنہ وقت بازی طفل خرد دزد ناگاہش قبا و کفش برد

کھیل میں بچہ برہنہ ہو گیا چور جوتا اور کپڑے لے اڑا

آنچنان گرم او ببازی در فتاد کان کلاہ و پیرہن رفتش زیاد

کھیل میں اس درجہ وہ مصروف تھا ٹوپی کرتا بھی نہ یاد اس کو رہا

[1] یعنی نفوس قدسیہ اور فرشتوں سے ۔

شب شد و بازی او شد بے مدد	رو بنداز کہ سوئے خانہ رود
رات آئی ختم بازی ہو گئی	جانے کس منہ سے وہ اپنے گھر گئی
نے شنیدی انما الدنیا لعب	باد دادی رخت و گشتی مرتعب
"کھیل ہے دنیا" نہیں کیا یہ سنا	تو ہے غمگیں اور ساماں لٹ گیا
پیش ازاں کہ شب شود جامہ بجو	روز را ضائع مکن در گفتگو
رات سے پہلے ہی ساماں ڈھونڈ لے	دن کو ضائع گفتگو میں کیوں کرے
من بصحرا خلوتے بگزیدہ ام	خلق را من دزدِ جامہ دیدہ ام
کی ہے یوں صحرا میں خلوت اختیار	چور ہے کپڑوں کی خلقت بے شمار
نیم عمر از آرزوئے دلستاں	نیم عمر از غصہ ہائے دشمناں
عمر آدھی عشقِ دلبر میں گئی	دشمنوں کے غم میں آدھی صرف کی
جبہ را برد آں کلہ را ایں ببرد	غرق بازی گشتہ ما چوں طفل خرد
وہ تو کرتا لے گئی اور یہ کلاہ	کھیل میں ہم مثلِ طفلاں ہیں تباہ
نک شبانگاہِ اجل نزدیک شد	ہل ہذا اللعب بسک لاتعد
اب شبانگاہِ اجل ہے سامنے	چھوڑ دے یہ کھیل تا فرصت ملے
ہیں سوار توبہ شو و در رس	جامہ ہا از دزد بستاں باز پس
ہو سوار توبہ اور جا چور تک	کپڑے واپس چور سے لے یک بیک
مرکب توبہ عجائب مرکب است	بر فلک تازد بیک لحظہ ز پست
مرکب توبہ سواری ہے عجیب	پہنچے اک لحظہ میں گردوں کے قریب
لیک مرکب را نگہ میدار ازاں	کو بدزدید آں قبایت را نہاں
ہاں سواری کو مگر اس سے بچا	جو چرا کر تیرے کپڑے لے گیا

۵۱ وہی صیاد جنگل پوش کہہ رہا ہے:

تا نَدزدد مرکبت را نیز ہم | پاس دار ایں مرکبت را دمبدم
وہ سواری بھی چرا کر لے نہ جائے | کر سواری کی حفاظت ۔ مان رکھئے

ایک مرد اور ایک چور

آں یکے قچ داشت از پس میکشید | دزد قچ را برد و حبل او برید
مینڈھا پیچھے باندھا تھا اک شخص نے | لے گیا چور اس کی رسی کاٹ کے

چونکہ آگہ شد دواں شد چپ و راست | تا بیابد کاں قچ بردہ کجاست
جب ہوا معلوم تھا ہر سو دواں | تا کرے دریافت ۔ مینڈھا ہے کہاں

بر سر چاہے بدید آں دزد را | در فغان و گریہ و واویلتا
چور وہ اک چاہ پر بیٹھا ملا | روتے چلاتے ہیں ہایا بتلا

گفت نالاں از چہ اے اوستاد | گفت ہمیان زرم در چہ فتاد
پوچھا رونے کی ہے کوئی وجہ بھی | بولا ہمیانی کنوئیں میں گر پڑی

گر توانی در روی بیروں کشی | خمس بدہم مر ترا با دل خوشی
تو اگر لے آئے باہر کھینچ کے | پانچواں حصہ خوشی سے دوں تجھے

ہست در ہمیان من پانصد درم | گر کنی با من چنیں لطف کرم
پانسو تھیلی میں رکھے ہیں درم | تو اگر مجھ پر کرے لطف و کرم

صد درم بدہم ترا حالے بدست | گفت با خود کایں بہائے دہ قچست
سو درم تجھ کو ابھی دیدوں یہیں | تھی یہ دس مینڈھاوں کی قیمت یہیں

گر درے بربستہ شد صد در کشاد | گر قچے شد در عوض اشتر بداد
بند گو اک در ہوا سو در کھلے | اونٹ مینڈھے کے عوض پہنچا تجھے

جامہا بر کند و اندر چاہ رفت | جامہا را ہم ببرد آں زود تفت
چھوڑ کے کپڑے ، چاہ کے اندر گیا | چور وہ کپڑے بھی لے کر چل دیا

حازمے باید کہ رہ تا دہ برد — حزم نبود طمع و طاعون آورد

ہوشیاری سے ہی طے ہو راستا — ہو نہ ہشیاری تو ہے حرص و وبا

آں بجے زو بیست فتنہ پیچ پیچ — چوں خیال او را بہر دم صورتے

فتنہ سیرت چور ہے یہ حرص بھی — شکل ہے مثل خیال اس کی نئی

کس نداند مکر او الا خدا — در خدا بگریز و وا رہ زیں دغا

مکر اس کا ہے خدا ہی جانتا — مکر سے بھاگ اور پناہ حق میں جا

پرند اور شکاری کا مناظرہ

مرغ گفتش خواجہ در خلوت مایست — دین احمد را ترہب نیک نیست

مرغ بولا خواجہ خلوت ترک کر — دین احمد میں ترہب ہے منع

از ترہب نہی کرد آں رسول — بدعتے چوں برگرفتی اے فضول

منع کرتے ہیں ترہب سے رسول — کیوں کیا تو نے بدعت کی فضول

جمعہ شرط است و جماعت در نماز — امر معروف و ز منکر احتراز

ہوتے جماعت جمعہ مشروط نماز — حکم ہاں اور منع سے کر احتراز

رنج بدخویاں کشیدن زیر صبر — منفعت دادن بخلقاں ہمچو ابر

غم بروں کے جھیلنا پھر اس پہ صبر — نفع دنیا خلق کو مثل ابر

خیر ناس آں ینفع الناس اے پدر — گر نہ سنگی چہ حریفی با مدر

وہ ہے بہتر جو ہو نافع خلق کا — گر نہیں پتھر تو ڈھیلا کیوں بنا

در میان امت مرحوم باش — سنت احمد مہل محکوم باش

درمیان امت مرحوم رہ — ترک سنت کر نہ محکوم رہ

لہ ڈھیلا پھوڑ دینا۔

چون جماعت رحمت آمد اے پسر — بھد مکن کز رحمت آری تاج سر
جب جماعت ایک رحمت ہے پسر — کیوں نہیں کرتا ہو رحمت تاج سر

در جوابش گفت صیاد عیار — نیست مطلق این کہ گفتی ہوشیار
یوں جواب اس کا دیا صیاد نے — قول یہ تیرا نہیں ہے قید سے

ہست تنہائی بہ از یاران بد — نیک چون با بد نشیند بد شود
ہاں بُروں سے الگ رہنا بھلا — جب بُروں میں نیک بیٹھے ہو بُرا

زانکہ عقلش ہر کرا نبود رسوخ — پیش عاقل ہست چون سنگ و کلوخ
ہو نہ جس کی عقل کو حاصل رسوخ — سامنے عاقل کے ہے سنگ و کلوخ

چون حمار است آنکہ نانش قبلہ است — صحبتش عین رہبانیت است
آرزو جس کی ہو روٹی ہے گدھا — راہبی ہے پاس اس کے بیٹھنا

ہوش او سوئے علف باشد چو خر — بگذر از وے تا نیابی ہے ضرر
فکر چارہ کی اسے ہے مثل خر — چھوڑ اس کو تا نہ ہو تجھ کو ضرر

زانکہ غیر حق ہمہ گردد رفات — کل آت بعد حین فہو آت
وہ ہے فانی غیر مولا ہے جو کچھ — ہوگا بعد موت ہونا ہے جو کچھ

ہرچہ جز آن وجہ باشد ہالک[1] است — مالک الملک است زان ہا مالک است
ہے جو کچھ اس کے سوا ہلاک ہے وہ — ملک و مالک سب کا اک مالک ہے وہ[2]

اگرچہ سایہ عکس شخص است اے پسر — ہیچ از سایہ نیابی تو رہ بسر
سایہ ہے عکس آدمی کا اے پسر — سامنے سے اصل شخص کو ملتا ہے مگر

ہیچ سایہ نیست بے شخص روان — اصل سایہ رو بجو اے کاروان
کوئی بھی سایہ جسم بن کب ہے رواں — ڈھونڈ اصل سایہ کو اے کارواں

[1] ہلاک ہو جانے والا۔ [2] یعنی اس دنیا میں جو ملک ہیں اور ان ملکوں کے جو مالک ہیں۔ ان سب کا صرف وہی ایک مالک ہے۔

ہیں ز سایہ شخص امکن طلب	در مسبب وگذر کن از سبب
سائے سے تو جسم کر ہر دم طلب	تا مسبب تک نہ پھر گرد سبب
یار جسمانی بود رویش بمرگ	تجنبش شوم ست باید کرد ترک
ہیں یہ سارے دوست مرنے کے لئے	تجنبیں ان کی بُری ہیں چھوڑ دے
حکم او ہم حکم قبلہ او بود	مردہ اش دان چونکہ مردہ جو بود
اس کو اور قبلہ کو اس کے ایک مان	ڈھونڈے جو مردے کو مُردہ اس کو جان
ہر کہ با این قوم باشد راہبست	کہ کلوخ و سنگ او را صاحبست
ان کا جو ساتھی ہے راہب ہے وہی	ڈھیلے پتھر اس کے مالک ہیں سبھی
خود کلوخ و سنگ کس را رہ زند	زین کلوخان صد ہزار آفت رسد
ہیں یہ روڑے سے فی الحقیقت راہ ہیں	ہیں انہیں ڈھیلوں سے لاکھوں آفتیں
گفت مرغش پس جہاد آنگہ بود	کاین چنین رہزن میان رہ بود
مرغ بولا ہے جہاد اس دم روا	ایسے رہزن سے گھرے جب راستا
از برائے حفظ یاری و نبرد	بر رہ نا ایمن آید شیر مرد
رہتے ہیں بہر حفاظت با نبرد	ایسی راہ پُر خطر میں شیر مرد
عرق مردی آنگہے پیدا شود	کہ مسافر ہمرہ اعدا شود
ہو تبھی ظاہر رگ مردانگی	ہمرہ دشمن مسافر ہو کے جی
چون نبی السیف بودہ است آن رسول[1]	امت او صفدرانند و فحول
تھے نبی السیف شاہ بحر و بر	ان کی امت بھی ہے صفدر اور نر
مصلحت در دین ما جنگ و شکوہ	مصلحت در دین عیسیٰ غار و کوہ
مصلحت اس دین میں ہے جنگ و شکوہ	دین عیسیٰ میں تھے افضل غار و کوہ

[1] قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا نبی السیف ۔

مصلحت او است ہر یک را جدا ۔۔۔ مصلحت جو گر توئی مرد خدا

مصلحت ہر ایک کر دی ہے جدا ۔۔۔ مصلحت جو ہو ۔ جو ہے مرد خدا

گفت آرے گر بود یاری و زور ۔۔۔ تا بقوت بر زند بر شر و شور

بولا صیدی ہاں جو ہو یار او زور ۔۔۔ تا کہ قوت سے دبا لے شر و شور

قوتے باید درین رہ مردوار ۔۔۔ یار مے باید درین جا فرد وار

قوت مردانہ لازم ہے یہاں ۔۔۔ دوست بھی ہو تو ہو یکتائے جہاں

چوں نباشد قوتے پرہیز بہ ۔۔۔ در فرار از لایطاق آساں بجہ

جب نہ ہو قوت تو بچنا چاہیے ۔۔۔ بھاگنا[لہ] آسانیاں پیدا کرے

صنعتے است اے عزیز نامدار ۔۔۔ فکر نیکو کن درنگر انجام کار

یہ ہنر ہے اے عزیز نامدار ۔۔۔ فکر کر اور سوچ لے انجام کار

یار باید جو تا بیابی راہ را ۔۔۔ ورنہ کے یابی تو راہ و چاہ را

ڈھونڈ رہبر تا کہ پائے راہ کو ۔۔۔ ورنہ کیا سمجھیگا راہ و چاہ کو

گفت صدق دل بباید کار را ۔۔۔ ورنہ یاراں کم نباید یار را

مرغ بولا صدق دل ہے لازمی ۔۔۔ یار کو کیا ورنہ یاروں کی کمی

یار شو تا یار بینی بے عدد ۔۔۔ زانکہ بے یاراں بمانی بے مدد

یار ہو تا یار پائے بے عدد ۔۔۔ کیونکہ بے یاروں کے تو ہے بے مدد

دیو گرگ است و تو ہمچوں یوسفی ۔۔۔ دامن یعقوب مگذار اے صفی

تو ہے یوسف اور شیطاں بھیڑیا ۔۔۔ دامن یعقوب کو مت چھوڑنا

گرگ اغلب آں زماں گیرا بود ۔۔۔ کز رمہ شیشک بخود تنہا شود

بھیڑیا کرتا ہے حملہ اُس گھڑی ۔۔۔ جب جدا گلے سے بکری ہو کوئی

لہ حدیث شریف ۔ الفرار مما لایطاق من سنن المرسلین ۔ یعنی جس بات کی قوت نہ ہو اُس سے فرار کرنا انبیاء کی سنت ہے +

آنکه سنت با جماعت ترک کرد — در چنین مسلخ ز خون خویش خورد

جس نے سنت با جماعت ترک کی — اُس نے خون اپنا بہایا آپ ہی

هست سنت و جماعت چون رفیق — بے رہ و بے یار افتی در مضیق

راہ ہے سنت و جماعت غمگسار — تنگ ہو بے راہ و رہبر رہگذار

راہِ سنت با جماعت بہ بود — اسپ با اسپاں یقیں خوشتر رود

راہِ سنت با جماعت ہے بھلی — خوش لگے گھوڑوں میں گھوڑا لے اُڑی

لیک ہر گمراہ را ہمرہ مدان — غافلان خفتہ را آگہ مدان

راہبر بیلی نہ ہر گمرہ کو مان — غافلاں خفتہ کو آگہ نہ جان

ہمرہے را جو کہ و یا دلی مرد — ہمدل و ہمدرد و جویان صمد

ایسا ساتھی ڈھونڈ لے - جو دے مدد — ہمدم و ہمدرد جویائے صمد

ہمرہے نے کو بود خصم خرد — فرصتے جوید کہ جامہ تو برد

وہ نہیں جو خود ہو دشمن عقل کا — پاکے موقع چھین لے جامہ ترا

ے رود با تو کہ باید عقبہ — کہ تواند کردت آنجا نہبہ

گھات میں ہو آڑ کی - ہمرہ ترے — اُس جگہ پر تا کہ تجھ کو لوٹ لے

ے رود با تو برائے سود خویش — ہیں منوش از نوش او کاں ہست نیش

فائدے کی دُھن میں ہے جو ہمرہی — نوش اُس کا زہر ہے - ہرگز نہ پی

یا بود اشتر دلے چوں دید ترس — گو بپیچد رجوع از راہ ورس

یا وہ بزدل ہے کہ جب دیکھے خطر — لوٹنے کا راہ سے ہو درس کر

یار را ترساں کند ز اشتر دلی — ایں چنیں ہمرہ عدو داں بیدلی

بزدلی سے یار کو اپنے ڈرائے — ایسا ہمراہی ہے دشمن ہاتھ لگے

یار بد مار است ہاں بگریز ازو — تا نریزد بر تو زہر آں زشت خو

یار بد ہے سانپ سا - اُس سے بھاگ جا — تا نہ ڈالے زہر تجھ پر بد بلا

یار را از رہ برد آں راہ زن ۔ مرد نبود آنکہ افتد زیر زن
یار کو رہزن ہٹاتے راہ سے ۔ مرد وہ کب ہے جو عورت سے دبے

راہ جانبازی ست در ہر غیشۂ ۔ آفتے در دفع ہر دل شیشۂ
راہ جانبازی ہے غیشوں جاوداں ۔ اس میں ہیں کسر دل پر سختیاں

راہِ دیں ہر گز نہ خود گیرد رود ۔ جان زہے باید کہ مرد رہ بود
راہِ دیں پر کب کوئی گمرہ چلے ۔ ہاں جو عارف ہو وہ مردِ رہ بنے

راہِ دیں زاں رو پر از شور و شر است ۔ کہ نہ راہِ ہر مخنث گوہر است
راہِ دیں ہے اس لئے پر شور و شر ۔ ہر مخنث کا نہیں اس میں گذر

در رہ ایں ترس امتحانہائے نفوس ۔ ہمچو پرویزن بہ تمییز سبوس
خوف اس میں امتحاں کا ہے بڑا ۔ جیسے چھلنی کرد سے بھوسی کو جدا

راہ چہ بود پر نشانِ پائہا ۔ یار چہ بود نردبانِ رائہا
راہ کیا ہے؟ ہے نشانِ نقشِ پا ۔ یار کیا ہے؟ ایک زینہ رائے کا

گیرم آں گرگت نیابد ز احتیاط ۔ بے ز جمعیت نیابی در نشاط
بھیڑیا کیوں آئے گر ہو احتیاط ۔ کیا ز جمعیت سے پائے گا نشاط

آنکہ او تنہا براہِ خوش رود ۔ با رفیقاں سیر او صد تو بود
وہ جو اپنی راہ پر تنہا چلے ۔ دوست ہوں تو سو گنا پائے مزے

آں غلیظے خر ز یاراں نفیر ۔ در نشاط آید شود قوت پذیر
ساتھیوں کی جب صدا اک خر سنے ۔ تو بہت مسرور ہو قوت بڑھے

ہر خرے کز کارواں تنہا رود ۔ بر وے آں راہ از تعب صد تو شود
جو گدھا ہو قافلے سے دور دور ۔ راستہ دشوار ہو اس پر ضرور

چند زخم چوب و سیخ افزوں خورد ۔ تا کہ تنہا آں بیاباں را برد
چوبوں سے زخم کھاتا ہے بڑی ۔ کاٹتا ہے راہ تنہا دشت کی

مژدہ ای گوید بداں خر خوش شنو ۔۔۔ گر نہ ای خر ہمچنیں تنہا مرو

سن کہ تجھ سے کہہ رہا ہے وہ گدھا ۔۔۔ گر نہیں ہے تو گدھا - تنہا نہ جا

آنکہ تنہا خوش رود اندر رصد ۔۔۔ با رفیقاں بیگماں خوشتر رود

جب کوئی تنہا بلندی طے کرے ۔۔۔ دوستوں کے ساتھ وہ خوش خوش چلے

ہر نبیے اندریں راہِ درست ۔۔۔ معجزہ بنمود و یاراں را بجست

ہر نبی نے طے کیا یہ راستہ ۔۔۔ ڈھونڈے ساتھی بھی - دکھا کر معجزہ

گر نباشد یاری دیوارہا ۔۔۔ کے برآید خانہا و انبارہا

ساتھ دیواریں نہ دے سکتیں اگر ۔۔۔ کس طرح انبار بنتے اور گھر

ہر یکے دیوار اگر باشد جدا ۔۔۔ سقف چوں باشد معلق بر ہوا

ہو ہر اک دیوار اگر بالکل جدا ۔۔۔ کس طرح چھت ہو معلق بر ہوا؟

گر نباشد یاری حبر و قلم ۔۔۔ کے فتد بر روئے کاغذہا رقم

ہو نہ گر وصل سیاہی و قلم ۔۔۔ کس طرح کاغذ پہ بن جائے رقم

آں حصیرے کہ کسے مے گسترد ۔۔۔ گر نہ پیوندد بہم بادش برد

وہ چٹائی جو بچھاتے ہیں کہیں ۔۔۔ ہوں نہ گر پیوند رہ سکتی نہیں

حق ز ہر جنسے چو زوجین آفرید ۔۔۔ پس نتائج شد ز جمعیت پدید

سب کا جوڑا حق نے ہے پیدا کیا ۔۔۔ نکلے جوڑے سے نتائج بر ملا

درمیان مرغ و صیاد اے عجب ۔۔۔ بس شکال افتاد و شد نزدیک شب

مرغ اور صیاد میں اے بوالعجب ۔۔۔ چھڑ گئی اک بحث نزدیک آئی شب

ایں بگفت آں گفت از اہتزاز ۔۔۔ بحث شاں شد اندریں معنی دراز

کچھ کہا اس نے کچھ اس نے جوش سے ۔۔۔ رفتہ رفتہ بڑھ گئی بحث اس لیے

مثنوی را چابک و دلخواہ کن ۔۔۔ ماجرا را موجز و کوتاہ کن

مثنوی کو چست اور دلخواہ کر ۔۔۔ مختصر کر ماجرا - کوتاہ کر

مرغ را چوں دیدہ بر گندم فتاد ۔ نفس او بے طاقت آمد در کشاد

جب پڑیں دانے پہ نظریں مرغ کی ۔ نفس بے طاقت ہوا اور کشد بھی

بعد ازاں گفتش کہ گندم زاں کیست ۔ گفت امانت از یتیم بے وصی ست

پوچھا کس کا ہے یہ دانہ ۔ تو کہا ۔ ہے یتیموں کی امانت با خدا

مال ایتام ست امانت پیش من ۔ زانکہ پندارند ما را مؤتمن

ہے یتیموں کی امانت سامنے ۔ کیونکہ ہیں مجھ کو امیں وہ جانتے

گفت من مضطرم و مجروح حال ۔ ہست مردار ایں زماں بر من حلال

بولا میں مضطر ہوں اور ہوں خستہ حال ۔ ہے مجھے مردار بھی اس دم حلال

ہست دستوری کہ زیں گندم خورم ۔ اے امین و پارسا و محترم

دے اجازت کھاؤں دانہ بیش و کم ۔ اے امیں اے پارسا اے محترم

گفت مفتی ضرورت ہم توئی ۔ بے ضرورت گر خوری مجرم شوی

بولا مفتی ہے ضرورت کا تو ہی ۔ بے ضرورت کھاتا ہے مجرم اے اخی

ور ضرورت ہست پرہیز است بہ ۔ ور خوری بارے ضمان او بدہ

ہے ضرورت میں بھی بچنا ہی روا ۔ دے ضمانت ہے جو کھانا ہی روا

مرغ پس در خود فرو رفت آں زماں ۔ توسنش سر بستہ از جذب عناں

مرغ اسیر غور پیوستہ ہوا ۔ توسن نفس اس کا بے قابو رہا

پس بخورد آں گندم و در فخ بماند ۔ چند او یاسین و الانعام خواند

دانہ کھایا ۔ پھنس گیا پھندے میں بھی ۔ سورۂ انعام اور یٰسین پڑھی

بعد درماندن چہ افسوس و چہ آہ ۔ پیش ازیں بایست ایں دود سیاہ

بعد مجبوری فضول افسوس و آہ ۔ اس سے پہلے اٹھتا یہ دود سیاہ

۱ یعنی صیاد نے کہا ۔

۲ یعنی خدا کا نام لیا ۔

آں زماں کہ حرص جنبید و ہوس	دمبدم میگو کہ اے فریاد رس
آگئی جنبش میں جب حرص و ہوس	دمبدم کہہ اے مرے فریاد رس!
پیش ازاں کایں دانہ بر تو فخ شود	گرمی حرص تو ہمچوں یخ شود
پیشتر اس سے کہ یہ دانہ دام ہو	حرص کی گرمی ہو برف اے نیک خو
آہ و درد و نالہ آں دم کار بند	حرص آوارہ کن اے ہوشمند
آہ اور نالے سے اُس دم کام لے	چھوڑ دے حرص و ہوس کے ولولے
کاں فغاں پیش از خرابی بصرہ است[1]	بوکہ بصرہ وارہد ہم زاں شکست
[illegible] ہے جب تک خرابی سے رہا	آہ و نالے سے گا - بصرہ کو بچا
ابک لی یا باکی یا ثاکل	قبل ہدم البصرۃ والموصل
رونے والے ساتھ میرے رو تمام	موصل و بصرہ کے قبل انہدام
نح علی قبل موتی وافتقد	لا تنح لی بعد موتی واصطبر
چاہ بخشش ، نوحہ قبل مرگ کر	بعد مرنے کے نہ رو مجھ پر مگر
ابک لی قبل الثبور فی النویٰ	بعد طوفان النویٰ خل البکا
مجھ پہ رو تو قبل واویلا سے مرگ	پھر نہ رو جب سیل بن کر چھائے مرگ
آں زماں کہ دیو میشد راہزن	آں زماں بایست یاسین خواندن
راہزن شیطان جب آکر بنے	اُس گھڑی یٰسین پڑھنا چاہئے
پیش ازاں کاشکستہ گردد کارواں	آں زماں چوبک[2] بزن اے پاسباں
پاسباں! قبل شکست کارواں	چاہئے چوبک بجانا بیگماں!

ل؎ یہ ایک مثل ہے اور اسی سے "بعد از خرابیٔ بصرہ" محاورہ بنا ہے جو اردو میں بھی مستعمل ہوگیا ہے ۔

۲؎ چوبک زن چوکیداروں کے سردار ہوتے تھے - ایک لکڑی اور تختہ انہیں دے دیا جاتا تھا۔ وہ اسے دوسرے چوکیداروں کو ہوشیار کرنے کے لئے بجایا کرتے تھے ۔

قافلے میں چوری ہونا اور پاسباں کا رونا

پاسبانی بود در یک کارواں ۔ حارس مال و قماش آں جہاں

قافلے میں تھا کہیں اک پاسباں ۔ حافظ اسباب و مال کارواں

پاسباں شب خفت و دزد اسباب برد ۔ رختہا را زیر ہر خاکی فشرد

شب کو سویا چور ساماں لے گئے ۔ دفن کچھ اسباب مٹی میں کئے

روز شد بیدار گشت آں کارواں ۔ رفتہ دیدند اسپ و سیم و اشتراں

دن چڑھے پہ جاگے اہل کارواں ۔ اونٹ گھوڑے مال دیکھا رائیگاں

پاسباں رہی ہی چو یک تن ۔ گرم گشتہ خود ہم او بد راہزن

تھا ابھی چوکی بجاتا پاسباں ۔ راہزن تھا خود جو تھا گرم فغاں

پس بدو گفتند کای حارس بگو ۔ تا چہ شد ایں رخت و ایں اسباب کو

پوچھا لوگوں نے پھر اس سے یہ بتا ۔ کون یہ سب مال و دولت لے گیا

گفت دزداں آمدند اندر نقاب ۔ رختہا بردند از پیشم شتاب

بولا کچھ چور آئے تھے ڈالے نقاب ۔ پھرتے آگئے لے لیا ساماں شتاب

قوم گفتندش کہ اے چوں تل ریگ ۔ پس چہ میکردی کہ ای مردہ ریگ

پھر کہا لوگوں نے اسے مٹی کے ڈھیر ۔ کر رہا تھا کیا تو اس دم لے کے پھیر

گفت من یک کس بدم ایشاں گروہ ۔ با سلاح و با شجاعت با شکوہ

بولا میں تھا ایک اور وہ تھے کئی ۔ تھے مسلح بھی شجاع و ہیبت کئی

گفت اگر در جنگ کم بودت امید ۔ نعرہ بایستی زدن کہ برجہید

بولے گر کچھ تجھ کو نہ تھی امید تو ۔ نعرہ کرنا تھا کہ تا لوگ اٹھو

گفت آں دم کارد بنمودند و تیغ ۔ کہ خمش ورنہ کشیمت بے دریغ

بولا جب خنجر دکھا کے اور تیغ ۔ بولے تو چپ رہ ورنہ ماریں بے دریغ

آں زماں از ترس من بستم دہاں	ایں زماں فریاد و ہیہای و فغاں
خوف سے منہ بند ہیں نے کر لیا	اور اب کرتا ہوں فریاد و بکا
آں زماں بستہ دمم کہ دم زنم	ایں زماں چندانکہ خواہی مے کنم
اُس گھڑی دم مار سکتا تھا کہاں	اب کروں گا ۔ جتنی چاہو گے فغاں
چونکہ عمرت برد دیو فاضحہ	بے نمک باشد اعوذ و فاتحہ[1]
لوٹ کر جب عمر شیطاں لے گیا	پھر اعوذ اور فاتحہ میں کیا مزا
گرچہ باشد بے نمک اکنوں حنیں	ہست غفلت بے نمک تر زاں یقیں
بے مزہ گو اب ہے نالہ بالیقیں	اس سے غفلت بے نمک تر ہے کہیں
ایں چنیں ہم بے نمک مینال نیز	کہ ذلیلاں را نظر کن اے عزیز
بے نمک رونا ہی اچھا ۔ کر دعا	ہم ذلیلوں پر نظر کر اے خدا
قادری بیگاہ چہ بود یا بگاہ	از تو چیزے فوت کے شد اے الٰہ
تو ہے قادر وقت کیا بے وقت کیا	فوت تجھ سے کب کوئی موقع ہوا
گفت لَا تَاسَوا عَلیٰ مَا فَاتَکُم	کے شود از قدرتش مطلوب گم
بولا حق ۔ غمگیں[2] نہ ہو بگڑی پہ تم	اُس کی قدرت سے ہو کب مقصود گم

مرغ اور صیاد

گفت آں مرغ ایں سزائے آں بود	کہ فسونِ زاہداں را بشنود
مرغ بولا ہے یہی اُس کی سزا	جس نے افسوں زُہد والوں کا سُنا
گفت زاہد نے سزائے آں نشاف	کہ خورد مال یتیماں از گزاف
بولا زاہد ۔ یہ تو ہے اس کی سزا	جو یتیموں کی امانت کھا گیا

[1] یعنی اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم کہنا یا سورۂ فاتحہ پڑھنا ۔ جس کے اثر سے شیطان بھاگ جاتا ہے ۔ [2] یعنی جو بات تم سے فوت ہو گئی ہو اُس پر افسوس نہ کرو ۔

بعد ازاں نوحہ گری آغاز کرد — کہ فخ و صیاد لرزاں شد ز درد

بعد ازاں نالے کئے اُس مرغ نے — دام اور صیاد سب ہلنے لگے

کز تناقص ہائے دل پشتم شکست — بر سرم جانا بیا می مال دست

کر دیا دل کے تلوّن نے تباہ — میرے سر پر ہاتھ رکھ اے رشکِ ماہ

زیرِ دستِ تو سرم را راحتیست — دستِ تو در شکر بخشی آیتیست

سو کو ہے آرام تیرے ہاتھ سے — شکر بخشی عام تیرے ہاتھ سے

سایۂ خویش از سرِ من بر مدار — بے قرارم بے قرارم بیقرار

سائے کو اپنے نہ سر سے زینہار — دور کرنا ہوں نہایت بے قرار

خوابہا بیزار شد از چشمِ من — در غمت اے رشکِ سرو و یاسمن

نیند میری آنکھ سے بیزار ہے — غم ترا اے غیرتِ گلزار ہے

گر نیم لائق چہ باشد گر دمے — ناسزائے را بپرسی در غمے

گو میں نالائق ہوں۔ لیکن تو ذرا — پوچھ لے مجھ کو تو ہے دشوار کیا

مر عدم را خود چہ استحقاق بود — کہ برو لطفت چنیں درہا کشود

اُس عدم کو کب یہ استحقاق تھا — جس پہ تیرے لطف کا در کھل گیا

خاکِ گرگیں را کرم آسیب کرد — دہ گہر از نورِ حس در جیب کرد

خاک پر چھینٹے کرم کے جب ہوئے — نورِ حس سے اُس کو دس موتی ملے

پنج حسّ ظاہر و پنج نہاں — کہ بشر شد نطفۂ مردہ بداں

پانچ مخفی[1]، پانچ ہی ہیں برملا — نطفۂ مردہ بشر جس سے ہوا

توبہ بے توفیقت اے نورِ بلند — جز بریشِ توبہ بود ریشخند

بے تری توفیق توبہ کی اُمید — ریشِ توبہ سے تمسخر ہے شدید

سلہ پانچ حسیں ظاہری ہیں یعنی باصرہ۔ سامعہ۔ شامہ۔ ذائقہ۔ لامسہ۔ اور پانچ پوشیدہ یعنی مشترکہ۔ حافظہ۔ مدرکہ۔ واہمہ۔ خیال۔

اے سلطان تو بہ یکبارگی	تو بہ سایہ ست و تو ماہ روشنی
سو بچھیں تو بہ کی یکا یک ہوں تباہ	تو بہ سایہ ہے، مگر تو نور ماہ
اے ز تو ویراں دکان و منزلم	چوں ننالم چوں بیفشاری دلم
تجھ سے ویراں ہے مرا گھر اور دکاں	تو جو کھاتا ہے دل تو کیا رو کروں فغاں
چونکہ بے تو نیست کارم را نظام	بے تو ہر گز کارے کے گردد تمام
بن ترے کیونکر ہو کاموں کا نظام	بے ترے ہر کام کیونکر ہو تمام
چوں گریزم زانکہ بے تو زندہ نیست	بے خداوندیت بود بندہ نیست
بھاگوں کیونکر بے ترے زندہ نہیں	بے خداوندی تری بندہ نہیں
جان من بستان تو اے جاں را اصول	زانکہ بے تو گشتہ ام از جاں ملول
اے اصول جاں، تو میری جاں لے	جاں سے بیزار ہوں میں بے ترے
عاشقم من بر فن دیوانگی	سیرم از فرہنگ و از فرزانگی
میں ہوں شیدائے فن دیوانگی	ترک کر دی عقل اور فرزانگی
چوں بدرد شرم گویم راز فاش	چند ازیں صبر و زحیر و ارتعاش
شرم اٹھ جائے تو راز افشا کروں	جس سے باعث رنج اور لرزش رہا ہوں
در حیا پنہاں شدم ہمچوں سجاف	ناگہاں بجہم ازیں زیر لحاف
اس کی صورت حیا میں ہوں نہاں	نکلوں اس پردہ سے اک دن ناگہاں
اے رفیقاں راہہا را بست یار	آہوئے لنگیم و او شیر شکار
راستے روکے ہوئے ہے وہ نگار	لنگڑے آہو ہم ہیں وہ شیر شکار
جز کہ تسلیم و رضا کو چارۂ	در کف شیر نرے خونخوارۂ
غیر تسلیم و رضا چارہ ہے کیا	شیر نر کے ہاتھ میں رہنا پڑا
او ندارد خواب و خور چوں آفتاب	روحہا را میکند بے خورد و خواب
اس میں خواب و خور کہاں جوں آفتاب	کرتا ہے روحوں کو بھی بے خورد و خواب

که بیا من باش یا همخوی من ــ تا ببینی در تجلی روی من
کہ تو آ اور ہم خو ہو مری ــ تا کہ دیکھے روشنی دیدار کی

ور ندیدی چون چنین شیدا شدی ــ خاک بوی طالب جانا شدی
گر نہیں دیکھا تو شیدا کیوں ہوئی ــ خاک تھی ڈھونڈنے کی جو یا کیوں ہوئی

گر نہ بیرون بینیت زاد و علف ــ چشم جانت چون بماند است آن طرف
گر نہ دیکھی تو نے باہر سے غذا ــ کیوں نظر ہے اس طرف یہ تو بتا

گربه در سوراخ از آن شد معتکف ــ که از آن سوراخ او شد معتلف
رہتی ہے سوراخ میں بلی جبھی ــ ہے اسی سوراخ میں خوراک بھی

گربه دیگر همی گردد به بام ــ کز شکار مرغ یابد او طعام
بام پر پھرتی ہے بلی دوسری ــ ہے غذا اس کی شکار مرغ ہی

آن یکی را قبله شد جولاهگی ــ وان دگر حارس برای جاهگی
ہے جو لاہوں کو پیشہ ایک کا ــ پاسبانی میں ہے شغل دوسرا

آن یکی بیکار رو در لامکان ــ که از آن سو دادش قوت روان
ایک ہے بیکار سمجھو لامکاں ــ ملتی اس کو وہاں سے قوت جاں

کار آن دارد که حق را شد مرید ــ بهر کار او ز هر کاری برید
کام ہے اسکے ہے جو حق کا مرید ــ سب سے اس کے واسطے بیزار

دیگران چون کودکان این روز چند ــ تا بشب در خاک بازی می‌کنند
دوسرے بچوں کی مانند اے پسر ــ شام تک رہتے ہیں بازی خاک پر

خوابناکی کز وثاقی مه جهد ــ دایهٔ وسواس عشوه‌اش میدهد
سونے والا جیسے کوئی اٹھ سکتا ــ دایۂ وسواس دیتی ہے سلا

رو بخسپ ای جان که نگذاریم ما ــ که کسی از خواب بجهاند ترا
اور کہتی ہے کہ سو جا شوق سے ــ نیند سے چونکائے گا کون اب تجھے

ہم تو خود را برکنی از بیخ خواب — ہمچو تشنہ کہ شنود او بانگ آب
لاجرم تو کھود خود ہی بیخ خواب — جیسے اک پیاسا سنے آواز آب

بانگ آبم من بگوش تشنگاں — ہمچو باران میرسم از آسماں
ہوں صدائے آب پیاسوں کے لئے — مثل بارش آرہا ہوں چرخ سے

برجہ اے عاشق برآور اضطراب — بانگ آب و تشنہ و آنگاہ خواب
اٹھ کھڑا ہو عاشق ہے دکھا دے اضطراب — سو سکے پیاسا اور سنے آواز آب

عاشق و معشوق کی حکایت

عاشقے بودہ ست در ایام پیش — پاسبان عہد اندر عہد خویش
عاشق اک اگلے زمانے میں تھا کوئی — جس کو ترجیح تھی اپنے قول و فعل کی

سالہا در بند وصل ماہ خود — شاد مات و مات شاہنشاہ خود
فکر وصل یار کی ہر دم رہتی — شاد تھا اور مات شاہنشاہ کی

عاقبت جوئندہ یابندہ بود — کہ فرج از صبر زایندہ بود
آخرش جوئندہ یابندہ ہوا — اور ستارہ اُس کا تابندہ ہوا

گفت روزے یار او کامشب بیا — کہ بپختم از پئے تو لوبیا
شب کو آنا یار نے اک دن کہا — پکا تیرے واسطے ہے لوبیا

در فلاں حجرہ نشیں تا نیم شب — تا بیایم نیم شب من بے طلب
بیٹھنا اُس حجرے میں تا نیم شب — آؤں گا میں نصف شب کو بے طلب

مرد قرباں کرد و ناں ہا بخش کرد — چوں پدید آمد مہش از زیر گرد
مرد نے صدقہ دیا خیرات کی — گرد سے چاند اُس کا نکلا واقعی

۱ یعنی پیاسے کے کان میں پانی کی آواز آجائے تو وہ سو نہیں سکتا۔
۲ یعنی گو خوش تھا مگر اپنے معشوق (بادشاہ) سے مات کھائے ہوئے تھا۔

شب درآں حجرہ ہمے کرد انتظار ۔ بر امید وعدۂ آں یارِ غار
حجرہ میں کرتا تھا شب کو انتظار ۔ تھی امید وعدۂ یارِ نگار

منتظر بنشست و خوابش در ربود ۔ او فتادہ گشت پیشِ آں عنود
منتظر ہی تھا کہ بس نیند آگئی ۔ بے خبر لیٹا تو غفلت چھا گئی

ساعتے بیدار بد خوابش گرفت ۔ عاشقِ دلدادہ را خواب اے شگفت
کچھ گھڑی بیدار تھا پھر سو گیا ۔ اے عجب! عاشق بھی غافل ہو گیا

بعد نصف اللیل آمد یارِ او ۔ صادق الوعدہ آں دلدارِ او
نصفِ شب کے بعد آیا اُس کا یار ۔ وعدے کا سچا تھا وہ شیریں عذار

عاشقِ خود را فتادہ خفتہ دید ۔ اندکے از آستینِ او درید
دیکھا عاشق کو پڑا سوتا ہوا ۔ چاک کر دی آستیں مبتلا

گردگانے چند اندر جیب کرد ۔ کہ تو طفلی گیر ایں میباز نرد
جیب میں اخروٹ بھی کچھ رکھ دیئے ۔ تو ابھی بچہ ہے ۔ کھیل اور کود لے

چوں سحر از خواب عاشق بر جہید ۔ آستین و گردگاں ہا را بدید
صبح کو عاشق کی جب آنکھیں کھلیں ۔ دیکھے اخروٹ اور چاک آستیں

گفت شاہِ ما ہمہ صدق و صفاست ۔ آنچہ بر ما میرسد آں ہم ز ماست
بولا سچ سلطاں ہمہ صدق و صفا ۔ ہے ہمیں سے ۔ ہم پہ جو کچھ ہے بلا

اے دلِ بے خواب ما زاں ایمنیم ۔ چوں حرس بر بام چوبک میزنیم
اے دلِ بے خواب ہم ہیں بے خطر ۔ کیونکہ ہاں چوبک بجاتے بام پر

گردگانِ ما دریں مطحن شکست ۔ ہرچہ گوئیم از غمِ خود اندک است
اُس کی چکی میں پسے اخروٹ سب ۔ کم ہے جتنا غم سنائیں با ادب

ل اقوالِ مولانا علیہ الرحمۃ ۔

شب در آں حجرہ ہمے کرد انتظار ۔۔۔ بر امید وعدۂ آں یارِ غار

حجرہ میں کرتا تھا شب کو انتظار ۔۔۔ تھی امید وعدۂ یارِ نگار

منتظر بنشست و خوابش در ربود ۔۔۔ او فتادہ گشت بیخویش آں عنود

منتظر ہی تھا کہ بس نیند آگئی ۔۔۔ بے خبر لیٹا تو غفلت چھا گئی

ساعتے بیدار بد خوابش گرفت ۔۔۔ عاشقِ دلدادہ را خواب اے شگفت

کچھ گھڑی بیدار تھا پھر سو گیا ۔۔۔ اے عجب! عاشق بھی غافل ہو گیا

بعد نصف اللیل آمد یارِ او ۔۔۔ صادق الوعدانہ آں دلدارِ او

نصف شب کے بعد آیا اُس کا یار ۔۔۔ وعدے کا سچا تھا وہ شیریں عذار

عاشقِ خود را فتادہ خفتہ دید ۔۔۔ اندکے از آستینش او درید

دیکھا عاشق کو پڑا سوتا ہوا ۔۔۔ چاک کر دی آستین مبتلا

گردگان چندے اندر جیب کرد ۔۔۔ کہ تو طفلی گیر ایں می باز نرد

جیب میں اخروٹ بھی کچھ رکھ دیئے ۔۔۔ تو ابھی بچہ ہے کھیل اور کودیے

چوں سحر از خواب عاشق بر جہید ۔۔۔ آستین و گردگاں ہا را بدید

صبح کو عاشق کی جب آنکھیں کھلیں ۔۔۔ دیکھے اخروٹ اور چاک آستیں

گفت شاہِ ما ہمہ صدق و صفا ست ۔۔۔ آنچہ بر ما می رسد آں ہم ز ما ست

بولا سچ سلطاں ہمہ صدق و صفا ۔۔۔ ہے ہمیں سے ہم پہ جو کچھ ہے بلا

اے دلِ بیخواب ما زاں ایمنیم ۔۔۔ چوں حرس بر بام چوبک می زنیم

اے دلِ بے خواب ہم ہیں بے خطر ۔۔۔ کیونکہ ہاں چوبک بجاتے بام پر

گردگانِ ما دریں مطحن شکست ۔۔۔ ہرچہ گوئیم از غمِ خود اندکیست

اُس کی چکی میں پسے اخروٹ سب ۔۔۔ کم ہے جتنا غم سنائیں با ادب

لہ اقوال مولانا علیہ الرحمۃ

خانۂ خود را ہمی سوزی بسوز	**کیست آن کس کو بگوید لا تسوز**
گھر کو تو اپنے جلاتا ہے - جلا	کون ہے جو اس کو کہہ سکے ناروا
خوش بسوز این خانہ را اے شیر مست	**خانۂ عاشق چنین اولیٰ ترست**
پھونک دے اے مست! یہ گھر دے جلا	خانۂ عاشق کا جلنا ہی بھلا
بعد ازیں من سوز را قبلہ کنم	**زانکہ شمعم من بسوزش روشنم**
سوز کو قبلہ بنا لوں بعد ازیں	سوز سے روشن ہوں، ہیں شمع حزیں
خواب را بگذار امشب اے پدر	**یک شبے در کوئے بیخوابان گذر**
آج کی شب نیند کو چھوڑ اے پدر	کوچۂ بے خوابی میں اپنا کر گذر
بنگر اینہا را کہ مجنون گشتہ اند	**ہمچو پروانہ بوصلت کشتہ اند**
دیکھ اُن کو جو ہیں مجنوں ہو گئے	وصل کے پروانے بن کر جل بجھے
بنگر این کشتی خلقان غرق عشق	**اژدہائے گشتہ گوئی حلق عشق**
دیکھ غرق عشق کشتی جہاں	حلق عشق اژدر بنا ہے بے گماں
اژدہائے ناپدید دلربا	**عقل ہمچون کوہ را او کہربا**
کیسا اژدر ہے نہاں اور دلربا	کوہ جیسی عقل کو ہے کہربا
عقل ہر عطار[1] کاگہ شد ازو	**طبلہا را ریخت اندر آب جو**
جس کسی عطار نے سمجھا اُسے	اپنے ڈبے پھینک ندی میں دیئے
رو کزیں جو بر نیائی تا ابد	**لم یکن حقا[2] لہ کفواً احد**
جا، نہ اس ندی سے نکلے تا ابد	جو گیا کھو حق سے لا قسیم احد
اے فسردہ چشم بکشا و ببین	**چند گوئی من ندانم آن و این**
کھول اے مکار آنکھوں کو ذرا	اب نہ کہنا میں نہیں کچھ جانتا

[1] بعض شارحین کا قول ہے کہ یہ کنایہ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کی طرف ہے

[2] یعنی خدا کی قسم وہ بے کفو ہو جاتا ہے - یعنی فنا فی اللہ - اور بقا باللہ ؎

از وبائے زرق و محرومی برآ ... در جہانِ حق و قیومی درآ

مکر و محرومی کے طوفاں سے نکل ... حق و قیومی کے میدانوں میں چل

تا کہ بینم ترا بینم شو و ... وایں ندانم ہات میدانم شود

تا کہ جو دیکھا نہیں نظروں میں آئے ... اور جو جانا نہیں وہ جان جائے

بگذر از مستی و مستی بخش باش ... زیں تلون نقل کن در استواش

ہو کے مستی بخش مستی سے نکل ... راستی سے اس تلون کو بدل

چند نازی تو بدیں مستی پست ... بر سر ہر کوئے چندیں مست ہست

اپنی مستی پر ہے ناحق افتخار ... ہر گلی میں مست ہیں اس کے ہزار

گر دو عالم پر شود سر مست یار ... جملہ یک باشند و آں یک نیست خوار

دونوں عالم بھی اگر ہوں مست یار ... سب ہوں یکساں اور نہ ہو کوئی بھی خوار

ایں ز بسیاری نیاید خوار شے ... خوار کہ بود تن پرستے نار شے

خوار کب ہوتے ہیں اس کثرت سے مست ... خوار تو ہوتا ہے ناری تن پرست

گر جہاں پر شد ز تابِ نورِ مہ ... کے کساد آید پئے صاحب ولہ

گر جہاں بھر جائے نورِ ماہ سے ... عشق والوں میں خلل کیونکر پڑے

گر جہاں پر شد ز نورِ آفتاب ... کے بود خوار آں تفِ نوش التہاب

نور سے سورج کے ہو عالم بھرا ... عشق کی گرمی کو ہے نقصان کیا

لیک با ایں جملہ بالاتر خرام ... چونکہ ارضِ اللہ واسع بود و رام

لیکن ان سب سے کچھ اوپر کر خرام ... وسعتیں دنیا کی جب تیری ہیں رام

گرچہ ایں مستی چو بازِ اشہب ست ... برتر از وے در زمینِ قدس ہست

گرچہ اس مستی کا ہے نایاب دور ... قدس کا مستی کا عالم ہے کچھ اور

مست ابرار و مقربؔ ان بہ ست ... ہر مقرب شیر او چوں روبہ است

بڑھ کے ابرار و مقرب سے ہے مست ... ہے مقرب شیر اک روباہ پست

رو سرا فیلے شو اندر امتیاز	بود و مندہ روح وست مست ساز
جو کے اسرا نیں کر کچھ امتیاز	درمیان حق ہست مست ساز
مست کی چوں قل مزاح اندیشہ شد	ایں ندانم واں ندانم پیشہ شد
مست خوش طبعی ہے جس دم آ جسے	یہ نہ جانوں وہ نہ جانوں بدل اُسکے
ایں ندانم واں ندانم بہر چیست	تا بگوئی آنکہ میدانیم کیست
یہ نہ جانوں وہ نہ جانوں کس لئے	تا تو جانے ہم ہیں کس کو جانتے
نفی بہر ثبت باشد در سخن	نفی بگذار و ز ثبت آغاز کن
نفی ہے اثبات ہی کے واسطے	نفی کو چھوڑ اور چل اثبات لے
نیست ایں و نیست آں ہاں واگذار	آنکہ آں ہست ست آں را پیش آر
یہ نہیں اور وہ نہیں سب ترک کر	ہست ہے جو اُس پہ اپنی رکھ نظر
نفی بگذار و ہماں ہستی پرست	ایں بیاموز اے پدر زاں ترک مست
نفی کو چھوڑ اور ہو ہستی پرست	سیکھ یہ اُس سے کہ جو ہو ترک مست
بگذر از نفی اے پسر ہستی طلب	ایں بیاموز اے پسر زاں ترک و ب
نفی کو چھوڑ اور ہستی کر طلب	ترک اور بدمست سے یہ سیکھ اب

امیر ترک مخمور کا مطلب کے لئے استدعا کرنا

ایں سخن کہ تو مخموری حرامست	ما ز مخموریم جز حلالی
جو تو پیتا ہے بادہ ہے وہ حرام	صرف پیتے ہیں ہم شراب حلال
جہد کن تا نیست ہست شوی	وز شراب خدائے مست شوی

سعی کر نیستی سے کہ ہست ہو تو
اور شراب خدا سے مست ہو تو

انجمی تر لی سحر آگاہ شد ۔ وز خمار خمر مطرب خواہ شد
صبح دم جاگا جو اک مترک بجسم ۔ نشہ میں کی خواہش مطرب بہم

مطرب جان مونس مستان بود ۔ نقل و قوت قوت مست آن بود
مستوں کا مونس ہے مطرب جان کا ۔ ہے وہی نقل و گزک بھی برملا

مطرب ایشان راسوئے مستی کشد ۔ باز مستی از دم مطرب چشد
مطرب اس کو سوئے مستی کھینچ لے ۔ پھر دم مطرب سے وہ مستی چکھے

آن شراب حق بدان مطرب برد ۔ وین شراب تن ازین مطرب خورد
وہ شراب حق سے ہوتا ہے مگن ۔ اور یہ مطرب سے ہے صہبائے تن

ہر دو گر یک نام دارد در سخن ۔ لیک فرقست این حسن تا آن حسن
نام ہیں دونوں کے یکساں بے سخن ۔ پر جدا ہیں یہ حسن اور وہ حسن

اشتباہے ہست لفظی در بیان ۔ لیک خود کو آسمان کو ریسمان
ہیں مشابہ لفظاً دونوں بے گماں ۔ پر جدا ہیں آسمان و ریسمان

اشتراک لفظ دائم رہزن ست ۔ اشتراک گبر و مومن در تن ست
اشتراک لفظ سے ہوتا ہے شک ۔ گبر و مومن کا بدن ہے مشترک

جسمہا چون کوزہائے بستہ سر ۔ تا کہ در ہر کوزہ چہ بود آن نگر
جسم کوزوں کی طرح ہیں بستہ سر ۔ بند کوزوں میں ہے کیا کس کو خبر

کوزۂ این تن پر از آب حیات ۔ کوزۂ آن تن پر از زہر ممات
اس بدن کے کوزہ میں آب حیات ۔ اس بدن میں ہے بھرا زہر ممات

گر بمظروفش نظر داری شہی ۔ ور بظرفش عاشقی تو گمرہی
شہ ہے مظروف پر تو شاہ ہے ۔ ظرف پر عاشق ہے تو گمراہ ہے

۱؎ اقوال مولانا علیہ الرحمۃ ۔ ۲؎ یعنی مست مجاز ۔ ۳؎ یعنی حسن بن صباح اور جناب حسن علیہ السلام میں بہت فرق ہے ۔

لفظ را مانندهٔ این جسم دان	معنیش را اندرون مانند جان
لفظ کو اس جسم کی مانند جان	اور معنی کو سمجھ لے اس میں جان
دیدهٔ تن دایما تن بین بود	دیدهٔ جان جان پرفن بین بود
جسم پر ہے دیدۂ تن کی نظر	دیدۂ جاں جان کو دیکھے مگر
پس ز لفظ و نقشهای مثنوی	صورتش ضال است و هادی معنوی
ہے نقوش مثنوی بھی اسے فتا	ظاہر آ گمراہ و معنًا رہنما
در نبی فرمود کاین قرآن ز دل	هادی بعضی و بعضی را مضل
نسبت قرآں بھی کہتا ہے خدا	بعض کا ہادی ہے رہزن بعض کا
الله الله چونکه عارف گفت می	پیش عارف کی بود معدوم شی
اللہ اللہ جب کہا عارف نے مے	کب ہے پھر اس کے لئے معدوم شے
فهم تو چون بادهٔ شیطان بود	کی ترا فهم می رحمان بود
فہم تیرا بادۂ شیطاں ہوا	کب تجھے فہم مے رحماں ہوا
این دو انبازند مطرب با شراب	این بدان و آن بدین آرد شتاب
سازشی ہیں دونوں مطرب اور شراب	اس کی جانب وہ لے چلتے وہ شتاب
پر خماران از دم مطرب چرند	مطربانشان سوی میخانه برند
خوش دم مطرب سے ہیں اہل خمار	میکدے سے لے جائیں مطرب ہوشیار
آن سر میدان و این پایان دست	دل شده چون گوی در چوگان اوست
وہ سرا یہ انتہا میدان کی	اور عاشق گیند اس چوگان کی
در سر آنچه هست گوش آنجا رود	در سر ار صفراست آن سودا شود
سر میں جو کچھ ہے وہ کانوں کو سنے	سر میں جو صفرا ہے وہ سودا ہے

له قوله تعالی یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا وَمَا یُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ یعنی بہت سے گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے راہ پاتے ہیں اور جو گمراہ ہوتے ہیں صرف فاسق ہیں ۲ وہ یعنی مطرب اور یہ یعنی شراب ۔

بعد ازاں ایں دو بہ بیہوشی روند	والد و مولود آں جا یک شوند
بے خبر ہوتے ہیں بعد اس کے ولیک	باپ بیٹے دونوں ہو جاتے ہیں ایک
چونکہ کردند آشتی شادی ورود	مطرباں را ترک ما بیدار کرد
دیکھ کر شادی بہم کو ایک جا	مطربوں کو ترک نے چونکا دیا
مطرب آغازید پیشے خوابناک	کہ اتلنی الکاس یا من لا اراک
چھیڑا مطرب نے عجب اک شعر خواب	اے نظر سے دور دے جام شراب
انت وجہی لا عجب ان لا اراہ	غایۃ القرب حجاب الاشتباہ
تو مری صورت ہے کیا دیکھوں تجھے	ہیں یہ پردے انتہائے قرب کے
انت عقلی لا عجب ان لم ارک	من وفود الالتباس المشترک
عقل ہے تو عقل کیا آئے نظر	ہے لباس مشترک میں جلوہ گر
جئت قربا انت من حبل الورید	کم اقل یا یا ندا للبعید
ہے رگ گردن سے بھی قرب مزید	یا کہوں کیوں، یا تو ہے بہر بعید
بل اغالطہم ینادی فی القفار	کے لا اکتم من معی ممن اغار
یہ ہے دھوکا دشت میں میری ندا	تا کہ لوں اغیار سے تجھ کو چھپا
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	بشنو اکنوں نکتۂ الصاحب تمیز
اور چھوڑ اس بات کا کیا اے عزیز	ایک نکتہ مجھ سے سن اے با تمیز

خانۂ آنحضرتؐ میں ایک لڑکے کا آنا

اندر آمد پیش پیغمبر صغیر	گفت اے نوا بخش شور از ہر ضمیر
آیا اک اندر حضور مصطفےٰ	اور کہا تم ہو ولی نعمت بجا
اے تو میر آب و من تشنہ عظیم	مستغاث المستغاث اے ساقیم
تو ہے میر آب میں ہوں تشنہ لب	میرے ساقی تجھ سے ہے فریاد اب

چوں در آمد آں ضریر از در شتاب	عائشہؓ بگریخت بہر احتجاب
گھر میں اندھا آیا جب دروازے سے	عائشہؓ تب بھاگیں پردے کے لیے
زانکہ واقف بود آں خاتون پاک	از غیوری رسول رشکناک
کیونکہ واقف تھیں وہ بی بی باصفا	رشک و غیرت سے ہیں محبوب خدا
ہر کہ زیباتر بود رشکش فزوں	زانکہ رشک از ناز خیزد یا بنوں
رشک زیبا تر سے ہوتا ہے فزوں	رشک پیدا ناز سے ہوتا ہے یوں
گندہ پیراں شوی را قما دہند	چونکہ از پیری و زشتی آگہند
بڈھیوں کو بڑھیاں کھلاتی ہیں دوا	نقص پیری سے ہیں واقف بر ملا
چوں جمال احمدی در ہر دو کون	کے بدست از فر یزدانیش عون
دو جہاں میں مثل حسن احمدیؐ	فر یزداں سے مدد کس کو ملی
نازہائے ہر دو کون او را رسد	غیرت آں خورشید صد تو را رسد
دو جہاں میں ناز ان کو ہے بجا	غیرت اس خورشید پنہاں کو روا
کہ در افگندم بکیوانؔ گوئے را	در کشید اے اختراں رو روئے را
کہتی ہے کیواں پہ میں غالب ہوئی	اے ستارو تم چھپا لو شکل اپنی
در شعاع بے نظیرم لا شوید	ورنہ پیش نور من رسوا شوید
نیست ہو جاؤ شعاعوں میں مری	ورنہ پیش آئے گی رسوائی بڑی
از کرم من ہر شبے غائب شوم	کے روم الا نمایم کہ روم
رات کو ہوتا ہوں میں غائب کہیں	فی الحقیقت ہیں مگر چھپتا نہیں
تا شما ہم ہمچو خفاش وار	پر زناں پرید گرد ایں مطار
تاکہ چمگادڑ کی صورت رات بھر	گرد عالم کے پھرو پرواز کر

لہ فلک ہفتم پر تمام سیاروں سے بلند ایک ستارہ ہے ۔

ہمچو طاؤساں پری عرضہ کنید / یا ز سست و منکر و معجب شوید

مور کی مانند بن جاؤ پتہ بی / سست و منکرین کے پاؤ خود سری

انگہ دادی پایۂ شست از امتیاز / ہمچو چارق کہ بود شیخ ایاز

چھنکر گرد ہم پاسے بد کا امتیاز / جیسے چارق شیخ تھا سید ایاز

ار نمایم صبح بہر گوشمال / تا نگردید از منی زاہل شمال

صبح پھر آؤں گا دینے کو سزا / تا نہ کر دے دوزخی کبر و زنا

ترک کن نیز دراز است این سخن / نہی کردست از درازی امر کن

چھوڑ دے ہے کیونکہ لمبی داستاں / منع ہے طول سخن اے خوش بیاں

آنحضرتؐ کی طرف حضرت عائشہؓ کا امتحان

گفت پیغمبر برائے امتحاں / او نمے بیند ترا کم شو نہاں

بولے پیغمبر برائے امتحاں / وہ ہے نابینا نہ ہو اس سے نہاں

کرد اشارت عائشہؓ با دستہا / او نہ بیند لیک من بینم ورا

عائشہؓ نے یوں اشاروں سے کہا / میں ہوں بینا گو نہیں وہ دیکھتا

غیرت عقل ست بر خوبیٔ روح / پر ز تمثیلات و تشبیہات شروح

عقل کی غیرت سے بھرا ہوا ہے / ہے کتنی تشبیہ اور تمثیل سے

با چنیں پنہانیے کیں روح راست / عقل وے زانچنیں تشکیں پوشیدہ است

روح ہے اتنے حجابوں میں مگر / کیوں ہے اس پر عقل کو رشک اس قدر

از کہ پنہاں میکنی اے رشک خو / آنکہ پوشیدہ است نورش روئے او

کس سے تو اس کو چھپاتی ہے بھلا / نور ہے خود اک حجاب اس روح کا

لہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں کہ خیر الکلام ما قلّ ودلّ یعنی بہترین کلام وہ ہے جو کم ہو اور کثیر پر دلالت کرے ؛

مہر دیدے روئے پوش آفتاب	فرط نور اوست روپوش نقاب
بے نقابی چھا رہا ہے آفتاب	کہ ہے فرط نور ہی اس کا نقاب
از کہ پنہاں میکنی اے رشک ور	کآفتاب اورا نکشے پید اثر
کس سے تو اس کو چھپاتی ہے مگر	اس کا سورج بھی نہیں پاتا اثر
رشک از آں افزوں ترست اندر تنم	کز خودش خواہم کہ پنہانش کنم
رشک میرے دل میں ہے یوں بڑھ رہا	خود سے ہوں اس کو چھپانا چاہتا
ز آتش رشک گراں آہنگ من	با دو چشم و گوش اندر جنگ من
آگ سے رشک گراں آہنگ کی	جنگ ہے آنکھ اور کانوں میں چھڑی
چوں چنیں رشکیست اے جان و دل	پس دہاں بربند و گفتن وا ہِل
ہاں اگر ہے رشک ایسا ہی سخت	بند کر منہ بولنا بھی چھوڑ دے[1]
ترسم ار خامش کنم آں آفتاب	از سوی دیگر بدرّاند حجاب
ڈر ہے گر خاموش ہوگا آفتاب	دوسری جانب سے پھاڑے گا حجاب
در خموشی گفت ما اظہر شود	کز منع آں میل افزوں تر شود
ہے خموشی ترجمان مدعا	روکنے سے بڑھتی ہے خواہش سوا
گر بغرّد بحر غرّش کف شود	جوش اَحْبَبْتُ لِاَنْ اُعْرَفْ شود[2]
شور دریا میں جو ہے وہ کف سے ہے	جوش اَحْبَبْتُ لِاَنْ اُعْرَفْ سے ہے
حرف گفتن بستن آں روزن ست	عین اظہار سخن پوشیدن ست
بندش روزن ہے گفتار سخن	ہے چھپانا عین اظہار سخن

[1] کیونکہ بولنا بھی تو روح ہی کا پتہ دیتا ہے اور گفتگو بھی تو ایک طرح روح کا اظہار ہے۔

[2] نحو سے۔ اَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ یعنی میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ پھر میں نے مخلوق کو پیدا کر دیا۔

بلبلاں نعرہ زن بروئے گل ‌‌‌ ‌ تا کنی مشغول شاں از بوئے گل
روئے گل پر مثل بلبل نعرہ مار ‌ ‌ بوئے گل سے پھیر اپنی سمت یار

تا بہ قل مشغول گردد گوش شاں ‌ ‌ سوے روئے گل نپرد ہوش شاں
کان کھینچ تک تیری باتوں پہ لگیں ‌ ‌ تا نہ ان کے ہوش سوئے گل اڑیں

تا مثال خورشید گویم روشن ست ‌ ‌ در حقیقت سر ولیلیٰ رہزن ست
سایۂ خورشید روشن کے طفیل ‌ ‌ ہے حقیقت راہزن سے سر لیلیٰ

امیر ترک کی محفل میں مطرب کا غزل گانا

مطرب آغازید نزد ترک مست ‌ ‌ در حجاب نغمہ اسرار الست
الغرض مطرب نے پہنچ کر ترک مست ‌ ‌ پردۂ نغمہ میں اسرار الست

می ندانم کہ تو ماہی یا وثن ‌ ‌ می ندانم کہ چہ مے خواہی ز من
بت ہے تو یا چاند ہے جانوں میں کیا ‌ ‌ کیا خبر تو کیا ہے مجھ سے چاہتا

می ندانم تا چہ خدمت آرمت ‌ ‌ تن زنم یا در عبارت آرمت
میں نہ جانوں کیا کروں خدمت تری ‌ ‌ چپ رہوں یا کھول دوں الفت تری

اے عجب کہ نیستی از من جدا ‌ ‌ می ندانم من کجایم تو کجا
گر نہیں مجھ سے جدا تو جان جاں ‌ ‌ میں نہ جانوں تو کہاں ہے میں کہاں

می ندانم کہ مرا چوں مے کشی ‌ ‌ گاہ بر در گاہ در خوں مے کشی
میں نہ جانوں مارتا ہے کیوں مجھے ‌ ‌ کر کے آلودہ بخاک و خوں مجھے

ہمچنیں لب در ندانم باز کرد ‌ ‌ می ندانم می ندانم ساز کرد
"میں نہ جانوں" تھی یہ مطرب کی صدا ‌ ‌ کہہ رہا تھا میں نہیں کچھ جانتا

چوں ز حد شد می ندانم از شگفت ‌ ‌ ترک ما زیں حرارت دل گرفت
"میں نہ جانوں" جب کہا حد سے سوا ‌ ‌ ترک کو گرمی سے غصہ آ گیا

ہر چہ آں ترک دل پیچہ کشید ۔۔۔ ما علیہا بر سر مطرب زدید
گرز لے کر ترک بس دوڑا ادھر ۔۔۔ تا کہ توڑے اس سے میراثی۱؎ کا سر

گرز را بگرفت سرہنگے بدست ۔۔۔ گفت مطرب حق این ابن م پست
اک سپاہی نے لیا وہ گرز تھام ۔۔۔ بولا اس کو مارنا اچھا ہے کام

گفت ایں تکرار بہر چیستش ۔۔۔ گو فقط تفہیم را بگو بر سرش
ترک بولا اس کی اس تکرار سے ۔۔۔ کر رہا ہے مجھ کو تو نہ کیوں ماروں اسے

قلتبانا ئے ندانی گہ مخور ۔۔۔ زانچہ دانی بگو مقصود بہ
بھڑوے جب لاعلم ہے تو گو نہ کہا ۔۔۔ کہہ وہی جو کچھ بھی ہے تو جانتا

آں بگو اے گیج کہ میدانیش ۔۔۔ نے ندانم نے ندانم در کشش
کہہ وہی نادان جو تجھ سے چاہتا ۔۔۔ "میں نہ جانوں" کی نہ ایسی رٹ لگا

چوں بگویم از کجائی بے نظیر ۔۔۔ تو بگوئی نے زبلخ نے ہرے
تیرا مسکن تجھ سے گر پوچھوں کبھی ۔۔۔ تو کہے میں ہوں نہ بلخی نے ہری

نہ ز ہند و نہ ز روم و نہ ز چین ۔۔۔ نہ ز شام و نہ عراق و یار دیپل
ہند کا ہوں اور نہ روم و چین کا ۔۔۔ ہوں نہ شامی نے عراقی برملا

نہ ز بغداد و نہ موصل نے طراز ۔۔۔ در کشی در نے و نے راہ دراز
ہوں نہ بغدادی نہ موصل میں ہے گھر ۔۔۔ بات کو دیتا ہے طول اے بے خبر

خود بگو تا از کجائی باز رہ ۔۔۔ ہست تنقیح مناط اینجا بگیر
کیوں نہیں کہتا کہ مسکن ہے فلاں ۔۔۔ ہے غرض تنقیح مطلب ہے یہاں

یا بپرسم کہ چہ خوردی ناشتاب ۔۔۔ تا بگوئی نے شراب و نے کباب
یا میں پوچھوں تو نے کیا کھایا ناشتہ ۔۔۔ اور کہے تو نے شراب اور نے کباب

۱؎ میراثی گانے بجانے والا۔

نہ بقول و نے بپیرو نے بصل	نہ ز شیر و نہ ز شکر نے عسل
ساگ کھایا ہے نہ پیاز اور نے پنیر	شہد کھایا ہے نہ شکر اور نہ شیر
نہ قدید و نے ثرید و نے عدس	آنچہ خوردی آں بگو تنہا و بس
گوشت کھایا ہے نہ ستو نے مسور	کھایا ہے جو کچھ وہی کہہ بے شعور

مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا[۱]

ایں سخن خائی دراز از بہر چیست	گفت مطرب زانکہ مقصودم نفیست
کیوں بڑھائی بات تو نے بے تکی	بولا مطرب میرا مقصد ہے نفی
میرد اثبات پیش از نفی تو	نفی کردم تا بری زاثبات بو
تجھ سے دور اثبات ۔ پیش نفی ہی	از پئے اثبات میری نفی تھی
در نوا آرم بنفی ایں ساز را	چوں بمیری مرگ گوید راز را
نفی سے چھیڑا تھا میں نے ساز کو	تو جو مر جائے تو سمجھے راز کو
جاں بسے کندی و اندر پردۂ	زانکہ مردن اصل بد نا وردۂ
جاں کھپائی اور پردے میں رہا	اصل تھا مرنا، وہ کب حاصل ہوا
تا نمیری نیست جان کندن تمام	بے کمال نردباں نائی بہ بام
موت سے پہلے فقط ہے جان کنی	بام پہ سیڑھی سے ملتا ہے کہیں
چوں ز صد پایہ دو پایہ کم بود	بام را کوشندہ نا محرم بود
جبکہ سو پایوں سے کم ہوں پائے دو	بام پر چڑھنے کی کب امید ہو
چوں رسن یک گز ز صد گز کم بود	آب اندر دلو از چہ کے رود
رسی گز بھی کم اگر سو گز سے ہو	کیسے پہنچائیں کنوئیں تک ڈول کو

[۱] حدیث شریف ۔ یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ ۔

غرق ایں کشتی نیابی اے امیر | تا کہ بنہی اندرو من الاخیر
غرق کشتی تیری کیونکر ہو سکے | بوجھ پورا گر نہ تو اس پہ رکھے

من آخر اصل فرقان کاں طاقیست | کشتی وسواس و غی را غارقیست
بوجھ پورے حادثے ہیں واقعی | غرق جو کشتی کریں وسواس کی

آفتاب گنبد ازرق شود | کشتی ہش چونکہ مستغرق شود
گنبد ازرق کا وہ ہو آفتاب | ہوش کی کشتی جو کر دے غرق آب

چوں نمردی گشت جاں کندن دراز | مات شو در صبح اے شمع طراز
پر نہ مرنا ہی ہے طول جاں کنی | ہو فنا اے شمع ضو میں صبح کی

تا نگشتند اختران ما نہاں | وانکہ پنہاں ست خورشید جہاں
جب تلک چھپ نہ گئے یہ تارے نہاں | کس طرح نکلے گا خورشید جہاں

گرز بر خود زن منی بر خود شکن | زانکہ پنبہ گوش آمد چشم تن
گرز خود ہی مار اپنے پر سخن | کیونکہ کانوں کی روئی ہے چشم تن

گرز بر خود میزنی ہم اے دنی | عکس تست اندر فعالم ایں منی
گرز اپنے مارتا ہے اسے دنی | عکس میرے کیے میں ہے تیرا ہی

عکس خود در صورت من دیدۂ | در قتال خویشتن در پیچیدۂ
عکس اپنا میرے رخ پر دیکھ کر | پیچ کھاتا ہے تو اپنے قتل پہ

ہمچو آں شیرے کہ در چہ شد فرو | عکس خود را خصم خود پنداشت او
چاہ میں شیر اک ہوا جیسے فرو | جان کر دشمن خود اپنے عکس کو

نفی ضد ہست باشد بیشکے | تا ز ضد ضد را بدانی اندکے
نفی ضد ہستی کی بیشک اک ہے | تاکہ ضد کو ضد سے تو پہچان لے

ایں زماں جز نفی ضد اعلام نیست | اندریں نشأۂ دمے بے دام نیست
نفی ضد کا یہ تو محض اعلام ہے | اس جہاں کا خطہ خطہ دام ہے

؎ آگاہ کرنا

بے حجابت باید آں اے ذو لباب — مرگ را بگزین و بر دراں حجاب

چاہیے اُس کو دیکھنا گر ہے نقاب — موت کا طالب ہو اگر رہے حجاب

نے چناں مرگے کہ در گورے روی — مرگ تبدیلی کہ در نورے شوی

وہ نہیں مرنا کہ ہو خاک گور — ایسی تبدیلی جو ہو وجہ سرور

مرد چوں بالغ شد آں طفلی بمرد — رومی شد صبغۂ زنگی سترد

مرد جب بالغ ہوا طفلی مری — پہلے[ا] زنگی تھا ہے اب رومی وہی

خاک زر شد ہیئت خاکی نماند — غم فرح شد خار غمناکی نماند

خاک سونا بن گئی کب خاکی رہی — غم ہوا شادی - نہ غمناکی رہی

مصطفیٰ زیں گفت کاے اسرار جو — مردہ را خواہی کہ بینی زندہ تو

یہ ہے ارشاد جناب مصطفیٰ — چاہیے جو مردہ کو زندہ دیکھنا

میرود چوں زندگاں بر خاکداں — مردہ و جانش شدہ بر آسماں

جو زمیں پہ مثل زندوں کے چلے — جان اُس کی آسمانوں پر رہے

جانش را ایں دم بہ بالا مسکنیست — گر بمیرد روح او را نقل نیست

عالم بالا ہے مسکن روح کا — گر وہ مر جائے نہ ہو نقل روح کیا

زانکہ پیش از مرگ او کردست نقل — ایں بمردن فہم آید نے بہ عقل

منتقل مرنے سے پہلے ہو چکا — موت سمجھائے گی اِس کو نہ عقل کیا!

نقل باشد نے چو نقل جان عام — ہمچو نقلے از مقامے تا مقام

یہ کہاں ہے نقل مثل روح عام — منتقل ہوتے ہیں گو تا کوں مقام

ہر کہ خواہد کو ببیند بر زمیں — مردہ را کو میرود ظاہر چنیں

جو کوئی چاہے زمیں پر دیکھنا — چلتا پھرتا ایک مردہ ظاہرا

ا یعنی پہلے بے شعور تھا۔ اب ذی شعور ہو گیا۔

مر ابوبکر تقیؓ را گو ببیں — شد ز صدیقی امیر المتقین

وہ ابوبکر رضؓ تقی کو دیکھ لے — جو امیر المتقین ہیں صدق سے

اندریں نشأه نگر صدیق را — تا بحشر افزوں کنی تصدیق را

دیکھئے اس عالم میں تو صدیق رضؓ کو — تا بڑھائے حشر میں تصدیق کو

پس محمدؐ صد قیامت بود نقد — زانکہ حل شد در فنائش حل و عقد

صد قیامت تھے محمدؐ آپ ہی — آستاں پر اُن کے مشکل حل ہوئی

زادۂ ثانیست احمدؐ در جہاں — صد قیامت بود او اندر عیاں

زادۂ ثانی تھے احمدؐ بے گماں — صد قیامت اُن کے اندر تھیں عیاں

زو قیامت را ہمے پرسیده اند — کاے قیامت تا قیامت راه چند

اُس قیامت سے یہ پوچھا بارہا — اے قیامت کا ہے کتنا فاصلہ؟

با زبانِ حال مے گفتے بسے — کہ ز محشر حشر را پرسد کسے

یوں زبانِ حال سے تقریر کی — پوچھتا ہے حشر محشر سے کوئی!

بہر ایں گفت آں رسولِ خوش پیام — رمزِ موتوا قبل موت یا کرام

مصطفیٰ نے اس لئے (روحی فدا) — راز "موتوا قبل موت" کہدیا

ہمچنانکہ مرده ام من قبل موت — زاں طرف آورده ام من صیت و صوت

جیسے قبل موت میں مُردہ ہوا — اب اُدھر سے ہے مری صوت و صدا

پس قیامت شو قیامت را ببیں — دیدنِ ہر چیز را شرطست ایں

پس قیامت ہو قیامت دیکھ لے — شرط ہے یہ دیکھنے کے واسطے

تا نگردی ایں ندانی اش تمام — خواه کاں انوار باشد یا ظلام

ہو نہ گر ایسا نہ ہوگا کچھ عیاں — خواہ تاریکی ہو یا ہو نور تاں

۱ یعنی مخلوق بعد فنا +

عقل گردی عقل را دانی کمال — عشق گردی عشق را بینی جمال
عقل بن تو عقل کا سمجھے کمال — عشق بن تو عشق کا دیکھے جمال

نار گردی نار را دانی یقین — نور گردی هم بدانی آن و این
نار ہو جا نار کا کر لے یقین — نور ہو جا اور سمجھ لے آن و این

گفتمے پیدا دریں معنے مبین — گر بُدے ادراک اندر خورد این
کہتا اس دعوے پہ اظہار دلیل — ہے کہاں ادراک ایسا اے خلیل

هست انجیر این طرف بسیار خوار — گر رسد مرغے قنق انجیر خوار
ہیں یہاں انجیر تو کثرت سے خوار — مرغ ہی کوئی نہیں انجیر خوار

در همه عالم اگر مرد و زن اند — دم بدم در نزع و اندر مردن اند
مرد و زن دنیا میں ہیں یہ جس قدر — نزع میں اور موت میں ہیں مبتلا

این سخن ها را وصیت ها شمر — که پدر گوید در آن دم با پسر
میری باتوں کو وصیت جان لے — باپ جو کہتا ہے اپنے پوت سے

تا بروید رحمت و عبرت پدید — تا ببرد بیخ بغض و رشک و کین
تا کہ دل سے رحمت و عبرت نکلے — بغض و رشک اور دشمنی کی جڑ کٹے

تو بدان نیت نگر در اقربا — تا ز نزع او بسوزد دل ترا
اقربا کو دیکھ اسی نیت سے تو — تا پہنچے نزع کی شدت سے تو

کل آت آت آنرا نقد دان — دوست را در نزع و اندر نقد دان
آنے والی شے کو جان آیا ہوا — نزع میں تو جان عالم دوست کا

ور غرض ها زین نظر گردد حجیب — این غرض ها را برون افکن ز جیب
اور غرض سے ہو جو نظروں کو حجاب — ایسی نظروں سے ہے لازم اجتناب

ور نیاری خشک بر عجزے مایست — دان که با عاجز گزیده معجزیست
مت کھڑا عجز و نیاز خشک پر — [illegible]

عجز زنجیریست زنجیرت نهاد | چشم در زنجیر نه باید گشاد

عجز اک زنجیر ہے اور بے خبر | جس کی ہے زنجیر اس پر غور کر

پس تضرع کن کہ اے ہادی زیست | باز بودم پشہ گشتم این ز چیست

گڑگڑا کر رو کہ اے مولا یہ کیا! | باز تھا مچھر میں کیسے ہو گیا

سخت‌تر افشردہ‌ام در شر قدم | کہ لفی خسرم ز قہرت دم بدم

دب گیا ہوں سر سے قدموں پر مرا | قہر سے تیرے ہوں نقصاں میں پڑا

از نصیحت ہائے تو کر بودہ‌ام | بت شکن دعوے و بتگر بودہ‌ام

ہو گیا بہرا نصیحت سے تری | بت شکن تھا، کر رہا ہوں بت گری

یاد صنعت فرض‌تر یا یاد مرگ | مرگ مانند خزان تو اصل برگ

یادِ صنعت فرض تھی یا یادِ مرگ | موت تھی مثل خزاں تو اصل برگ

سالہا این مرگ طبلک می‌زند | گوش تو بیگاہ جنبش می‌کند

موت کی بجتی ہے کب سے ڈگڈگی | بے محل سننے میں تیرے کان ہی

نزع میں بیدار ہونے والا غافل

گوید اندر نزع از جان آہ مرگ | این زمان کردت خبر آگاہ مرگ

نزع میں اب کہہ رہا ہے آہ موت! | کردیا اب تو نے خود آگاہ موت!

این گلوی مرگ از نعرہ گرفت | طبل او بشکافت از مرگ شگفت

موت کا اس شور نے دابا گلا! | موت نے خود فیصلہ اس کا کیا

در دقائق خویش را در بافتی | رمز مردن این زمان دریافتی

نکتے سمجھاتا رہا تا عمر سب | رمز مرنے کی ہوئی دریافت اب

روز عاشورا ہمہ اہل حلب | باب انطاکیہ اندر تا بہ شب

روزِ عاشورا حلب کے لوگ سب | تا شب اُن کا سیاپا باب انطاکیہ

گرد آید مرد و زن جمعی عظیم	ماتم آں خانداں دارد مقیم
ہوتے ہیں اُس جا اکٹھے مرد و زن	ماتمِ سادات کا ہے یہ چلن
تا بشب نوحہ کنند اندر بکا	شیعہ عاشورا برائے کربلا
رات بھر کرتے ہیں فریاد و بکا	شیعہ عاشورا برائے کربلا
بشمرد آں ظلم ہا و امتحاں	کز یزید و شمر دید آں خانداں
اور کرتے ہیں بیداد و خواری کا بیاں	جو یزید و شمر سے پہنچی وہاں
از غریو و نعرہا در سرگذشت	پر ہمی گردد ہمہ صحرا و دشت
گونجتا ہے شور و شیون سرگذشت	جس سے بھر جاتے ہیں سب صحرا و دشت

عاشورا کے دن ایک شاعر کا حلب میں پہنچنا

یک غریبی شاعری از رہ رسید	روزِ عاشورا و آں افغاں شنید
پہنچا اک بے چارا شاعر بھی وہاں	روزِ عاشورا سنی آہ و فغاں
شہر را بگذاشت و آں سوے کرد	قصد جستجوئے آں ہیہائے کرد
شہر چھوڑا اور اُدھر وہ بھی چلا	ہاؤ ہو کا تا لگائے کچھ پتا
پرس پرساں مے شد اندر افتقاد	چیست ایں غم بر کہ ایں ماتم فتاد
پوچھتا پھرتا تھا وہ سب سے وہاں	کیا ہے یہ غم کس کا ماتم ہے یہاں
ایں رئیسے زفت باشد کو بمرد	اینچنیں مجمع نباشد کارِ خرد
کیا رئیس اعظم اب کوئی مرا	غیر معمولی ہے یہ مجمع بڑا
نام او و القاب او شرحم دہید	کہ غریبم من شما اہل دہید
نام اور القاب کچھ اُس کا کہو	ہیں مسافر ہم ہیں تم اہل شہر ہو
چیست نام و پیشہ و اوصاف او	تا بگویم مرثیہ الطاف او
نام اور پیشہ کہتا کیا - اور اوصاف کیا	تا کہوں میں مرثیہ الطاف کا

مرثیہ سازم کہ مرد شاعرم — تا از اینجا برگ و لاشے برم
میں ہوں شاعر، اک لکھوں گا مرثیہ — پاؤں آزوقہ میں تا کوئی صلہ

آں یکے گفتش کہ تو دیوانۂ — تو نہ شیعہ عدوِ خانۂ
ایک بولا، آہ تو دیوانہ ہے — کیا نہیں شیعہ، عدوئے خانہ ہے؟

روزِ عاشورا نمیدانی کہ ہست — ماتمِ جانے کہ از قرنے بہ است
روزِ عاشورا ہے، کیا واقف نہیں؟ — اُس کا غم ہے، جان تھی جو بہترین

پیشِ مومن کے بود ایں قصہ خوار — قدرِ عشق گوشِ عشق گوشوار
پیشِ مومن یہ فسانہ کب ہے خوار — عشق کی ہے عشق ہی کو قدر یار

پیشِ مومن ماتمِ آں پاک روح — شہرہ تر باشد ز صد طوفانِ نوحؑ
ماتم اُن کا مومنوں کے واسطے — ہے اہم تر نوحؑ کے طوفان سے

شیعانِ حلب کو شاعر کا جواب

گفت آرے لیک کو دورِ یزید — کے بدہ است آں غم چہ دیر اینجا رسید
بولا شاعر، کب یزیدی عہد تھا — اور کب پہنچا یہاں یہ ماجرا

چشمِ کوراں آں خسارت را بدید — گوشِ کراں آں حکایت را شنید
دیکھیں اندھوں نے وہ ساری خواریاں — اور بہروں نے سنیں وہ زاریاں

خفتہ بودستید تا اکنوں شما — تا کنوں جامہ دریدید از عزا
کیا ابھی تک سو رہے تھے تم پڑے؟ — اب جو ماتم میں ہو کپڑے پھاڑتے

پس عزا بر خود کنید اے خفتگاں — زانکہ بد مرگیست ایں خوابِ گراں
سونے والو! اپنا خود ماتم کرو — ہے یہ غفلت موت بیشک جان لو

روحِ سلطانے ز زندانے بجست — جامہ چوں درّیم و چوں خائیم دست
روحِ سلطاں کی جو چھوٹی قید سے — کیوں کریں ہم سوگ کپڑے پھاڑ کے

چونکہ ایشاں خسرو دیں بودہ اند	وقت شادی شد چو بگسستند بند
چونکہ وہ سب دین کے سردار تھے	جب رہائی مل گئی تو سفس ہو گئے
سوئے شادروان دولت تاختند	کندہ و زنجیر را انداختند
قصر دولت کی طرف رخصت ہو گئے	کاٹھ اور زنجیر سب کچھ چھوڑ گئے
دور دنیا ساخت و گیر شاہنشہی	گر تو یک ذرہ از ایشاں آگہی
دور اب ان کا ہے اور شاہنشہی	کاش ذرہ بھر ہو تم کو آگہی
ورنہ آنکہ ہر دو بر خود گم رہی	زانکہ دور از کار نقل و مخبری
گر نہیں آگاہ رو اسکے زشت خو	کیونکہ خبر و نظر سے منکر ہے تو
بر دل و دین خرابی تو مکن	چوں نمے بیند جز ایں خاک کہن
دین اور دل پر خود اپنے نوحہ کر	دل کو کیا بجز خاک آتا ہے نظر
در جہے بیند چرا نبود دلیر	پشت دارد و جان سپار و چشم سیر
دیکھتا ہے۔ تو نہیں پھر کیوں دلیر	پشت دار اور جان سپار اور چشم سیر
در رخت کو از پے دین فرخی	گر بدیدی بحر کو کف سخی
ہے کہاں جس سے ہو دین کی فرخی	بحر دیکھا۔ تو کہاں دست سخی

حرص دنیا کی تشبیہ چیونٹی سے

آنکہ چوں دید آب را گند و دریغ	خاصہ آں کو دید دریا و میغ
جس نے دیکھی نہر پانی کیوں نہ دے	خاص کر جو ابر و دریا دیکھ سکے
مور بر دانہ از آں لرزاں بود	کز خرمن گاہ خود عمیاں بود
اس لئے لرزاں ہے چیونٹی دانہ پر	اس کو خرمن کی نہیں کچھ بھی خبر
مے کشد یک دانہ را از حرص و بیم	چوں نمے بیند چناں جائے عظیم
لاتی ہے اک دانہ حرص و خوف سے	جب نہیں خرمن نظر آتا اسے

صاحب خرمن همی گوید که هی	ای که کوری پیش تو معدوم شی
صاحب خرمن یہ کہتا ہے کہ ہے	واہ نا چیز بھی یہ کوئی شے
تو ز خرمنہائے ما آن دیدۂ	کاندران دانہ بجاں پیچیدۂ
دیکھا ہے خرمن سے دانہ ایک ہی	اس لئے تو اس میں ہے اٹکی ہوئی
اے بصورت ذرہ کیواں ببیں	مور لنگے رو سلیماں را ببیں
تو تو اک ذرہ ہے کیواں کو بھی دیکھ	لنگڑی چیونٹی جا سلیماں کو بھی دیکھ
تو نۂ ایں جسم بل آں دیدۂ	وارہی از جسم گر جاں دیدۂ
تو نہیں یہ آنکھ ۔ تو ہے وہ نظر	جسم سے چھوٹے ؛ ہو جو جاں اگر
آدمی دیدہ ست و باقی پوست ست	دید آں باشد کہ دید دوست ست
آدمی دیدہ ہے باقی پوست ہے	دید اس کی جس کو دید دوست ہے
آدمی دیدہ است باقی لحم و پوست	ہر چہ چشمش دیدہ است آں چیز اوست
آدمی دیدہ ہے باقی گوشت ہی	جو نظر آتا ہے ؛ بس ہے وہی
کوہ را غرقہ کند یک خم ز نم	منفذش گر باز باشد سوئے یم
ایک مٹکا بھی ڈبو دے کوہ کو	ہاں سمندر میں گر اس کی سوت ہو
چوں بدریا راہ شد از جان خم	خم با جیحوں بر آرد استلم
راستہ خم کا جو دریا سے ملے	کیوں نہ پھر جیحوں پہ خم غالب رہے
زاں سبب قل گفتۂ دریا بود	گرچہ نطق احمدی گویا بود
اس لئے قل گفتۂ دریا ہوا	گرچہ نطق احمدیؐ گویا ہوا
گفتۂ او جملہ در بحر بود	کہ دلش را بود در دریا نفوذ
گو یہ دریا کا تھا قول مصطفےٰ[1]	ان کا دل دریا میں تھا ڈوبا ہوا

[1] یعنی اس لئے قرآن مجید میں جو جا بجا قل کے ساتھ امر آیا ہے وہ گو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا گیا ہے لیکن حقیقت میں دریا یعنی خدائے تعالےٰ کا کہا ہوا ہے ۔

واو دریا چوں ز چشم ما بود ۔۔۔ چہ عجب گر ماہی دریا بود

واو دریا گر ہمارے چشم سے ہو ۔۔۔ کیا عجب دریا ہو مچھلی دوستو

چشم حس افسرده بر نقش قمر ۔۔۔ تو قمر می بینی و او مستقر

چشم حس کشطرق ہے نقش ماہ پر ۔۔۔ وہ ہے قائم اور تو کہتا ہے قمر

این دوئی اوصاف دید احولست ۔۔۔ ورنہ اول آخر آخر اول ست

یہ دوئی ہے چشم احول کا پتا ۔۔۔ ورنہ جو ہے ابتدا و انتہا

ہیں گذر از نقش خم در خم نگر ۔۔۔ کاندرو بحریست بے پایان و سر

نقش خم کو چھوڑ خم پر غور کر ۔۔۔ جس میں اک دریا ہے بے پایان و سر

پاک از آغاز و آخراں عذاب ۔۔۔ مانده محروماں ز قشرش در عذاب

ابتدا و انتہا سے بے حجاب ۔۔۔ جو رہے محروم ہیں [illegible] عذاب

این چنیں خم را تو دریا داں یقیں ۔۔۔ زنده از وے آسمان و ہم زمیں

ایسے مٹکے کو تو دریا کر یقین ۔۔۔ اس سے زندہ آسماں ہیں اور زمیں

گشتہ دریائے دوئی در عین وصل ۔۔۔ شد ز سو در بیسوئی در عین وصل

اب وہ دریائے دوئی سے عین وصل ۔۔۔ ہو گئے بیسو ہے سوئی سے عین وصل

بلکہ وحدت گشت او را در وصال ۔۔۔ شد خطاب او خطاب ذو الجلال

بلکہ اب حاصل ہے توحید وصال ۔۔۔ ہے خطاب اس کا خطاب ذو الجلال

[illegible] ازاں گوید [illegible] منصور وار ۔۔۔ تا شود بر دار شہرت را سوار

کہنے لگتا ہے وہ حق منصور وار ۔۔۔ تا کہ ہو شہرت کی سولی پر سوار

تا چنیں سر در جہاں ظاہر شود ۔۔۔ [illegible] اندر [illegible] ظاہر شود

تا کہ وہ یہ بھید ظاہر دہر میں ۔۔۔ [illegible] اس سے ہوں ماہر دہر میں

ك یعنی پانی بحالہ قائم رہتا ہے۔ مگر تو اسے کبھی ہلال سمجھتا ہے کبھی قمر اور کبھی

تا فزاید در جهاد و کوشش او ۔۔۔ تا بیشتر گردد کوشش دیدار او
تاکہ کوشش کی بڑھ جاوے آرزو ۔۔۔ اور بیشتر اس کو ہو دیدار او

اہل دل ہمچوں کہ جو در وے رواں ۔۔۔ بے دوئی یک گشتہ در دریائے جاں
اہل دل دریا میں ہیں نہر رواں ۔۔۔ بے دوئی دریا میں ہو کر ایک جاں

ہی ز چہ معلوم گردد ایں ز بعثا ۔۔۔ بعث را کم جو کن اندر بعث بحث
مر کے جی اٹھنے سے ہو اس کی خبر ۔۔۔ جستجو سے بعث چھوڑ اور بحث کر

شرط روز بعث اول مردن است ۔۔۔ زانکہ بعث از مردہ زندہ کردن است
شرط روز بعث سے اول فنا ۔۔۔ بعث ہے مر کر پھر اٹھنا مردے کا

جملہ عالم زیں غلط کردند راہ ۔۔۔ کز عدم ترسند و آں آمد پناہ
ساری دنیا نے غلط کی اپنی راہ ۔۔۔ وہ عدم سے ڈرتے ہیں جو تھا پناہ

از کجا جوئیم علم از ترک علم ۔۔۔ از کجا جوئیم سلم از ترک سلم
ہے نشان علم ترک علم سے ۔۔۔ دشمنی میں دوستی کے پاس ہے

از کجا جوئیم حال از ترک حال ۔۔۔ از کجا جوئیم قال از ترک قال
حال ترک حال سے ہوگا عیاں ۔۔۔ قال ترک قال ہی میں ہے نہاں

از کجا جوئیم ہست از ترک ہست ۔۔۔ از کجا جوئیم دست از ترک دست
طالب ہستی ہے ہستی ترک کر ۔۔۔ تا توانی سے ہے قوت سے خبر

ہم تو تانی کرد یا نعم المعین ۔۔۔ دیدہ معدوم بیں را ہست بیں
تو ہی کر سکتا ہے اے نعم المعین(۱) ۔۔۔ دیدہ معدوم بیں کو ہست بیں

دیدہ کو از عدم آمد پدید ۔۔۔ ذات ہستی را ہمہ معدوم دید
آنکھ جو نکلی عدم سے ہے ستم ۔۔۔ ذات ہستی کو سمجھ بیٹھی عدم

(۱) اے سب سے اچھے مددگار ؛ خداوند تعالیٰ کی طرف اشارہ ہے۔

این جہان منتظم محشر بود — گر دو دیدہ مبدل و انور شود
ہو جہان منتظم محشر اگر — ہو مبدل اور روشن آنکھ اگر

زاں نہ پیدا آں حقائق را تمام — کہ بریں خاماں بود فہمش حرام
اس لئے پنہاں حقائق ہیں تمام — خام لوگوں پر ہے فہم اس کا حرام

نعمت جنات خوش بر دوزخی — شد محرم گرچہ حق آمد سخی
نعمتیں جنت کی اہل نار پر — ہیں حرام ازبس سخی ہے داور

ور دہانش تلخ گردد شہد خلد — چوں نبود از وفایاں عہد خلد
ان کے منہ میں تلخ تر ہے شہد خلد — کیونکہ توڑا ہے انہوں نے عہد خلد

مر شما را نیز در سوداگری — دست کے جنبد چو نبود مشتری
اپنی ہی سوداگری کو دیکھ لو — ہاتھ کب ہلتا ہے جب گاہک نہ ہو

کے نظارہ اہل بخریدن بود — آں نظارہ گول گردیدن بود
دیکھنے والے ہیں اہلیت کہاں — ہے حماقت ہی حماقت بے گماں

پرس پرساں کایں بچند و آں بچند — از پے تعبیر وقت و ریشخند
پوچھتا ہے دام ہر اک چیز کے — وقت ٹلنے اور تمسخر کے لئے

از ملولی کالہ مے خواہد ز تو — نیست آں کس مشتری کالہ جو
تیری خاطر سے ہے سودا مانگتا — وہ نہیں گاہک ترے اسباب کا

کالہ را صد بار دید و باز داد — جامہ کے پیمود او پیمود باد
مال دیکھا بارہا ہے لوٹا دیا — کپڑا کیا ناپا کہ ناپی بس ہوا

کو قدوم و کر و فر مشتری — کو مزاح و گنگلی سرسری
اس میں کب ہے کر و فر مشتری — ہنسنا ہنسانا ہے یا مذاق سرسری

چونکہ در ملکش نباشد حبہ — جز پے گنگل چہ جوید جبہ
جب گرہ میں اس کی اک کوڑی نہیں — بجز تمسخر کیا کرے وہ بے یقیں

در تجارت نیستش سرمایهٔ	پس چه شخص زشت او چون سایهٔ
مول کیا لیگا کہ بے سرمایہ ہے	جسم پہ اس کا مثالِ سایہ ہے
مایه در بازار این دنیا زرست	مایه آنجا عشق و دو چشم ترست
پونجی اس بازار دنیا کی ہے زر	اور اس دنیا کا عشق اور چشم تر
هر که او بی مایه در بازار رفت	عمر رفت و بازگشت و خام تفت
جو کوئی بازار بے پونجی گیا	عمر بیتی اور ناکارہ پھرا
هی کجا بودی برادر هیچ جا	هی چه پختی بهر خوردن شوربا
پوچھا کہ کہیں سے کچھ ادھر سے باہر آ	کیا پکایا کھانے کو پکا تھا شوربا
مشتری شو تا بجنبد دست من	لعل زاید معدن آبست من
مشتری ہو تا کہ ہاتھ میرے ہلیں	لعل چمکیں تاکہ کان پوشیدہ ہیں
مشتری گرچه که سست و بارد است	دعوت دین کن که دعوت وارد است
مشتری کو سست ہے اور سرد سا	دین کی دعوت کر کہ دعوت ہے روا
باز پران کن حمام روح گیر	در ره دعوت طریق نوح گیر
باز اڑا کر لے کبوتر روح کا	بلکہ تو دعوت میں طریقہ نوح کا[1]
خدمتی می کن برای کردگار	با قبول و رد خلقانت چه کار
کر فقط خدمت خدا کے واسطے	کیا قبول و رد سے خلقت کے تجھے
نی قبول اندیش نی رد ای غلام	امر را و نهی را می بین مدام
چھوڑ دے اندیشہ رد و قبول	بلکہ امر و نہی کو دیکھتا رہ ملول

۱؎ یعنی جیسے حضرت نوح علیہ السلام باوجود مخالفت نو سو برس تک دعوت توحید میں مصروف رہے تھے ۔

خالی مکان میں ایک سائل کا آنا

آں یکے میزد سحوری بر درے	درگہے بود و رواقِ مہترے
در پر اک سائل تھا سحری مانگتا	تھی وہ اک درگاہ و قصرِ بے بہا
نیم شب میزد سحوری را بجد	گفت او را قائلے کاے مستند
نصف شب تھی سعی سحری کے لئے	کہنے والے نے کہا یہ دیکھ کے
اولاً وقتِ سحر زن ایں سحور	نیم شب نبود گہِ ایں شر و شور
پچھلے دم آکر تو سحری مانگتا	شور و شر کرنا ہے نصف شب برا
دیگر آنکہ فہم کن اے بوالہوس	کاندریں خانہ درون ہست کس
یہ سمجھنا چاہئے اے بد یقیں	اس مکاں میں کوئی ہے بھی یا نہیں
کس دریں جا نیست جز دیو و پری	روزگارِ خود چہ بادے میبری
کون ہے اس گھر میں جز دیو و پری	وقت کیوں کھوتا ہے وحشت ہے کوئی
بہرِ گوشے میزنی دف گوش کو	ہوش باید تا بداند ہوش کو
دف بجاتا ہے کوئی سننا بھی ہو	جاننے کو ہوش والا بھی تو ہو
گفت گفتی بشنو از چاکر جواب	تا نمانی در تحیر و اضطراب
بولا سائل کہہ چکا اب سن جواب	تا نہ ہو حیرت سے تجھ کو اضطراب
گرچہ ہست ایں دم برِ تو نیم شب	نزدِ من نزدیک شد صبحِ طرب
گو ہے تیرے واسطے یہ نیم شب	ہے مگر میرے لئے صبحِ طرب
ہر شکستے نزدِ من پیروز شد	جملہ شبہا پیشِ چشمم روز شد
سب شکستیں فتح ہیں میرے لئے	اب یہ راتیں ہو گئی ہیں دن مجھے
پیشِ تو خونست آبِ رودِ نیل	پیشِ من آبست خون اے نبیل
تجھ کو آبِ نیل خوں ہے بالیقیں	سامنے میرے ہے پانی خوں نہیں

در حقِ تو آہن ست آں ور خام ‏ ‏ ‏ پیشِ داؤدِ نبی موم ست و رام

تیری نظروں میں ہے لوہا ناتمام ‏ ‏ ‏ سامنے داؤدؑ کے ہے موم و رام

پیشِ تو کہ بس گرانست و جماد ‏ ‏ ‏ مطرب ست او پیشِ داؤدؑ اوستاد

سمجھ اک کوہ ہے تیرے لئے ‏ ‏ ‏ اور ہے مطرب سامنے داؤدؑ کے

پیشِ تو آں سنگریزہ ساکت ست ‏ ‏ ‏ پیشِ احمدؐ او فصیح و قانت ست

تیرے آگے سنگریزہ ہے خموش ‏ ‏ ‏ پیشِ احمدؐ ہے فصیح و نطق کوش

پیشِ تو استونِ مسجد مردہ ایست ‏ ‏ ‏ پیشِ احمدؐ عاشقِ دل بردہ ایست

تو ستونِ مسجد کا مردہ ہے سمجھے ‏ ‏ ‏ پیشِ احمدؐ ہے وہ عاشق جان سے

جملہ اجزائے جہاں پیشِ عوام ‏ ‏ ‏ مردہ و پیشِ خدا دانا و رام

مردہ اجزائے جہاں پیشِ عوام ‏ ‏ ‏ اور ہیں پیشِ خدا دانا و رام

وانچہ گفتی کاندریں قصر و سرا ‏ ‏ ‏ نیست کس چوں می زنی ایں مشت را

کیا کہا تو نے نہیں گھر میں کوئی ‏ ‏ ‏ کیوں بجاتا ہے یہاں تو [illegible]

بہرِ حق ایں خلق زرہا مے دہند ‏ ‏ ‏ صد اساس خیر و مسجد مے نہند

بہرِ حق دیتی ہے خلقت مال و زر ‏ ‏ ‏ رکھتے ہیں مسجد کی بنیادیں بشر

مال و تن در راہِ حجِ دور دست ‏ ‏ ‏ خوش ہمی بازند چوں عشاق مست

مال اور تن حج زیارت کے لئے ‏ ‏ ‏ صورتِ عشاق دیتے ہیں ارے

ہیچ می گویند کاں خانہ تہی ست ‏ ‏ ‏ ایں سخن کے گوید آنکش آگہیست

کوئی کہتا ہے یہ خالی ہیں مکاں ‏ ‏ ‏ ہے جو واقف کب ہے یہ اس کا بیاں

پر ہمے بینند سرائے دوستا ‏ ‏ ‏ آنکہ از نورِ الستش شد ضیا

دیکھتے ہیں دوست سے آباد گھر ‏ ‏ ‏ ہے جنہیں سوزِ الٰہی کی خبر

۱؎ سنگ ریزہ

بس سرائے پُر ز جمع و انبہی | پیشِ چشمِ عاقبت بیناں تہی

ہیں کبھی ایسے بھی دنیا میں مکاں | دور بیں آنکھوں میں جو خالی ہیں ہاں

ہر کرا خواہی تو در کعبہ بجو | تا بروید در زماں پیشِ تو او

ڈھونڈ لے کعبہ میں تو چاہے جسے | دفعتاً وہ ہی نظر آنے لگے

صورتے کو فاخر و عالی بود | او ز بیت اللہ کے خالی بود

ہو جو صورت فاخر و عالی کوئی | کب ہو بیت اللہ سے خالی کوئی

او بود حاضر منزہ از رتاج | باقی مردم برائے احتیاج

ہوتے ہیں حاضر بغیر راہ و در | پوری کرنے کو کمی کے بے خطر

ہیچ مے گویند کایں لبیک ہا | بے ندائے مے کنیم آخر چرا

کب وہ کہتے ہیں کہ لبیک و دعا | کیوں کہیں ہم جب نہیں سنتے ندا

کو ندا تا خود تو لبیکے دہی | از ندا لبیک تو چوں شد تہی

بے ندا کہتا ہے کیوں لبیک بھی | ہے ندا سے کیوں دعا تیری تہی

بلکہ توفیقے کہ لبیک آورد | ہست ہر لحظہ ندائے از احد

بلکہ جو توفیق ہے لبیک کی | وہ ندائے حق سے ہے تجھ کو ہوئی

من چو دانم کایں قصورِ سر | بزم جان افتاد و خاکش کیمیا

میں سمجھا ہوں کہ یہ قصہ و سر | بزم جاں ہے اور مٹی کیمیا

مس خود را بر طریق زیر و بم | تا ابد بر کیمیا اش مے زنم

اپنے تانبے کو بطور زیر و بم | کیمیا پہ ہوں رگڑتا دمبدم

تا بجوشد زیں چنیں ضرب سبو | در درافشانی و بخشایش بحور

تاکہ یہ ٹھکری کے لگنے سے جوش کھائیں | جیسے بخشائش کو لاتے جوش ہیں

لے یعنی جب حج کی تعداد معینہ میں کمی پڑتی ہے تو رجال غیب شریک ہو جاتے ہیں۔

خلق در صفِ قتال کارزار	جاں ہمے بازند بہرِ کردگار
بندۂ حق درمیانِ کارزار	جان کر دیتے ہیں خالق پر نثار
آں یکے اندر بلا ایوبؑ وار	واں دگر در صابری یعقوبؑ وار
اک بلاؤں میں اگر ایوبؑ ہے	دوسرا بھی صبر میں یعقوبؑ ہے
آں یکے چوں نوحؑ در اندوہ و کرب	واں دگر چوں احمدؐ اندر صفِ حرب
ایک مثلِ نوحؑ ہے غم آشنا	دوسرا میداں میں مثلِ مصطفٰےؐ
ایں ز دنیا چوں ابوذرؓ پُر حذر	واں دگر در استقامت چوں عمرؓ
اک ابوذرؓ کی طرح ہے پُر حذر	دوسرا ہے استقامت میں عمرؓ
صد ہزاراں خلق تشنہ و مستمند	بہرِ حق از طبع جہدے می کنند
لاکھوں بندے بھوکے پیاسے ہیں پڑے	جہد کرتے ہیں خدا کے واسطے
من ہم از بہرِ خداوندِ غفور	میزنم بر در بامیدش سحور
میں بھی از بہرِ خداوندِ غفور	کھٹکھٹاتا ہوں یہ در بہرِ سحور
مشتری خواہی کہ از وے زر بری	بہ ز حق کہ باشد اے جاں مشتری
مشتری سے چاہتا ہے مال و زر	حق سے بہتر مشتری کب ہے پسر
مے خرد از مالت انبانے نجس	میدہد نورِ ضمیرِ مقتبس
مول تجھ سے لیکے اجناسِ حقیر	بخش دیتا ہے تجھے نورِ ضمیر
مے ستاند ایں یخِ جسمِ فنا	میدہد ملکے بروں از وہمِ ما
یہ یخِ جسمِ فنا لیتا ہے وہ	بے قیاس اک ملک دیدیتا ہے وہ
مے ستاند قطرۂ چندے ز اشک	میدہد کوثر کہ آرد قند رشک
مول لے کر چند قطرے اشک کے	دیتا ہے کوثر وہ بہتر قند سے
مے ستاند آہِ پُر سودا و دود	میدہد ہر آہ را صد جاہ و سود
لیکے وہ پُر دود آہیں خلق سے	دیتا ہے ہر آہ کو سو مرتبے

نقد آور تا کنی سودا از آں	نسیہ بگذار تا نکنی زیاں
نقد لا تا اُس سے کچھ سودا پٹے	چھوڑ نسیہ تا نہ نقصاں میں پھنسے
پادشاہے کاو بر آتشک پشتم ساند	مر خلیلے را بداں اوّاہ خواند
بادشہ ایسا جو ابراہیم کو آتشک اُٹھا	پھر ابراہیمؑ کو اوّاہ[ل] کہا
ہیں دریں بازار گرم بے نظیر	کہنہ ہا بفروش و ملکِ نو بگیر
گرم ہے بازار یہ بے مثلت دیکھ	بیچ کہنہ سے نیا ملک اے پسر
ور ترا شکے و ریبے رہ زند	تاجرانِ انبیا را کن سند
اور اگر دل میں ہو تیرے شک و ریب	تاجرانِ انبیاء سے لے سند
بسکہ افزود آں شہنشہ بخت شاں	مے نتاند کشیدن رخت شاں
بس بڑھایا اُن کا رتبہ شاہ نے	کر سکے اسباب اُن کا کب اُٹھے

حضرت بلالؓ کا قصہ

تن فدائے خار مے کرد آں بلالؓ	خواجہ اش مے زد برائے گوشمال
خار سے مجروح تھا جسم بلالؓ	مارتا تھا خواجہ بہر گوشمال
کہ چرا تو یادِ احمد مے کنی	بندۂ بد منکرِ دینِ منی
کس لئے کرتا ہے یادِ مصطفیٰؐ	کیوں ہے میرے دین سے منکر بُرا
مے زد اندر آفتابش او بخار	او احد مے گفت بہر افتخار
دھوپ میں وہ مارتا تھا اُن کے خار	اور وہ کہتے "احد" با افتخار
تا کہ صدیق آں طرف مے گشت تفت	آں احد گفتن بگوشش در رفت
حضرت صدیقؓ جا نکلے اُدھر	وہ "احد" کہنا سنا رُکتے گئے

ل قولہ تعالیٰ: اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ یعنی حضرت ابراہیمؑ درد مند اور بُردبار ہیں +

چشم او پر آب شد دل پر عنا	زاں احد مے یافت بوئے آشنا
آنکھ بھر آئی، تو دل غمگیں ہوا	اُس "احد" سے آئی بوئے آشنا
بعد از آں خلوت بدیدش پند داد	کز جہوداں خفیہ میدار اعتقاد [1]
پھر یہ خلوت میں نصیحت ان کو کی	تو یہودی سے چھپا مذہب ابھی
عالم السرست پنہاں دار کام	گفت کردم توبہ پیشت اے ہمام
وہ خدا دانا ہے- چھپ کر کام لے	بولے وہ - توبہ ہے میری آج سے
روز دیگر از پگہ صدیقؓ رفت	آں طرف از بہر کارے مے برفت
دوسرے دن پھر گئے صدیقؓ ادھر	صبحدم کچھ کام تھا- پہنچے گر
باز احد بشنید و ضرب زخم خار	بر فروزید از دلش شور و شرار
پھر "احد" اور پھر وہ ضرب زخم خار	سُن کے بھڑکے قلب میں غم سے شرار
باز پندش داد و باز او توبہ کرد	عشق آمد توبۂ او راہ خورد
پھر نصیحت کی انہوں نے توبہ کی	عشق آیا اور توبہ توڑ دی
توبہ کردن زیں نمط بسیار شد	عاقبت از توبہ او بیزار شد
توبہ اس صورت جو ٹوٹی چند بار	توبہ کرنے سے ہوئے وہ رستگار
فاش کرد اسپرد تن را در بلا	کاے محمدؐ اے عدوئے توبہا
بس بلا میں، راز کھولا مو بمو	اے محمدؐ! دشمن توبہ ہے تو
اے تن من وے رگ من پر ز تو	توبہ را گنجا کجا باشد درو
جسم کی رگ رگ تجھی سے ہے بھری	اب کہاں توبہ کی گنجائش رہی
توبہ را زیں پس ز دل بیروں کنم	از حیات خلد توبہ چوں کنم
توبہ سے توبہ ہے میری، کیا کروں	کیا حیات خلد سے توبہ کروں

[1] یعنی حضرت بلالؓ نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ علانیہ اعلان مذہب و اعتقاد نہ کروں گا۔

عشق قہارست و من مقہورِ عشق	چوں قمر روشن شدم از نورِ عشق
عشق ہے قہار، میں مقہورِ عشق	جوں قمر روشن ہوں، لیکن نورِ عشق
برگِ کاہم پیشِ تو اے تند باد	من چہ دانم تا کجا خواہم فتاد
اے ہوائے تیز برگِ کاہ ہوں	کیا خبر مجھ کو کہاں جا کر گروں
گر ہلالم ور بلالم میدوم	مقتدی بر آفتابت میشوم
ہوں ہلال اور یا بلالؓ اب اے نبیؐ	پیروی ہے تیرے ہی خورشید کی
ماہ را با زفتی و زاری چہ کار	در پئے خورشید پوید سایہ وار
چاند کو کیا گریہ و زاری سے کام	دوڑتا ہے پیچھے سورج کے مدام
با قضا ہر کو قرارے میدہد	ریشخند سبلت خود میکند
ہے قضا سے جو کوئی اڑ بیٹھتا	اپنی مونچھوں کا اڑائے مضحکا
کاہ برگے پیش باد آنگہ قرار	رستخیزے وانگہانے فکرِ کار
کاہ ہو پیشِ ہوا، اور پھر قرار	حشر کا دن سامنے، اور فکرِ کار
گربہ در انبانم اندر دستِ عشق	یکدمے بالا و یکدم پستِ عشق
ہوں میں بلّی[1] ہاتھ میں اس عشق کے	پست و بالا پھینکتا ہے وہ مجھے
او ہمے گرداندم بر گردِ سر	نے بزیر آرام دارم نے زبر
سر سے اونچا ہے پھراتا بار بار	مجھ کو اوپر ہے نہ نیچے قرار
عاشقاں در سیلِ تند افتادہ اند	بر قضائے عشق دل بنہادہ اند
تیز طوفاں میں ہیں عاشق سربسر	رکھ دیا ہے دل قضائے عشق پر
ہمچو سنگِ آسیا اندر مدار	روز و شب گرداں و نالاں بیقرار
مثلِ سنگِ آسیا اندر مدار	روز و شب چکر میں ہیں اور بیقرار

[1] بلّی تھیلہ ۔

گردشش بر جوئے جویاں شاہد است | تا نگوید کس کہ آں جو راکد است

گردش اس کو ہے بڑی اک نہر سے | رکنے والی تا نہ کوئی کہہ سکے

گر نمی بینی تو جو را در کمیں | گردش دولاب گردونی ببیں

ہر اگر تجھ کو نہیں آتی نظر | دور دولاب فلک پر غور کر

چوں قرارے نیست گردوں را ازو | اے دل اختروار آرامے مجو

آسماں ہے بے قرار اس سے سدا | دل سے تارے پھر سکوں ہو ڈھونڈتا کیا

گر زنی در شاخ دستے کے ہلد | ہر کجا پیوند سازی بسکلد

شاخ اصلی ہے اگر تو کیوں ہلے | گر کرے پیوند بھی تو فصل پڑے

گر نمی بینی تو تدبیر قدر | در عناصر گردش و جوشش نگر

اور جو پوشیدہ ہے تدبیر قدر | گردشوں پر کر عناصر کی نظر

زانکہ گردشہائے آں خاشاک و کف | باشد از غلیان بحر با شرف

گردشیں خاشاک کی اور جھاگ کی | جوش دریا ہی سے ہیں اے متقی

باد سرگرداں ببیں اندر خروش | پیش امرش موج دریا بیں بجوش

باد سرگرداں میں ہے کتنا خروش | موج دریا کو ہے امر حق سے جوش

آفتاب و ماہ دو گاو خراس | گرد مے گردند و میدارند پاس

چاند سورج بیل ہیں چکی کے دو | گرد پھرتے ہیں وقت ہی پہ دیکھ لو

اختراں ہم خانہ خانہ مے روند | مرکب ہر نحس و سعدے مے شوند

تارے پھرتے ہیں گھروں میں شوق سے | بنتے ہیں مرکب یہ سعد و نحس کے

اختران چرخ گر دورند ہم | وین حواست کاہلند و سست پے

چرخ کے تارے نہیں گرچہ پاس | اور تیرے سست و کاہل ہیں حواس

اختران چشم و گوش و ہوش ما | شب کجایند و بہ بیداری کجا

تارے چشم و گوش کے اے مہرباں | ہیں کہاں دن میں، بوقت شب کہاں

گاہ سعد و وصال و دلخوشی — گاہ نحس و فراق و بیہشی
گہ سعادت ہے خوشی وصل کی — اور جدائی کی نحوست سے بیہشی

ماہ گردوں چوں دریں گردش بست — گاہ تاریک و زمانے روشن ست
چونکہ اس چکر میں ہے چاند آ گیا — اسلئے تاریک اور روشن ہوا

گہ بہار و صیف ہمچوں شہد و شیر — گہ سیاستگاہ برف و زمہریر
ہے کبھی تو فصل گل میں شہد و شیر — اور کبھی سختی برف و زمہریر

چونکہ کلیات پیش او چو گوست — سخرہ و سجدہ کن چوگان اوست
گیند سا ہے اُس کے آگے سب جہاں — سجدہ میں ہے اور مسخر ہے گماں

تو کہ یک جزوی دلا زیں صد ہزار — چوں نباشی پیش حکمش بیقرار
تو کہ ہے اک جزو خلق بے شمار — کیوں نہ اُس کے حکم سے ہو بے قرار

چوں ستورے باش در حکم امیر — گہ در آخور حبس و گاہے در مسیر
بان گھوڑے کی طرح حکم امیر — تھاں پہ ہے اور کبھی صرف مسیر

چونکہ بر میخت ببندد بستہ باش — چوں کشاید چابک و برجستہ باش
میخ سے جب باندھ دیں خاموش ہو — کھول دیں تو چست اور پر جوش ہو

آفتاب ار بر فلک کژ مے جہد — در سیہ روئی کسوفش مے دہد
چرخ پر ٹیڑھا چلے گر آفتاب — تو سیہ روئی سے ہوتا ہے خراب

کز ذنب پرہیز کن ہیں ہوش دار — تا نگردی تو سیہ رو دیگ وار
ہوش میں آ چھوڑ بد افعال کو — تا سیہ روئی نہ مثل دیگ ہو

ابر را ہم تازیانہ آتشیں — میزند کانجا چناں رو نے چنیں
آتشیں لگتا ہے کوڑا ابر کے — اس طرح چل، اور نہ ٹیڑھی راہ لے

۱ سیہ گاہ ۰+

بر فلاں وادی بباراین سو مبار | گر شمالش میبہد کہ گوش دار
گر فلاں وادی پہ بارش یاں نہ کر | گر شمالی نہی ہے سن اے پسر

عقل تو از آفتابے بیش نیست | اندراں فکرے کہ نہی آمد مایست
عقل تیری کب ہے سورج سے سوا | پھر تو فکر نہی میں رکتا ہے کیا

کم زنہ اے عقل تو ہم گام خویش | تا نیابد آں کسوفت وبہ پیش
تو کبھی اے عقل اب نہ رکھ ٹیڑھا قدم | تاکہ گہن کا تجھ کو حاصل ہو نہ غم

چوں گنہ کمتر بود از آفتاب | منکسف بینے نیمے نور و تاب
ہوتے ہیں سورج سے جب کمتر گناہ | نصف روشن نصف رہتا ہے سیاہ

کہ بقدر جرم مے گیرم ترا | ایں بود تقدیر در داد و جزا
ہوں بقدر جرم تجھ کو دیکھتا | ہے یہی اندازۂ داد و جزا

خواہ نیک و خواہ بد فاش و ستیر | بر ہمہ اشیا سمیعم و بصیر
نیک ہو یا بد ہو ۔ پیدا یا نہاں | دیکھتے سنتے ہیں ہم سب کچھ یہاں

زیں گذر کن اے پدر نوروز شد | خلق از اخلاق خوش بہروز شد
آ گیا نوروز تو چھوڑ اسکو پدر | خلق ہے اخلاق خوش سے نازبر

باز آمد شاہ در کوئے ما | باز آمد آب جاں در جوئے ما
شاہ پھر گلیوں میں اپنی آگیا | آب جاں ندی میں اپنی پھر چڑھا

مے خرامد بخت و دامن میکشد | نوبت توبہ شکستن مے رسد
ہے خرام بخت با ناز و ادا | وقت توبہ ٹوٹنے کا آگیا

توبہ را بار دگر سیلاب برد | فرصت آمد پاسباں را خواب برد
توبہ کو طوفاں کی موجیں لے گئیں | پاسباں کی بند اب آنکھیں ہو گئیں

؎ حضرت بلال رضؓ حضرت صدیق اکبرؓ سے کہہ رہے ہیں ؛

هر خماری مست گشت و باده خورد	رخت را امشب گرو خواهیم کرد
مست ہے اب ہر شرابی بیش و کم	آج شب رکھ دینگے رہن اسباب ہم
ازاں شراب لعل و لعل جاں فزا	لعل اندر لعل اندر لعل ما
ہے شراب لعل و لعل جاں فزا	لعل میں ہے لعل اسے حسنِ علی
باز خرم گشت مجلس دلفروز	خیز و دفع چشم بد اسپند سوز
بزم دل افروز ہے صرف سرور	اُٹھ جلا دانہ کہ چشم بد ہو دور
نعرهٔ مستانه خوش مے آیدم	تا ابد جانا چنیں مے بایدم
نعرۂ مستانہ بھاتا ہے مجھے	تا ابد جاناں یہی بس چاہیے
تا ہلالے با بلالے یار شد	زخم خار او گل و گلزار شد
وہ ہلال اب ہو گیا یارِ بلال رضؓ	زخم خار اس کے ہیں گلزار و نہال
گر ز زخم خار تن غربال شد	جان و جسمم گلشن اقبال شد
جسم زخم خار سے غربال ہے	جان اور تن گلشن اقبال ہے
تن بہ پیش زخم خار آں جہود	جان من مست و خراب آں ودود
جسم ہے میرا پئے زخم یہود	جان میں ہے مستی عشق ودود
بوئے جانی سوئے جانم مے رسد	بوئے یار مہربانم مے رسد
بوئے جاناں بھر رہی ہے جان سے	بوئے یار مہرباں آئی مجھے

حضرت صدیق رضؓ آنحضرت صلعم کے حضور میں

از سوئے معراج آمد مصطفیٰؐ	بر بلالش حبذا آں حبذا
مصطفیٰؐ معراج سے لوٹے ادھر	مرحبا اُن کے بلال رضؓ پاک پر
چونکہ صدیق از بلال دم درست	ایں شنید از توبہ او دست شست
دیکھ کر صدیق رضؓ یہ حال بلال رضؓ	توبہ سے مایوس تھے اُن کی کمال

بعد ازاں صدیق نزد مصطفےٰ | گفت حال آں بلالؓ باصفا

بعد ازاں پیش جناب مصطفےٰ | کہدیا حال بلال رضؓ باصفا

کاں فلک پیمائے میموں بال چست | ایں زماں از عشق اندر دام تست

آسماں پیما ہے اک فرخ ضمیر | آپ کے دام محبت میں اسیر

باز سلطان ست زاں جغداں برنج | در حدث مدفون شدست آں زفت گنج

باز سلطاں کو ہے اُن چغدوں سے رنج | دفن ہے کیسی نجاست میں وہ گنج

جغدہا بر باز استم مے کنند | پر و بالش بے گناہے میکنند

جغد کرتے ہیں ستم اُس باز پر | بے گنہ نوچتے ہیں اُس کے بال و پر

جرم او اینست کو بازست و بس | غیر خوبی جرم یوسفؑ چیست بس

جرم یہ ہے باز ہے وہ باوفا | جرم یوسفؑ ہے سوا خوبی کے کیا

جغد را ویرانہ باشد زاد و بود | ہست شاں بر باز زاں خشم و جحود

جغد کا ویرانہ میں ہوتا ہے گھر | باز سے ہے اس لئے ترچھی نظر

کہ چرا مے یاد آری تو ازاں | لالہ زار و جوئبار و گلستاں

کس لئے کرتا ہے یاد اے بے زباں | لالہ زار اور جوئبار اور گلستاں

یا چرا یادت بود زاں دیار | یا ز قصر و ساعد آں شہریار

یاد کیوں آتا ہے تجھ کو وہ دیار | قصر شاہی اور دست شہریار

در دہ چغداں فضولی مے کنی | فتنہ و تشویش در مے افگنی

گاؤں میں چغدوں کے بک کر بیہودہ | فتنہ و تشویش دیتا ہے بڑھا

مسکن ما را کہ شد رشک اثیر[۱] | تو خرابہ دانی و خوانی حقیر

گھر ہمارا جو کہ ہے رشک اثیر | جانتا ہے تو خرابہ اور حقیر

۱؎ آسمان ۱۲

تیشہ آوردی کہ تا چشمہ این ما — مر ترا سازند شاہ و پیشوا

دیتا ہے وہ دو کے کہ چشموں کا جتھا — تجھ کو سلطان مان لے یا پیشوا

وہم و سودائے در ایشاں مے تنی — تا ہم این فردوس ویراں میکنی

وہم و سودا ان میں پھیلاتا ہے تو — خلد کو ویران ٹھہراتا ہے تو

بر سرت چنداں نہیم ایسے صفات — تا نگوئی ترک شد پر ترہات

اتنی وصولیں سر پہ باندھیں گے ترے — تاکہ چھوڑے تو فریب اور مکر سے

پیش مشرفا چار میخش مے کنند — تن برہنہ شاخ خارش مے زنند

چار میخہ کر کے وہ تنبیل سحر — مارتے ہیں خار ننگے جسم پر

از تنش صد جائے خوں بر مے جہد — او احد مے گوید و سر مے نہد

سو جگہ سے خون ہوتا ہے رواں — وہ "احد" کہتا ہے ۔ ہو کر ناتواں

پند ہا دادم کہ پنہاں دار دیں — سر بپوشاں از جہودان لعیں

کی نصیحت دیں مت رکھ سب پہ عیاں — ان لعینوں پہ نہ کر اس کو عیاں

عاشق ست او را قیامت آمد ست — تا در توبہ بر او بستہ شدہ است

وہ ہے عاشق اس پہ ٹوٹا حشر آہ! — ہو گیا بند اس پہ در توبہ کا شاہ!

عاشقی و توبہ یا امکان صبر — این محالے باشد اے جاں بس سطبر

عاشقی اور توبہ یا امکان صبر — ہیں محالات محبت ۔ اور جبر

توبہ کرم و عشق ہمچوں اژدہا — توبہ وصف خلق واں وصف خدا

توبہ کیڑا ۔ عشق مثل اژدہا — توبہ وصف خلق، وہ وصف خدا

عشق ز اوصاف خدائے بے نیاز — عاشقی بر غیر او باشد مجاز

عشق ہے وصف خدائے بے نیاز — عشق کرنا دوسروں سے ہے مجاز

چار میخ کرنے کی سزا عہدِ فرعون میں ایجاد ہوئی تھی۔ اس طرح کہ دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں میخیں ٹھونک کر چھاتی پر بوجھ رکھ دیا جاتا تھا۔

زانکہ آں مس را ز زر اندودہ است | ظاہرش نور اندروں دود آمدہ است

کیونکہ اس مس پر ملمع ہے عیاں | باہر اسکے نور اور اندر دھواں

چوں رود نور و شود پیدا دخاں | بفسرد عشق مجازی[1] آں زماں

نور جب رخصت ہو اور پیدا دھواں | ماند ہو عشق مجازی بے گماں

چوں شود پیدا دخان غم فزا | بفسرد عشقش بماند لے ہوا

جبکہ پیدا ہو یہ دود غم فزا | ہو ہوس باقی نہ عشق باسوا

وا رود آں حسن سوئے اصل خود | جسم ماند گندہ و رسوا و بد

حسن اپنی اصل کی جانب اُڑے | جسم گندہ اور بُرا باقی رہے

نور مہ راجع شود ہم سوئے ماہ | وا رود عکسش ز دیوار سیاہ

چاند کا جب نور لوٹے سوئے ماہ | عکس جائے اور ہوں دیوار یں سیاہ

لیک زاں نورے بود بے زندگی | لیک جانش ماند بے فرخندگی

بلکہ اس میں نور ہو سے زندگی | حسن ہو باقی نہ کچھ فرخندگی

پس بماند آب و گل بے آں نگار | گردد آں دیوار بے مہ بوا

آب و گل رہ جائے باقی بے نگار | گرد اس دیوار کے شیطان وار

قلب را کاں زر ز روے او بجست | بازگشت آں زر بکان خود نشست

تھا ملمع قلب پر زر کا کیا | لوٹ کر زر کان میں اپنی گیا

پس مس رسوا بماند دود وش | زو سیہ تر زو بماند عاشقش

رہ گیا تانبا بہت رسوا ہوا | رو سیہ تر شیفتہ اس کا ہوا

عشق بینایاں بود بر کان زر | ہر زمانے لاجرم شد بیشتر

کان سے کرتے ہیں عشق اہل نظر | جو کہ زر جاتا ہے ہر دم بیشتر

[1] مجازاً یہاں ڈاڑھی سے مراد ہے ۔

زانکہ کانرا در زری نبود شریک ٭ مرحبا اے کان زر لا شک فیک

کان کے زر میں نہیں کوئی شریک ٭ آفریں ہے کان زر لاریب[۱] فیک

ہر کہ قلب است اکند انبار کان ٭ وارود زر تا بکان از لامکان

کھوٹے کو گر کان میں کوئی ملائے ٭ لامکاں سے دُور تر وہ کان جائے

عاشق و معشوق مردہ ز اضطراب ٭ ماندہ ماہی رفتہ زاں گرداب آب

عاشق و معشوق میں ہے اضطراب ٭ رہ گئی مچھلی۔ گیا طوفان آب

عشق ربانیست خورشید کمال ٭ امر نور اوست خلقاں چوں ظلال

عشق ربانی ہے خورشید کمال ٭ سایہ خلقت امر نور ذوالجلال

آنحضرتؐ کا جناب صدیقؓ کو بیع بلالؓ کے لئے وکیل بنانا

مصطفےٰ زیں قصہ چوں گل بر شگفت ٭ رغبت افزوں گشت او را ہم بگفت

کھل گئے سنکر یہ قصہ مصطفےٰؐ ٭ کی نہ ظاہر اپنی رغبت برملا

مستمع چوں یافت ہمچوں مصطفےٰ ٭ ہر سر مویش زبانے شد جدا

مصطفےٰؐ سا سننے والا با کمال ٭ ہو گیا گویا زباں ہر بال بال

مصطفےٰ فرمود کاکنوں چارہ چیست ٭ گفت ایں بندہ مراو را مشتریست

پوچھا اسے صدیقؓ اب چارہ ہے کیا ٭ بولے میں ہوں مشتری یا مصطفےٰؐ

ہر بہا کہ گوید او را مے خرم ٭ در زیان و حیف ظاہر ننگرم

دوں گا جو کچھ مجھ سے مانگے گا وہ دام ٭ کچھ نہ دیکھوں گا میں نقصاں لاکلام

کو اسیر اللہ فی الارض آمدہ ست ٭ سخرۂ خشم عدو اللہ شدہ است

وہ اسیر عشق اب پیدا ہوا ٭ دشمنوں میں حق کے آکر گھر گیا

۱؎ یعنی تجھ میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

مصطفیٰؐ فرمود کاے اقبال جو | اندریں من بشنوم انباز تو

مصطفیٰؐ بولے کہ ہے یہ بات ٹھیک | میں بھی اس احسان میں ہوتا ہوں شریک

تو دلیلم باش و نیمے بہرِ من | مشتری شو نصف کن از من ثمن

نصف حصے کے خریدار آپ ہو | مول لائو نصف قیمت مجھ سے لو

گفت خدمت کنم رفت آں زماں | سوئے خانۂ آں جہود بے اماں

بولے میں حاضر ہوں اور رخصت ہوئے | سیدھے گھر پر اس یہودی کے گئے

گفت با خود کز کفِ طفلاں گہر | ابلہاں آساں خریدن اے پسر

دل میں سوچا دستِ طفلاں سے گہر | مول لے لینا تو ہے آسان تر

عقل و ایماں را ازیں قوم جہول | مے خرد با ملکِ دنیا[1] دیو غول

عقل و ایماں کو یہ قوم خود غرض | بیچتی ہے ملکِ دنیا کے عوض

آں چناں زینت دہد مردار را | کہ خرد زایشاں دو صد گلزار را

دے کے شیطاں زینتیں مردار کو | مول لے لیتا ہے سو گلزار کو

آں چناں مہتاب بنماید بسحر | کز خساں صد کیسہ یابد بہ سحر

اس طرح مہتاب جادو سے دکھائے | تھیلیاں نا اہلوں سے لیکے جائے

انبیا شاں تاجری آموختند | پیش ایشاں شمع دیں افروختند

انبیاء نے تاجری ان کو سکھائی | ان کے آگے شمع حکمت کی جلائی

دیو و غول و ساحراں سحر و فسوں | انبیا را در نظرشاں زشت کرد

ساحر و شیطاں نے کر کے سحر سا | انبیاء سے ان کو بدظن کر دیا

زشت گرداند بجادوئی عدو | تا طلاق افتد میانِ جفت و شو

سحر سے دشمن کے ہوتا ہے نفاق | درمیانِ مرد و زن تا ہو طلاق

[1] یعنی دنیا کو۔

دیدہ ہا شان را بہ سحرے دوختند ۔ تا چنین گوہر بخس بفروختند
خوب سی دیں اُن کی آنکھیں سحر سے ۔ تاکہ تنکے سے گہر کو بیچ دے

این گہر از ہر دو عالم برترست ۔ ہین بخر زین طفل نادان کو خرست
یہ گہر کونین سے ہے بے بہا ۔ مول اس لڑکے سے لے جو ہے گدھا

نزد خر مہرہ و گوہر یکیست ۔ آن اشک را در دُر و دریا شکیست
ہے گدھے کو ایک، کوڑی اور گہر ۔ ہے دُر و دریا میں شک اس کو مگر

منکر بحرست و گوہرہائے او ۔ کے بود حیوان دُر و پیرایہ جو
منکرِ دریا و گوہر ہے سدا ۔ اس کو خوبی کیا نظر آئے بھلا

در سر حیوان خدا ننہادہ است ۔ کو بود در بندِ لعل و دُر پرست
سر میں حیواں کے یہ قوت ہی نہیں ۔ لعل و گوہر وہ سمجھتا ہے کہیں

مر خران را ہیچ دیدی گوشوار ۔ گوش و ہوش خر چہ باشد سبزہ زار
گوشوارہ کب گدھے کو سازگار ۔ اس کے گوش و ہوش کیا ہیں؟ سبزہ زار

احسن التقویم در والتین بخوان ۔ کہ گرامی گوہرست اے دوست جان
احسن التقویم[1] پڑھ والتین میں ۔ مرتبے انسان کے تجھ پہ کھلیں

احسن التقویم از فکرت برون ۔ احسن التقویم از عرشش فزون
احسن التقویم[2] باہر فکر سے ۔ احسن التقویم افزوں عرش سے

گر بگویم قیمت آن ممتنع ۔ ہم بسوزم ہم بسوزد مستمع
قیمت اس نایاب شئے کی گر کہیں ۔ ہیں جلوں اور سننے والا بھی جلے

[1] سورۂ والتین میں خدا تعالیٰ نے ارشاد فرماتا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ یعنی بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت اور اچھی حالت پر پیدا کیا۔

[2] یعنی فکر سے بالاتر ہے۔

لب ببند آنجا و آنسو تر مران ‖ رفت آں صدیق سوئے آں خران
اس لئے خاموش رہنا چاہئے ‖ پہنچے صدیق رض اُن گدھوں کے سامنے

حلقہ بر در زد چو در را وا کشود ‖ رفت بیخود در سرائے آں جہود
دی جو دستک اور دروازہ کھلا ‖ بیخودانہ گھر میں پہنچے با صفا

بیخود و سرمست و پر آتش نشست ‖ از دہانش بس کلام سخت جست
بیخود و سرمست تھے اور گرم تھے ‖ سخت کلمے نکلے منہ سے آپ کے

کایں ولی اللہ را چوں میزنی ‖ ایں چہ حقد است اے عدو روشنی
کیوں ولی اللہ کو ہے مارتا ‖ دشمن اسلام یہ کینہ ہے کیا!

گر ترا صدقیست اندر دین خود ‖ ظلم بر صادق دلت چوں میدہد
ہے اگر تجھ میں صداقت دین کی ‖ ظالم کیوں کرتا ہے صادق پر شقی

اے تو در صدق جہودی مادۂ ‖ کایں گماں داری تو بر شہزادۂ
صدق میں بھی مادہ ہے تو مگر کہاں ‖ جو ہے شہزادے سے اتنا بدگماں

در ہمہ آئینہ کژ ساز خود ‖ منگر اے مردود نفرین ابد
تیرے دل کا آئینہ ہے کج نما ‖ دیکھ تو اس میں نہ سب کو ایک سا

آنچہ آں دم از لب صدیق جست ‖ گر بگویم گم کنی تو پا و دست
اس گھڑی صدیق رض نے جو کچھ کہا ‖ گر کہوں ـ تو تجھ کو حیرت ہو سوا

آں ینابیع الحکم ہمچوں فرات ‖ از دہانش او روان از بیجہات
چشمہ حکمت تھے وہ ـ مثل فرات ‖ چشمے ان کے منہ سے جاری بے جہات

ہمچو از سنگے کہ آبے شد رواں ‖ نے ز پہلو مایہ دارد نے میاں
جیسے اک پتھر سے پانی ہو رواں ‖ بیچ میں کچھ ہو نہ پہلو میں نشاں

اسپر خود کردہ حق آں سنگ را ‖ بر گشادہ آب مینا رنگ را
اس کو حق نے کر لیا اپنی سپر ‖ آب مینا رنگ اس سے کھول کر

همچنان کز چشمهٔ چشم تو نور	او روان کردست بے بخل و فتور
جیسے تیری آنکھ کے چشموں سے نور	کر دیا ہے اُس نے جاری بے فتور
نے ز پیه آن نیر او نے ز پوست	روئے پوشی کرده در ایجاد دوست
ہے تعلق اُس سے چربی اور پوست	آڑ ہر ایجاد میں رکھتا ہے دوست
در خلائے گوش باد جاذبش	مدرک صدق کلام و کاذبش
کان کے پردوں میں رکھ دی ہے ہوا	جھوٹ سچ دریافت کرتی ہے ہوا
این چه باد است اندران خرد استخوان	کو پذیرد صوت و حرف قصه خوان
پھر یہ کیسی ہے ہوا جز استخوان	جاذب آواز و لفظ قصہ خوان
استخوان و باد روپوش است و بس	در دو عالم غیر یزدان نیست کس
ہیں ہوا و استخواں پردہ نشیں	دو جہاں میں بجز خدا کوئی نہیں
مستمع او قائل او بے احتجاب	زانکه الاذنان من الراس اے مثاب
سننے والا ہے وہی۔ قائل وہی	کان بھی سر ہی سے ہیں اے متقی
گفت گر رحمت نمے آید برو	زر بده بستانش اے اکرام خو
بولا وہ کافر نہیں ہے رحم اگر	مول لے لو دے کے مجھ کو سیم و زر
از غمش وا خر چو میسوزد دلت	بے منونت حل شود مشکلت
مول لو اُس کو اگر جلتا ہے دل	زر سے حل ہو گی یہ مشکل متصل
گفت صد خدمت کنم پانصد سجود	بنده دارم نکو لیکن یهود
بولے سو خدمت کروں میں اور سجود	ایک خادم ہے مرا جو ہے یہود
تن سپید و دل سیاه اندر گیر	در عوض ده تن سیاه و دل منیر
تن سپید اور دل سیہ اُس کو تو لے	اُس کے بدلے میں مجھے خادم یہ دے
کس فرستاد و بیاوردان همام	بود الحق سخت زیبا آن غلام
جا کے اک شخص اُس کو لایا لا کلام	تھا وہ بیشک خوبصورت اک غلام

آں چناں کہ ماند حیراں آں جہود | آں دل چوں سنگش از جا رفت زود

تھا حسیں ایسا کہ حیراں تھا یہود | دل جو پتھر تھا ہوئی الفت نمود

حالت صورت پرستاں ایں بود | سنگ شاں از صورتے مومی شود

حال ہے صورت پرستوں کا یہی | دل ہو صورت دیکھ کر پانی سے اسی

باز گرداستیزہ و راضی نشد | کہ بیفزوں بدہ بے پیچ بد

پھر بھی جھگڑالو نہ راضی ہو سکا | اور کہا کچھ اور دو اس سے سوا

یک نشیباں نیمہ ہم بروے فزود | تا کہ راضی گشت حرص آں جہود

الغرض جب کچھ بڑھی مقدار سیم | ہو گیا راضی یہودی لئیم

بیع کرد و داد و بستد بے غرض | داد گوہر سنگ بستد در عوض

بیع کر داد و ستد کی بے غرض | لے لیا پتھر کو گوہر کے عوض

ہر خیال آنکہ سودے کردہ ام | داد اسود ابیضے آوردہ ام

تھا خیال اس کو کہ پائی منفعت | کالی دے کر لی گئی گوری گھرت

یہودی کا حضرت صدیقؓ پر ہنسنا

منعقد چوں گشت بیع اندر میاں | یافت ایجاب و قبول ہر دواں

جب ہوا داد و ستد کا فیصلہ | اور ایجاب و قبول ان میں ہوا

قہقہہ زد آں جہود سنگدل | از سر افسوس و طنز و غش و غل

سنگدل کافر نے مارا قہقہا | خوب ہی طنز و تمسخر سے ہنسا

گفت صدیقش کہ ایں خندہ چہ بود | در جواب پرسش او خندہ فزود

بولے صدیقؓ اس قدر ہنستا ہے کیوں | اور بھی ہنسنا ہوا اس کا فزوں

گفت اگر جدت نبودے و اہتمام | در خریداری ایں اسود غلام

جو لا کر کرتے نہ اتنا اہتمام | مول لینے کے لئے زنگی غلام

من ز استیزہ سیہ افروختم	خود بعشر ارزشش بفروختم
میں نہ ہوتا اس قدر افروختہ	بیچتا دو نصف دینا کو برملا
کہ بنزد من پشیز و نیم دانگ	تو گراں کردی بہایش را بہانگ
میرے نزدیک اس کی قیمت کچھ نہ تھی	آپ نے قیمت بڑھا دی آپ ہی
پس جوابش داد صدیقؓ اے غبی	گوہرے دادی بجوزے چوں صبی
یوں جواب اس کو دیا صدیقؓ نے	دے دیا کوڑی میں اک موتی بچے
او بنزد من ہمے ارزد دو کون	من بجانش ناظرستم تو بلون
دو جہاں ہے اس کی قیمت بے درنگ	میں نے اس کی روح دیکھی ہے تو رنگ
زر سرخ است و سیہ تاب آمدہ	از برائے رشک این احمق کدہ
سرخ سونا بن کے آیا تھا سیاہ	رشک سے احمق کدہ تا ہو تباہ
دیدۂ این ہفت رنگ جسمہا	در نیابد زین نقاب آن روح را
رنگ ظاہر دیکھنے والے ہیں جو	کس طرح پردے میں دیکھیں روح کو
گر مکیسی کردہ در بیع بیش	دادمے من جملہ ملک و مال خویش
بیع میں ہوتی زیادہ گر جدال	میں تجھے دیتا سب اپنا ملک و مال
ور مکیس افزودئی من ز اہتمام	دامنے زر کردمے از غیر وام
اور بھی اصرار اگر بڑھتا ترا	قرض لے کر تجھ کو دیتا میں بھلا
سہل دادی زانکہ ارزاں یافتی	در ندیدی حقہ را نشگافتی
تجھ کو سستا تھا ملا سستا دیا	موتی دیکھا اور نہ ڈبہ ہی کھلا
حقہ سربستہ جہل تو بداد	زود بینی کہ چہ غبنت اوفتاد
ڈبہ سربستہ دیا تو نے مجھے	اب کھلیگا کیا ہوا نقصاں تجھے
حقہ پر لعل را دادی بباد	ہمچو زنگی در سیہ روئی تو شاد
بیچ کے ڈبہ موتیوں کا نامراد	مثل زنگی ہے سیہ روئی میں شاد

عاقبت استارہ گوئی لے ۔۔۔ بخت و دولت چوں نمی شد خود کہنہ
آخر کار ایک دن پہنچا لے گیا ۔۔۔ بخت و دولت کوئی کھوتا ہے بتا؟

بخت با جامہ غلامانہ رسید ۔۔۔ چشم بد بخت بجز ظاہر ندید
جیسے ہیں خادم کے دولت آئی تھی ۔۔۔ آنکھ تھی بد بخت ظاہر ہیں تری

او ز خود ست بندگی خویشتن ۔۔۔ خوئے زشتت کرد باد و کر و فن
بندگی کا حق کیا اُس نے ادا ۔۔۔ تیری خو نے بدلے مگر اس سے کیا

این سیاہ اسرار تن اسپید را ۔۔۔ بت پرستانہ بگیر اے ژاژ خا
پس سیہ دل اور گورا جسم کا[لہ] ۔۔۔ بت پرستانہ تو لے اے ژاژ خا

این ترا و آں مرا بردیم سود ۔۔۔ بہر تو جامہ ولی دیں اے جہود
پس ترا وہ میرا یہ ہم اچھے رہے ۔۔۔ دین تیرا تجھ کو میرا دیں مجھے

خود سزا ہست بت پرستاں را بود ۔۔۔ جلش اطلس است او چوبیں بود
بت پرستوں کی یہی تو ہے سزا ۔۔۔ جھول اطلس کی ہے گھوڑا لکڑی کا

ہمچو گور کافراں پر دود و تار ۔۔۔ وز بروں بربستہ صد نقش و نگار
مثل گور کافراں تاریک و تار ۔۔۔ اور باہر سے بڑے نقش و نگار

ہمچو مال ظالماں بیروں جمال ۔۔۔ وز درونش خون مظلوم و وبال
مال ظالم کی طرح باہر جمال ۔۔۔ اور اندر خون مظلوم و وبال

چوں منافق از بروں صوم و صلوۃ ۔۔۔ وز دروں خاک سیاہ و بے ثبات
جوں منافق ظاہرا صوم و صلوۃ ۔۔۔ باطنی خاک سیہ اور بے ثبات

ہمچو ابرے بے نم پُر قر و قُر ۔۔۔ نے دراں نفع زمیں نے قوت بر
خشک بادل جیسے گرجوں سے بھرا ۔۔۔ نفع مٹی کو نہ میووں کو غذا

لہ اُس غلام سے مراد ہے جو حضرت بلالؓ کے عوض میں یہودی کو حضرت صدیق اکبرؓ نے دیا تھا۔

ہمچو وعدہ مکر و گفتار دروغ   آخرش رسوا و اول با فروغ
مثل وعدہ مکر و گفتار دروغ   اول اول با فروغ آخر ذلیل

بعد ازاں بگرفت دست آں بلالؓ   آں کہ دست از زخم محنت چوں خلال
ہاتھ پھر پکڑا بلالؓ زار کا   جن کا تن ایذا سے تھا لاغر ہوا

شد خلالے در دہانے راہ یافت   جانب شیریں زبانے مے شتافت
تھے خلال - ان کو ملی راہِ دہاں   اور دوڑے وہ سوئے شیریں زباں

آوریدش تا بنزد آں رسولؐ   کہ بجان او کردہ بودش قبول
لائے آخر ان کو نزدیکِ رسولؐ   جن کا دیں ان کو تھا دل جاں سے قبول

چوں بدید آں خستہ روئے مصطفٰےؐ   گفت طبتم فادخلوھا بابھا
جب انہوں نے دیکھا روئے مصطفٰےؐ   بولے۔ خوش ہو کھل گیا در خلد کا

چوں بلالؓ ایں را شنید از مصطفٰےؐ   خر مغشیا فتاد او بر قفا
سن کے تقریرِ رسولؐ ذوالجلال   گر پڑے غش ہو گئے فوراً بلالؓ

تا بدیرے بیخود و بیہوش ماند   چوں بہوش آمد ز شادی اشک راند
دیر تک بیہوش اور بیخود رہے   ہوش میں آئے تو بس رونے لگے

مصطفٰےؐ اش در کنار خود کشید   کس چہ داند بخششے کو را رسید
مصطفٰےؐ نے لے لیا آغوش میں   کوئی کیا جانے دیا کیا جوش میں

چوں بود مسے کہ بر اکسیر زد   مفلسے بر گنج پُر زر بر زد
کیا ہو جب اکسیر سے تانبا ملے   اور اک مفلس ہو فائز گنج سے

ماہیِ پژمردہ در بحر او فتاد   کاروانِ گم شدہ زد بر رشاد
ماہیِ پژمردہ دریا میں گری   کارواں گم گشتہ کو منزل ملی

آں خطابے کہ گفت آں دم نبیؐ   گر زند بر شب برآید از شبی
جو خطاب اُس وقت حضرتؐ نے دئے   شب کو مل جائیں تو وہ شب کیوں رہے

روزِ روشن گردد آں شب چوں حمل	من تانم باز گفت آں اصطلاح
روزِ روشن ہو وہ شب مثلِ سحر	اصطلاحاً [illegible] ں میں بیشتر
خود تو دانی کآفتاب اندر حمل	تا چہ گوید با نباتات و با دقل
جبکہ ہو برجِ حمل میں آفتاب	پیڑ بوٹوں سے ہیں کیسے شباب
خود تو میدانی کہ آں آبِ زلال	مے چہ گوید با ریاحین و نہال
خود تجھے معلوم ہے آبِ زلال	باغ کو کرتا ہے تند درجہ نہال
صنعِ حق با جملہ اجزائے جہاں	چوں دم و حرفست از افسوں گراں
صنعتِ حق ساری دنیا پہ بہم	ایسی ہے جس طرح جادوگر کا دم
جذبِ یزداں با اثرہا و سبب	صد سخن گوید نہاں بے حرف و لب
جذبِ خالق کا اثر اور ہر سبب	سینکڑوں باتیں کہے بے حرف و لب
نے کہ تاثیر از قدر معمول نیست	لیک تاثیرش ازو معقول نیست
یوں تو تاثیر قدر معمول ہے	پر اثر اس کا کہاں معقول[1] ہے
چوں مقلد بود عقل اندر اصول	واں مقلد در فروعش اے فضول
جب اصولاً ہے مقلد عقل تو	پھر فروعاً بھی مقلد مان لو
گر بپرسد عقل چوں باشد مرام	گو چنانکہ تو ندانی والسلام
عقل اگر پوچھے ہوا کس طرح کام	کہہ دو "جیسے تو نہ جانے" والسلام

حضرت صدیقؓ پر آنحضرتؐ کا عتاب

سیدِ کونین سلطانِ جہاں	در عتاب آمد زمانے بعد ازاں
سیدِ کونین سلطانِ جہاں	دفعتاً غصہ میں آئے بعد ازاں

[1] یعنی سمجھ میں نہیں آتا۔

گفت اے صدیقؓ آخر گفتمت　　کہ مرا انباز کن در مکرمت
بولے اے صدیقؓ میں نے تھا کہا　　میری شرکت میں تو اس کو مول لا

تو چرا تنہا خریدی بہر خویش　　باز گو احوال اے پاکیزہ کیش
کیوں خریدا تو نے خود اپنے لئے　　حال اس کا کچھ بتانا چاہیئے

گفت ما دو بندگان کوئے تو　　کردمش آزاد من بر روئے تو
بولے، دونوں ہیں اسی در کے غلام　　کر دیا آزاد میں نے لا کلام

تو مرا میدار بندہ و یار غار　　ہیچ آزادی نخواہم زینہار
تو مجھے رکھ اپنا بندہ اور یار　　میں نہیں آزادیوں کا خواستگار

کہ مرا از بندگیت آزادی ست　　بیتو بر من محنت و بیداد ہست
میری آزادی ہے بس یہ بندگی　　ظلم ہے مجھ پر جدائی آپ کی

اے جہاں را زندہ کردہ ز اصطفا　　خاص کردہ عام را خاصہ مرا
آپ نے زندہ جہاں کو کر دیا　　عام کو خاص اور مجھے مختص کیا

خوابہا می دید جانم در شباب　　کہ سلامم کرد قرص آفتاب
میں نے دیکھا تھا جوانی میں یہ خواب　　کہ سلامیں کر رہا ہے آفتاب

از زمینم بر کشید او تا سما　　ہمرہ او گشتہ بودم ز ارتقا
آسماں پر مجھ کو کھینچا خواب سے　　ساتھ اس کے بڑھ گئے رتبے مرے

گفتم ایں ماخولیا بود و محال　　ہیچ گردد مستحیلے وصف حال
میں نے اس کو خبط جانا اور محال　　کیا کبھی ہوتا ہے ناممکن کبھی حال؟

چوں ترا دیدم بدیدم خویش را　　آفریں آں آئینہ خوش کیش را
آپ کو دیکھا تو خود آیا نظر　　آفریں آئینۂ خوش کیش پر

چوں ترا دیدم محالم حال شد　　جان من مستغرق اجلال شد
حال تجھ کو دیکھ کر ٹھہرا محال　　ہو گیا مستغرق جاہ و جلال

چوں ترا دیدم من اے روح البلاد — شہر ایں خورشید از چشمم فتاد
آپ کو دیکھا جو اے شہروں کی جاں — گر گیا سورج نظر سے بے گماں

گشت عالی ہمت از تو چشم من — جز بخواری ننگرم اندر زمن
آپ سے آنکھوں کی ہمت بڑھ گئی — ذلت و خواری ہے دنیا میں بھری

نور جستم خود بدیدم نورِ نور — حور جستم خود بدیدم رشک حور
نور ڈھونڈا اور دیکھا نورِ نور — حور کو ڈھونڈا تو پایا رشک حور

یوسفے جستم لطیف و سیم تن — یوسفستانے بدیدم در تو من
ڈھونڈا اک یوسف لطیف و سیم بر — یوسفستاں آپ کو دیکھا مگر

در پے جنت بدم در جستجو — جنتے بنمود از ہر جزو تو
جستجوئے خلد میں تھا میں پڑا — آپ کا ہر جزو جنت بن گیا

ہست ایں نسبت بمن مدح و ثنا — ہست ایں نسبت بتو قدح و ہجا
میری نسبت سے یہ ہے مدح و ثنا — آپ کی نسبت سے ہجو بر ملا

ہمچو آں مرد چوپان سلیم — مر خدا را پیش موسےٰ کلیم
قدح جیسے تھا گڈریا کر رہا — اُس خدا کی پیش موسیٰ با صفا

کہ بجویم اشپشت شیرت دہم — چارقت وا دوزم و پیشت نہم
ہیں جوئیں دیکھوں تری اور دودھ دوں — سامنے جوتا ترا سی کر رکھوں

قدح او راحق بمدحے برگرفت — گر تو ہم رحمت کنی نبود شگفت
ہجو اُس کی مدح سمجھا کبریا — آپ بھی رحمت کریں تو ہے بجا

رحم فرما بر قصور فہمہا — اے ورائے فہمہا و وہمہا
رحم اے آقا قصورِ فہم پر — تُو تو فہم و وہم سے ہے دور تر

ایہا العشاق اقبال جدید — از جہان کہنہ نو دور رسید
اے کہاں عشاق اقبال جدید — ہے جہانِ کہنہ میں دورِ سعید

این جہاں کو چارۂ بیچارہ جوست | صد ہزاراں نادرہ عالم دروست

چارۂ بے چارگاں ہے جو جہاں | ہیں نوادر اس میں اب جلوہ کناں

ابشروا یا قوم اذ جاء الفرج | افرحوا یا قوم قد زال الحرج

مژدہ ہو اے قوم فرحت آ گئی | جشن منا اے قوم اب سختی گئی

آفتابے رفت در کازہ ہلال | در تقاضا کہ ارحنا یا بلالؓ

آفتاب آیا سوئے بیت ہلال | یہ تقاضا ہے کہ راحت[1] دے بلالؓ

زیر لب مے گفتے از بیم عدو | کوری او بر منارہ رو بگو

خوف سے دیتا تھا زیر لب اذاں | چڑھ کے اب مینار پر دے بے گماں

مے دمد در گوش ہر غمگیں بشیر | خیز اے مدبر رہ اقبال گیر

ہے بشارت، از پئے ہر غمزدہ | بد نصیب، اقبال کا لے راستہ

اے دریں حبس و دریں گندہ پیش | ہیں کہ تا کس نشنود رستی خمش

چھوڑ کر یہ قید اور یہ گندگی | چپ نکل جاتا نہ واقف ہو کوئی

چوں کنی خامش کنوں اے یار من | کز بن ہر مو برآمد طبل زن

لیکن اب خاموش تو کیونکر رہے | ہر بن مو سے ہیں نقارے بجے

آں چناں کر شد عدو در شک خود | کو بدیں چندیں دہل را بانگ کو

اس قدر بہرا ہے دشمن بالیقیں | ڈھول کی آواز بھی سنتا نہیں

مے زند بر روش ریحاں کہ طیست | او ز کوری گوید ایں آسیب چیست

پھول تازہ تو ہے اس پر پھینکتا | کہتا ہے اندھا یہ آئی کیا بلا

مے شکنجد نور و دستم مے کشد | کور حیراں کز چہ دردم مے کشد

ہاتھ میرا نور کھینچے ہے بتا | کور حیراں ہے کہ ہے یہ درد کیا

[1] مراد یہ ہے کہ اذاں دے کر راحت پہنچا۔

این کشاکش چیست بر دست ستم — خفتہ‌ام بگذار تا خوابے کنم

کیا کشاکش ہے یہ میرے جسم پر — سو رہا ہوں سونے دے حیراں نہ کر

آنکہ در خوابش ہمے جوئی ویست — چشم بکشا کاں بہی نیکو پیست

خواب میں ڈھونڈتا تھا جس کو ہے یہی — کھول آنکھیں دیکھ صورت چاند سی

زاں بلاہا بر عزیزاں بیش بود — کاں تجمش یار با خوباں نمود

عاشقوں پر یوں بلائیں ہیں سوا — یار گل رویوں پہ سب شیدا ہو گیا

لاغ با خوباں کند در ہر دمے — نیز کوراں را بشوراند گہے

چھیڑ معشوقوں سے کرکے ہر گھڑی — ڈالتا ہے شورشیں اندھوں میں کبھی

خویش را یکدم بدیں کوراں دہد — تا غریو از کوئے کوراں بر جہد

کرتا ہے اُن کے حوالے آپ کو — تا کہ ان اندھوں میں پیدا شور ہو

بلال اور اس کے شوق ایمان کا قصہ

چوں شنیدی بعضے از قصۂ بلال — بشنو اکنوں قصۂ ضعف ہلال

سن چکا تو کچھ حکایات بلال — سن ذرا اب قصۂ ضعف ہلال

از بلال او بیش بود اندر روش — خوئے بد را پیش کردہ بد کنش

یہ روش میں ابھی اُن سے بڑھ گئے — خوئے بد کھو دی سب اپنی ذات سے

نے چو تو پس رو کہ ہر دم پست ترے — سوئے سنگے میروی از گوہرے

نہ ایسے تو ہے جیسا پست تر — سنگ پر مائل ہے گوہر چھوڑ کر

ہمچناں کاں خواجہ را مہماں رسید — خواجہ از ایام سالش بر پرسید

جیسے اک خواجہ کا تھا اک میہماں — پوچھا خواجہ نے ہے کیا عمر اے جواں

؎ ان اشعار میں اندھے سے مراد "مجازی عشق" ہے ؎

گفت عمرت چند سال است اے پسر	باز گوے در مدزد و بر شمر
کے برس کی عمر ہے اب اے پسر	صاف کہہ کوئی فریب اس میں نہ کر
گفت ہجدہ ہفدہ نے شانزدہ	اے برادر خواندہ یا کہ پانزدہ
پہلے اٹھارہ کہا پھر سترہ	پھر کہا سولہ، بالآخر پندرہ
گفت واپس واپس اے خیرہ سرت	باز میرو تا بکس مادرت
بولا خواجہ لوٹ جا اے خیرہ سر	کس مادر تک یونہی جا لوٹ کر
آں یکے اسپے طلب کرد از امیر	گفت رو آں اسپ اشہب را بگیر
مانگا اک گھوڑا کسی نے ایک سے	بولا جا وہ سبزہ[1] گھوڑا کھول لے
گفت آں را من نخواہم گفت چوں	گفت او واپس رو است و بس حروں
بولا وہ لوں گا نہیں، پوچھا یہ کیا!	بولا وہ پس رو ہے اور سرکش بڑا
سخت پس پس میرود او سوئے بن	گفت دمش را بسوئے خانہ کن
ڈالتا ہے جانب پس اپنے سم	بولا خواجہ گھر کی جانب کر دے دم
دم ایں استور نفست شہوت ست	زاں سبب پس پس رود آں خود پرست
دم ہے شہوت نفس کی پہچان لے	اس کے پیچھے پڑ لیے اس لئے
شہوت او را کہ دم آمد ز بن	اے مبدل شہوت عقبیش کن
اس کی شہوت کو جو دم ہے اے فلاں	گر دہ تاک سے بدل دے بے گماں
چوں ببندی شہوتش را از رغیف[2]	سر کند آں شہوت از عقل شریف
روکے گا تکیا سے شہوت کو اگر	عقل میں پیدا ہو گی وہ شہوت جلوہ گر
ہمچو شاخے کہ ببری از درخت	سر کند قوت ز شاخ اے نیکبخت
جس طرح جب شاخ کاٹیں پیڑ کی	شاخ میں پیدا ہو اک قوت نئی

ا؎ سبزہ - ابلق

۲؎ کم کھانے سے مراد ہے

چونکہ کردی دمِ او را آن طرف	گر رود واپس رود تا مکتنف
دم جو کردی اُس طرف لے خوش نگاہ	اب وہ لوٹے گا سوئے جائے پناہ
چند اسپان را ہم پیش رو	سے بسے روئے حرونی را گرو
ہیں مبارک پیشرو اسپان رام	جو نہ سرکش ہیں نہ پس رو لاکلام
گرم رو چون جسمِ موسیٰ کلیم	تا بہ بحرینش چو پیشانئے کلیم
تیز رو ہیں صورتِ جسمِ کلیمؑ	مجمع البحرین تھا اُمید کلیمؑ[1]
ہست ہفصد سالہ راہِ آن حقب	کہ بکرد او عزم در سیران حقب
ہفت صد سالہ تھا رستہ بحر کا	جب ارادہ سیر کا اُس نے کیا
ہمت سیرِ تنش چون این بود	سیرِ جانش تا بہ علیین بود
جب ہو سیرِ تن کی ہمت اس قدر	سیرِ جاں کیوں ہو نہ علیین[2] پر
شہسواران در سباقت تاختند	خربطان در پایگاہ انداختند
لے گئے سبقت جو گذرے شہسوار	تھے جو بیٹھے گندگی میں ہیں نزار
آن چنانکہ کاروانے در رسید	در دہے آمد درے را باز دید
جیسے اک قصبے میں پہنچا قافلا	دیکھا اُس نے اک گھر کا دروازہ کھلا
آن یکی گفتا درین سرمائے سخت	چند روز اینجا بنہید از پئے رخت
ایسے جاڑے میں کہاں سردی میں جائیں	آؤ کچھ دن تک یہیں بستر جمائیں

[1] یعنی حضرت موسیٰؑ جب حضرت خضرؑ کی ملاقات کے لیے مجمع البحرین کی طرف چلے تو گو اس کی مسافت سات سو برس کی راہ تھی مگر شوق و محبت کی وجہ سے ایک کھیل سے زیادہ نہ تھی۔ کما قال اللہ تعالیٰ وقال موسیٰ لفتٰہ لا ابرح حتّٰی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا۔ یعنی حضرت موسیٰؑ نے اپنے شاگرد سے کہا کہ میں ہمیشہ اس کی طلب میں رہوں گا۔ چاہے کتنے ہی سال گذر جائیں۔

[2] بہشت کے اعلیٰ ترین درجے۔

بانگ آمد نے بند از بروں | وانگہانے اندر آ تو اندروں
آئی اک آواز سامان چھوڑ کر | اندر آ آنے کی خواہش ہے اگر

ہم بروں افگن ہر آنچہ افگندی ست | در ہیا با آنکہ ایں مجلس سنی ست
پھینک دے باہر جو کچھ ہے پھینکنا | ہے یہ اک محفل بزرگ و پُر ضیا

بد بلال استاد و دل جاں روشنے | سائس و بندہ امیر مومنے
تھا بلال رض استاد روشن دل تمام | ایک مومن کا تھا سائیس اور غلام

سائسی کردے و در آخر آں غلام | لیک سلطان سلاطین بندہ نام
اصطبل میں گو وہ اک سائیس تھا | شاہوں کا تھا شاہ، بندہ نام کا

سائس اسپان و نفس خویش ہم | از خراوال کس نشدہ در پیش ہم
نفس کا سائیس تھا، گھوڑوں کا بھی | پھیر لوگوں کی نہ آئیں کے در پہ تھی

آں امیر از حال بندہ بے خبر | کہ نبودش جز بلیسا نہ نظر
حال سے اس کے تھا خواجہ بے خبر | بلکہ ابلیسانہ تھی اس کی نظر

آب و گل میدید و در وے گنج نے | پنج و شش میدید و اصل پنج نے
آب و گل دیکھا نہ دیکھا گنج زر | پنج و شش میں اصل سے تھا بیخبر

رنگ طیں میدید و در وے دیں نہاں | ہر پیمبر ایں چنیں بد در جہاں
ظاہرا مٹی تھی اور دیں تھا چھپا | ہر پیمبر دہر میں ایسا ہی تھا

آں ستارہ دید و بپوشیدے مرغ نے | پر ستارہ شاہباز پر رفتہ
دیکھا ستارہ نہ مرغ آیا نظر | مرغ بھی کیسا کہ تھا عالی گہر

وانکہ میدید مرغ پر زنے | لیک موئے بر زبان مرغ نے
دیکھتا تھا مرغ پر بن دوسرا | بال لیکن مرغ کے منہ پر نہ تھا

آنکہ او ینظر بنور اللہ بود | ہم ز مرغ و ہم ز موئے آگہ بود
ہو جو کوئی ناظر نور خدا | دیکھے بال اور مرغ دونوں برملا

گفت آخر چشم سوئے موئے نہ	تا ببینی مو نہ بکشا پد گرہ
مرغ و مو دونوں پہ رکھ اپنی نظر	کیا گرہ وا ہو، نہ دیکھے بال اگر
آں یکے گل و پایش در وحل	واں دگر دل دید بہر علم و عمل
دیکھی اس نے پیچ میں نقشیں گل	اس نے دیکھا علم سے لبریز دل
تن منارہ علم و طاعت ہمچو مرغ	خواہ سی صد مرغ گیر و یا دو مرغ
تن منارہ علم و طاعت مرغ جاں	تین سو لے مرغ یا دو، جانِ جاں
مرد اوسط مرغ بین ست او و بس	غیر مرغے مے نبیند پیش و پس
مردِ اوسط ہیں وہی ہے جہاں سے	جو نہ دیکھے ما سوا اک مرغ کے
موئے آں نوریست پنہاں آن مرغ	کہ بدو پایندہ باشد جان مرغ
بال کیا ہے، نورِ پنہاں مرغ کا	جس سے جانِ مرغ کو ہے اک بقا
مرغ کاں مو نیست در منقار او	ہیچ عاریت نباشد کار او
مرغ جو رکھتا ہے موئے عنبریں	عاریت کاموں میں اس کے کچھ نہیں
علم او از جان او جوشد مدام	پیش او نے عاریت باشد نہ وام
ذات سے اس کی ہے جوشش علم بھی	عاریت کی ہے نہ حاجت قرض کی

بلال رضؓ کی بیماری اور آنحضرتؐ کی بیمار پرسی

از قضا رنجور شد روئے بلال	مصطفیٰ را وحی شد غماز حال
ہو گیا بیمار اک دن وہ بلالؓ	مصطفیٰ پر وحی نے کھولا یہ حال
بد ز رنجوریش خواجہ بے خبر	کہ برو بد کساد و بے خطر
خواجہ تھا اس کے مرض سے بے خبر	کیونکہ وہ ناقدرداں تھا سربسر

ے تین سو مرغ سے مراد کثرتِ علم ہے اور دو مرغ یعنی قرآن وحدیث جو اصل
علوم ہیں ۱۲

خفتہ شد روز اندر آخر محسنے ‖ ہیچ کس از حال او آگاہ نے
سوتا تھا اصطبل میں نو روز سے ‖ لوگ اس کے حال سے واقف نہ تھے
آنکہ کس بود و شہنشاہ و کساں ‖ عقل چوں صد قلزمش ہر جا رواں
مصطفیٰ تھے بادشاہ بیکساں ‖ مثل صد قلزم تھی عقل ان کی رواں
وحیش آمد رحیم حق غمخوار شد ‖ کہ فلاں مشتاق تو بیمار شد
وحی لائی رحمت رب جلیل ‖ وہ جو ہے مشتاق تیرا ہے علیل
مصطفیٰ بہر بلال باشرف ‖ رفت از بہر عیادت آں طرف
مصطفیٰ بہر بلال باشرف ‖ پہنچے کرنے کو عیادت اس طرف
در پئے خورشید وحی آں مہ رواں ‖ واں صحابہ در پئش چوں اختراں
چاند بہر وحی کے پیچھے چلا ‖ مثل انجم اس کے پیچھے اصفیا
ماہ می‌گوید کہ اصحابی نجوم ‖ للسری قدوہ و للطاغی رجوم
تارے ہیں اصحاب - ہے ارشاد ہاں ‖ رہبر شب رو - رجوم سرکشاں
میر را گفتند کاں سلطاں رسید ‖ او ز شادی بیدل و جاں برجہید
آمد سلطاں کی خواجہ کو خبر ‖ جب ملی - خوش ہو گیا وہ سربسر
برگمان آں ز شادی زد دو دست ‖ کاں شہنشہ بہر آں میر آمدہ است
اس خوشی سے تھا بجاتا تالیاں ‖ میرے پاس آئے ہیں سلطان جہاں
چوں فرود آمد ز غرفہ آں امیر ‖ جاں ہمے افشاند پامزد بشیر
آیا کوٹھے سے اتر کر وہ امیر ‖ جاں چھڑکی، بہر پا مزد بشیر

لہ اصحاب کبار رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اَصحابی کالنجوم بایّہم اقتدیتم اہتدیتم - یعنی میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے ۔ سہ رات کو چلنے والا سہ اٹھا بہکانے والے ۔ ٭ خبر مقدم ۔

پس زمیں بوس و سلام آورد او ‖ کرد رخ را از طرب چوں ورد او

پھر زمیں بوسی، کہا اس نے سلام ‖ منہ خوشی سے مثلِ گل تھا لالہ فام

گفت بسم اللہ مشرف کن وطن ‖ تا کہ فردوسے شود ایں انجمن

بولا بسم اللہ! حاضر ہے وطن ‖ غیرتِ فردوس ہو یہ انجمن

تا فزاید قصرِ من بر آسماں ‖ تا کہ دیدم قطبِ دوران زماں

گھر یہ رشتے میں ہو رشکِ آسماں ‖ سامنے ہے قطبِ دوران و زماں

گفتش از بہرِ عتاب آں محترم ‖ من برائے دیدنِ تو نامدم

بولے غصے سے اسے سلطانِ دیں ‖ تجھ سے ملنے میں یہاں آیا نہیں

گفت روحم بہرِ تو خود روح چیست ‖ ہاں بفرما کیں تجشّم بہرِ کیست

بولا میری روح حضرتؐ پر فدا ‖ اور بتائیے باعثِ تکلیف کیا؟

تا شوم من خاکِ پائے آں کسے ‖ کہ بباغِ لطف نشتش مغرسے

تاکہ خاکِ پا بنوں اس شخص کی ‖ ہے عنایت آپ کی جس پر ہوئی

چوں چنیں گفت او و نخوت ہا براند ‖ مصطفٰیؐ ترکِ عتاب او و بخواند

جب وہ عاجز ہو کے یوں کہنے لگا ‖ ہو گیا کم شد عتابِ مصطفٰےؐ

پس بگفتش کاں ہلالِ عرش کو ‖ ہمچو مہتاب از تواضع فرش کو

وہ ہلالِ عرش، پوچھا، ہے کہاں؟ ‖ چاندنی کی طرح پامالِ جہاں

آں شہے در بندگی پنہاں شدہ ‖ بہرِ جاسوسی بدنیا آمدہ

ہے جو بندہ میں چھپا وہ بادشا ‖ بہرِ جاسوسی جو ہے آیا ہوا

تو مگو کاں بندہ و آخر چی ماست ‖ ایں بداں کہ گنج در ویرانہاست

یہ نہ کہہ وہ ہے طویلہ کا غلام ‖ گنج ویرانے میں ہے وہ لاکلام

اے عجب چونست از سقم آں ہلال ‖ کہ ہزاراں بدر ہستش پائمال

کیا ہے بیماری سے اب حالِ ہلالؓ ‖ ہیں ہزاروں چاند جس کے پائمال

گفت از رنجش مرا آگاہ نیست ۔ لیک بس روزے چند بر درگاہ نیست

بولا خواجہ رنج سے ہوں بے خبر ۔ وہ کئی دن سے نہیں آیا ادھر

صحبت او با ستور و اشتر است ۔ سائس است و منزل او آخر است

اس کی صحبت میں پالی اشتر اور خر ۔ ہے وہ سائیس اور طویلے میں ہے گھر

رفت پیغمبر ﷺ برغبت بہر او ۔ اندر آخر آمد اندر جستجو

مصطفیٰ ﷺ رغبت سے ملنے کو گئے ۔ آ گئے تا اصطبل اس کو ڈھونڈنے

بود آخر مظلم و زشت و پلید ۔ این ہمہ برخاست چون بویش رسید

وہ ملوث تھا نجاست سے بھرا ۔ پہنچے جب سید تو بالکل پاک تھا

بوئے پیغمبر ببرد آن شیر نر ۔ ہمچنانکہ بوئے یوسف را پدر

سونگھی بوئے شاہ اس محبوب نے ۔ جس طرح یوسف کی بو یعقوب نے

موجب ایمان نباشد معجزات ۔ بوئے جنسیت کند جذب صفات

موجب ایماں نہیں کچھ معجزات ۔ بوئے جنسیت سے ہے جذب صفات

معجزات از بہر قہر دشمن است ۔ بوئے جنسیت سوئے دل بردن است

معجزے ہیں قہر دشمن کے لئے ۔ بوئے جنسی دلبری کے واسطے

قہر گردد دشمن اما دوست نے ۔ دوست کے گردد ببستہ گردنے

دشمنی مقہور نازاں دوستی ۔ باندھنا ہے کو نہ گردن دوست کی

اندر آمد او ز خواب از بوئے او ۔ گفت سرگین دان درون زین گونہ بو

آئی بوئے شاہ جب نکلا خواب سے ۔ بولا خوشبو ایسی تھانہ تو نہ دے

از میان پائے استوران بدید ۔ دامن پاک رسول بے ندید

پھر دل سے گئے وہ یہاں آیا نظر ۔ دامن پاک رسول بحر و بر

ف یہاں سے مولانا علیہ الرحمۃ کے اقوال ہیں ۔

پس ز رنج آخر آمد غزغزان ۔۔۔ روئے بر پایش نہاد آں پہلوان

پس گھسٹتا لوٹتا آیا اُدھر ۔۔۔ رکھ دیا پائے نبی پر اپنا سر

پس پیمبر روئے بر رویش نہاد ۔۔۔ بر سر و بر چشم درویش بوسہ داد

اُس کے منہ پر منہ پیمبر نے رکھا ۔۔۔ آنکھ سر اور چہرے پر بوسہ دیا

گفت یارا تو چہ پنہاں گوہری ۔۔۔ اے غریب عرش چونی خوشتری

بولے کیوں اے دوست اے گوہر چھپے ۔۔۔ حال کیا ہے اے مسافر عرش کے؟

گفت چوں باشد خود آں شوریدہ خواب ۔۔۔ کہ درآید در دہانش آفتاب

عرض کی ہیں تو ہوں وہ شوریدہ خواب ۔۔۔ جس کے منہ میں گھس گیا ہو آفتاب

چوں بود آں تشنۂ کو گل خورد ۔۔۔ آب از سر بنہدش خوش مے برد

کیا کرے وہ تشنہ لب کیچڑ جو کھائے ۔۔۔ پانی اس کو سر پہ رکھ کر لے ہی جائے

حضرت عیسیٰؑ کا پانی پہ چلنا اور ارشاد آنحضرتؐ

ہمچو عیسیٰ بر سرش گیرد فرات[1] ۔۔۔ کایمنے از غرقہ در آب حیات

جیسے عیسیٰؑ کو اٹھاتا تھا فرات ۔۔۔ غرق کر سکتا نہیں آب حیات

گفت احمدؐ[2] گر یقینش افزوں بُدے ۔۔۔ خود ہوایش مرکب و ہامون شدے

قول یہ ہے۔ گر یقیں ہوتا سوا ۔۔۔ خود سواری اُن کی بن جاتی ہوا

ہمچو من کہ بر ہوا راکب شدم ۔۔۔ در شب معراج مستصحب شدم

جیسے میں ہو کر ہم آغوش ہوا ۔۔۔ صحبتِ حق میں شب معراج تھا

گفت[3] چوں باشد سگے کورے پلید ۔۔۔ جست او از خواب و خود را شیر دید

بولا وہ ناپاک کتا کیا کرے ۔۔۔ خود کو دیکھے شیر اٹھ کر خواب سے

[1] فرات ایک مشہور دریا کا نام ہے۔ [2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔

[3] یہ گفتگو حضرت بلالؓ کی ہے۔

سنے چناں شیرے کہ کس تیرش زند ۔۔ بل ز بیمش تیغ و پیکاں بشکند

شیر وہ ہو تیر سے مارا نہ جائے ۔۔ بلکہ اس کے ڈر سے پیکاں تھرتھرائے

کور بر اشکم رود تا ہیچو مار ۔۔ چشم با بکشادہ در باغ و بہار

پیٹ کے بل کور سپنے مثل مار ۔۔ جب کھلیں آنکھیں ملے باغ و بہار

چوں بود آں چوں کہ از چونی رہد ۔۔ در حیاتستان بیچونی رسد

اس کو دیکھو جو کرے ترک مثال ۔۔ عالم بے چوں میں ہو فرخندہ حال

گشت چونی بخش اندر لامکاں ۔۔ گرد خوانش جملہ شیراں چوں سگاں

جب ہوا بے چونی کا قاسم لامکاں ۔۔ شیر کتوں کی طرح سے گرد خواں

او ز بے چونی دہد شاں استخواں ۔۔ در جنابت تن زن ایں سورہ مخواں

اس نے بے چونی سے ہڈی ان کو دی ۔۔ پڑھ نہ یہ سورت، نجس ہے تو ابھی

تا ز چونی غسل ناری تو تمام ۔۔ ہیں بریں مصحف منہ کف اے غلام

غسل جب تک ہو نہ چونی سے ترا ۔۔ ہاتھ اس مصحف پہ رکھنا ہے برا

گر پلیدم ور نظیفم اے شہاں ۔۔ ایں نخوانم پس چہ خوانم در جہاں

پاک یا ناپاک میں تیرا ہی ہوں ۔۔ کیا پڑھوں آخر نہ گر اس کو پڑھوں

تو مرا گوئی کہ از بہر ثواب ۔۔ غسل ناکردہ مرو در حوض آب

تو یہ کہتا ہے کہ از بہر ثواب ۔۔ جا نہ قبل غسل سوئے حوض آب

ہر کہ اندر حوض ناید پاک نیست ۔۔ وز برون حوض غیر خاک نیست

جو نہ آئے حوض میں ہو پاک کیا ۔۔ اور باہر ہے سراسر خاک کیا

گر نباشد آبہا را ایں کرم ۔۔ کہ پذیرد مر خبیث را او بہم

ہو نہ پانی میں جو یہ شان کرم ۔۔ کیوں لیا کیا نجاست کو نوازتے یا بہم

سلہ چونی۔ بے چونی کی ضد ہے جس طرح چگونگی ہے چگونگی کی مقابل مثال اور عالم

وائے بر مشتاق و بر امید او	حسرتا بر حسرت جاوید او
حیف ہو مشتاق کی امید پر	حسرت اس کی حسرت جاوید پر
آب دارد صد کرم صد احترام	کہ پلیدان را پذیرد والسّلام
حرمت و بخشش سے پانی ہیں مگر	ہے پلیدوں پر نوازش بیشتر
اے ضیاء الحق حسام الدین کہ نور	پاسبان تست از شر الطیور
اے ضیاء الحق ہے تیرا نور ہاں	طائروں کے شر سے تیرا پاسباں
پاسبان تست نور و ارتقاش	اے تو خورشید مستر از خفاش
ہے نور کا نور و بلندی پاسباں	تو ہے چمگادڑ سے خورشید نہاں
چیست پردہ پیش روئے آفتاب	جز فروغ و شعشع و تیزی تاب
کونسا پردہ ہے پیش آفتاب	ہے فقط پیش نظر تیزی و تاب
حجب ایں خورشید ہم نور وے است	بے نصیبان وے خفاش ست و شب
نورِ رب پردہ ہے اس خورشید کا	بے نصیب اس سے ہیں اندھے۔ بے ضیا
ہر دو چوں در بعد و پردہ ماندہ اند	یا سیہ رویان فسردہ ماندہ اند
دونوں دوری سے باہم پردے ہیں پڑے	گل شہوں کے ساتھ ہیں کٹھ پتلی سے اکڑے
چوں نوشتی بعضے از قصۂ ہلال	داستان بدر آر اندر مقال
لکھا کچھ قصہ ہلال زار کا	داستان بدر بھی اب کچھ سنا
آں ہلال و بدر دارند اتحاد	از دوئی دور اند و از نقص و فساد
ہے ہلال و بدر میں اک اتحاد	دور رکھتا ہے انہیں نقص و فساد
آں ہلال از نقص در باطن بری است	آں بظاہر نقص تدریج آوری است
نقص سے ہے پاک باطن میں ہلال	ہے بظاہر نقص تدریج و کمال

لہ بدفالی اور شومی سے مراد ہے۔ جیسا کہ اکثر لوگ بعض پرندوں کی پرواز اور بعض کی آواز مبارک جانتے ہیں۔۔ اور ان سے اچھے اور برے شگون لیا کرتے ہیں +

درس گوید شب بشب تدریج را   در تانی بر دہد تفریج را

شب کو دیتا ہے سبق تدریج کا   ہے تامل ہی کا پھل فرحت فزا

در تانی گوید اے عجول خام   پایہ پایہ بر تواں رفتن بہ بام

کہتا ہے اے جلد باز اب غور کر   چڑھتے ہیں ایک ایک سیڑھی بام پر

دیگ را تدریج و استادانہ جوش   کار ناید قلیہ دیوانہ جوش

دیگ میں آتا ہے آہستہ دانہ جوش   اور ہے قلیہ کا کستا تھانہ جوش

حق نہ قادر بود بر خلق فلک   در یکے لحظہ بکن بے ہیچ شک

کیا نہ تھا قادر خداوند جہاں   کرتا لحظہ میں بنانے آسماں؟

پس چرا شش روز آں را بر کشید   کل یوم الف عام اے مستفید

کیوں کیا چھ روز میں پھر آشکار   وہ بھی اک دن میں برس کتنے اک ہزار؟

خلقت آدم چرا چل صبح بود   اندر آں گل اندک اندک می‌فزود

خلقت آدم میں کیوں چلہ لگا   تھوڑی تھوڑی مٹی بڑھتا رہا؟

بدیں سحر تا آں سحر سال ہزار   تا بہ آخر یافت ایں صورت قرار

صبح سے تا صبح کتنے سال اک ہزار   پایا یوں آخر کو صورت نے قرار

خلقت طفل از چہ اندر نہ مہ است   زانکہ تدریج از سنتہائے شہ است

بچہ کیوں پیدا ہوا نو ماہ میں؟   ہے تامل سنت اللہ میں

نے چو تو اے خام کانوں تاختی   طفلے خود را تو شیخے ساختی

ورنہ کیا تیری طرح اے خامکار   بن گیا بچپن میں شیخ نامدار

بر دویدی چوں کدو فوق ہمہ   کو ترا پائے جہاد و ملحمہ

تو کدو کی طرح سب سے بڑھ گیا   تجھ میں کیا دم ہے جہاد و جنگ کا

تکیہ کردی بر درختان و جدار   بر شدی اے قرعک اہم قرع دار

تکیہ سے دیوار اور پیڑوں پہ تو   چڑھ گیا اے سمجھے مانند کدو

اول ارشد سر کشت سرو سہی | لیک آخر گشت بے مغز و تہی
گو کہ سر لب تھا ترا سرو سہی | پھر رہا آخر کو بے مغز و تہی

رنگ سبزت زرد شد اے ترنج زرد | زانکہ از گلگونہ بود اصلی نبود
سبز رنگ آخر ترا زرد آگیا | کیونکہ وہ اصلی نہ تھا غازہ ترا

نوّے سال کی بڑھیا

بود پیرے نود سالہ کلاں | پر تشنج روئے و رنگش زعفراں
بوڑھی اک عورت تھی نوّے سال کی | جھریاں منہ پر تھیں، رنگت زرد تھی

چوں سر سفرہ رخ او تو بتو | لیک در وے بود مادہ عشق شو
جیسے دسترخوان تھا منہ سمٹا ہوا | عشق شوہر اس کو تھا لیکن بڑا

ریخت دنداں ہاش و مو چوں شیر شد | قد کماں و ہر حسش تغییر شد
مو سپید اور دانت تھے ٹوٹے ہوئے | قد کماں، ہوش و حواس اس کے گئے

عشق شوی و شہوت و حرصش تمام | صید خواہ و پارہ پارہ گشتہ دام
حرص و شہوت کا عشق شوہر بار بار | جال بوسیدہ مگر شوق شکار

مرغ بے ہنگام و راہ بیرہی | آتشے پُر دور دیگ و پایہ تہی
کج روی سے مرغ بے ہنگام تھی | آگ زیر دیگ خالی تھی بھری

عاشق میداں و اسپ و پائے نہ | عاشق زخمہ و لب و سرنائے نہ
اسپ و میداں کی ہوس اور پاؤں لنگ | نے نوازی کی تھی دُھن بے ساز و چنگ

حرص در پیری جہوداں را مباد | اے شقی کش خدا ایں حرص داد
دے نہ حرص ایسی بڑھاپے میں خدا | حرص جس نے کی - شقی وہ ہو گیا

ریخت دنداں ہائے سگ چوں پیر شد | ترک مردم کرد و سرگیں گیر شد
ٹوٹے جب دنداں سگ بڈھا ہوا | آدمی کو چھوڑ، سرگیں پر گرا

ایں سگان شصت سالہ را نگر	ہر دمے دندان سگشان تیزتر
ساٹھ سالہ ہیں یہ وہ کتے مگر	دانت ان کے ہو رہے ہیں تیز تر
پیر سگ را ریخت پشم از پستیہا	ایں سگان پیر اطلس پوش بیں
بڈھے کتوں کے تو جھڑ جاتے ہیں بال	پہنے ہیں یہ کتے اطلس اور شال
عشقشان و حرصشان در فرج و زر	دمبدم چوں نسل سگ بیں بیشتر
فرج و زر کی حرص ہے اور عشق انہیں	نسل سگ کی طرح ہیں افراط میں
ایں چنیں عمرے کہ مایہ دوزخ ست	مر قصابان غضب را مسلخ ست
مایہ دوزخ ہے ایسی عمر بھی	مذبح قہر الہی ہے یہی
چوں بگویندش کہ عمرے تو دراز	میشود دل خوش دہانش از خندہ باز
جب کہے کوئی کہ عمر دو حسب مراد	باچھیں کھل جاتی ہیں ہو جاتے ہیں شاد
ایں چنیں نفریں دعا پندارد او	چشم نگشاید سرے برنارد او
ایسی لعنت کو دعا کہتے ہیں وہ	بند آنکھوں کو کئے رہتے ہیں وہ
گر بدیدے یکسر موے از معاد	اوش گفتے کایں چنیں عمرت مباد
دیکھتے واقف جو ذرا انجام سے	کہتے ایسی عمر تو تجھ کو ملے

خواجہ گیلان اور ایک بھکمنگا

گفت یک روزے بخواجہ گیلیے	نان برسم نیز گرداز زنبیلیے
خواجہ گیلانی سے اک دن یوں کہا	ایک بھکمنگے نے جھگڑالو جو تھا
نان نخواہ یا بدہ مرا تا ان وہ مرا	تا بگویم مر ترا ایں یک دعا
نان نہ دو یا روٹی جا سے سے دو جانا	تا کہ میں بھی تجھ کو دے دوں اک دعا

لیکن خدا کے فرشتے اور دشمن ایسی ہی عمر میں ان لوگوں کی عذاب و قہر سے کھا ہی جاتے ہیں۔

چون ستد زو نان بگفت ای مستعان　　خوش بخانش بان خود بازش رسان

روٹی اس سے لی جب دی یہ دعا　　اس کو گھر تک اس کے پہنچا اے خدا

گفت اگر آنست خان کہ دیدہ ام　　حق ترا آنجا رساند اے دژم

بولا خواجہ میں نے دیکھا ہے جو گھر　　ہے اگر وہ ہی تو جائے تو ادھر

ہر محدث را خسان بد دل کنند　　حرفش ار عالی بود نازل کنند

کرتے ہیں بد دل سخن گو کو کمیں　　پست کر دیتے ہیں قول بہتر ہیں

زانکہ قدر مستمع آید نبا　　بر قد خواجہ برد درزی قبا

سننے والے کے مطابق ہو سخن　　ناپتا ہے قد پہ درزی پیرہن

چونکہ مجلس بے چنین پیغارہ نیست　　از حدیث پست نازان چارہ نیست

طعن سے خالی نہیں مجلس کوئی　　اس لئے باتیں بھی یاں اچھی بری

داستان ہیں این سخن را از گرو　　سوئے دستان عجوزہ باز رو

رہن باتوں کو چھوڑا اے ذی شرف　　یعنی چل چل بڑھیا کے قصے کی طرف

بڑھیا کا قصہ

چون مسن گشت و درین رہ نیست مرد　　تو بنہ نامش عجوزہ سال خورد

جب مسن ہو مرد ایسے میداں کا نہ ہو　　تو کہو نانا اُس کو بڑھیا تم کہو

نے مراورا رأس مال و مایہ　　نے پذیرائے قبول پایہ

اب نہ اس کے پاس دولت ہے نہ مال　　اور ہے اب تو قبولیت محال

نے دہندہ نے پذیرندہ خوشی　　نے درو معنی نے وے معنی کشی

اب نہ خوش ہے اور نہ خوش کرتا ہے وہ　　اُس میں معنی کیا کہ بے معنی ہے وہ

لہ یہ اقوال مولانا علیہ الرحمۃ کے ہیں۔ لہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "کلموا الناس علی قدر عقولہم" یعنی لوگوں سے اُن کی عقل کے مطابق باتیں کرو۔

نے زباں نے گوش نے عقل و بصر ۔۔۔ نے ہُش و نے بیہشی و نے فکر

اب زباں ہے اور نہ عقل و امتیاز ۔۔۔ ہوش ہے اور بے ہشی سے بے نیاز

نے نیاز و نے جالبِ ہر ناز ۔۔۔ توتوِ ریشش گندہ مانندِ پیاز

اب جمال اس میں نہ ہے ناز و نیاز ۔۔۔ ہیں پراگندہ تہیں مثلِ پیاز

نے رہے بریدہ و نے پائے راہ ۔۔۔ نے تپش آں قحبہ را نے سوز و آہ

پاؤں ہی باقی نہیں کیا سطے ہو راہ ۔۔۔ سوز قحبہ میں نہ گرمی ہے نہ آہ

نے تعصب نے ندامت مر ورا ۔۔۔ نے بدل عزمِ سلامت مر ورا

اب تعصب یا ندامت کچھ نہیں ۔۔۔ قلب میں عزمِ سلامت کچھ نہیں

صاحب خانہ اور سائل

سائلے آمد بسوئے خانۂ ۔۔۔ خشک نانے خواست یا تر نانۂ

سائل آیا گھر کے اک دروازے پر ۔۔۔ اور کہا دے نان سوکھی ہو کہ تر

گفت صاحب خانہ ناں اینجا کجاست ۔۔۔ خیرہ ای کیں نہ دکانِ نانواست

بولا گھر والا یہاں روٹی کہاں ۔۔۔ کیا ہے یہ بھی نان بائی کی دکاں؟

گفت آخر پارۂ پیہم بیاب ۔۔۔ گفت اینجا نیست دکانِ قصاب

پھر کہا چربی کا اک ٹکڑا سہی ۔۔۔ بولا یہ دکاں نہیں قصاب کی

گفت مشتے آرد دہ اے کدخدا ۔۔۔ گفت پنداری کہ ہست این آسیا

پھر کہا اک مٹھی آٹا ہی سہی ۔۔۔ بولا کیا چکی نظر آتی ہے تجھے؟

گفت بارے آب دہ از کرمہ ۔۔۔ گفت نے نیست جو یا شمرہ

پھر کہا پانی پلا دے مشک سے ۔۔۔ بولا نہر اس جا نہیں - جا راہ لے

ہر چہ او درخواست از نان و سبوس ۔۔۔ چربک میگفت و میکرد فسوس

روٹی یا بھوسی جو مانگی کچھ نہ دی ۔۔۔ مسخرہ کرتا رہا بولی دل لگی

آں گدا در رفت و دامن در کشید	واندراں خانہ بجست و خواست رید
وہ گدا دامن اٹھا کر گھس گیا	گھر میں یا خانہ کو بیٹھا ایک جا
گفتہ ہمی ہی گفت من نیز اے زنم	تا دریں ویرانہ خود فارغ کنم
بولا گھر والا یہ کیا۔ بولا ٹھہر	فارغ اس ویرانہ میں ہولوں اگر
خود دریں جا نیست وجہ زیستن	در چنیں خانہ بباید ریستن
زندگی کے جب یہاں ساماں نہیں	کیوں نہ پاخانہ کروں میں بالیقیں
چوں نہ بازی کہ گیری تو شکار	دست آموز شکار شہریار
جب نہیں تو باز جو پکڑے شکار	اور ہو زیب دست شہریار
نیستی طاؤس با صد نقش و بند	کہ بنقشت چشمہا روشن کنند
جب نہیں تو مور پر جس کے سجے	تا ہو روشن آنکھ تیرے نقش سے
ہم نہ طوطی کہ چوں قندت دہند	گوش سوئے نطق شیرینت نہند
جب نہیں طوطی کہ تجھ کو قند دیں	اور تیرے نغمۂ شیریں سنیں
ہم نہ بلبل کہ عاشق وار زار	خوش بنالی در چمن یا لالہ زار
جب نہیں بلبل کہ مثل عاشقاں	لالہ زار و باغ میں ہو نوحہ خواں
ہم نہ ہدہد کہ پیکیہا کنی	نے چو لکلک کہ وطن بالا کنی
جب نہیں ہدہد کہ لے جائے پیام	اور نہ لکلک تا ہو پیڑوں پہ قیام
در زمستاں سوئے ہندستاں روی	در بہاراں سوئے ترکستاں شوی
جب پڑے جاڑے تو ہندستان جائے	جب بہار آئے تو ترکستان آئے
در چہ بازاری و بہر چیست تو	تو چہ مرغی و ترا با چہ خورند
پھر بتا کس کھیت کی مولی ہے تو	کھائیں کس کے ساتھ تجھ کو شعلہ خو
زیں دکاں با کیسہ ہا بیروں آ	تا دکان فضل اللہ اشتری
اے دکاں تو تیز زباں سے باہر آ	جانب دکان اللہ اشتری

کالۂ کہ ہیچ خلقش ننگرید — از خلاقت آں کریم آں را خرید

پوچھتا جس کو نہیں کوئی ندیم — ہے خریدار اس کا وہ ربّ کریم

ہیچ قلبے پیش او مردود نیست — زانکہ قصدش از خریدن سود نیست

دل نہیں مردود کوئی بہر جود — ہے خریداری مگر بے قصد سود

سود او در بیع آں یار نکو — کوش نیکو خلق و ہم نیکوش خو

ہے خریداری میں اس کی سود خلق — نیک ہے خوش خلق ہے معبود خلق

ہیچ دست افضال او آتش مشو — سوئے داستان عجوزہ باز رو

ختم نہ کر اس کا کرم ہے بیکراں — پھر عجوزہ کی بیاں کر داستاں

بڑھیا کا چہرے کو آراستہ کرنا

باز گردم سوئے قصہ عجوز — زانکہ پایانے ندارد ایں ہنوز

پھر بیاں کرتا ہوں میں بڑھیا کا حال — کیونکہ ہیں یہ بھید بے پایاں کمال

بود در ہمسایہ اش سور عجیب — گروہ بودند اے عجب او را طلب

اس کے ہمسائے میں اک شادی ہوئی — اور بڑھیا بھی وہاں نوتی گئی

چوں عروسی خواست رفت آں نحیف — پیش رو آئینہ بگرفت آں حریف

الغرض شادی میں جانے کے لئے — آئینہ بڑھیا نے رکھا سامنے

موئے ابرو پاک میکرد آں عجوز — تا بیاراید رخ و رخسار و پوز

بال ابرو کے لئے بڑھیا نے صاف — تا سنوارے چہرہ بالاف و گزاف

چند گلگونہ بمالید از بطر — سفرۂ رویش نشد پوشیدہ تر

تازے گلگونہ کتنا ہی ملا — لیک چہرے پر تھیں شکنیں جابجا

عشرہائے مصحف از جا می برید — می بچسپانید بر رو آں پلید

کاٹ کر قرآں کی دس آیتیں — اس نے چپکا لیں ہر اک رخسار پر

تاکہ صفرۂ روئے او پنہاں شود تا نگین حلقۂ خوباں شود
تاکہ شکنیں منہ کی ہو جائیں نہاں حلقۂ خوباں میں ہو نگینہ سی عیاں

عشرہا بر روئے ہر جا مے نہاد چونکہ بر بست چادر مے فتاد
آیتیں منہ پر وہ چپکاتی تھی جب اوڑھتی چادر تو گر پڑتی تھیں سب

باز او آں عشرہا با آں خدو مے بچسپانید بر اطراف رو
لب لگا کر پھر وہ چپکاتی انہیں چہرے کے چاروں کی اطراف میں

باز چادر راست کردے ازگمیں عشرہا افتادے اندرو بر زمیں
اوڑھتی چادر جو پھر وہ لیے ہوتے آیتیں گرتیں تھیں منہ سے چھوٹ کر

چوں بسے بیکوشد و آں مے فتاد گفت صد لعنت بر آں ابلیس باد
جو سب کئے لاکھوں، گریں پھر بھی مگر بولی اس سو لعنتیں ابلیس پر

شد مصور در زماں ابلیس زود گفت اے قحبہ قدید بے ورود
آ گیا ابلیس فوراً سامنے اور کہا اس قحبہ سوکھی ڈھانچ سے

من ہمہ عمر ایں نیندیشیدہ ام نے ز چوں تو قحبہ ایں دیدہ ام
عمر بھر میں نے نہ ایسی فکر کی تجھ سی قحبہ بھی نہ دیکھی تھی کبھی

تخم نادر در فضیحت کاشتی در جہاں تو مصحفے نگذاشتی
بیج بویا ہے فضیحت کا نیا تجھ سے مصحف کو نہ باقی بچا

صد بلیسی تو خمیس اندر خمیس ترک من گو اے عجوز دردلیس
لاکھ شیطانوں کی ہے شیطان تو چھوڑ مجھ کو اے پرانی زشت رو

چند دزدی عشر از ام الکتاب تا شود رویت ملوّن ہمچو سیب
آیتیں چپکائے گی یوں تا کجا تاکہ مثل سیب ہو چہرہ ترا

چند دزدی حرف مردان خدا تا فروشی و ستانی مرحبا
باتیں مردان خدا کی تا کجا تو چرا کر مول لے گا مرحبا

رنگ بربسته ترا گلگوں نکرد
رنگ بدلے پر نہ گلگوں ہو سکا

شاخ بربسته فن عرجوں نکرد
شاخ باندھی پر نہ قد سیدھا ہوا

عاقبت چوں چادر مرگت رسد
موت کی چادر سے پکڑا انجام کار

از رخت ایں عشرہا اندر فتند
اٹھیں رخ سے گریں گی بار بار

چونکہ آید نفخ خیزان رحیل
کوچ ہوگا جس وقت آئیگا وہاں

گم شود آں پس فسون قال و قیل
بھول جائیگا یہ ساری قیل و قال

عالم خاموشی آید پیش بیست
اک خموشی روک دے گی بس رہیں

وائے آنکہ در درون تسبیح نیست
حیف اس پر جس کو تسبیح اس کا نہیں

صیقلی کن یک دو روزی سینہ را
صاف کر لے ایک دو دن سینے کو

دفتر خود ساز آں آئینہ را
پھر بنا لے دفتر اس آئینے کو

کہ ز سایہ یوسف صاحبقراں
یوسف صاحبقراں کے سائے سے

شد زلیخائے عجوز از نو جواں
پھر زلیخا کے جواں تھے ولولے

بشود مبدل بخورشید تموز
گرمی کے سورج سے جاتا ہے بدل

آں مزاج بارد برد العجوز
ہو اگر ٹھنڈا مزاج اسے بے دخل

بشود مبدل ز سوز مریمی
سوز مریم سے بدل جاتی ہے حال

شاخ سبز خشک نخل خرمی
شاخ کی سرسبز ہو کر خشکیاں

اے عجوزہ چند کوشی با قضا
لڑے بڑھیا قضا سے جنگجو

نقد جو اکنوں رہا کن ما مضی
حالت موجودہ پر شائق رہو تو

چوں رخت را نیست در خوبی امید
خوبصورت اب نہ ہوگا منہ ترا

خواہ گلگونہ نہ و خواہی مدید
مل سیاہی یا کہ گلگونہ لگا

ایک بیمار کی حکایت

آں یکے رنجور شد نزدِ طبیب ۔ گفت نبضم را نگہدار اے لبیب
پاس چارہ گر کے بیمار اک گیا ۔ دیکھ میری نبض یہ اُس سے کہا

تا ز نبض آگہ شوی بر حالِ دل ۔ کہ رگِ دست است با دل متصل
نبض سے معلوم ہوتا حالِ دل ۔ ہاتھ کی اک رگ ہے دل سے متصل

چونکہ دل غیب است خواہی زو مثال ۔ زاں بجو کہ با دلستش اتصال
جب دل پوشیدہ ہے چاہے مثال ۔ متصل جو رگ ہو اُس پہ ہاتھ ڈال

باد پنہاں ست از چشم اے امیں ۔ در غبار و جنبشِ برگش ببیں
ہے ہوا پنہاں مگر ہے بے گماں ۔ وہ غبار اور اپنی حرکت سے عیاں

کز یمین ست آں وزاں یا از شمال ۔ جنبشِ برگت بگوید وصفِ حال
داہنے سے یا بائیں سے ہے اس کی چال ۔ پتوں کی جنبش سے کھلتا ہے یہ حال

مستیِ دل را نمے دانی کہ کو ۔ وصفِ آں از نرگسِ خمار جو
مستیِ دل گر نہ ہو اظہار میں ۔ ڈھونڈ اس کو نرگسِ خمار میں

چوں ز ذاتِ حق بعیدی وصفِ ذات ۔ باز دانی از رسول و معجزات
ذاتِ حق سے دور ہے تو وصفِ ذات ۔ تجھ سے کہہ دیں گے رسول اور معجزات

معجزاتے و کراماتے خفی ۔ بر زند بر دل ز پیرانِ صفی[1]
معجزات اور کچھ کراماتیں خفی ۔ ڈالتے ہیں دل میں پیرانِ صفی

کاندروں شاں صد قیامت نقد ہست ۔ کمترین آنکہ شود ہمسایہ مست
ان کے دل میں حشر کے ہیں بندوبست ۔ سب سے کم یہ ہے کہ ہو ہمسایہ مست

[1] یعنی صاف باطن۔

پس جلیس اللہ گشت آں نیکبخت — کو بپہلوئے سعیدے برد رخت

بیشک وہ بندہ خدا کا ہے جلیس — اُن کے پہلو میں جو ہے اُنکا انیس

معجزہ کاں بر جمادی کرد اثر — یا عصا یا بحر یا شق القمر

معجزہ، پیغمبر پہ جس کا تھا اثر — یا عصا[۱] یا بحر یا شق القمر

گر اثر بر جاں زند بے واسطہ — متصل گردد بہ پنہاں رابطہ

گر اثر بے واسطہ جاں پر کرے — متصل[۲] ہو جائے ربط خاص سے

بر جمادات آں اثرہا عاریہ است — آں پے روح خوش متواریہ است

پتھروں پر وہ اثر ہے عارضی — ہے برائے روح جو خود سے چھپی

تا ازاں جامد اثر گیرد ضمیر — حبذا ناں بے ہیولائے خمیر

[۳] تاکہ پتھر سے اثر لے ضمیر — خوب ہے وہ ناں جو ہو بے خمیر

حبذا خوان مسیحی بے کمی — حبذا بے باغ میوہ مریمی

خوان عیسیٰ خوب ہے، جو ہو نہ کم — میوہ بے گلشن ہو مریم کو بہم

برزند از جان کامل معجزات — بر ضمیر جان طالب چوں حیات

روح کامل سے نکل کر معجزات — روح طالب سے ملیں مثل حیات

معجزہ بحرست ناقص مرغ خاک — مرغ خاکی سفت در یم شد ہلاک

معجزہ دریا ہے ناقص مرغ خاک — مرغ خاکی ہوگا دریا سے ہلاک

مرغ آبی زو شود ایمن از ہلاک — ماہیاں از مرگ بے دریاست خاک

مرغ آبی ہو نہیں سکتا ہلاک — مچھلیوں کی موت ہے دریا سے خاک

---

۱ یعنی عصائے حضرت موسیٰ عم کا سانپ بن جانا یا بحر نیل کا حضرت موسیٰ کے لئے خشک ہو جانا یا حضور سرور کائنات صلعم کے اشارۂ انگشت سے چاند کا دو نیم ہو جانا وغیرہ۔

۲ یعنی اللہ تعالیٰ سے ملا دے۔ ۳ یعنی بے واسطہ۔

معجز بخشش جان ہر مُردۂ	پاک قدرت بخشش جان ہمدمے
معجزے نا مُردوں کو بخشیں جاں	ہمدموں کو بخشنے ہیں قدرتیں
چون بنا بی این سعادت را ضمیر	پس ز ظاہر ہر دم استدلال گیر
پس سعادت سے ہو کر خالی ضمیر	لے تُو ظاہر سے دلیل اے دلپذیر
کہ اثرہا بر مشاعر ظاہرست	وان اثرہا از مؤثر مخبرست
ہیں اثر طاری عبادت گاہ پر	اور مؤثر کے ہیں مخبر یہ اثر
ہست پنہان معنی ہر داوری	ہمچو سحر و صنعت آن سامری
معنی کچھ ہر داوری میں ہیں نہاں	جیسے سحرِ سامری کی داستاں
چون نظر در فکرۂ آثارش کنی	گرچہ پنہانست اظہارش کنی
غور گر ہو شَے اور آثار ہیں	جو ہے پنہاں۔ آئے وہ اظہار میں
قوتے کان در درونش مضمرست	چون بفعل آید گواہ و مظہرست
قلب میں اُس کے جو قوت ہے نہاں	ہے گواہی فعل جب ہو وہ عیاں
چون بآثار این ہمہ پیدا شدہ ست	چون نشد ظاہر بآثار ایزدست
جیسے یہ سب آثار سے پیدا ہوا	ہاں نہ ظاہر ہو سکا صرف اک خدا
این سبب ہا و اثرہا مغز و پوست	چون بجوئی سربسر آثار اوست
یہ سبب اور یہ اثر ہیں مغز و پوست	ڈھونڈ لیجئے تو یہ سب ہیں آثار دوست
دوست گیری چیزہا را از اثر	پس چرا ز آثار بخشش بے خبر
تُو اثر سے چیزیں کرتا ہے پسند	خالق آثار سے پھر کیوں ہے بند؟

۱ خدائی۔ یا خدائی دعوے۔

۲ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پہ تشریف لے گئے۔ تو سامری جادوگر نے ایک سونے کا بچھڑا بنایا اور اس کے منہ میں حضرت جبرئیل کے پاؤں کی خاک ڈال دی تو وہ بولنے لگا۔ ظاہر ہے کہ یہ اثر خاک پائے جبرئیل کا تھا۔ اور اس اثر سے مؤثر کا پتہ لگتا تھا۔

از خیالے دوست گیری خلق را　　چوں نگیری شاہ غرب و شرق را
دوست ہے مخلوق۱ ازراہِ خیال　　کیوں نہیں پھر دوستیِ ذوالجلال

ایں سخن پایاں ندارد اے قباد　　حرص مارا اندریں پایاں مباد
یہ ہے بے پایاں سخن سن اے حبیب　　حرص کو اس میں نہ ہو پایاں نصیب

بازگردو قصۂ رنجور خواں　　با طبیب آگہ اسرار داں
پھر وہی قصہ سنا بیمار کا　　اور اس چارہ گر اسرار کا

بیمار کا باقی قصہ

نبض او بگرفت و آگہ شد ز حال　　کہ امیدِ صحتِ او بد محال
نبض دیکھی حال سے واقف ہوا　　یعنی بچنا مشکل و دشوار تھا

گفت ہر چیت دل بخواہد آں بکن　　تا رود از جسمت آں رنج کہن
بولا جو کچھ دل ترا چاہے وہ کر　　تا کہ علت جسم سے جائے گذر

ہر چہ خواہد خاطر تو وامگیر　　تا نگردد صبر و پرہیزت زحیر
کر وہی باتیں جو تیرے دل میں آئیں　　صبر اور پرہیز پیچش بن نہ جائیں

صبر و پرہیز ایں مرض را داں زیاں　　ہر چہ خواہد دل در آرش درمیاں
صبر اور پرہیز سے نقصانِ جاں　　دل جو چاہے کر وہی تو بے گماں

ایں چنیں رنجور را گفت اے عمو　　حق تعالیٰ اعملوا ما شئتموا
ایسے بیماروں کے حق میں ہو بہو　　قولِ حق ہے اعملوا ما شئتموا

گفت رو ہیں خیر بادت جانِ عم　　من تماشائے لبِ جو میروم
بولا اچھا — خیر باد اے جانِ عم　　سیر کو ندی کی اب جاتے ہیں ہم

۱ قولہ تعالیٰ — اعملوا ما شئتم انہ بما تعملون بصیر حٰم سجدہ یعنی جو کچھ تم چاہو کرو۔ خدا تمہارے کام دیکھنے والا ہے۔

بر مراد دل همی زد تا شتاب — تا کہ صحت را بیابد فتح باب
دل کی خواہش پر رواں تھا وہ شتاب — تا کہ ہو صحت پر اپنی فتح یاب

بر لب جو صوفیئے بنشستہ بود — دست و روی شست پاکی می‌فزود
صوفی اک ندی پہ تھا بیٹھا ہوا — ہاتھ منہ اپنا وہاں تھا دھو رہا

از قفایش دید چون تخم سیلیے — کرد او را آرزوے سیلیے
پیچھے سے اس شخص نے دیکھا اُسے — دل نے یہ چاہا کہ اک دھپ مارئے

بر قفائے صوفی آں حیرت پرست — راست میکرد از برائے صفع دست
صوفی کے پیچھے وہ آکر شوق سے — تولتا تھا ہاتھ دھپ کے واسطے

کار زور اگر نر آید تا رود — نے طبیبم گفت کاں علت شود
کیونکہ گر پوری نہ ہوتی یہ غرض — چارہ گر کہتا ہے دُکھ دیگا مرض

سیلیش اندر برم در معرکہ — زانکہ لا تلقوا بایدی تہلکہ
پھر یہ سوچا بھیڑ میں دونگا جما — حق نے لا تلقوا بایدیکم کہا[1]

تہلکہ است ایں صبر پیش آ اے فلاں — خوش بکوبش تن مزن چوں کاہلاں
بولا دل ہے تہلکہ صبر اے فلاں — خوب مار اور رُک نہ مثل کاہلاں

چوں روش یک سیلیی آمد طراق — گفت صوفی ہے ہے اے قواد عاق
زور سے آخر دیا ہی دھپ جما — صوفی چلایا کہ بیہودے یہ کیا!

خواست صوفی تا دو سہ مشتش زند — سبلت و ریشش یکایک برکند
چاہا صوفی نے کہ ڈو ایک تین دے — مونچھ اور ڈاڑھی سب اس کی نوچ لے

[1] اُسے خیال آیا کہ خدا کا حکم ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ یعنی اپنے ہاتھ ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اگر میں اس وقت اس کے دھپا ماروں گا۔ تو یہ سر پھوڑ دیگا اور اگر بھیڑ میں ماروں گا تو اسے خبر نہ ہوگی ۔

لیک او را خستہ و رنجور دید ‌‌ پس ضعیف و زار و زرد و عور دید

اُس نے دیکھا جس گھڑی بیمار اُسے ‌‌ درد کا مارا نحیف و زار اُسے

باز اندیشید او ضعف ورا ‌‌ گفت اگر مشتش زنم گردد فنا

ضعف کا اس کے اُسے آیا خیال ‌‌ بولا دوں اک دھپ تو جینا ہو محال

رنج دق او را بسے آوردہ مار ‌‌ دیدہ او را سخت رنجور و نزار

دق نے اس کو خود ہی مُردہ ہے کیا ‌‌ یہ ہے خود بیمار ۔ آزار آشنا

خلق رنجور دق و بیچارہ اند ‌‌ وز خداع دیو سیلی بارہ اند

لوگ ہیں آزارِ دق میں مبتلا ‌‌ مگر شیطاں سے طمانچہ آشنا

جملہ در ایذائے بیجرماں حریص ‌‌ در قفائے یکدگر جویاں قصیص

بے گناہوں کے ستانے پر تلے ‌‌ ایک کے پیچھے پڑے ہیں دوسرے

اے زنندہ بیگناہاں را قفا ‌‌ در قفائے خود نمے بینی چرا

بے گناہوں کے ہو پیچھے کیوں پڑے ‌‌ اپنے پیچھے کیوں نہیں ہو دیکھتے

اے ہوا را طب خود پنداشتہ ‌‌ بر ضعیفاں صفع را بگماشتہ

تو ہوس کو اپنا سمجھا ہے طبیب ‌‌ مارتا ہے بے گنہ کو بدنصیب

بر تو خندد آنکہ گفتت کیں دواست ‌‌ اوست کادم را بگندم رہنماست

ہنس رہا ہے جس نے دی ہے یہ دوا[1] ‌‌ جس نے آدم ؑ کو دیا گیہوں کھلا

کہ بخور ایں دانہ را اے مستعیں ‌‌ بہر دارو تا تکونا خالدین

طالب امداد! لے یہ دانہ کھا ‌‌ خلد میں دائم ہے رہنے کی دوا

اوش لغزانید و زد او را قفا ‌‌ آں قفا وا گشت و شد او را جزا

اُس نے لغزش آگے پر پیچھے سے دی ‌‌ اور پھر اس کی سزا اس کو ملی

[1] یعنی شیطان نے تجھے یہ دوا بتائی ہے ۔ اور وہی تجھ پر ہنس رہا ہے ۔

اوش لغزانید سخت اندر زلق — لیک پشت و دستگیرش بود حق
اُس نے لغزش دی کہ کر ڈالے تباہ — لطفِ خدا ان کی مگر پشت و پناہ

کوہ بود آدم اگر پُر مار شد — کانِ تریاقست و بے اضرار شد
کوہ تھے آدمؑ اگر پُر مار تھے — کان تھے تریاق کی بے ڈر رہے

تو کہ تریاقے نداری ذرۂ — از خلاصی خود چرا مے غرۂ
جب نہیں تریاق تیرے پاس ہی — کیوں ہے آزادی پہ غرہ اے اخی

آں خلیلانہ توکل گو ترا — واں کرامت چوں کلیمؑ از کجا
وہ خلیلانہ توکل ہے کہاں — ہے کلیمانہؑ کرامت بے نشاں

تا نبرد تیغت اسمٰعیلؑ را — تا کنی شہراہ قعر نیل را
تا نہ کاٹے تیغ اسمٰعیلؑ کو — یا کرے شہراہ بحر نیل کو

گر سعیدی از منارہ اوفتید — بادش اندر جامہ افتاد و رہید
گر پڑے مینار سے گر نیک ذات — تو ہوا کپڑوں میں بھر کر دے نجات

چوں یقینت نیست آں بادِ حسن — تو چرا برباد دادی خویشتن
جب یقیں تجھ کو نہیں اُس باد پر — خود کو کیوں برباد کرتا ہے پسر!

زیں منارہ صد ہزاراں ہمچو عاد — درفتادند و سر و تن باد داد
اِس منارے سے بہت مانندِ عاد — گر پڑے اور مٹ گئے سب نامراد

سرنگوں افتادگاں زیرِ منار — در نگر تو صد ہزار اندر ہزار
گرنے والے سرنگوں مینار سے — سیکڑوں ہیں اور ہزاروں دیکھ لے

تو رسن بازی نمیدانی یقیں — شکر پاہا گو و می رو بر زمیں
جب رسن بازی سے ہے ناآشنا — چل زمیں پر شکر ادا کر پاؤں کا

پر مساز از کاغذ و از کہ مپر — کاندریں سودا بسے بشکست سر
اُڑ نہ کُہ سے باندھ کر کاغذ کے پر — اس ہوس نے کھوئے ہیں افراد سر

اگرچه آن صوفی پر آتش شد ز خشم | لیک هم بر عاقبت انداخت چشم

تھا وہ صوفی آگ غصے سے مگر | عاقبت پر بھی رہی اس کی نظر

اول صف بر کسے ماند بکام | کو نگیرد دانه بیند بند دام

سب سے پہلے ہو وہی فائز مرام | جو نہ دیکھے دانہ دیکھے بند دام

حبذا دو چشم پایان بین راد | که نگهدارند تن را از فساد

اچھی وہ آنکھیں جو ہیں انجام بیں | رکھتی ہیں جھگڑوں سے جو محفوظ دیں

آنکه پایان دید احمد بود کو | دید دوزخ را هم اینجا تو بتو

سنئے محمدؐ ناظر انجام کار | تہہ بہ تہ دوزخ کو دیکھا آشکار

دید عرش و کرسی و جنات را | بر درید او پردهٔ غفلات را

عرش و کرسی اور جن دیکھے فنا | پردۂ غفلت اٹھا کر رکھ دیا

گر همے خواهی سلامت از ضرر | چشم ز اول بند و پایان را نگر

ہونا چاہے گر ضرر سے رستگار | ابتدا کو چھوڑ، دیکھ انجام کار

تا عدمها را ببینی جمله هست | هستها را بنگری محبوس و پست

تا عدم تجھ کو نظر آجائے ہست | ہستیاں آئیں نظر محبوس و پست

این ببین باری که هر کش عقل هست | روز و شب در جستجوی نیست هست

عقل کی جس کو ملی ہیں نعمتیں | رات دن ہے جستجوئے نیست میں

در گدائی طالب چیزے که نیست | بر دکانها طالب سودے که نیست

جو گدا درویش ہیں چاہے جو نیست | سود کا طالب دکاں پہ سود نیست

در مزارع طالب غلّه که نیست | در مغارس طالب نخلے که نیست

کھیت میں حاصل کی دھن حاصل ہے نیست | باغ میں پیڑوں کی دھن غافل ہے نیست

در مدارس طالب علمے که نیست | در صوامع طالب حلمے که نیست

علم کا طالب ہے تو اور علم نیست | حلم کا عاشق ہے تو اور حلم نیست

ہستہا را سوئے ایں افگندہ اند ۔ نیستہا را طالبند و بندہ اند

ہستیوں کو لوگ پیچھے ڈال کر ۔ نیستی کی ہیں طلب میں بیشتر

زانکہ کان و مخزنِ صنعِ خدا ۔ نیست غیر نیستی در انجلا

کیونکہ مخزن صنعت اللہ کے ۔ نیستی ہی میں ہیں چمکتے ہاں پڑے

پیش ازیں ایں سر بگفتستیم ازیں ۔ ایں و آں را تو یکے بیں و مبیں

اس سے پہلے بھی کہے ہیں ہم نے راز ۔ دونوں کو تو ایک جان اسے جانِ ناز

گفتہ شد کہ ہر صناعت گر کہ رُست ۔ در صناعت جایگاہ نیست جست

یہ کہا تھا جو بھی صنعت گر ہوا ۔ جستجو میں نیست موقع کی رہا

جست بنّا موضعے ناساختہ ۔ گشت ویراں سقفہا انداختہ

ڈھونڈھیں ویراں منزلیں معمار نے ۔ کچھ چھتیں افتادہ گھر ٹوٹے ہوئے

جست سقا کوزۂ کش آب نیست ۔ واں درو گر خانۂ کش باب نیست

چاہتا سقا کوزہ بے آب اگر ۔ ڈھونڈتے نجار بے چوکھٹ کا گھر

وقت پیدا نار در عدم ہیں جملہ شاں ۔ وز عدم آنگہ گریزاں جملہ شاں

ہیں عدم میں سب لئے ہنگام شکار ۔ پھر عدم سے سب وہ کرتے ہیں فرار

چوں امیدت لاست[1] زو پرہیز چیست ۔ با انیس خویشتن استیز چیست

تیری حسرت لا ہے پھر پرہیز کیا ۔ دوست سے اپنے ہے لڑنا ناروا

چوں انیس طبع تو آں نیستی ست ۔ از فنا نیست ایں پرہیز چیست

جب انیس طبع ٹھہری نیستی ۔ پھر فنا سے کیوں ہے پرہیز اے اخی

گر انیس لا ئہ اسے جان پسر ۔ در کمین لا چرائی منتظر

نیستی کا گر نہیں ہے غمگسار ۔ کیوں ہے پھر یہ نیستی کا انتظار

[1] یعنی نیستی ؎

زانچه داری جمله دل بر کندۂ ۔۔۔ شست دل در بحر لا افگندۂ

اپنے دل سے سب کو تو ٹالے ہوئے ۔۔۔ بحر لا میں شست ہے ڈالے ہوئے

پس گریزت چیست زیں بحر مراد ۔۔۔ کو بشستت صد ہزاراں صید داد

کیوں تو اس دریا سے کرتا ہے فرار ۔۔۔ شست کو جس نے دیئے ہیں سو شکار

از چہ نام برگ کردستی تو مرگ ۔۔۔ جادوئی دان کو نمودت مرگ برگ

نام رکھتا برگ کا کیوں تو نے مرگ ۔۔۔ شعبدہ سے ہے نظر میں مرگ برگ[1]

ہر دو چشمت بست صنع صنعتش ۔۔۔ تا کہ جاں را در چہ آمد رغبتش

دونوں آنکھیں بند صنعت سے ہوئیں ۔۔۔ اور ہوئیں رغبت کنوئیں کی جاں نشیں

در خیال او ذکر کردگار ۔۔۔ جملہ صحرا فوق چہ زہریست مار

مکر حق سے ہے خیال اُس کا خراب ۔۔۔ جز کنوئیں کے دشت ہے سب پُر عذاب

لاجرم چہ را بنا بے ساختہ است ۔۔۔ تا کہ مرگ او را بچاہ انداختہ است

بس کنوئیں کو جانتا ہے وہ پناہ ۔۔۔ موت آخر اس سے جھنکوائی ہے چاہ

آنچہ گفتم از غلطہائش اے عزیز ۔۔۔ ہمچنیں بشنیدم از عطارہ[2] نیز

غلطیاں اُس کی بتائیں جو تجھے ۔۔۔ ایسی ہی میں نے سنیں عطارؒ سے

رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است ۔۔۔ ذکر شہ محمود غازی سفتہ است

رحمتیں اللہ کی اُن پر سدا ۔۔۔ ذکر یوں محمود غازیؒ کا کیا

سلطان محمود اور ایک ہندو غلام

کز غزائے ہند پیش آں ہمام ۔۔۔ در غنیمت اوفتادش یک غلام

جنگ ہندستان کی جب کی تمام ۔۔۔ لوٹ میں ایک اُن کے ہاتھ آیا غلام

[1] یعنی سازوسامان ۔

[2] حضرت خواجہ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ ہے ۔

پس خلیفہ اش کرد و بر کرسی نشاند
بر سپہ بگزیدش و فرزند خواند
دی اُسے کرسی، خلیفہ کر دیا
کر دیا سردار اور بیٹا کہا

طول و عرض وصفِ قصہ تو بتو
در کلام آں بزرگِ دیں بجو
پورا قصہ اور مفصل داستاں
ہے کلام پاک میں اُن کے بیاں

حاصل آں کودک بریں تختِ نضار
شستہ پہلوئے قباد شہریار
مختصر یہ ہے کہ وہ اُس تخت پر
پہلوئے سلطاں میں بیٹھا بے خطر

گریہ میکرد اشک میراند بسوز
گفت شاہ او را کہ اے پیروز روز
اشک اس لڑکے کے جاری تھے مگر
شاہ نے پوچھا کہ اے فرخندہ فر

از چہ گریی دولتت شد ناگوار
فوقِ افلاکی قرینِ شہریار
کیوں ہے نالاں، کیا ہے دولت ناگوار
ہے فلک رتبہ، قریبِ شہریار

تو بریں تخت و وزیران و سپاہ
پیشِ تخت صف زدہ چوں مہر و ماہ
تخت پر تو اور سردار و سپاہ
سامنے تیرے ہیں مثل مہر و ماہ

گفت کودک گریہ ام زانست زار
کہ مرا مادر در آں شہر و دیار
بولا لڑکا - ہے یہ زاری اس لئے
جب وطن میں تھا تو میری ماں مجھے

از توام تہدید کردی ہر زماں
بینمت در دستِ محمود ارسلاں
یوں ڈراتی تھی کہ میں دیکھوں تجھے
تیرا ایک دن ہاتھ میں محمود کے

پس پدر مر مادرم را در جواب
جنگ کردے کایں چہ خشم ست و عتاب
باپ میرا ماں کو پھر دیتا جواب
اور لڑتا - کیوں ہے یہ چشم عتاب

مے نیابی ہیچ نفرینِ دگر
زیں چنیں نفریں مہلک سہل تر
اور کیا کوئی نہیں ہے کوسنا
ہو جو اس لعنت سے کم اے بے حیا

سخت بیرحمی و بس سنگیں دلی
کہ بصد شمشیر او را قاتلی
سخت بے رحم اور سنگیں دل ہے تو
سینکڑوں کی تلوار سے قاتل ہے تو

من ز گفتِ هر دو حیران گشته‌ام ۔ در دل افتاده مرا بیم و غمے

گفتگو سے دونوں کی حیراں کھڑا ہوں ۔ خوف سے غمگین اور لرزاں کھڑا ہوں

تا چه دو رخ دوست محمود اے عجب ۔ که مقتل گشتست در ویل و کرب

کون یہ محمود ہے دو رخ شعار ۔ جس کا نام آتے ہی ہوتا ہوں نزار

من همے لرزیدمے از بیم تو ۔ غافل از اکرام و از تعظیم تو

خوف سے میں آپ کے کھڑا کانپتا ۔ قابلِ عظمت نہ سمجھا نام آپ کا

مادرم کو تا ببیند این زمان ۔ مر مرا بر تخت اے شاہِ جہاں

اب کہاں اماں کہ جو دیکھے مجھے ۔ تخت پر بیٹھا ہوا پاس آپ کے

یا پدر کو تا مرا بیند چنیں ۔ خوش نشسته پہلوے سلطانِ دیں

اب کہاں ابا کہ دیکھیں بالیقیں ۔ وہ مجھے ہم پہلوئے سلطانِ دیں

فقر آں محمودِ تست اے بے سنت ۔ طبع از وے دائماً بے ترساندت

فقر وہ محمود ہے اسے بے گشاد ۔ جس سے ڈرتا ہے ہمیشہ نامراد

گر بدانی رحمِ ایں محمود راد ۔ خوش بگوئی عاقبت محمود باد

تو جو دیکھے رحمتِ محمود کو ۔ دے دعائیں عاقبت محمود ہو

فقر آں محمودِ تست اے بیم دل ۔ کم شنو زیں مادرِ طبعِ مضل

فقر وہ محمود ہے نادان جان ۔ طبع ہے گمراہ بات اُس کی نہ مان

چوں شکارِ فقر گردی تو یقیں ۔ همچو کودک اشک بارے یوم دیں

فقر کے ہوگا تجھے جس دم شکار ۔ مثل اُس لڑکے کے ہوگا اشکبار

گرچه اندر پرورش تن مادرست ۔ لیک از صد دشمنت دشمن ترست

گرچہ مادر سا پالنے تن کو ہے یہ ۔ سیکڑوں میں ایک ہی دشمن ہے یہ

تن چو شد بیمار دارو جوت کرد ۔ ور قوی شد مر ترا طاغوت کرد

جب ہوا بیمار تو ڈھونڈی دوا ۔ جب قوی تھا تجھ کو شیطاں کر دیا

چوں رہاں ایں تن بے حیف را	از شتا را نشاید و سے صیف را
تو زیرہ جان اس تن بیکار کو	گرمی و سردی کے جو لائق نہ ہو
یار بد نیکوست بہر صبر را	کہ کشاید صبر کردن صدر را
یار بد اچھا ہے خوشی صبر کو	صبر کرنا کھولتا ہے صدر سینہ کو
صبر مہ با شب منور داردش	صبر گل با خار از فرداردش
صبر سے مہ شب کو جلوہ یار ہے	صبر سے گل ہم نشین خار ہے
صبر شیر اندر میان فرث و خون	کرد او را ناعش ابن اللبون
صبر ہی سے دودھ گوبر خوں میں یار	پرورش کرتا ہے طفل شیر خوار
صبر جملہ انبیا با منکراں	کردشاں خاص حق و صاحب قراں
منکروں سے صبر کرکے انبیاء	ہو گئے خاصان حق نام خدا
ہر کرا بینی یکے جامہ درست	دانکہ او آں را بکسب صبر جست
جس کسی کے پاس دیکھے جامہ چست	صبر ہی سے وہ ہوا ہوگا درست
ہر کرا دیدی برہنہ بے نوا	ہست بر بے صبری او آں گوا
اور جسے دیکھے برہنہ بے نوا	بس سمجھ لے وہ نہیں صبر آشنا
ہر کہ مستوحش بود بر غصہ جاں	کردہ باشد با دغائی اقتراں
غصہ کی وحشت ہو جس کی جان پہ	پر دغا سے وہ ملا ہوگا مگر
صبر اگر کردے زالف آں بیوفا	از فراق او نخوردے ایں قفا
بے وفا کے ملنے سے کرتا جو صبر	یوں جدائی کا نہ ہوتا اس کی جبر
خوئے با حق ساختی چوں انجبیں	با لبن کہ لا احب الآفلین
حق سے رل جاتا جو مثل انگبیں	اور کہتا لا احب الآفلین

سلہ سپید ؛

سلہ یعنی میں فنا ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا ؛

لاجرم تنہا نمانی ہمچناں	کآں کشی ماندہ براہ از کاروال
تو کبھی یوں تنہا نہ رہتا چاہ میں	آگ جیسے قافلے کی راہ میں
چوں زبےصبری قرینت غیر شد	در فراقش پر زغم وے بے خیر شد
ہو گئے جب بے صبر غیروں سے ملی	ہجر نے غم کی مصیبت اس کو دی
صحبتت چوں ہست زر دہی	پیش خائن چوں امانت مے نہی
ہے زر خالص کی جب صحبت تجھے	پاس خائن کے امانت کیوں رکھے
خوئے با او کن کامانت ہائے تو	ایمن آید از افول واز عتو
اس کا خوگر ہو امانت جو تری	نیست ہونے سے بچا لے واقعی
خوئے با او کن کہ خو را آفرید	خوہائے انبیا را پرورید
اس کا خوگر ہو جو ہے خو آفریں	انبیا کی عادتیں جس سے پکیں
برہ بدہی رمہ باز ستد	پرورندہ ہر صفت خود رب بود
برہ اس کو دے وہ گلہ دے تجھے	ہے وہی رب ہر صفت اس سے ہے
برہ پیش گرگ امانت مے نہی	گرگ و یوسف را مفرما ہمرہی
بھیڑئیے کو برہ تو ہے سونپتا	گرگ و یوسف کا بھلا ہو ساتھ کیا
گرگ اگر با تو نماید روبہی	ہیں مکن باور کہ ناید زو بہی
بھیڑیا گر تجھ سے مکاری کرے	تو یقیں تجھ کو نہ کرنا چاہیئے
جاہل ار با تو نماید ہمدلی	عاقبت زخمت زند از جاہلی
اگر اک جاہل دکھائے ہمدمی	آخر اس سے ہو گی زحمت واقعی
او دو آلت دارد و خنثیٰ بود	فعل ہر دو بے گماں پیدا شود
اس کے دو آلت ہیں اور خنثیٰ ہے وہ	کام دونوں بالیقیں دیتا ہے وہ
مرد گر را از زناں پنہاں کند	تاکہ خود را خواہر ایشاں کند
عورتوں سے وہ چھپاتا ہے ذکر	کہ بنا لے ان کو بہنیں خیرہ سر

شُتلہ از مرداں بجفت پنہاں کند	تا کہ خود را او پریشاں کند
شُتلہ کو مردوں سے پیٹ میں چھپاتا	تا کہ بھائی اُن کا بن جائے ذرا
گفت یزداں زاں کسی مکتوم او	شُتلہ سازیم در خرطوم او
اور خدا کہتا ہے، ہم سے مکر کیا	شتلہ اُس کی سونڈ میں دیں گے بنا
تا کہ بینا یان ما زیں دو دلال	در نیفتند از فن او در جوال
دو دلیلیں تا کہ بینا دیکھ کر	مکر سے ہو جائیں اُس کے بے خطر
حاصل آں کز ہر ذکر ناید نری	ہیں ز جاہل ترس اگر دانشوری
ہر ذکر میں ہے کہاں مردانگی	بھاگ جاہل سے یہ ہے دانشوری
دوستی جاہل شیریں سخن	کم شنو کاں ہست چوں سم کہن
جاہل شیریں سخن کی دوستی	ہے پُرانا زہر بچ اُس سے انی
جان مادر چشم روشن گویدت	جز غم و حسرت از و فرزند پدت
ماں کہے آنکھوں کی ٹھنڈک کو روشنی	ما سوائے غم نہیں حاصل کوئی
مر پدر را گوید آں مادر جہار	کز مکتب بچہ ام شد بس نزار
باپ سے کہتی ہے ماں یوں آشکار	بچہ مکتب میں ہوا ہے سیرا نزار
از زن دیگر اگر آوردیش	بر وے ایں جور و جفا کم کردیش
سوت سے میری یہ ہوتا ہے اگر	تو بھی ظلم اُس پہ نہ کر تو اُس قدر
از جز از تو گر بُدے ایں بچہ ام	ایں فشار آں زن گفتے نیز ہم
ہوتا باپ اس کا بجز کوئی دوسرا	اُس کی شدت بھی نہ یوں رکھتی روا
ہیں بجہ زیں مادر و تیبائے او	سیلی بابا بہ از حلوائے او
الٹی ماں کے رستہ سے کر تو فرار	بہتر اُس کے نعم سے ہے بابا کی مار

سلہ فرج عورتہا

هست مادر نفس و بابا عقل راد — اول تنگی و آخر بس کشاد

نفس ماں اور عقل ہے باپ اے فتا — ابتدا تنگی ، کشائش انتہا

اے دہندہ عقل ہا فریاد رس — تا نخواہی تا نخواہد ہیچ کس

تجھ سے ہے فریاد اے خالق مری — تو نہ چاہے تو نہ چاہے گا کوئی

ہم طلب از تست و ہم آں نیکوئی — ما کئیم اول توئی آخر توئی

ہے طلب تجھ سے تجھی سے نیکوئی — ہم ہیں کیا اول تو ہی آخر تو ہی

ہم تو گوئی و ہم تو بشنو ہم تو باش — ما ہمہ لاشیم با چندیں تراش

تو ہی کہتا اور سنتا ہے بہم — ہے تو ہی موجود اور لاشے ہیں ہم

زیں طوالت رغبت افزا در سجود — کاہلی و جبر مفرست و خمود

اس طرح سجدوں کی رغبت کو بڑھا — کاہلی جبر مردگی لے کر نہ جا

جبر باشد پر و بال کاملاں — جبر ہم زندان و بند کاہلاں

جبر پر ہے مرد کامل کے لئے — جبر ہی زنداں ہے کاہل کے لئے

ہمچو آب نیل داں ایں جبر را — آب مومن را و خوں مر گبر را

مثل آب نیل جان اس جبر کو — پانی ہے مومن کو خوں ہے گبر کو

بال بازاں را سوئے سلطاں برد — بال زاغاں را بگورستاں برد

باز کو پر سوئے سلطاں لے گئے — پر سے قبرستاں کو کوے لے گئے

باز گرد اکنوں تو در شرح عدم — کو چو پازہرست و پندارش سم

لوٹ جا پھر جانب شرح عدم — زہر کی دافع ہے مت جان اس کو سم

ہمچو ہندو بچہ ہاں اے خواجہ تاش — رو ز محمود عدم ترساں مباش

ہندو بچہ کی طرح اے بے خبر — جا نہ محمود عدم سے خوف کر

از وجودے ترس کاکنوں در وئی — آں خیالت لاشے و تو لاشئی

ڈر وجود اپنے سے اے فرخندہ فال — تو ہے لاشے اور لاشے یہ خیال[1]

[1] یعنی یہ خیال بھی لاشے ہے کہ تیرا وجود ہی کوئی شئے ہے ۔

لاشئے بر لاشئے عاشق شدہ است ۔ ہیچ نے مر ہیچ نے را رہ زدہ است

شیفتہ لاشئے پہ لاشئے ہے یہاں ۔ ہے فنا رہزن فنا کی بے گماں

لیس للماضین ہم الموت کی تفسیر[ل]

راست فرمود آں سپہدار بشر ۔ کہ ہر آنکو کرد از دنیا گذر

سچ ہے ارشاد شہ جن و بشر ۔ جن کا اس دنیا سے ہوتا ہے سفر

چوں بدید او فنای ایں خیالاتیاں ۔ گشت نامعقول او بر او عیاں

درمیاں سے جب یہ ہٹتے ہیں خیال ۔ امر نا معقول کا کھلتا ہے حال

نیستش درد و دریغ و غبن موت ۔ بلکہ ہستش صد دریغ از بہر فوت

موت کا اُن کو نہیں ہوتا ہے غم ۔ فوت ہونے کا وہ کرتے ہیں الم

لیس للماضین ہم الموت گفت ۔ لیکشاں با حسرت فوتند جفت

جانے والوں کو نہیں غم موت کا ۔ فوت کی حسرت مگر ہے غم فزا

کہ چرا قبلہ نکردم مرگ را ۔ مخزن ہر دولت و ہر برگ را

موت کو قبلہ نہ کیوں اپنا کیا ۔ تھی جو مخزن دولت اور ساماں کا

قبلہ کردم من ہمہ عمر از حول ۔ آں خیالاتے کہ گم شد در اجل

عمر بھر قبلہ وہ بیتی سے کیا ۔ اُن خیالوں کو جو تھے زہر فنا[ل2]

حسرت آں مردگاں از موت نیست ۔ زانست کاندر نقشہا کردیم ایست

موت کا غم کیا یہ غم ہے ان کا مدام ۔ کیوں کیا نقش اور صورت میں قیام

[ل] حدیث شریف۔ لیس للماضین ہم الموت وانما لہم حسرت الفوت
یعنی گزرے ہوئے لوگوں کو موت کا غم نہیں بلکہ اعمال و کسب حال کے فوت ہو جانے کی حسرت ہے۔

[ل2] یعنی اجل کے حق میں زہر قاتل تھے۔

ماندیدیم آنکہ این نقش است و کف ۔۔۔ کف ز دریا جنبد و یابد علف[1]
یہ نہ دیکھا ہم نے ہاں یہ نقش و کف ۔۔۔ کف ہلے دریا سے اور پائے علف[1]

چونکہ بحر افگند کفہا را ببر ۔۔۔ رو بگورستان و کفہا را نگر
جبکہ دریا جھاگ اپنے دے نکال ۔۔۔ دیکھ قبرستان میں جا کر اُن کا حال

پس بگو کو جنبش و جولان تان ۔۔۔ بحر افگندست در بحران[2] تان
اب کہاں وہ جنبش اور ہیجان ہیں ۔۔۔ بحر نے ڈالا انہیں بحران[2] میں

تا بگویندت بلب نے بل بحال ۔۔۔ کہ ز دریا کن نہ از ما این سوال
وہ یہ کہدیں تجھ سے زبان حال سے ۔۔۔ کیا کہیں ہم بحر ہی سے پوچھ لے

نقش چون کف کے بجنبد بے ز موج ۔۔۔ خاک بے بادے کجا آید باوج
نقش کف بے موج ہل سکتا نہیں ۔۔۔ بے ہوا بھی خاک اُڑتی ہے کہیں

چون غبار نقش دیدی باد بین ۔۔۔ کف چو دیدی قلزم ایجاد بین
جب غبار نقش دیکھا باد دیکھ ۔۔۔ دیکھ کر کف قلزم ایجاد دیکھ

ہین ببین کز تو نظر آید بکار ۔۔۔ باقیت شحمے و لحمے پود و تار
اصل ہی کو دیکھنا رہ ہوشیار ۔۔۔ باقی ہے سب گوشت چربی پود و تار

شحم تو در شمعہا نفزود تاب ۔۔۔ لحم تو مخمور را نامد کباب[3]
شمع نے پائی نہ اس چربی سے تاب ۔۔۔ گوشت سے مستوں کو کب پہنچے کباب[3]

[1] چارہ۔ غذا یعنی سرمایۂ زندگی۔

[2] اصطلاح طب میں بحران وہ حالت ہے۔ جب طبیعت مرض کی مدافعت میں مصروف ہوتی ہے۔

[3] یعنی بعض چربیاں تو ایسی ہیں کہ اُن سے شمعیں بنتی ہیں اور محفلوں میں روشنی ہوتی ہے مگر تیری چربی سے تو کوئی شمع بننے کی اُمید نہیں۔ بعض جانوروں کے کباب بنائے جاتے ہیں۔ جو مست و مخمور لوگ کھاتے ہیں اور لذت پاتے ہیں۔ مگر تیرا گوشت اس کام بھی نہ آسکے گا۔

در گذار این جملہ تن زود بصر | در نظر رود در نظر رود در نظر

چھوڑ دے نظارہ کرنا جسم کا | تو فنا نظروں میں ۔ نظروں میں سما

یک نظر دو گز ہمی بیند ز راہ | یک نظر دو کون بیند روئے شاہ

اک نظر دو گز ہی طے کرتی ہے راہ | اک نظر دیکھے دو عالم روئے شاہ

در میان این دو فرق بیشمار | سرمہ جو واللہ اعلم بالاسرار

فرق ان نظروں میں بھی ہے بے شمار | ڈھونڈ سرمہ ۔ جانتا ہے کردگار

چوں شنیدی شرح بحر نیستی | کوش تا دائم بدیں بحر ایستی

شرح بحر نیستی تو نے سنی | سعی کر اس بحر میں ٹھہراؤ کی

چونکہ اصل کارگاہ آں نیستست | کو خلا و بے نشانست و تہیست

اصل ہے ہستی کی مطلق نیستی | جو ہے خالی اور نہیں جس کا کھوج ہی

جملہ استادان پے اظہار کار | نیستی جویند و جائے انکسار

کرتے ہیں آغاز کاریگر جو کام | ڈھونڈتے ہیں وہ کوئی خالی مقام

لاجرم استاد استادان صمد | کارگاہش نیستی و لا بود

ہے جو استادوں کا وہ استاد اللہ | نیست کا عالم ہے اس کی کارگاہ

ہر کجا ایں نیستی افزوں ترست | کار حق و کارگاہش آں سرست

ہے جہاں جتنی زیادہ نیستی | کار حق اور کارگہ ہے واں ہی

نیستی چوں ہست بالایں طبق | از ہمہ بردند درویشاں سبق

نیستی کے طبقے بالاتر جو تھے | اس لئے درویش سبقت لے گئے

خاصہ درویشے کہ شد بے جسم و مال | کار فقر جسم دارد نے سوال

خاص کر وہ جو ہوا بے جسم و مال | فقر رکھتا ہے ۔ نہیں کرتا سوال

سائل آں باشد کہ جسم او گداخت | قانع آں باشد کہ مال خویش باخت

ہے وہ سائل جسم کو جو دے گھلا[1] | وہ ہے قانع مال جس نے کھو دیا

[1] یعنی بالائی خواہش میں جسم گھلا دے ۔

پس زدی اکنوں شکایت برمدار	کوست سوئے نیست اسپے راہوار
درد کی اپنے شکایت کر نہ یار	درد سوئے نیستی ہے راہوار
ایں قدر گفتیم باقی فکر کن	فکر اگر جامد بود رو ذکر کن
اتنا ہم نے کہہ دیا۔ اب فکر کر	فکر اگر افسردہ ہو تو ذکر کر
ذکر آرد فکر را در اہتزاز	ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز
ذکر جنبش میں ہے لاتا فکر کو	آفتاب فکر کر ہے ذکر کو
اصل خود جذبہ است لیک اے خواجہ تاش	کار کن موقوف آں جذبہ مباش
اصل گو جذبہ ہے لیکن اے پسر	صرف جذبہ پہ نہ رہ۔ کچھ کام کر
زانکہ ترک کار چوں نازے بود	ناز کے درخورد جانبازے بود
کیونکہ ترک کار خود اک ناز ہے	ناز پندار لب غارت جانباز ہے
نے قبول اندیش نے رد اے غلام	امر را و نہی را مے بیں مدام
نہ قبول ورد سے پرہیز اے غلام	رکھ تو امر و نہی پر نظریں مدام
مرغ جذبہ ناگہاں پرد ز عش	چونکہ دیدی صبح شمع آں دم بکش
آشیاں سے مرغ جذب اُڑ جائے گا	جب تو دیکھے صبح شمعیں دے بجھا
چشمہا چوں شد گذارہ نور اوست	مغزہا مے بیند او در عین پوست
نور جب کرتا ہے آنکھوں میں گزر	پوست میں بھی مغز آتا ہے نظر
بیند اندر ذرہ خورشید بقا	بیند اندر قطرہ کل بحر را
دیکھتا ہے ذرے میں سورج عیاں	قطرے میں دریا نظر آتا ہے ہاں

ندی پر بیٹھنے والے صوفی کی باقی حکایت

گفت صوفی در قصاص یک قفا	سر نشاید باد دادن بر عمی
سوچا صوفی نے کہ اک ٹھوک کے لئے	اندھے پن سے سر نہ دینا چاہئے

لہ یعنی پھر ذکر و فکر کی حاجت نہیں ۞

خرقۂ تسلیم اندر گردنم ‏ ‏ ‏ ‏ بر من آساں کرد سیلی خوردنم

ہے گلے میں خرقہ جو تسلیم کا ‏ ‏ ‏ ‏ اُس نے لینا دھپ کا آساں کر دیا

دید صوفی خصم خود را سخت زار ‏ ‏ ‏ ‏ گفت اگر مشتش زنم من خصم وار

دیکھا صوفی نے کہ دشمن ہے نزار ‏ ‏ ‏ ‏ مثل دشمن گر کیا گھونسے کا وار

او بیک مشتم بریزد چوں رصاص ‏ ‏ ‏ ‏ شاہ فرماید مرا زجر و قصاص

ایک ہی گھونسے سے وہ مر جائے گا ‏ ‏ ‏ ‏ اُس کا بدلہ مجھ سے لے گا پھر خدا

خیمہ ویراں ست و بشکستہ وتد ‏ ‏ ‏ ‏ او بہانہ مے کند تا در فتد

خیمہ ویراں میخ ٹوٹی ہے لا ‏ ‏ ‏ ‏ وہ ہے گرنے کا بہانہ ڈھونڈتا

بہر ایں مردہ دریغ آید دریغ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ قصاصم افتد او در زیر تیغ

ایک مردہ کے لئے ہے یہ دریغ ‏ ‏ ‏ ‏ اپنا سر بدلے میں دینا زیر تیغ

چوں نمے تانست کف بر خصم زد ‏ ‏ ‏ ‏ عزمش آمد کش بر قاضی برد

بدلہ لینے سے ہوئی جب اُس کو یاس ‏ ‏ ‏ ‏ سوچا اس کو لے چلوں قاضی کے پاس

کہ ترازوئے حق ست و کیل او ‏ ‏ ‏ ‏ زاں سوئے حق ست اکمل کیل او

کیونکہ قاضی ہے ترازوئے خدا ‏ ‏ ‏ ‏ اس لئے رہتا ہے سوئے حق جھکا

مخلص است از مکر دیو و حیلہ‌اش ‏ ‏ ‏ ‏ مخلص ست از قید دیو و حیلہ‌اش

مکر شیطاں سے وہ ہے چاہے پناہ ‏ ‏ ‏ ‏ اس کی قید و قول سے ہے امن گاہ

ہست او مقراض احقاد و جدال ‏ ‏ ‏ ‏ قاطع جنگ دو خصم و قیل و قال

وہ ہے قینچی کینے کی اور جنگ کی ‏ ‏ ‏ ‏ دور کر دیتا ہے جنگ و دشمنی

دیو در شیشہ کند افسون او ‏ ‏ ‏ ‏ فتنہا ساکن کند قانون او

دیو شیشہ بند افسوں سے ہوئے ‏ ‏ ‏ ‏ فتنے سب قانون سے اُس کے دبے

چوں ترازو دید خصم پر طمع ‏ ‏ ‏ ‏ سرکشی بگذارد و گردد تبع

جب ترازو آئے دشمن کو نظر ‏ ‏ ‏ ‏ سرکشی اپنا جھکا دیتی ہے سر

ور ترا زر نیست گر افزوں ز بیش | از قسم راضی نگردد اہل بیش
ہے ترا زر گر اُسے زائد ملے | بے وقوفی سے نہ راضی ہو سکے

کے شود راضی ز تو طبع تہیش | از پئے بے دانشی ہر اہل بیش
تجھ سے کب راضی ہو وہ طبع تہی | اُس میں ہے سب بے دانشی و ابلہی

ہست قاضی رحمت و تیغ ستیز | قطرۂ از بحر عدل رستخیز
قاضی و تیغ جنگ کرنے والا ہے | عدل کے دریا کا بس اک قطرہ ہے

قطرہ گرچہ خرد و کوتہ پا بود | لطف آب بحر ازو پیدا بود
قطرہ گو ہوتا ہے چھوٹا بے گماں | لطف دریا اُس سے ہوتا ہے عیاں

از غبار ار پاک داری کلہ را | تو ز یک قطرہ ببینی دجلہ را
گرد سے ہو پاک اگر آنکھ اور جاں | دجلہ کو اک قطرے میں دیکھے رواں

جزوہا بر حال کلہا شاہد است | چوں شفق غماز خورشید آمدہ است
جزو میں پوشیدہ کل کا راز ہے | جیسے سورج کی شفق غماز ہے

آں قسم بر جسم احمدؐ راند حق | آنچہ فرمودہ است کلا والشفق
جسم احمدؐ کی قسم کھاتا ہے حق | اور فرماتا ہے کلا والشفق[1]

مور بر دانہ چرا لرزاں بُدے | گر از آں یکدانہ خرمن داں بُدے
کیوں لرزتی چیونٹی بس اک دانہ پر[2] | دانہ میں خرمن اگر آتا نظر

ہر سر حرف آمد صوفی پیداست | ور مکافات جزا مستقبل است
آج کا مطلب ہے صوفی کے قرار | پا لے سینے کے لئے بے اختیار

[1] قولہ تعالیٰ۔ فلا اقسم بالشفق واللیل وما وسق۔ یعنی میں قسم کھاتا ہوں شفق کی اور رات کی اور اس کی جو جمع کرلیں۔

[2] یعنی ڈرتی ہے کہ کہیں یہ ایک دانہ بھی منہ سے نہ چھوٹ جائے۔

اے تو کردہ ظلمہا چوں خوشدلی — از تقاضائے مکافی غافلی

ظلم کرکے آہ کیوں خوش دل ہے تو — بدلے لینے والے سے غافل ہے تو

یا فراموشت شدہ است آں کردہا — کہ فرو آویخت غفلت پردہا

یاد سے ہیں ظلم سب تونے بھلا — یا کہ ہے غفلت کا پردہ پڑ گیا

جرم گردوں رشک بردے بر صفات — گر نہ خصمیہاستے اندر قفات

رشک گردوں کو صفا پہ تھا ترے — گر نہ ہوتے تیرے پیچھے [illegible]

لیک محبوسی برائے آں حقوق — اندک اندک عذر میخواہ از عقوق

ہے مگر قیدی حقوق رسم و راہ — کر ذرا کچھ تو بھی عذر گناہ

تا بیکبارت نگیرد محتسب — آب خود روشن کن اکنوں با محب

تا نہ پکڑے محتسب یکبارگی — آب روشن اپنی کر لے اے اخی

صوفی اور صفع زن والا

رفت صوفی سوئے آں سیلی زنش — دست زد چوں مدعی در دامنش

صوفی اس کے پاس پہنچا جلد ہی — دامن اس کا پکڑا مثل مدعی

اندر آوردش بر قاضی کشاں — کایں خر ادبار را بر خر نشاں

سامنے قاضی کے لایا اور کہا — اس کو خر پر دو بٹھا یہ ہے گدھا

یا بزخم درہ دہ او را جزا — آں چنانکہ رائے تو بیند سزا

زخم درہ سے یا اس کو سزا — یا کرے جو رائے عالی فیصلا

کانکہ از زجر تو میرد در دما — بر تو تاواں نیست باشد آں جبار

زخم سے جو آپ کے ہو جاں سپر — کچھ نہیں ہے اس کا تاواں آپ پر

وانکہ از زخم تو بیند مرگ خویش — فارغ از دوزخ رود تا خلد پیش

جو سزا سے آپ کی مر جائے گا — چھٹ کے وہ دوزخ سے جنت پائے گا

بہر حد و تعزیر قاضی ہر کہ مرد
نیست بر قاضی ضمان کو نیست خرد

قاضی کی حد و سزا سے جو مرا
بار قاضی پر نہ کچھ اُس کا پڑا

نائب حقست و سایہ عدل حق
آئینہ حقست و باشد مستحق

نائب حق ہے نشانِ عدل حق
آئینہ حق کا ہے اس کا مستحق

کو ادب از بہر مظلومے کند
نے برائے عرض و خشم و دخل خود

دیتا ہے مظلوم کی خاطر سزا
اپنے غصے اور غرض سے کام کیا

چوں برائے حق و روز آجل ست
گر خطائے شد دیت بر عاقل ست

ہے جو حق اور حشر سے وابستگی
ہے دیت عاقل پہ بھول اور چوک کی

عاقل او کیست دانی ہست حق
سوئے بیت المال برگرداں ورق

کون ہے عاقل؟ وہ عاقل ہے خدا
اپنے بیت المال سے دے گا صلہ

آنکہ بہر حق زند او آمن ست
وانکہ بہر خود زند او ضامن ست

مارے جو حق کے لئے ایمن ہے وہ
اور خود مارے تو خود ضامن ہے وہ

گر زند والد پسر را او بمرد
آں پدر را خونبہا باید شمرد

باپ کے مارے سے گر بیٹا مرا
باپ کو اس کے سمجھئے خون بہا

زانکہ او را بہر کارِ خویش زد
خدمت او واجب آمد بر ولد

کیونکہ مارا ہوگا اپنے کام سے
لازمی خدمت تھی بیٹے کے لئے

چوں معلم زد صبی را شد تلف
بر معلم نیست چیزے لاتخف

مارے استاد اور بچہ جائے مر
تو نہیں الزام کچھ استاد پر

کاں معلم نائب افتاد و امیں
ہر امینے ہست حکمش ہمچنیں

ہے معلم نائب حق اور امیں
ہے امیں کے واسطے جائز یونہیں

نیست واجب خدمت استا بر او
پس بزجر استا نبودش کار او

خدمت اس پر تھی نہ فرض استاد کی
اس کی جھڑکی کام سے سکتی نہ تھی

ور پدر زد او برائے خود زدہ ست	لاجرم از خوں بہا دادن بجست
باپ نے مارا تو خود اپنے لئے	اس لئے وہ خوں بہا سے کیوں بچے
پس خودی را سر ببر با ذوالفقار	بیخودی شو فانی و درویش وار
سر خودی کا کاٹ دے سے ذوالفقار	فانی و بے خود ہو اور درویش وار
چوں شدی بیخود ہر آنچہ تو کنی	ما رمیت اذ رمیت ایمنی
جب تو بے خود ہو گیا تو کچھ بھی کر	ہے ما رمیت اذ رمیت اے پسر
آں ضماں بر حق بود نے بر امیں	ہست تفصیلش بفقہ اندر ببیں
کیونکہ امیں اس کا خدا ہے ذمہ وار	یہ لکھا ہے فقہ میں تفصیل وار
ہر دکانے راست بازارے دگر	مثنوی دکان فقر است اے پسر
ہر دکاں کا ہے الگ بازار اخی !	اک دوکان فقر ہے یہ مثنوی
در دکان کفشگر چرم است خوب	قالب کفش است اگر بینی تو چوب
ہے دکان کفش گر میں چرم خوب	کفش کا قالب ہے گر دیکھے تو چوب
پیش بزازان قز و ادکن بود	بہر گز باشد اگر آہن بود
عمدہ کپڑے پیش بزازاں ملتے	اور جو لوہا ہے تو ہے گز کے لئے
مثنوی ما دکان وحدت است	غیر واحد ہر چہ بینی آں بت است
مثنوی اپنی ہے وحدت کی دکاں	بت ہے جو ہے ماسوائے حق یہاں
غیر واحد ہر چہ بینی اندریں	بیگمانے جملہ را بت داں یقیں
ماسوا حق کے جو کچھ آئے نظر	بے گماں باور اسے تو بت ہی کر

ے قولہ تعالے مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ یعنی جس وقت تو نے تیر پھینکا۔ تو وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ تعالے نے پھینکا۔

بت ستودن بہر دام عامہ را — ہمچناں خواں کالغرانیق العلی

دام ہے بت کی ستائش عام کا — تو سمجھ اس کو غرانیق العلی

خواندش اندر سورۂ والنجم زود — لیک آں فتنہ بُد از سورہ نبود

سورۂ والنجم سے یہ پڑھ دیا — تھا وہ فتنہ نص سورۃ کا نہ تھا

جملہ کفار آں زماں ساجد شدند — ہم سری بود آنکہ سر بر در زدند

سارے کافر اس گھڑی ساجد ہوئے — رکھ دیئے سر ہمسری کے واسطے

بعد ازیں حرفیست پیچا پیچ و دور — با سلیماں باش و دیواں را مشور

بعد از ایں اک بات ہے کچھ پیچ دار — چھوڑ دیو اور کر سلیماں کا اختیار ۲؎

۱؎ اس کی اصل کیفیت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ کعبہ میں سورۂ والنجم پڑھ رہے تھے۔ اور اس لئے کہ سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں، ہر آیت کے بعد کچھ ٹھہر جاتے تھے۔ جب اس مقام پر پہنچے کہ "افرأیتم اللات والعزّیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ" (کیا دیکھا تم نے لات اور عزّیٰ اور تیسرے منات کو جو اور ہے) تو یہاں بھی ٹھہر گئے۔ اُس وقت شیطان نے لوگوں کے کان میں ڈال دیا کہ "تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجیٰ" (یہ بڑے بڑے بت ہیں بیشک ان سے شفاعت کی امید کی گئی ہے) مشرکین بہت خوش ہوئے کہ آج ہمارے بتوں کی تعریف کی۔ پس سجدے کے وقت مسلمانوں کے ساتھ انہوں نے بھی اپنا سر جھکا دیا۔ جبرئیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی۔ آنحضرت صلعم بہت رنجیدہ ہوئے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی "وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْ اُمْنِیَّتِہٖ" (نہیں بھیجا ہم نے کسی رسول اور کسی نبی کو تجھ سے پہلے مگر جس وقت کہ ان میں سے کسی نے کچھ آرزو کی شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ اپنی طرف سے ڈال دیا) اس آیت کے نزول سے حضور سرورِ کائنات کو تسکین ہو گئی۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ تجھے اس پیچیدگی سے کیا کام تو شورش والے شیطانوں کو چھوڑ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ رہ یعنی غیر شورش پسند اور مطمئن۔

ہین حدیث صوفی و قاضی بیا / واں ستمگار ضعیف زار زار

صوفی و قاضی کا پھر افسانہ لا / اور اس ظالم ضعیف و زار کا

صوفی اور قاضی کا قصہ

گفت قاضی ثبت العرش اے پسر / تا بروے نقش گنیم از خیر و شر

بولا قاضی چھت کہاں ہے اے پسر / جس پہ کھینچوں میں نقوش خیر و شر

کو زنندہ کو محل انتقام / کایں خیالے گشتہ است اندر سقام

جس نے مارا کیا ہے جائے انتقام / یہ ہے صرف اک وہم اس پر گشتہ کام

شرع بہر زندگان و اغنیا ست / شرع بر اصحاب گورستاں کجاست

شرع ہے زندوں امیروں کے لئے / شرع کب ہے مرنے والوں کے لیے

آں گروہے کز فقیری بے سرند / صد جہت زاں مردگان فانی ترند

ہے جماعت جو فقیروں کی سدا / ہے فنا میں مرنے والوں سے سوا

مردہ از یکسوئے فانی در گزند / صوفیاں از صد جہت فانی شدند

مردہ فانی صرف ہے اک سمت سے / سو طرف سے مردہ یہ صوفی ہوئے

مرگ یک قتل ست ایں یک صد ہزار / ہر یکے را خونبہائے بے شمار

موت ہے اک قتل یہ لاکھوں ہزار / پھر ہر اک کا خوں بہا ہے بے شمار

گرچہ کشت ایں قوم را حق بارہا / ریخت بہر خوں بہا انبارہا

حق نے ان لوگوں کو مارا بارہا / خوں بہا کے واسطے ڈھیر اک لگا

ہمچو جرجیس اند ہر یک در سرار / کشتہ گشتہ زندہ گشتہ چند بار

صورت جرجیس[1] ہے ان کا شعار / زندہ ہو جاتے ہیں مر کر بار بار

[1] جرجیس پیغمبر علیہ السلام کہ ان کی قوم نے ایذا دے کے مار ڈالا۔ مگر وہ پھر زندہ ہو ہو گئے اور صورت تو جدید قائم رہنے ۔

گفت از ذوق سنانش دادگر	مے بزارد کہ بزن زخمے دگر
ہیں سنان ذوق کے مارے ہوئے	کہہ رہے ہیں اور بھی اک زخم دے
واللہ از عشق وجود جاں پرست	کشتہ بر مقتول خود عاشق تر است
بسکہ ہے عشق مجازی سے فنا	ہے یہ عشق حقیقی کا سوا
گفت قاضی من قضا دار حیم	حاکم اصحاب گورستاں کیم
زندوں کا منصف ہوں قاضی نے کہا	گور والوں پر حکومت میری کیا
ایں بصورت گر نہ در گور است پست	گورہا در دودمانش آمدہ است
یہ نہیں گو قبر میں اب تک گیا	سیکڑوں قبریں ہیں اس میں کھودتا
ایں بدیدی مردہ اندر گور تو	گورہا در مردہ بیں اے کور تو
گور میں دیکھے بہت مردے پڑے	گور اس مردے میں اندھے دیکھ لے
گر ز گورے سنگ بر تو شد اوفتاد	عاقلاں از گور کے خواہند داد
قبر سے اک اینٹ اگر تجھ پر گرے	ہوگی تجھ کو کیا شکایت قبر سے
گر ز خشم و کینۂ مردہ گرو	ہیں مکن با نقش گرمابہ نبرد
ہے یہ مردہ اس کے غصے پر نہ جا	نقش سے حمام کے لڑتا ہے کیا
شکر کن کہ زندہ بر تو نشد	کانکہ زندہ رد کند حق کرد رد
شکر کر مارا نہ زندہ نے تجھے	زندہ کے حملے خدا نے رد کئے
خشم احیا خشم حق و زخم اوست	کہ بحق زندہ است آں پاکیزہ پوست
زندوں کا غصہ ہے غصہ کبریا	ہے تعلق حق سے اس کے پوست کا
حق بکشتش وز او در پاچہ اش دمید	زد و قصابانہ جلد از وے کشید
پھونک بھر دی اس میں حق نے مار کر	جوں قصائی کھینچ[ل] لی جلد اے پسر

ل یعنی جس طرح قصائی جانوروں کو ذبح کرکے پھونک سے بھر دیتے ہیں +

نفخ در وے باقی آمد تا ابد ۔۔۔ نفخ حق نبود چو نفخہ آں قصاب

پھونک تک یہ باقی رہنے کی ابد تلک ۔۔۔ پھونک حق کی ہے قصائی کی نہیں

فرق بسیارست بین النفختین ۔۔۔ ایں ہمہ زین ہست باقی جملہ شین

دونوں پھونکوں میں ہے فرق اے سعد (؟) ۔۔۔ پھونک یہ بہتر ہے باقی سب بری

ایں حیات از وے برید و شد مضر ۔۔۔ واں حیات از نفخ حق شد مستمر

پھونک اس کی زندگی کی ہے مضر ۔۔۔ ہے خدا کی پھونک دائم زندگی

ایں دم آں دم نیست کاید آں بشرح ۔۔۔ ہیں برا زیں قعر چہ بالائے صرح

شرح ہو اس پھونک کی کیونکر روا ۔۔۔ قعر چہ سے چڑھ کر سیڑھیوں سے باہر آ

نیستش بر خر نشاندن مجتہد ۔۔۔ نقش ہیزم را کسے بر خر نہد

ہے بٹھانا خر پر اس کا نا روا ۔۔۔ کون لادے نقش لکڑی کا بھلا

بر نشستن او نہ پشت خر سزد ۔۔۔ پشت تابوتیش اولیٰ تر سزد

ہے گدھے کی پیٹھ اس کو بے تکی ۔۔۔ پشت اس کو چاہیے تابوت کی

ظلم چہ بود وضع غیر موضعش ۔۔۔ ہیں مکن در غیر موضع ضائعش

ظلم ہے چیزوں کو رکھنا بے محل ۔۔۔ کر نہ ضائع بے محل کر کے عمل[1]

گفت صوفی پس روا داری کہ او ۔۔۔ سیلیم زد بے قصاص بے تسو

بولا صوفی کیا مناسب ہے یہی ۔۔۔ کچھ نہ تھپڑ کی سزا دی جائیگی؟

کے روا باشد کہ ہر خرسے قلاش ۔۔۔ صوفیاں را صفع اندازد بلاش

کیا روا یہ ہے کہ ہر قلاش اب ۔۔۔ صوفیوں کے مارے تھپڑ بے سبب

گفت صوفی را چہ باک از صفع تیز ۔۔۔ با چنیں بیمار کمتر کن ستیز

بولا قاضی صوفی کو پروا ہے کیا ۔۔۔ اپنے بیماروں سے لڑنا ہے برا

۱؎ قاضی کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کے لئے کوئی سزا مناسب نہیں ہے اور ہر سزا بے محل ہے۔

هیں چه داری صوفیا از بیش و کم ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ گفت دارم در جہاں من شش درم

کیا ہے تیرے پاس صوفی بیش و کم ‌‌‌‌‌‌‌‌ بولا صوفی ۔ پاس ہاں اب چھ درم

گفت قاضی سه درم تو خرج کن ‌‌‌‌‌‌‌‌ واں سه دیگر را بدو ده بے سخن

بولا قاضی تین تو رکھ خرچ کو ‌‌‌‌‌‌‌‌ تین دے اس کو پھر جو ہو سو ہو

زار و رنجورست و درویش و ضعیف ‌‌‌‌‌‌‌‌ سه درم بایدش تره و رغیف

یہ ہے بیمار ۔ اس کو دینا چاہیے ‌‌‌‌‌‌‌‌ خرچ تھوڑا ساگ روٹی کے لئے

قاضی و صوفی بهم در قیل و قال ‌‌‌‌‌‌‌‌ پیک آں بخور زار و سخت حال

قاضی و صوفی ہیں تھی یہ گفتگو ‌‌‌‌‌‌‌‌ سر کشاکش بیمار کو تھی سو ہو

بر قفائے قاضی افتادش نظر ‌‌‌‌‌‌‌‌ از قفائے صوفی آں خوب تر

قاضی کی گدی پہ ڈالی اک نظر ‌‌‌‌‌‌‌‌ صوفی کی گدی سے تھی وہ خوب تر

راست میکرد از پئے سیلیش دست ‌‌‌‌‌‌‌‌ کہ قصاص سیلیم ارزاں شدست

ہاتھ سیدھا اس نے تھپڑ کو کیا ‌‌‌‌‌‌‌‌ کیونکہ تھپڑ کی تو سستی تھی سزا

سوئے گوش قاضی آمد بہر راز ‌‌‌‌‌‌‌‌ سیلئے آورد قاضی را فراز

کان کی جانب وہ قاضی کے بڑھا ‌‌‌‌‌‌‌‌ اور تھپڑ ایک قاضی کو دیا

صوفی کا قاضی کو ملامت کرنا

گفت بستانش ایا دیدے دو خصم ‌‌‌‌‌‌‌‌ تا روم آزاد بے خرخاش و خصم

پھر کہا ۔ دو چھ درم اے دشمنو ‌‌‌‌‌‌‌‌ جاؤں میں بے خرخشہ مجھ کو نہ ہو

گشت قاضی تیره صوفی گفت هی ‌‌‌‌‌‌‌‌ حکم تو عدلست لاشک نیست غی

قاضی غصے میں تھا صوفی نے کہا ‌‌‌‌‌‌‌‌ حکم تیرا سر بسر انصاف کا

آنچه نپسندی بخود اے شیخ دیں ‌‌‌‌‌‌‌‌ چوں پسندی بر برادر اے امیں

جو نہیں اپنے لئے تجھ کو پسند ‌‌‌‌‌‌‌‌ کیوں وہ بھائی کے لئے تجھ کو ہو پسند

این ندانی کز پئے من چہ کنی	ہم دراں چہ عاقبت خویش افگنی
تو نے کھدوا کنواں میرے لئے	خود ہی اس میں گر پڑا تو دیکھ لے
من حفر بیرا نخواندی از خبر	آنچہ خواندی کن عمل جان پدر
من حفر بیرا نہیں تو نے پڑھا	جو پڑھا اس پر عمل بھی تھا روا
آں یکے حکمت چنیں بہر قضا	کاں ترا آورد سیلی در قفا
تھی خدا کی اس میں حکمت پر بلا	تیری گدی پر بھی اک تھپڑ لگا
وائے بر احکام دیگرہائے تو	تا چہ آرد بر سر و بر پائے تو
وائے تیرے دوسرے احکام پر	جانے کیا بدلا ملے کیا ہو اثر
ظالمے را رحم آری از کرم	کہ برائے لقمہ بدہش صد درم
ایک ظالم پر کیا اس نے کرم	خرچ کو دلوائے دیتا تھا درم
دست ظالم را ببر چہ جائے آں	کہ بدستش او دہی حکم و عناں
چاہئیں کٹنے ہاتھ اس کے کاٹنے	اختیار اس کو نہ دینا چاہئے
آں بزے مانی اے مجہول او	کہ شیر او گرگ را او شیر داد
مثل بکری کے ہے تو جس نے بھی	کی رضاعت بھیڑیئے کی نسل کی

قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی واجب آمد با قضا	ہر جفا و ہر قضا کار و قضا
بولا قاضی میں ہوں راضی بر رضا	جو قضائے حق ہے کچھ ہو جفا
خوش دلم در باطن از حکم خدا	گرچہ رو ترشم شده از حکم ہم
خوش ہے دل حکم ازل کے حکم سے	گو ترش روئی کہ ہوتی اس سے ہے

لہ حدیث نبوی ہے کہ من حفر بئر الاخیہ فقد وقع فیہ یعنی جس نے اپنے بھائی کے لئے کنواں کھدوا۔ وہ خود ہی اس میں گرا۔

این نم باغست و چشم ابر وش — ابر گریہ باغ خندد شاد و خوش

ابر ہیں آنکھیں مرا دل ہے چمن — ابر جب روئے چمن ہو خندہ زن

سال قحط از آفتاب خیرہ خند — باغ ہا در مرگ جاں کندن شند

قحط میں ہنستا ہے کیا کیا آفتاب — موت کا باغوں کو ہوتا ہے عذاب

زامر حق "وابکوا کثیرا" خواندهٔ — چوں سر بریاں چہ خنداں ماندهٔ

حکم حق "وابکوا کثیرا" ہے پڑھا — پھر بھنے سر کی طرح ہنستا ہے کیا

روشنیٔ خانہ باشی ہمچو شمع — گر فرو باری تو ہمچوں شمع دمع

روشنی گھر کی ہے بننا چاہتا — شمع کی مانند تو آنسو بہا

ذوق خندہ دیدهٔ اے خیرہ خند — ذوق گریہ بیں کہ ہست آں کان قند

لطف ہنسنے کا تو پایا ہے گزند — ذوق گریہ دیکھ جو ہے مثل قند

آں ترش روئی مادر یا پدر — حافظ فرزند شد از ہر ضرر

ترش روئی ماں کی ۔ غصہ باپ کا — بچے کو نقصاں سے بچتا ہے بچا

چوں جہنم گریہ آرد یاد آں — پس جہنم خوشتر آمد از جناں

یاد سے دوزخ کی ہوں آنسو رواں — تو ہے دوزخ بہتر از باغ جناں

خندہا در گریہ پنہاں کتیم — گنج در ویراں ہا جوے اے کلیم

رونے میں پنہاں ہنسی ہے اے بسیر — جیسے ویرانوں میں پنہاں گنج زر

ذوق در غمہاست پے گم کردہ اند — آب حیواں را بہ ظلمت بردہ اند

وہ ہیں گمرہ ۔ ذوق غم سے جو بچیں — آب حیواں ہے چھپا ظلمات میں

پا ذگونہ نقل از دہ تا رباط — چشمہا را چار کن در احتیاط

الٹا باندھا ہے بساط دہر کو — اپنی آنکھیں چار کر ہشیار رہ

؎ قولہ تعالیٰ: "فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا"۔ یعنی چاہیے کہ تم کم ہنسو اور بہت روؤ۔

چشم خود را چار کن در اعتبار ——— یار کن با چشم خود دو چشم یار
چار آنکھیں کر بڑھا لے اعتبار ——— اپنی آنکھوں سے ملا دو چشم یار [1]

امرهم شوری بخوان اندر صحف ——— یار را باش و مکن از ناز اُف
امرهم شوری [2] کو پڑھ قرآن میں ——— یار کا ہو تا نہ اُکتا یا لڑ نہیں

یار باشد راه را پشت و پناه ——— چونکه نیکو بنگری یار است راه
دوست ہی منزل کی ہے پشت و پناہ ——— غور کر وہ دوست ہی ہے تیری راہ

چونکه در یاران رسی خامش نشین ——— اندراں حلقه مکن خود را نگین
دوستوں میں بیٹھ کر خاموش ہو ——— کر نمایاں تو نہ اپنی ذات کو

در نماز جمعه بنگر خوش بهوش ——— جمله جمع‌اند و یک اندیش و خموش
تو نماز جمعہ پر رکھ چشم و گوش ——— جمع ہیں سب ایک ہی دھن میں خموش

رختها را سوئے خاموشی کشاں ——— چوں نشاں جوئی مکن خود را نشاں
لے حواسوں کو خموشی کی زباں ——— ہے نشاں اس کی تو ہو جا بے نشاں

گفت پیغمبر که در بحر هموم ——— در دلالت دان تو یاراں را نجوم
غم کے دریا میں پیغمبر نے کہا ——— مثل انجم دوست کو کر رہنما

چشم بر استارگاں نه ره بجوی ——— نطق تشویش نظر باشد مگوی
تارے دیکھ اور جستجوئے راہ کر ——— چپکے رہ کر کہنا ہے تشویش نظر [3]

گر دو حرف صدق گوئی اے فلاں ——— گفت تیره در عقب گردد رواں
تو نے دو باتیں اگر سچی کہیں ——— لغو پھر بکنا پڑے گا بالیقیں

[1] مرشد کی آنکھوں سے مراد ہے ۔
[2] قوله تعالیٰ - اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ
یعنی وہ لوگ جو خدا کا حکم مانتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے کام ایک دوسرے کے مشورے سے کرتے ہیں ۔ [3] یعنی بولنے سے دھیان بٹ جاتا ہے ۔

این نخواندی کالکلام اے مستہام	فی شجون جرہ جر الکلام
کیا نہ سمجھا "الکلام" اے نیک نام	گفتگو کو کھینچ لیتا ہے کلام
ہین مشو شارع دران حرف رشد	چون سخن پیشک سخن اے کشد
تو ہدایت کے لیے شارع نہ بن	کھینچ لیتا ہے سخن ہی کو سخن
نیست در ضبطت چو بکشادی دہان	از پے صافی مشو تیرہ روان
جب نہیں منہ کھولنے پر اختیار	تیرہ دل سے ہو یہ پھر کیا افتخار
آنکہ معصوم رہ وحی خداست	چون ہمہ صافست بکشاید رواست
ہے جو معصوم رہ وحی خدا	ہے فقط منہ کھولنا اس کو روا
زانکہ ما ینطق رسول بالھوی	کے ہوا زاید ز معصوم خدا
چاؤ سے خالی ہے نطق مصطفیٰ	ہے ہوس سے دور معصوم خدا
خویشتن را ساز منطیقی رجال	تا نگردی ہمچو من سخرہ مقال
تو زبان آور بنا لے آپ کو	تا نہ میری طرح ہو بیہودہ گو

صوفی کا سوال اور قاضی کا جواب

گفت صوفی چون ز یک کانست زر	این چرا نفعست و آن دیگر ضرر
پوچھا صوفی نے ہے جب اک کان زر	سونے میں ہوتا ہے کیوں نفع و ضرر
چون وجودت از یکے دست آمدست	این چرا ہشیار آن مست آمدست
اور ہے جب ہر وجود اک ہاتھ سے	مست اور ہشیار کیوں بندے ہوئے

ل یعنی الکلام فی شجون جرہا جر الکلام۔ کلام کشندہ شاخوں میں ہے جو کلام کو کھینچتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کلام کرنے سے کلام شاخ در شاخ پیدا ہوتا ہے۔

ک وما ینطق عن الھوی۔ یعنی وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دل کے چاؤ یا خواہش سے بات نہیں کرتے ہیں۔ سہ یہ مصرعہ مولانا مرحوم نے ازراہ کسر نفسی فرمایا ہے۔

چوں یکے دریاست ایں جو ہا رواں | ایں چرا زہرست و آں شہد رواں
ایک دریا سے ہیں جب نہریں رواں | تلخ و شیریں کیوں ہیں پانی جہاں

چوں ہمہ انوار از شمس بقاست | صبح کاذب صبح صادق از کجاست
ایک ہی سورج سے جب سب نور ہو | صبح صادق اور کاذب پھر ہو کیوں

چوں یکے سرمہ ست ناظر را کحل | از چہ آمد راست بینی و حول
ایک ہی سرمہ ہو جب ہر آنکھ میں | کیوں ہے بینا اور بھینگے ہیں پھر بنیں

چوں کہ دار الضرب سلطاں یک است | نقدہا چوں ضرب خود شد نارواست
ایک دار الضرب ہے جب شاہ کا | کس لئے سکہ ہو پھر کھوٹا کھرا

چوں خدا فرمود رہ را راہ من | ایں خفیر چیست آں یک راہزن
جبکہ ہے ہر راہ راہ ذو المنن | کیوں ہے پھر اک رہبر اور اک راہزن

چوں ز یک بطن اند ایں جبر و سفیہ | چوں یقیں شد کالولد سر ابیہ
عاقل و بے عقل ہیں اک بطن سے | بھید پھر کیوں باپ کا بیٹا سے

وحدت کے گروید با چندیں ہزار | صد ہزاراں جنبش اندر عین قرار
اس قدر مخلوق میں وحدت کہاں | ہر سکوں سے جنبشیں ہیں سب عیاں

گفت قاضی صوفیا خیرہ مشو | یک مثالے در بیان ایں شنو
بولا قاضی میں نہ صوفی بد سگال | سن میں دیتا ہوں تجھے اس کی مثال

ایں ہمیں حالے ہمیں را اندکے داں | ورنہ بینی حال را نیکو بخواں
تو نے جو دیکھا ہے اس پہ غور کر | اور سمجھ اس کو نہ دیکھا جا سکے گر

ہمچنانکہ بے قراری عاشقاں | حاصل آمد از قرار دلستاں
بے قراری جس طرح عشاق کی | ہے قرار دوست سے حاصل ہوئی

آں چو کہ بہ ناز ثابت آمدہ | عاشقاں چوں برگہا لرزاں شدہ
وہ ہے مثل کوہ قائم ناز سے | لرزہ بر اندام عاشق ہیں ادھر

خندهٔ او گریه‌ها انگیخته ‏— آب رویش آبروها ریخته
اس کے ہنسنے سے ہے گریاں آرزو — حسن نے اس کے مٹا دی آبرو

این همه چون و چگونه چون زبد — بر سر دریای بی‌چون می‌طپد
مثل کف چون و چگونہ بے گماں — ساحل دریائے بے چوں پر تپاں

ضد و ندش نیست در ذات و عمل — زان بپوشیدند هستی‌ها حلل
ضد و ند کچھ ذات میں اس کی نہیں — ہستیاں یوں صاحب خلعت ہوئیں

ضد ضد را بود و هستی کی دهد — بلکه زو بگریزد و بیرون جهد
ضد سے ند کو میل کیا یا ہمسری — بلکہ اس سے بھاگتی ہے کود کر

ند چه بود مثل[1] مثل نیک پاد — مثل مثل خویشتن را کی کند
مثل کی ند ہے بڑی اچھی مثال — مثل کب پیدا کرے اپنی مثال

چونکه دو مثل آمدند ای متقی — این چه اولی‌تر از آن در خالقی
مثل جب دونوں ہوئے اے متقی — کون اولیٰ تر ہو بہر خالقی

بر شمار برگ بستان ضد و ند — چون کفی بر بحر بی‌ضدست و ند
پتیوں سے بھی سوا ہیں ضد و ند — تو بھی کف دریا کا ہے بے ند و ضد

بیچگونه بین تو برد و مات بحر — چون چگونه گنجد اندر ذات بحر
بحر میں چون و چگونہ ہے کہیں؟ — ان کی اس دریا میں گنجائش نہیں

کمترین لعبت او جان تست — این چگون و چون جان کی شد درست
اس کی اک محبوب تیری جان ہے — اس میں کب چون و چگوں کی شان ہے

پس چنان بحری که در هر قطره زان — از بدن ناشی تر آمد عقل و جان
پس وہ دریا جس کا ہر قطرہ ہوا — عقل و جاں والا بدن سے بھی سوا

[1] مثل ۔ نظیر۔

کے بگنجد در مضیق چند و چوں — عقل کل بنجاست از لا یبصرون

چند و چوں کی تنگیوں میں کب سمائے — یہ سمجھ میں عقل کی کس طرح آئے

عقل گویا مر جسد را کاے جماد — بوے بردی ہیچ ازاں بحر معاد

عقل کرتی ہے بدن سے یہ سوال — جانتا ہے کچھ تو اس دریا کا حال

جسم گوید من یقیں سایہ توام — بوے از سایہ کہ جوید جان عم

جسم کہتا ہے۔ میں ہوں سایہ ترا — سائے سے ملتا ہے کس کو کچھ پتا

عقل گوید کایں نہ آں حیرت سراست — کہ سزا گستاخ تر از ناسزاست

عقل کہتی ہے کہ یہ ہے حیرت کا گھر — اہل سے نااہل ہے گستاخ تر

شیر ایں سو پیش آہو سر نہد — باز ایں جا نزد تیہو پر نہد

شیر سر رکھے ہرن کے سامنے — باز پر پھیلائے تیہو کے لیے

اندر آید آفتاب انورے — خدمت ذرہ کند چوں چاکرے

اور سورج باوجود اس نور کے — مثل خادم خدمت ذرہ کرے

ایں ترا باور نیاید مصطفیٰ[1] — چوں ز مسکیناں ہمی جستے دعا

یہ تجھے باور نہ ہوگا۔ مصطفیٰ[2] — لیتے تھے مسکین لوگوں کی دعا

گر تو گوئی از پے تعلیم بود — عین تجہیل از چہ رو تفہیم بود

تو کہے گا۔ یہ بھی اک تعلیم تھی — ناشناسی کس طرح تفہیم تھی[3]

بلکہ میداند کہ گنج بے شمار — در خرابی ہا نہاد آں شہریار

جانتے تھے وہ کہ گنج بے شمار — رکھتا ویرانوں میں ہے وہ شہریار

بد گمانی نعل معکوس وے است — گرچہ ہر جزویش جاسوس ویست

بد گمانی سے یہ ہے پیچیدگی — تھی خبر حضرت[4] کو ہر اک حال کی

[1] [2] [3] یعنی وہ تو اپنے حال سے بالکل انجان ہو جاتے تھے پھر ہم اپنی تفہیم کس طرح سمجھ لیں نہیں۔ بلکہ وہ دعا کو عین دعا ہی جانتے تھے۔

بل حقیقت در حقیقت غرقہ شد — زیں سبب ہفتاد بل صد فرقہ شد

ہر حقیقت میں حقیقت کی ہے رو — اس لئے فرقے ہیں ستر بلکہ سو

با تو قلماشیت خواہم گفت ہاں — صوفیا خوش پہن بگشا گوشِ جاں

اور کچھ باتیں ہیں میرے دل میں ہاں — سن لے صوفی کھول کر تو گوشِ جاں

مر ترا ہر زخم کاید ز آسماں — منتظر میباش خلعت بعد ازاں

جب فلک سے کوئی پہنچے اضطرار — بعد ازاں خلعت کا بھی کر انتظار

چوں قفا دیدی صفا را ہم ببیں — گرد راں تا گردن آید لسہ ایں

جب قفا دیکھی۔ صفا بھی دیکھ لے — جس نے گردن تک دبایا ہے تجھے

کاں نہ آں شاہست کت سیلی زند — کہ نہ تاج و تخت بخشد مستند

یہ نہیں وہ شاہ جو تھپڑ تو دے — اور نہ تاج و تخت کچھ بھی دے تجھے

جملہ دنیا را پر پشہ بہا — سیلیے را رشوت بے منتہا

قیمت دنیا ہے اک تھپڑ کا پر — رشوت اک تھپڑ کی بے حد ہے بس

گردنت زیں طوق زریں جہاں — چست در دزد و ز حق سیلی ستاں

اپنی گردن طوقِ دنیا سے بچا — ہاں مگر تھپڑ خدا کا اس پہ کھا

آں قفاہا کانبیا برداشتند — زاں بلا سرہائے خویش افراشتند

انبیاء نے وہ جفائیں جھیلی ہیں — ان کو سرافرازیاں اس سے ملیں

لیک حاضر باش در خود اے فتیٰ — تا بخانہ او بیابد مر ترا

تجھ کو حاضر باش ہونا چاہیئے — تا وہ گھر میں آئے تو پائے تجھے

ورنہ خلعت را برد او باز پس — کہ نیابیدم بخانہ ہیچ کس

ورنہ واپس خلعتیں لے جائے گا — جب کسی کو بھی نہ گھر میں پائے گا

گفت آں صوفی چہ بودے کایں جہاں — ابروئے رحمت گشادے جاوداں

بولا صوفی۔ حرج کیا تھا گر جہاں — صرف رحمت ہی سے رہتا شادماں

ہر دمے شورے نیاوردے بہ پیش / بر نیاوردے ز تلوینہاش نیش

پھر دم اک شورش نہ رہتی گرد و پیش / پھر نہ لوٹن سکے نہ لگتے دل میں نیش

شب نبودے چراغ روزہا / ور نبودے باغ عیش اندوزہا

بجھ نہ سکتا رات سے دن کا چراغ / اور نہ مرجھاتا خزاں سے عیش باغ

جام صحت را نبودے جام تب / ایمنی را خوف ناوردے کرب

جام صحت کے لئے ہوتی نہ ضرب / اور بے خوفی کو کچھ ہوتا نہ کرب

خود چہ کم گشتے ز جود و در قنش / گر نبودے خرخشہ در نعمتش

کم نہ ہو جاتا کچھ اس کے کرم سے / گر نہ ہوتے نعمتوں میں خرخشے

حال بودے خوش خوش بے جنگاں / تیرہ کم بودے روان انس جان

ہو سکے سب خوش حال یہ اہل جہاں / یوں نہ ہوتی کند جان انس و جہاں

جاودان بودے حضور ذوق خوش / دائما در جان بدے ہم شوق خوش

اس طرح رہتا ہمیشہ ذوق خوش / روح میں ہوتا ہمیشہ شوق خوش

صوفی کا قاضی کو جواب

گفت قاضی پس تہی رو صوفیے / خالی از فطنت چو کاف کوفیے

بولا قاضی صوفی اک سادہ ہے تو / کاف کوفہ کی طرح کورا ہے تو

تو نہ بشنیدی کہ آں پر قند لب / غدر خیاطاں ہمی گفتے بشب

کیا نہیں معلوم وہ پر قند لب / درزیوں کے کہہ رہا تھا مکر شب

خلق را در دزدی آں طائفہ / می نمود افسانہاے سالفہ

اک جماعت نے جو کی تھیں چوریاں / کہہ رہا تھا وہ فسانے میں بیاں

لہ قصہ گو

قصہ پارہ ربائی در بری	کے حکایت کرد او با آن غبی
پارہ لے جانے کا قصہ بے تکان	کر رہا تھا اس سے اُس سے وہ بیان
در سمر مے خواند دزدی نامۂ	گرد او جمع آمدہ ہنگامۂ
دزدی نامہ پڑھ رہا تھا بر ملا	اور اس کے گرد اک ہنگامہ تھا
مستمع چوں یافت جاذب با ولوع	جملہ اجزا ایش حکایت گشتہ بود
سننے والے جذب بیحد ایسے ہوئے	سب وہ اجزا سے حکایت بن گئے

اِنَّ اللّٰہ یلقن الحکمۃ کی تفسیر[۵۱]

جذب سمعت است اگر کسے خوش لبیست	گرمی و جد معلم از صبی ست
جذب کرتی ہے سماعت خوش لبی	لڑکوں سے گرمی ہے سب استاد کی
چنگئی کو در نوازد بیست و چار	چوں نباشد گوش گیرد چنگ بار
چنگی جو بہتر بجائے چنگ کو	چنگ ہے بوجھ سننے والا جب نہ ہو
نے حرارت یادش آید نے غزل	نے دہ انگشتش بجنبد در عمل
اس میں گرمی ہو نہ یاد آئے غزل	انگلیاں اس کی دسوں بھولیں عمل
گر نبودے گوشہائے غیب گیر	وحی ناوردے ز گردوں یک بشیر
وحی کانوں کو نہ ہوتی گر قبول	کیوں فلک سے اس کا پھر ہوتا نزول
ور نبودے دیدہائے صنع بیں	نے فلک گشتے نہ خندیدے زمیں
اور اگر آنکھیں نہ ہوتیں صنع بیں	تو فلک پھرتا نہ ہنستی یہ زمیں

۵۱ حدیث شریف۔ اِنَّ اللّٰہ یلقن الحکمۃ علی لسان الواعظین بقدر همم المستمعین - یعنی بیشک اللہ تعالےٰ واعظوں کی زبان پر سننے والوں کے شوق اور ہمت کے مطابق حکمت تلقین کرتا ہے ؀

۵۲ یعنی شرمندہ۔ سر جھکائے ہوئے ؀

آں ہم لولاک این باشد کہ کار ۔۔۔ از برائے چشم تیزست و نظار
حاصل لولاک ہیں جلوے نئے ۔۔۔ غور کرنے اور نظارے کے لئے

عامہ را از عشق ہم خوابہ طبق ۔۔۔ کے بود پروائے صنع عشق حق
عشق ہم خوابہ ہے لیکن ذوق عام ۔۔۔ کیا اُنہیں ہے صنعتِ صانع سے کام

آب تتماجی نریزی در تغار ۔۔۔ تا سگے چندی بنا شد طعمہ خوار
آش کا پانی نہ تو کونڈے میں ڈال ۔۔۔ تا کریں کتے نہ پینے کا خیال

رو سگ کہف خداوندیش باش ۔۔۔ تا رہاند زیں تغاریت مصطفاش
سگ سا مگر کہف خداوندی کا بن ۔۔۔ تا کہ کونڈے سے رہا ہو تیرا تن

ایک ترک کا درزیوں کی چوری کی حکایت سُننا

چونکہ دزدیہائے بے حد را بگفت ۔۔۔ کہ کنند آں درزیاں اندر نہفت
کہہ دیں جب سے رہزنانہ ساری چوریاں ۔۔۔ درزی کرتے تھے جو چھپ چھپ کر نہاں

اندراں ہنگامہ ترکی از خطا ۔۔۔ سخت تیرہ گشت از کشف غطا
ان میں اک شہر خطا کا ترک تھا ۔۔۔ حال یہ سنکر پریشاں وہ ہوا

شب چو روز رستخیز آں رازہا ۔۔۔ گفتن میکرد از پے اہل سخی
رات وہ اُس پر قیامت ہو گئی ۔۔۔ پوچھتا تھا بھید ملتا جب کوئی

ہر کجا آئی چو در جنگی فراز ۔۔۔ بینی آنجا دو عدو در کشف راز
جس جگہ دیکھے گا تو جنگ دراز ۔۔۔ پائے گا دو دشمنوں میں کشف راز

آں زماں را محشر مذکور داں ۔۔۔ واں گلوئے عربدہ را ز گور اصور داں
اُس گھڑی کو محشر مذکور جاں ۔۔۔ اور جھگڑے کو راز گو کے صور جاں

کہ خدا اسباب خشمی ساختہ است ۔۔۔ واں فضائح را کوئے انداختہ است
حق نے غصے کے بنائے ہیں سبب ۔۔۔ اور فضیحت کو کیا شہرت طلب

بسکہ غدر درزیاں را ذکر کرد	حیف آمد ترک را خشم و درد
درزیوں کے مکر و فن کا ذکر کیا	ترک کے دل کو ہوا افسوس سا
گفت اے قصاص در شہر شما	کیست چابکتر دریں فن و دغا
بولا۔ تیرے شہر میں اے قصہ خواں	کون ہے چالاک تر اس فن میں ہاں

چہ درزی اور ترک کا ادعا

گفت خیاطیست نامش پورشش	اندریں دزدی و چستی خلق کش
بولا۔ اک درزی ہے نامی پورشش	چستی و چوری میں ہے وہ خلق کش
گفت من ضامن کہ با صد اضطرار	او نیارد برد از من رشتہ تار
ترک بولا۔ میں ہوں اس کا ذمہ وار	مجھ سے لے سکتا نہیں وہ ایک تار
پس بگفتندش کہ از تو چست تر	مات او گشتند در دعوی مپر
لوگ بولے۔ تجھ سے بھی چالاک تر	مات اس سے ہوگئے۔ دعوی نہ کر
تو بعقل خود چنیں غرہ مباش	کہ شوی یاوہ تو در تزویرہاش
عقل پر اپنی نہ ہو مغرور تو	ہوگا اس کے مکر سے مجبور تو
گرم تر گشت او و بست آنجا گرو	کہ نیارد برد نہ کہنہ نہ نو
تیز ہو کر شرط اس نے باندھ لی	میں نہ دوں گا سے پرانی یا نئی
مطمعانش گرم تر کردند زود	او گرو بست و رہاں را بر گشود
اور بھڑکا کر سے جو لالچی	آخر اس نے یوں زباں سے شرط کی
گفت رہن ایں مرکب تازی من	بدہم ار دزدد قماشم او بفن
بولا گھوڑا اپنا عربی دوں اسے	کچھ بھی لے جائے جو میرے پاس سے
ور نتاند برد اسپے از شما	وا ستانم بہر رہن مبتدا
اور اگر کچھ بھی نہ وہ لے جا سکا	ایک گھوڑا تم سے لوں گا بدلا

ترک آں شب برد از فکرش خواب — با خیال دزد میکرد اضطراب

فکر نے اس ترک کو آیا نہ خواب — تھا خیال اس چوری کا اور پیچ و تاب

بامداداں اطلسے زد در بغل — شد بہ بازار و دکان آں دغل

صبح کچھ اطلس بغل میں داب کر — پہنچا اس مکار کی دکان پر

پس سلامش گرم کرد آں اوستاد — جست از جا لب بترحیبش گشاد

پس سلام اُستاد نے اس کو کیا — اٹھا اور بولا مرحبا صد مرحبا

گرم پرسیدش ز حد ترک بیش — تا فگند اندر دل او مہر خویش

حد سے زیادہ پرسش احوال کی — الفت اس کی ترک کے دل میں بڑھی

چوں شنید از وے نوائے بلبلے — پیشش افگند اطلس استنبلی

مثل بلبل جب سنی اس کی صدا — اطلس اس رومی کو دیکر یوں کہا

کہ ببر ایں را قبائے روز جنگ — زیر نافم واسع و بالاش تنگ

سی قبا اس جنگ کی میرے لئے — تنگ ہو چولی سے نیچے ہو واسع کشادہ

تنگ بالا بہر جسم آرائے را — زیر واسع تا نگیرد پائے را

تنگ ہو چولی کہ سب اعضا سجیں — پھیلا ہو دامن تا نہ الجھیں پاؤں بھی

گفت صد خدمت کنم اے ذو وداد — دست بر دو چشم و بر سینہ نہاد

ہاں میں خدمت کروں گا سربسر — ہاتھ رکھے آنکھ پہ اور سینہ پر

پس بپیمود و بدید او روئے کار — بعد ازاں بگشاد لب را ور فشار

ناپا اور پھر دیکھی صورت کام کی — اور بکاس کچھ گفتگو کرنے لگی

از حکایتہائے میراں و دگر — وز کرمہا و عطاہائے آں نفر

کچھ امیروں کی سنائی داستاں — بخششوں کا پھر کیا ان کی بیاں

وز بخیلاں وز تحشیراتشاں — از پئے خندہ وا داد ہم نشاں

ذکر پھر اس نے بخیلوں کا کیا — اور ان کے حال پر ہنسنے لگا

ہمچو آتش کرد مقراضے بروں	می برید و دل بر افسانہ و فسوں
پھر نکالی تیز قینچی آگ سی	کپڑا کاٹا ۔ گفتگو ہوتی رہی

استاد درزی کا پارۂ اطلس چرانا

یک مضاحک گفت آں استا چو شاد	ترک مست از خندہ شد سست و فتاد
اک ہنسی کی بات کی استاد نے	لوٹا ہنستے ہنستے ترک اس بات سے
چونکہ خندیدن گرفت از وے اماں	چشم تنگش گشت بستہ آں زماں
آئی فقتے پر ہنسی اس کو دو چند	اور آنکھیں ہو گئیں ہنسنے میں بند
پارۂ دزدید و کرد او زیر راں	غیر حق ز جملہ آں نہاں
ایک ٹکڑا زیر راں اس نے رکھا	ہر کسی سے ماسوائے حق چھپا
حق بدید آں لیک ستار خوست	لیک چوں از حد بری غماز اوست
حق نے دیکھا ہے وہ حق ستار خو	اور ہے غماز اگر اڑ جائے تو
ترک را از لذت افسانہ اش	رفت از دل دعوی پیشینہ اش
باقی لذت ترک نے افسانے سے	دل میں جو دعوے تھے سب جاتے رہے
اطلس چہ دعوی چہ رہن چہ	ترک سرمست است در لاغ اے اچہ
کیسی اطلس کیسا دعوی شرط کیا	ترک اس کی شوخیوں سے مست تھا
لابہ کردش ترک کز بہر خدا	لاغ میگو کاں مرا شد مغتذی
کی خوشامد اور کہا بہر خدا	ہزل کہہ کہ ہزل ہے میری غذا
گفت لاغ خندہ انگیز آں دغا	کہ فتاد از خندہ آں ترک از قفا
ہزل پھر اک اور کی اس نے بیاں	ہو گیا چت ہنستے ہنستے وہ جواں
پارۂ اطلس سبک در نیفہ زد	ترک غافل خوش مضاحک می مزد
اس نے نیفے میں وہ اطلس داب لی	ترک تھا غافل ہنسی کی تھی خوشی

ہمچنیں بار سوم ترک خطا	گفت لاغی گوی از بہر خدا
ترک نے سہ بارہ پھر اس سے کہا	ہزل کہہ اک اور بھی بہر خدا
گفت لاغی خندہ میں تر از دو بار	کرد او آں ترک را کلی شکار
ہزل پھر اس نے کہی اک خوشگوار	کر لیا اس ترک کو بالکل شکار
چشم بستہ عقل جستہ مولہہ	مست ترک مدعی از قہقہہ
بند آنکھیں، غافل اور حیرت زدہ	ترک تھا بالکل ہی مست قہقہہ
پس سوم بار از قبا وزدید شاخ	کز خندہ اش یافت میدان فراخ
پھر لیا سہ بارہ کچھ کپڑا چرا	فائدہ تھا اس کے ہنسنے سے بڑا
چوں چہارم بار آں ترک خطا	لاغ از استاد مے کرد اقتضا
جب کیا چوتھا تقاضا ترک نے	ہزل کہنے کے لئے استاد سے
رحم آمد بر وے آں استاد را	کرد در باقی فن و بیداد را
رحم اس پر آ گیا استاد کو	رکھ دیا باقی فن و بیداد کو
گفت مولع گشتہ ایں مفتوں بدیں	بیخبر کیں چہ خسارہ است و غبیں
اور کہا یہ تو نے دیکھا نہ گیا	بے خبر ہے کیا خسارہ ہو گیا
بوسہ افشاں گفت بر استاد او	کہ مرا بہر خدا افسانہ گو
ترک بوسے دیتا تھا استاد کو	اک فسانہ ہاں خدا را اور تو
اے فسانہ گشتہ و محو از وجود	چند چند افسانہ خواہی آزمود
محو ہو کر، خود تو افسانہ بنا	آزمائے گا فسانے تا کجا

خندہ میں تر از تو ہیچ افسانہ نیست

تجھ سے بڑھ کر مضحکہ افسانہ نہیں

بر لب گور خراب خود بایست

سن شکستہ قبر سے اپنی کہیں ہا

ایسی ہی بلا میں مبتلا نفس سے خطاب

اے فرو رفتہ بتقلید جہل و ننگ — چند جوئی لاغ و دستان فلک
اے کنوئیں میں گرنے والے جہل کے — داستاں کب تک سنے گا چرخ سے

تا بکے نوشی تو عشوہ زین جہان — کہ نہ عقلت ماند بر قانون نہ جان
دھوکے کب تک اس جہاں کے کھائیگا — عقل و جاں باقی نہیں تجھ میں ذرا

لاغ این چرخ ندیم کرد و مرد — آبروئے صد ہزاران چون تو برد
ہزل کیوں اس چرخ کی سنتا ہے تو — جس نے لاکھوں کی ہے چھینی آبرو

میدرد میدوزد این درزی عام — جامہ صد سالگان طفل خام
یہ ہے درزی جس نے پھاڑے اور سئے — کپڑے سالک اور طفل خام کے

پیر و طفلان نشستہ پیشش بہر کد — تا بسعد و نحس او لاغے کند
لڑکے بچے بیٹھے ہیں سب سامنے — تا کریں لاغ اس کے سعد و نحس سے

لاغ او گر باغ ہا را داد داد — چون دے آمد داد ہا بر باد داد
ہزل نے اس کی چمن کو داد دی — اور خزاں میں پھر کئی بربادی دی

درزی کا خطاب ترک سے

گفت درزی ترک این در گذر — وائے بر تو گر کنم لاغ دگر
بولا درزی ترک اب کر در گذر — ہزل میں اک اور کہہ دوں گا اگر

پس قبایت تنگ آید باز پس — این کند با خویشتن خود ہیچ کس
تنگ تر ہو جائے گی تیری قبا — کون اسے اپنے لئے رکھے روا

لہ ہزل ✤
۲ یعنی ___ دل خوش ✤

خندہ چہ بود رمز اگر دانستئی ‌ ‌ ‌ آں ز صد گریہ بتر دانستئی
رمز ہنسنے کی جو تو پہچانتا ‌ ‌ ‌ اس کو سو گریہ سے بدتر جانتا

ترکِ خندہ کن ہلا اے ترکِ مست ‌ ‌ ‌ زانکہ عمرت رفت خواہی گشت پست
بس ہنسی کو روک لے اے ترکِ مست ‌ ‌ ‌ عمر تیری جا چکی ہوگا تو پست

چونکہ بنہاد آں قبا درزی ز دست ‌ ‌ ‌ اسپ را با وداد آں ترکِ مست
ہاتھ سے رکھ دی جو درزی نے قبا ‌ ‌ ‌ ترک ہارا شرط اور گھوڑا دیا

تخلصش بشنوی آں ترکِ گول ‌ ‌ ‌ عالمِ غدار خیاطے چو غول
اب خلاصہ سن کہ ہے وہ ترک تو ‌ ‌ ‌ عالمِ غدار درزی ہو بھوت

اطلسے کز بہرِ تقوی و صلاح ‌ ‌ ‌ دوختت باید خرج کردی از مزاح
سلتی جو اطلس بہر تقوی و صلاح ‌ ‌ ‌ ہنس کے کردی تو نے سب صرفِ مزاح

اطلسِ عمر و مضاحک شہوت است ‌ ‌ ‌ روز و شب مقراض خندہ و غفلت است
عمر اطلس ہے بڑی شہوت ہے تری ‌ ‌ ‌ رات دن قینچی ہے غفلت اور ہنسی

اسپِ ایمانت و شیطاں در کمیں ‌ ‌ ‌ باخود آ افسانہ را بگذار ہیں
گھوڑا ہے ایمان شیطاں گھات میں ‌ ‌ ‌ کھو نہ وقت اپنا ہنسی کی بات میں

اطلسِ عمرت بمقراضِ شہور ‌ ‌ ‌ برد پارہ پارہ خیاطِ غرور
عمر کی اطلس جو مہینوں سے سلی ‌ ‌ ‌ ٹکڑے ٹکڑے کرکے سب درزی نے لی

تو تمنا میبری کاختر مدام ‌ ‌ ‌ لاغ کردے سعد بودے بر دوام
ہے تری حسرت کہ یہ تارے تمام ‌ ‌ ‌ سعد رہتے اور پھر ہنستے مدام

سخت می تولی ز ترجیعاتِ آں ‌ ‌ ‌ ز وبال و کینہ و آفاتِ آں
بھاگتا ہے کس قدر نظرات سے ‌ ‌ ‌ اور وبال و کینہ و آفات سے

لہ خوش طبعی کہ جب چاند سے کسی ستارے کا فاصلہ تین برجوں کے برابر یعنی چوتھائی آسمان کے برابر ہوتا ہے تو اس کو تربیع یا نظرِ نحس کہتے ہیں، اور یہ نظر دشمنی و عداوت کی ہوتی ہے۔

سخت میترسی ز خاموشی آں	ور نحوس و نحس کیں کوشی آں
اُن کی چپ سے سخت گھبراتا ہے تو	اور نحوست سے ڈرا جاتا ہے تو
مشتری و زہرہ چوں در رقص نیست	چونکہ بہرام و زحل را نقص نیست
رقص زہرہ مشتری کا کیوں نہیں ؟	نقص مریخ و زحل میں ہو کہیں
یا چرا زہرہ طرب در رقص نیست	بر سعود رقص و سعد او ما بیست
کیوں نہیں زہرہ کا وہ رقص طرب؟	جم نہ رقص و سعد پراسے با ادب
تو مبیں قلاب ایں اختراں	عشقِ خود بر قلب زن بیں اے فلاں
انقلاب اِن تاروں کا کیا دیکھنا	ضرب اپنے عشق کی دل پر لگا

زمانے کے ظلم سے فقیروں کی تسکین

آں یکے میشد رہ سوئے دکاں	پیش رہ را بستہ دید او از زناں
جاتا تھا دکان کی جانب کوئی	راہ لیکن عورتوں سے بند تھی
پائے او میسوخت از تعجیل و راہ	بستہ از جوقِ زناں ہمچو ماہ
مضطرب جانے کو وہ اور راہ میں	ستِ رہ تھیں چاند سی کچھ عورتیں
رو بیک زن کرد و گفت آہستہ ہاں	ہیں چہ بسیارید ایں دختر چگاں
ایک عورت سے کہا اس نے یہاں	کس قدر ہیں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں
رو بدو کرد آں زن و گفت اے امیں	ہیچ بسیاری ما منکر مبیں
وہ مخاطب ہو کے عورت نے کہا	کیا ہے تو کثرت ہماری دیکھتا
بیں کہ با بسیاری ما بر بساط	تنگ میآید شما را انبساط
گو یہ کثرت ہے مگر ہم سے کہیں	عیش مردوں کو میسر ہی نہیں
در لواطہ میفتید از قحطِ زن	فاعل و مفعول رسوائے زمن
قحطِ زن سے ہیں لواطت میں پھنسے	فاعل و مفعول رسوا ہو گئے

تو مبیں ایں واقعات روزگار — کز فلک میگردد اینجا ناگوار

تو نہ دیکھ اب واقعات روزگار — آسماں کرتا ہے جن کو ناگوار

تو مبیں تحسیر روزی و معاش — تو مبیں ایں قحط و خوف و ارتعاش

تنگ روزی پر نہ کر اپنی نظر — قحط اور غم پر نہ اتنا غور کر

بیں کہ با ایں جملہ تلخی ہائے او — مردۂ اوئی و باپروائے او

باوجود ان تلخیوں کے چار سو — ایسی باتوں پر مٹا جاتا ہے تو

رحمتے داں امتحانِ تلخ را — نقمتے داں ملک مرو و بلخ[1] را

جان رحمت امتحانِ تلخ کو — اور بلا اقلیم مرو و بلخ کو

آں براہیم از تلف نگریخت ند — ویں براہیم[2] از شرف بگریخت اند

ایک ابراہیم بھاگے ہو تلف — ایک ابراہیم پا جائے شرف

ایں نسوزد واں بسوزد اے عجب — نعل معکوس[3] است در راہ طلب

یہ نہیں جلتے وہ جل جاتا ہے سب — ہے بہت پُرپیچ یہ راہِ طلب

صوفی کا پھر سوال کرنا اور قاضی کا جواب

گفت صوفی قادر است آں مستعاں — کہ کند سودائے ما را بے زیاں

بولا صوفی وہ ہے قادر بے گماں — کر دے سودے کو ہمارے بے زیاں

آنکہ آتش را کند ورد و شجر — ہم تواند کرد ایں را بے ضرر

جو بنا دے آگ کو پھول اور شجر — کیا عجب کر دے اسے بھی بے ضرر

۱؎ مرو اور بلخ دو شہروں کے نام ہیں مطلب کشادگی اور عیش و تعیش سے ہے۔

۲؎ پہلے ابراہیم سے مراد زرتشت ہے اور دوسرے ابراہیم سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مراد ہیں۔

۳؎ معاملات۔

آنکہ گل آرد بروں از عین خار	ہم تواند کرد ایں دے را بہار
خار سے کرتا ہے جو پھول آشکار	وہ خزاں کو ہے بنا سکتا بہار
آنکہ زو ہر سرو آزادی کند	قادرست ار غصہ را شادی کند
سرو جس سے کسب آزادی کرے	وہ ہے قادر رنج کو شادی کرے
آنکہ شد موجود ازو ہر عدم	گر بدارد باقیش او را چہ غم
وہ ہوا موجود جس سے ہر عدم	گر رکھے باقی تو کیا ہو اُس کو غم
آنکہ تن را جاں دہد تا حی شود	گر نمیراند زیانش کے شود
جسم و جاں کو جو ہے دیتا زندگی	وہ نہ مارے تو ہو اس میں کیا کمی
خود چہ باشد گر ببخشد آں جواد	بندہ را مقصود جاں بے اجتہاد
کیا ہو گر بخشے وہ اپنے رحم سے	بندے کو مقصد بغیر سعی دے
دور دار از ضعیفاں در کمیں	مکر نفس و فتنۂ دیو لعیں
وہ ضعیف انساں سے رکھے دور دور	نفس کا مکر اور شیطاں کا غرور
وقت طالب را پریشاں کم کند	آئینہ دل را چو جام جم کند
وقت طالب کا پریشاں کم کرے	دل کے آئینے کو جام جم کرے
گفت قاضی گر نبودے امر مر	ور نبودے خوب و زشت و سنگ و در
بولا قاضی۔ تلخیاں ہوتیں نہ گر	اور یہ اچھے برے سنگ و گہر
ور نبودے نفس و شیطان و ہوا	ور نبودے زخم و چالیش و وغا
گر نہ ہوتا نفس شیطاں اور ہوا	گر نہ ہوتی جنگ اور زخم و وغا
پس بچہ نام و لقب خواند ملک	بندگان خویش را اے منتہک[1]
بندوں کو کس نام سے کرتا خدا یہ	کیا لقب دیتا انہیں اپنے جواب
چوں بگفتی اے صبور اے حلیم	کے بگفتی اے شجاع و اے کریم
کہتا تو کیونکر صبور اور اسے حلیم	کہتا کیونکر اسے بہادر اسے کریم

[1] پردہ در

صابرین و صادقین و منفقین ۔ کے بُدے بے رہزن و دیو لعین
صابر و صدیق اور پرہیزگار ۔ ہوتے بے شیطان کیونکر آشکار

رستم و حمزہ و مخنث یک بُدے ۔ علم و حکمت باطل و مندک بُدے
ہوتے رستم اور مخنث ایک سال ۔ علم و حکمت دونوں ہوتے رائیگاں

علم و حکمت بہر راہ بیرہی ست ۔ چوں ہمہ رہ باشد آن حکمت تہی ست
علم و حکمت ہیں برائے بے رہی ۔ راہ ہو سیدھی تو حکمت سے تہی[1]

بہر این دکان طبع شورہ آب ۔ ہر دو عالم را روا داری خراب
اس طبیعت کے لئے جو ہے عذاب ۔ چاہتا ہے دونوں عالم ہوں خراب

من ہمے دانم کہ تو پاکی نہ خام ۔ ویں سوالت ہست از بہر عوام
جانتا ہوں پاک ہیں تجھ کو نہ خام ۔ اور ہے تیرا سوال از بہر عام

جور دوران و ہر آن رنجے کہ ہست ۔ سہل تر از بُعد حق و غفلت ست
جور دنیا رنج وہ ہر ایک ہے ۔ دوری و غفلت سے اس کا سہل ہے

رنج و درد و جوع و فقر این دیار ۔ صعب نبود ہمچوں فراق شہریار
بھوک پیاس اور تنگی اس سنسار کے ۔ سخت تر کب ہیں فراق یار سے[2]

زانکہ اینہا بگذرد وان نگذرد ۔ دولت آن دارد کہ جان آگہ برد
کیونکہ وہ فانی ہیں یہ فانی نہیں ۔ وہ غنی ہے جس کو اس کا ہو یقین

میاں بیوی کی حکایت

آن یکے زن شوئے خود را گفت ہی ۔ اے مروت را بیکبارہ کردہ طے
ایسا عورت نے یہ شوہر سے کہا ۔ رکھ دی تہ کر کے مروت تو نے کیا

[1] یعنی فضول و بیکار ۔
[2] یعنی فراق یار ۔

هیچ تنها چیز داری چیزها ۔ تا بکی داری درین خواری مرا

کھانے پہننے کو نہیں کچھ تیرے پاس ۔ خوار رکھے گا تو کب تک بد حواس

گفت شوہر نفقہ چارہ میکنم ۔ گرچہ عورم دست و پائی میزنم

بولا شوہر نفقہ ہوں ہاں ڈھونڈتا ۔ گو ہوں ننگا مارتا ہوں ہاتھ پا

نفقہ و کسوہ است واجب ای صنم ۔ از منت این دو بہست نیست کم

کھانا کپڑا ہے ترا حق اے صنم ۔ دونوں حاصل ہاں ہیں اک چیز کم

آستین پیرہن بنمود زن ۔ بس درشتست و پر از چرک ... کن

اپنی عورت نے دکھائی آستین ۔ سخت بدبو دار میلی بد ... کن

گفت کز سختی تنم را میخورد ۔ کس کسی را کسوہ زینسان آورد

اور کہا یہ کھاتی جاتی ہے بدن ۔ کوئی بھی لاتا ہے ایسا پیرہن

گفت ای زن یک سوالت میکنم ۔ مرد درویشم ہمین آمد فنم

بولا شوہر تجھ سے میرا ہے سوال ۔ ہوں فقیر اور ہے یہی میرا تو حال

این درشتست و غلیظ و ناپسند ۔ لیک بندیش ای زن اندیشہ مند

سخت ہے یہ اور میلا ناپسند ۔ سوچ لیکن اے زن اندیشہ مند

این درشت و زشت تر یا خود طلاق ۔ این بتر یا که بتر یا خود فراق

یہ برا اور سخت ہے یا طلاق ۔ یہ ہے تجھ کو ناگوارا یا فراق

ہمچنین ای خواجہ تشنیع زن ۔ از بلا و فقر و از رنج و محن

ہے یونہی اے خواجہ طعنہ سرا ۔ امتحان فقر و آفت کی بلا

بیشک این ترک ہوا تلخی دہ است ۔ لیک از تلخی بعد حق بہ است

بیشک یہ ترک ہوس ہے تلخ تر ۔ دوری مولا سے بہتر ہے مگر

گر جہاد و صوم سخت است و خشن ۔ لیک این بہتر ز بعد ممتحن

گو جہاد و روزہ میں ہاں سختیاں ۔ دوری حق سے ہیں بہتر یہ گماں

رنج کی ماند دمے کان ذوالمنن | گویدت چونی تو اے رنجور من

کیا رہے غم جب کہے تو ذوالجلال | اے مرے بیمار! کیا ہے تیرا حال؟

ور نگوید کت نہ آں فہم و فن است | لیک آں ذوق تو پرسش کردنست

پرسش اس کی فہم میں کم آئے گی | ذوق تیرا اس کی پرسش ہے یہی[1]

آں ملیحاں کہ طبیبان دلند | سوئے رنجوراں بپرسش مائلند

ہیں طبیب دل بتانِ خوش جمال | پوچھتے ہیں اپنے بیماروں کا حال

ور حذر از ننگ و از نامے کنند | چارہ ہا سازند و پیغامے کنند

اور اگر ڈرتے ہیں ننگ و نام سے | چارہ سازی کرتے ہیں پیغام سے

ورنہ در دلشاں بود آں مفتکر | نیست معشوقے ز عاشق بے خبر

ورنہ اندیشہ ہو دل میں جاگزیں | بے خبر معشوق عاشق سے نہیں

اے تو جویائے نوادر داستاں | ہم فسانہ عشقبازاں را بخواں

ہے سنے قصوں سے تو ذوق آشنا | عشق بازوں کا فسانہ پڑھ ذرا

بس بجوشیدی دریں عہد مدید | ترک جوشش ہم نکردی اے قدید

جوش میں تو اپنی عمر تک رہا | گو تو آدھا بھی نہ پختہ ہو سکا

دیدۂ عمرے تو داد و داوری | وانگہ از نادیدگاں ناشی تری

دیکھی ساری عمر داد و داوری | بھولا ہے تیری نادیدوں سے [illegible]

ہر کہ شاگردیش کرد استاد شد | تو سپس تر رفتۂ اے کور لد

بن گئے استاد شاگرد اس کے سب[2] | رہ گیا پیچھے مگر تو بے ادب

خود نبود از والدینت اعتبار | ہم نبودت عبرت از لیل و نہار

ہے نہ آدم علیہ السلام ہی پہ تجھ کو اعتبار | اور نہ تجھ کو عبرت لیل و نہار[3]

---

[1] یعنی حالت بیماری میں جو ایک قسم کی کیفیت دل میں پیدا ہوتی ہے بس یہی اس کی پرسش ہے [2] کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں کے استاد تھے [3] یعنی تو صبح و شام کے تغیر و تبدل سے بھی عبرت حاصل نہیں کرتا

عارف اور زاہد آتش پرستاں

عارفے پرسید ازاں پیر کشیش	کہ تو اے خواجہ مسن تر یا کہ ریش
پوچھا اک عارف نے زاہد سے بتا	ہے بڑی ڈاڑھی تری یا تو بڑا
گفت نے من پیش ازاں زائیدہ ام	بس بسے بے ریش جہاں را دیدہ ام
بولا میں پیدا ہوا ہوں پیشتر	کی ہے بے ڈاڑھی کے دنیا پر نظر
گفت ریشت شد سفید از حال گشت	خوے زشت تو نگردیدست وشت
پوچھا ڈاڑھی ہو گئی تیری سپید	اور بری عادت نہ بدلی کیا ہے بھید
او پس از تو زاد و از تو بگذرید	تو چنیں خشکی ز سودائے ثرید
تیری ڈاڑھی تجھ سے آگے بڑھ گئی	فکر میں روٹی کے تو ہے خشک ہی
تو بداں رنگی کہ اول زادہ	یک قدم زاں پیشتر ننہادہ
یعنی تو جس رنگ میں پیدا ہوا	اک قدم اس سے نہیں آگے بڑھا
ہمچو دوغ ترشی ہمچناں در معدنے	تو نگردی ز و مخلص روغنے
تو ہے معدن میں وہی کھٹا مٹھا	روغن خالص نہ اب تک بن سکا
ہم خمیرے خمر الطینۃ دری	گرچہ عمرے در تنور آذری
خام ہے تیرا خمیر اے مدعی	عمر گو تنور آذر میں کٹی
چوں حشیشی پا بگل در ہشتہ	گرچہ از باد و ہوا سر گشتہ
گھاس سی ہے تو پا بگل اے بے خبر	گو ہوا سے تیرا ہل جاتا ہے سر
ہمچو قوم موسیٰ اندر حر تیہ	ماندہ چہل سال بر جائے سفیہ
تیہ[1] کی گرمی میں جوں قوم کلیم	ہے برس چالیس سے تو بھی مقیم

[1] جنگل - صحرا ۱۲

می‌دوی ہر روز تا شب در ولہ	خوش نشین [illegible] در اول مرحلہ
صبح سے تا شام کو ہے دوڑتا	پہلی منزل تک پہنچ بیٹھا تو بیٹھا
بگذری از این نہ صد سالہ تو	تا کہ داری عشق این گوسالہ تو
تین صدیوں تک نکل سکتا نہیں	عشق گوسالہ اگر ہے دلنشیں
تا جہان [illegible] از جہان شان نوشتہ	[illegible] چون گرد [illegible]
ان کو بھی جب تک رہا اس کا خیال	[illegible]
حیران [illegible] گرد [illegible]	[illegible] لطف و نعمت [illegible]
دین کھو بیٹھا سے ماسوا گوسالہ کے	[illegible]
گاو [illegible] آن [illegible] نوشتہ	دولت در عشق این گو [illegible] رفت
گائے [illegible] احسان سب	عشق میں گوسالہ کے [illegible] سب
یا ہمہ اکنون [illegible]	صد [illegible] از [illegible]
[illegible] استغفار بار	[illegible] استغفار کی [illegible] ہزار
ذکر نعمت ہائے رزاق جہان	کہ زبان شد [illegible]
ذکر نعمت رازق بے مثل کا	[illegible] زبان کے [illegible]
روز و شب افسانہ جویانی تو [illegible]	جزو جزو تو فسانہ گوی گشت
رات دن ہے تیرا [illegible] افسانہ گو	اور [illegible] افسانہ گو
جزو جزوت تا [illegible] استاد [illegible]	چند [illegible] چند [illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible] لذت [illegible] جزو	[illegible] از ہر ہیچ جزو
[illegible] پیدا ہر کوئی	اور اگر [illegible]

لہ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ۱۲

لہ یعنی گوسالہ کو ۱۲

جزو ماند و آن خوشی از پا برفت	این نرفت آن خفیہ شد از پنج و ہفت
رہ گئے اعضا بھلا دیں لذتیں	اب وہ پوشیدہ ہیں پانچ اور سات ہیں[۱]
ہمچو تابستان کہ از وے پنبہ زاد	ماند پنبہ رفت تابستان ز یاد
گرمیوں میں جیسے پیدا ہو روئی	گرمی بھولی اور روئی باقی رہی
یا مثال یخ کہ زائید از شتا	شد شتا پنہان و آن یخ پیش ما
برف پیدا جیسے سردی سے ہوئی	برف ہے موجود سردی چھپ گئی
ہست آن یخ زان صعوبت یادگار	یادگار صیف در دے ز ثمار
برف ہے ان سختیوں کی یادگار[۲]	میووں سے ہے یاد گرمی کی بہار[۳]
ہمچنین ہر جزو جسمت اے فتی	در تنت از نعمتے گوید ثنا
بس یونہی ہر جزو تیرے جسم کا	نعمت خالق کی کرتا ہے ثنا
چون زنے کہ بیست فرزندش بود	ہر یکے حاکی حال خوش بود
جیسے اک عورت کے ہوں فرزند بیس	سب کہیں خوشحالیاں اپنی نفیس
حمل نبود بے ز مستی بے ز لاغ	بے بہارے کے شود زائندہ باغ
حمل کا ہے ہزل و مستی سے قرار	باغ کی ہے وجہ پیدائش بہار
حاملان و بچگانشان در کنار	شد دلیل عشق بازی بہار
کوئی حامل کوئی بچہ در کنار	ہے دلیل عشق بازی بہار

[۱] یعنی پانچ حواس اور سات اعضا ہیں - حواس خمسہ :- باصرہ - سامعہ - شامّہ - ذائقہ - لامسہ - ہفت اعضا :- دل - دماغ - جگر - تلی - معدہ - پھیپھڑہ اور گردہ یا پتّہ ۔

[۲] یعنی برف باری سے جو تکلیفیں ہوئی تھیں ان کی یادگار رہے ہے ۔

[۳] یعنی کوئی درخت پھول اور میوے کے مادے سے بھرا ہوا ہے - اور کوئی میں پھول اور میوے نکلے ہوئے ہیں ۔

هر درختی در رضاع کودکان — همچو مریم حامل از شاه نهان

دودھ بچوں کو پلاتے ہیں درخت — جیسے حمل شہ سے مریم پہلے تخت

گرچه در آب آتشی پوشیده شد — صد هزاران کف برو جوشیده شد

آگ سے ایک گرچہ پانی ہیں نہاں — جھاگ ہیں لاکھوں مگر اس سے عیاں

اگرچه در آتش سخت پنهان می‌تند — لیک بر انگشت اشارت می‌کند

گو کہ دریا سے زوال پوشیدہ ہے — جھاگ اشارے سے بتائے تو رہا

همچنین اجزای مستان وصال — حامل از شمع‌ها جان جلال

ان سبھی اجزا ہیں کشان وصل کے — رات دن حامل ہیں حال و قال سے

در جمال حال وا مانده دهان — چشم‌ها آبستن از نقش جهان

ہیں جمال حال سے حیرانیاں — ہیں آنکھیں خیرہ دیکھ کر نقش جہاں

آن موالید از ره این چار نیست — لاجرم منظور این ابصار نیست

ان کی پیدائش عناصر سے نہیں — اس طرح آنکھیں پھر ان کو دیکھتی نہیں

آن موالید از تجلی زاده‌اند — لاجرم مستور پرده ساده‌اند

ان کی پیدائش تجلے سے ہوئی — شان ان کی سادہ پردے میں چھپی

زاده گفتیم و حقیقت زاد نیست — وین عبارت جز پی ارشاد نیست

در حقیقت وہ نہیں پیدا ہوئے — لفظ "پیدا" تھا عبارت کے لئے

هین خمش کن تا بگوید شاه قل — بلبلی مفروش با این جنس گل

چپ رہو جب تک اجازت دے نہ شہ — مت بنا بلبل تو ایسے پھول سے

این گل گویاست پر جوش و خروش — بلبلا ترک زبان کن باش گوش

پھول یہ گویا ہے اس میں ہے سخن — بند کر بلبل زباں اور کان بن

ان یعنی ایسے سادہ پردے میں جس پر ارتشہ عناصر کے نقش و نگار نہیں۔

گل یعنی شہ و نشاں۔

هر دو کون از تمثال پاکیزه مثال | شاهد عدل اند بر سر جمال

دونوں عالم جو ہیں پاکیزہ مثال | ان سے سب ظاہر ہیں اسرار و جمال

هر دو کون از سر لطف مرتضی | شاهدا چیها و عشق ما [illegible]

دونوں عالم بھید کی سکتے ہیں بات | بھید عشق کی مرشد والوں کو چھپا [illegible]

هیچو صبح کو اندر رموز [illegible] | [illegible] افشا [illegible] مثال [illegible]

[illegible] برف پالی | [illegible] سرما کی [illegible] افشا [illegible]

[illegible] سرد [illegible] | اندران ایام [illegible]

[illegible] ہوا سے سرد کا | سخت موسم میں جو [illegible]

[illegible] آن میوه [illegible] | [illegible] افشا [illegible] لطف صبا

[illegible] سرد [illegible] | [illegible] ہیں افشا [illegible] صبا

[illegible] | وال [illegible] چمن [illegible]

وہ [illegible] آئے | وہ سرو [illegible] چمن [illegible]

خاک [illegible] نا [illegible] | یا [illegible] یا خود یا و آر

خاک کی [illegible] اجزا [illegible] | یا [illegible] یا خود یا [illegible]

[illegible] گرد [illegible] | [illegible] کس و [illegible]

[illegible] کیا [illegible] | تا کہ [illegible] آزاد [illegible]

[illegible] بیحال | [illegible] کمال

[illegible] تو کبھی نا گنا | [illegible] سے [illegible]

[illegible] | [illegible] چاشن گل [illegible]

[illegible] سے یہ [illegible] | [illegible] گل [illegible] سے [illegible]

[illegible] گل [illegible] کلاب | [illegible] گل [illegible]

[illegible] گل [illegible] کلا [illegible] | [illegible] گل [illegible] کلا [illegible]

از کیی خوبان کافران که دو دریغ	بر نبی خوبان ما بارا زهر تیغ
جب ہیں نا شکے کنارہ ان سے کر	ہیں بڑا شور پر جو صدمے اسکے بیسر
آن عجایب و کفر فاتون کیو هست	وان بیابس شکلہ شماخ نبی هست
یہ عجب بند کا فر نا حق شناب	سے طریق انبیا کے وسیلہ سے
باکی تو بیان ... چه کرد	بانی رو بیان ... چه کرد
کیا تو نے کفر ... کا ہوا	کیا جدا دالی سے ... کی
در شکارستها سنگ نند و عقو	در خرابیها ست تیغ عزو وقوه
[illegible]	اور ویرانوں میں ... [illegible]
گر نبودی ... [illegible]	گر نکردی ... [illegible]
[illegible]	[illegible]
از برکان ... [illegible]	دیده بر ... داغ [illegible]
ناکلوں اور ... سے بیسر	الٰہی کا داغ ... [illegible]

یک بوزی وطلب قنبر کا قصہ

آن یکی بیچاره مفلس ورد	کوزه بیچری خریداران زهم خورد
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

لابه‌ها این داد و داد ای بی نیاز تو ‏ ‏ من کلیلم از پیاپش شعر رو

ہے یہ پنہ بے کشی تری داد و عطا ‏ ‏ میں تو تجھ سے مانگتا ہوں کر دوں اظہار کیا

چونکہ در غلا تیم تنہا توئی ‏ ‏ کار رزاقیم ہم کن مستوی

ہاتھ پیدائش میں تنہا تھا ترا ‏ ‏ رزق بھی اب تو ہی مجھ کو کر عطا

سالہا زو این دعا بسیار شد ‏ ‏ عاقبت زاری او بر کار شد

التجا اس نے بھی کی چند سال ‏ ‏ آیا آخر اس کی زاری کا خیال

ہمچو آن شخصی کہ روزی حلال ‏ ‏ از خدا میخواست بے کسب و کلال

جس طرح اک شخص روزی حلال ‏ ‏ مانگتا تھا حق سے بے کسب و کلال

تا کہ آورد او بسعادت عاقبت ‏ ‏ دور داؤد لدنی معدلت

گاہ مجھ سے اور سعادت اس کو دی ‏ ‏ عہد داؤد لدنی میں اجی

آن سلیمان نیز زاری ہا نمود ‏ ‏ ہم ز پیدان اجابت کو نمود

تھا وہ وہ بھی بہت روتا رہا ‏ ‏ تھا نہ پیدا ان اجابت دیکھتا

گاہ گاہ بطن سے شد طالع امید ‏ ‏ از پے تاخیر پیدا شد وحید

تھا کبھی اپنی دعا سے بدگمان ‏ ‏ دیکھ کر تاخیر اثر میں لے جواں

باز ارجای خداوند کریم ‏ ‏ در دلش بشارت گشتے و زعیم

پھر امید اللہ کے اکرام کی ‏ ‏ اس کو دیتی تھی بشارت اور خوشی

چون شدے نومید در جہد کلال ‏ ‏ از جناب حق شنیدے کہ تعال

یاس جب کوشش سے ہوتی تھی اسے ‏ ‏ آتا تھا ناحق نا امید کیوں ہے

خافض است و رافع است این کردگار ‏ ‏ بے ازین دو بر نیاید ہیچ کار

ہے گرانا اور اٹھانا اس کا کام ‏ ‏ کام ہے اس کے ہیں سارے تمام

خفض ارضی بین و رفع آسمان ‏ ‏ بے ازین دو نیست دوران اے فلان

رفعت چرخ اور پستی زمین ‏ ‏ ہے نہ دونوں کے بنا گردش نہیں

خفض و رفع این زمین نوعی دگر ۔ نیم سالی خشک نیمی سبز و تر

ہے زمیں بھی پست و ارتفع بولند دگر ۔ چھ مہینے خشک اور چھ ماہ تر

خفض و رفع روزگار با کرب ۔ نوع دیگر نیم روز و نیم شب

ہے زمانے کی جو دو رنگی کا یہ ڈھب ۔ نصف حصہ دن کا ہے اور نصف شب

خفض و رفع این مزاج ممتزج ۔ گاہ صحت گاہ رنجوری مضج

ہے طبیعت میں سمجھ یہ عالم نہاں ۔ ہے کبھی صحت کبھی بیماریاں

ہمچنین دان جملہ احوال جہان ۔ قحط و جدب و صلح و جنگ و افتتان

ہے یہی القصہ اس دنیا کا رنگ ۔ قحط و ارزانی فساد و صلح و جنگ

این جہان با این دو پر اندر ہواست[۱] ۔ زین دو جانہا موطن خوف و رجاست

اڑ رہا ہے ان پروں سے یہ جہاں ۔ خوف اور امیدیں ہے ان سے جاں

تا جہان لرزان بود مانند برگ ۔ در شمال و در سموم بعث و مرگ

تاکہ ہو دنیا کو لرزش بار بار ۔ ہے خزاں موت اور جینا ہے بہار

تا خم یکرنگی عیسی ما ۔ بشکند نرخ خم صد رنگ را

تاکہ یکرنگی خم تو عیسی کی ۔ اس خم صد رنگ کو توڑے اجی

کان جہان ہمچون نمکسار آمدست ۔ ہر چہ آنجا رفت بی تلوین شدست

وہ جہاں کان نمک ہے بے ورنگ ۔ جو گیا اس میں ہوا وہ ایک رنگ

بین کہ خاک این خلق رنگارنگ را ۔ می‌کند یکرنگ اندر گورہا

خلق رنگا رنگ کو اس خاک نے ۔ کر دیا ہے یک رنگ اندر قبر کے

این نمکسار جسوم ظاہرست ۔ خود نمکسار معانی دیگرست

ظاہری جسموں کا ہے یہ شور زار ۔ ہے نمک زار معانی اور بار

۱؎ یعنی اختلاف کے پروں سے ۔

این نگار معانی معنوی ست | از ازل تا ابد اندر نوی ست

ہے نگار حقیقت معنوی | ازل سے تا ابد اس میں نوی

این نوی را کہنگی ضدش بود | وان نوی بی ضد و بی ند و عدد

اس نئے پن کی تو ضد ہے کہنگی | اس نئے پن کی نہیں ضد ہی کوئی

آنچنان کز نور روی مصطفیٰ | صد ہزاران نوع ظلمت شد ضیا

جیسے روئے مصطفیٰ کے نور سے | ان اندھیرے لاکھوں روشن ہوگئے

از جہود و مشرک و ترسا و مغ | جملگی یکرنگ شد زان الب الغ

یہ یہود و مشرک اور کافر تمام | ہوگئے یکرنگ ان سے لاکلام

صد ہزاران سایہ کوتاہ و دراز | شد یکی در نور آن خورشید راز

سیکڑوں ہزاروں سائے جو چھوٹے بڑے | نور میں خورشید کے گم ہوگئے

نے درازی ماند نے کوتہ نہ پہن | گونہ گونہ سایہ در خورشید رہن

پھر نہ لمبائی رہی ان کی نہ پہن | ہوگئے سب سائے وہ سورج میں رہن

لیک یکرنگی کہ اندر محشرست | بر بد و بر نیک کشف و ظاہرست

ہوگی محشر میں جو یکرنگی عیاں | نیک و بد پر ہے وہ ظاہر بے گماں

کہ معانی آنجہان صورت شود | نقشہای ما در خور خصلت شود

جبکہ ہر شئی میں پیدا صور ہیں | نقش بن جائینگے عادت حشر میں

گردد آنگہ فکر نقش نامہا | این بطانہ روی کار جامہا

فکر کے نقشے بنینگے نامہاں | اپنے جو پوشیدہ ہے جب ہو گا عیاں

این زمان سرہا مثال گاو پیس | دوک نطق اندر ملل صد رنگ ریس

ہوتے ہیں سب سر مثل کبری گاو کے | نطق سے یا رنگ رشتے کا تکے

نوبت صد رنگی است و صد دلی | عالم یکرنگ کی گردد جلی

اب ہے صد رنگی یہاں اور صد دلی | دیکھا ہو عالم کب یکرنگ کا

نوبت زنگی ست رومی شد نہاں ۔۔۔ این شب است و آفتاب اندر رہاں
زنگی کی نوبت ہے رومی ہے نہاں ۔۔۔ رات ہے انوار سورج کے کہاں!

نوبت گرگ است و یوسف زیر چاہ ۔۔۔ نوبت قبطی ست فرعون ست شاہ
بھیڑیا پاشاہی ہے یوسف زیر چاہ ۔۔۔ دور ہے قبطی کا ہے فرعون شاہ

تا ز رزق بیدریغ خیرہ خند ۔۔۔ آں سگاں را حصہ باشد روز چند
تا کہ ستمگاروں کے رزق و مکر سے ۔۔۔ حصہ ان کتوں کو بھی کچھ دن ملے

در درون بیشہ شیراں منتظر ۔۔۔ تا شود امر تعالوا منتشر
جنگلوں میں منتظر بیٹھے ہیں شیر ۔۔۔ ہے تعالوا منتشر کہنے کی دیر

پس بروں آیند آں شیراں ز مرج ۔۔۔ بے حجابی حق نماید دخل و خرج
شیر جنگل سے نکل کر آئیں گے ۔۔۔ اور دفینے رونما ہو جائیں گے

جوہر انسان بگیرد بر و بحر ۔۔۔ پیش گاواں بسملان روز نحر
ہوگا انساں بادشاہ بر و بحر ۔۔۔ پیش ہونگے بسملان روز نحر[۱]

روز نحر رستخیز سہمناک ۔۔۔ مومناں را عید و گاواں را ہلاک
دن قیامت کا وہ ہوگا خوفناک ۔۔۔ عید مومن اور گؤ کی ہلاک

جملہ مرغان آبی روز نحر ۔۔۔ ہمچو کشتی ہا رواں بر روی بحر
مرغ آبی حشر کے دن سب نکال ۔۔۔ مثل کشتی ہوں گے دریا پہ رواں

تا کہ یہلک من ہلک عن بینۃ ۔۔۔ تا کہ ینجی من نجا واستیقنہ
تا سزا پائے ہلاکت آفریں ۔۔۔ تا کہ ہو آزاد جو لائے یقیں

تا کہ بازاں جانب سلطان روند ۔۔۔ تا کہ زاغاں سوئے گورستان روند
تا کہ پھر سلطاں کی جانب باز آئیں ۔۔۔ اور گورستان کی جانب زاغ جائیں

۱؎ مقصود ذبیحہ جانور کہ روز نحر جس دن اونٹ ذبح ہوتے ہیں ۲؎ قولہ تعالیٰ۔ لیہلک من ہلک عن بینۃ یعنی تا کہ ہلاک کرنے والا حجت واضح کے ساتھ ہلاک ہو جائے

جیفه و سرگین خشک و استخواں ۔۔۔ نقلِ زاغاں آمدست اندر جہاں

گوبر اور مردار اور سوکھی ہڈیاں ۔۔۔ ہے غذا کووں کی دنیا میں یہاں

قندِ حکمت از کجا زاغ از کجا ۔۔۔ کرمِ سرگیں از کجا باغ از کجا

قند حکمت کی کہاں کوّا کہاں ۔۔۔ کیڑے گوبر کے نہ پائیں بوستاں

نیست لائق غزو نفس و مردِ غر ۔۔۔ نیست لائق مشک و عود و کونِ خر

لائق عزت نہیں غافل بشر ۔۔۔ مشک کے قابل نہیں ہے کونِ خر

چوں غزا ندہد زناں را ہیچ دست ۔۔۔ کے دہد آنکہ غزائے اکبرست

عورتوں کو جب نہیں حاصل غزا ۔۔۔ پھر غزائے اکبر ان کو ہو گی کیا

جز بنادر در تنِ زن رستمے ۔۔۔ گشتہ باشد خفیہ ہمچوں مریمے

شاذ و نادر عورتوں کے جسم میں ۔۔۔ مثل مریم رستمِ عالم چھپے

آنچناں کاندر تنِ مرداں زناں ۔۔۔ خفیہ اند و مادہ از ضعفِ جناں

ایسے ہی مردوں کے تن میں عورتیں ۔۔۔ ہیں چھپی اور مادہ ہے ضعف میں

آں جہاں صورت شود آں مادگی ۔۔۔ ہر کہ در مردی ندید آمادگی

اس جہاں میں پائے گا وہ مادگی ۔۔۔ جس کو مردی میں نہ تھی آمادگی

روز عدل و عدل داد اندر خورست ۔۔۔ کفش را پا و کلاہ آں سرست

ہے وہ روز انصاف کا لے داد خواہ ۔۔۔ پاؤں کی جوتی ہے سر کا کلاہ

تا بمطلب در رسد ہر طالبے ۔۔۔ تا بغرب خود رود ہر غاربے

تا کہ ہر طالب کو مطلب ہو حصول ۔۔۔ ڈوبنے والا کرے مغرب قبول

نیست مطلوب از طالب دریغ ۔۔۔ جفت تابش شمس و جفت آب میغ

ہاں نہیں مطلوب طالب سے جدا ۔۔۔ جوڑ تابش و شمس آب و ابر کا

۱ کافر و نا اہل سے مراد ہے ۔

۲ یعنی جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مریم میں چھپے تھے ۔

هست دنیا قهرخانهٔ کردگار	قهر بین چون قهر کردی اختیار
ہے خدا کا قہر خانہ یہ جہاں	قہر ہی ہے قہر کا بدلا یہاں
استخوان و موی مقهوران نگر	تیغ قهر افگنده اندر بحر و بر
دیکھ مقہوروں کے بال اور ہڈیاں	پھینکا تیغ قہر نے ان کو کہاں
پر و بال مرغ بین بر گرد دام	شرح قهر حق کننده بیکلام
مرغ کے دیکھ بال اور پر گردِ دام	شرح قہر حق ہیں کرتے بے کلام
مرد او بر جانش خرپشته نشاند	وانکه کهنه گشت خرپشته نماند
۱ پشتہ باندھا رام والا جب مرا	پھر پرانا ہو کے وہ بھی گر پڑا
هر کسی را جفت کرده عدل حق	پیل را با پیل و بق را جنس بق
عدل حق ہے جفت سب کے واسطے	عدل ہے ہمجنس کا ہمجنس ۲ سے
مونس احمد بمجلس چار یار	مونس بو جهل عتبه و ذو الخمار
تھے جلیس بزم احمد چار یار	۳ مونس بو جہل عتبہ ذو الخمار
کعبهٔ جبریل و جانها سدره	قبلهٔ عبد البطن شد سفره
کعبۂ جبریل و جاں سدرہ بنا	پیٹ کے بندوں کا کعبہ خوان تھا
قبلهٔ عارف بود نور وصال	قبلهٔ عقل مفلسف شد خیال
عارفوں کا قبلہ ہے نور وصال	فلسفہ والوں کا قبلہ ہے خیال
قبلهٔ زاهد بود یزدان بر	قبلهٔ طامع بود همیان زر
زاہدوں کا قبلہ ہے مولا سخی	لالچی کا قبلہ تھیلی مال کی

۱ یعنی کسی اونچے ٹیلے پر پشتہ باندھ کر اس کی قبر بنا دی۔

۲ یعنی ہاتھی کا عدل ہاتھی کے ساتھ اور مچھر کا عدل مچھر کے ساتھ۔

۳ عتبہ اور ذو الخمار عرب کے دو مشہور کٹر مشرک بہادر تھے۔ ذو الخمار کانا اور شعبدہ باز تھا جس کے منہ پر نقاب پڑا رہتا تھا۔

قبلۂ مردان حق اعمال نیک / قبلۂ نا اہل جہل مردہ ریگ

قبلۂ مردان حق صالح عمل / قبلۂ نا اہل جہل پُر خلل

قبلۂ معنی وران صبر و درنگ / قبلۂ صورت پرستان نقش سنگ

قبلہ اہل حق کا صبر و درنگ / قبلۂ صورت پرستاں نقش سنگ

قبلۂ باطن نشینان ذوالمنن / قبلۂ ظاہر پرستان روئے زن

اہل باطن کا ہے قبلہ ذوالمنن / اہل ظاہر کا ہے قبلہ روئے زن

قبلۂ عاشق حق آمد اے پسر / قبلۂ باطل ابلیس است اے پدر

عاشقوں کا قبلہ حق ہے اے پسر / قبلۂ باطل ہے ابلیس اے پدر

قبلۂ فرعون دنیا سر بسر / قبلۂ خربندہ چہ بود کون خر

قبلۂ فرعون دنیا سر بسر / خربندوں کا ہے قبلہ کون خر

ہمچنیں بشمار تازہ و کہن / در طویلی رو تو کار خویش کن

بس یہ بھی اک تھیں ہے کر ذکر / اور بیٹھے تا راستی اپنا کام کر

رزق ما آن کاسنی تریش شد عطا / واں سگاں را آب تتماج از قفا

رزق ہم کو کاسنی ترش سے ملا / اور کتوں کو بیٹھے دھوون آش کا

لائق آنکہ بود خو داده ایم / در خور او رزق بفرستاده ایم

وہ یہ کہتا ہے کہ جس لائق جو تھا / رزق ہم نے اس کو ویسا دیدیا

عاشقان را ساختیم آن خواجہ را / سیر از جان ساختیم این را چرا

ایک کو ہم نے نوازا نان سے / کر دیا سیر ایک کو پھر جان سے

از ذکا آنرا عاشق نان کرده ایم / جان این را مست جانان کرده ایم

اس لئے اس کو عاشق نان کر دیا / اور اس کو مست جانان کر دیا

چون بخوئی خود خوشی و خرمی / پس چرا از خود روی سوی بیزری

حسب عادت سے خوشی و خرمی / کیوں ہے پھر خود خوشی سے تجھے بیزاری

ہاونگی خوش آیدت چادر بگیر ‌ ‌ رستمی خوش آیدت شمشیر گیر

ہے جو عورت پن بھلا چادر سنبھال ‌ ‌ رستمی منظور ہو شمشیر نکال

غازیی خوش آیدت جوشن بپوش ‌ ‌ ور مخنثی باقلی رو کن فروش

ہے جو غازی باندھ لے جوشن کے بند ‌ ‌ کون فروشی کر جو ہیجڑی کا ہو پسند

این سخن پایان ندارد آن فقیر ‌ ‌ گشته است از تاب درویشی فقیر

حد نہیں اس بات کی اور وہ فقیر ‌ ‌ تاپ درویشی سے ہے اب پاس گیر

فقیر کا خواب دیکھنا

دید در خواب او شبی و خواب کو ‌ ‌ واقعه بی خواب صوفی راست خو

خواب دیکھا اس نے تھا وہ خواب کیا ‌ ‌ واقعہ تھا کہتا وہ صوفی با صفا

هاتفی گفتش که ای دیده تعب ‌ ‌ رقعه از پیش وراقان طلب

دی ندا ہاتف نے اے تکلیف دیدہ بس ‌ ‌ مانگ اک رقعہ تو وراقوں سے کر

خفیه زان وراق کت همسایه است ‌ ‌ سوی کاغذ پارهاش آور تو دست

چپکے سے اس وراق ہمسایہ سے ہاں ‌ ‌ لا ہاتھ اس کاغذ کے ٹکڑے پہ یہاں

رقعه شکلش چنان رنگش چنین ‌ ‌ پس بخوان آن را بخلوت ای حزین

رقعہ ہے اس شکل اور اس رنگ کا ‌ ‌ اس کو تنہائی میں پڑھنا اے دکھیا

چون بدزدی آن ز وراق ای پسر ‌ ‌ پس برون رو ز انبهی و شور و شر

جب چرا لے تو وہ رقعہ اے پسر ‌ ‌ تو کسی کے سامنے ظاہر نہ کر

تو بخوان آن را بخود در خلوتی ‌ ‌ هین مجو در خواندن آن شرکتی

آپ ہی پڑھنا تو گوشہ تنہائی میں ‌ ‌ ہاں نہ شرکت اور کی پڑھنے میں کر

سلہ ہیجڑا پن ۱۲

سلہ خط کے لکھنے والے یا ورق بنانے والے ۱۲

ور شود آں فاش ہاں غمگیں مشو | کہ نیابد شیر تو زاں نیم جو
راز کھل جائے تو کچھ پروا نہیں | نصف جو بھی کوئی لے سکتا نہیں
ور شود آں دیرپا زنہار تو | ورد خود کن دمبدم لا تقنطوا
دیر لگ جائے تو گھبرانا نہ تو | ورد کرتا آیۂ لا تقنطوا[1]
ایں بگفت و دست خود آں مژدہ ور | بر دل او زد کہ رو در رحمت بپر
یہ کہا اور ہاتھ دل پر مار کر | بولا ہاتف رحمتیں لے سر بسر
چوں بخویش آمد ز غیبت آں جواں | مے نگنجید از فرح اندر جہاں
خواب سے اپنے جو چونکا وہ جوان | تو خوشی سے تنگ تھا اس پر جہان
زہرۂ او بردریدے از قلق | گر نبودے عون رفق و لطف حق
ہوتا شادی مرگ فوراً بے قرار | گر نہ ہوتا فضل باری سازگار
یک فرح آں کز پس شش صد حجاب | گوش او بشنید از حضرت خطاب
اک خوشی یہ تھی کہ لیکر سو حجاب | خود کیا اللہ نے اس سے خطاب
یک فرح آں کز سوال آمد خلاص | خواہش حاصل شدن آں گنج خاص
اک خوشی یہ تھی ہوا غم سے خلاص | بے لگے مل جائیگا وہ گنج خاص
از حجب چوں حس سمعش در گذشت | شد سرافراز و ز گردوں برگذشت
جب حجابوں سے سماعت بڑھ گئی | آسماں سے اس کی عزت بڑھ گئی
کہ بود کاں حس چشمش ز اعتبار | زاں حجاب غیب ہم یابد گذار
دیکھئے اب اس کی چشم اعتبار | کب حجاب غیب کو کرتی ہے پار
چوں گذارہ شد حواسش از حجاب | پس پیاپے گرددش آید خطاب
جبکہ طے کرلیں حواس اس کے حجاب | دمبدم ہونے لگے دید خطاب

[1] یعنی لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

چوں سپاہ زنگ پنہاں شد ز روم ۔ تیغ زد خورشید و پیدا شد علوم

دور جب پردے تجلی سے گئے ۔ نکلا سورج، علم پیدا ہو گئے

یک سحر آنکہ نشد روشن دعا ۔ عاقبت آمد اجابت مرد را

اک خوشی یہ تھی، اثر لائی دعا ۔ اور قبولیت ہوئی اس کو عطا

یک دکان وراق آمد او ۔ دست در کرد او بمشق از سو بسو

آیا وہ دکان پہ وراق کی ۔ ہاتھ ڈالا ہر طرف یہ مشق تھی

پیشش آمد آں مکتوب زود ۔ با علاماتے کہ ہاتف گفتہ بود

آ گیا آخر وہی کاغذ نظر ۔ دی تھی ہاتف نے جسے جس کی خبر

در بغل زد گفت خواجہ خیر باد ۔ ایں زماں وامیرسم اے اوستاد

رکھ بغل میں بولا اے خواجہ سلام ۔ میں ابھی پھر آؤں گا کچھ کر کے کام

رفت کنج خلوتے آں را بخواند ۔ وز تحیر والہ و حیراں بماند

جا کے خلوت میں جو وہ کاغذ پڑھا ۔ ہکا بکا اور حیراں رہ گیا

کہ بدینساں گنجنامہ بے بہا ۔ چوں فتادہ ماند اندر مشقہا

سوچا ایسا گنج نامہ بے بہا ۔ رہ گیا کس طرح مشقوں میں پڑا

باز اندر خاطرش ایں فکر جست ۔ کز پئے ہر چیز یزداں حافظ است

پھر یکایک آ گیا اس کو خیال ۔ ہے ہر اک شے کا محافظ ذوالجلال

کے گذارد حافظ اندر اکتناف ۔ کہ کسے چیزے رباید از گزاف

دے اجازت کب نگہباں کی پناہ ۔ کوئی شے لے جائے کوئی رو سیاہ

گر بیاباں پر شود زر و نقود ۔ بے رضائے حق جوی نتواں ربود

سارا جنگل سیم و زر سے گر بھرے ۔ بے رضائے حق نہ کوئی لے سکے

ور بخوانی صد صحف بے سکتۂ ۔ بے قدر یادت نماند نکتۂ

تو رواں کر لے کتابیں سب کی سب ۔ یاد اک نکتہ نہ ہو بے حکم رب

ور کنی خدمت بخوانی یک کتیب | علمہائے نادرہ یابی زجیب

بندگی کر کے پڑھے گر اک کتاب | علم تجھ کو ہوں میسر بے حساب

شد ز جیب آں کف موسیٰ ضو فشاں | کاں فزوں آمد ز ماہ آسماں

جیب سے تھا دست موسیٰ ضو فشاں | جس سے شرمندہ تھا ماہِ آسماں

کانچہ مے جستی ز چرخ با نہیب | سر برآوردہ است اینک زجیب

گر کوئی خواہش فلک سے ہو تجھے | نکلے گی سب کچھ وہ موسیٰ جیب سے

تا بدانی کاسمانہائے سمی | ہست عکس مدرکات آدمی

تاکہ تو سمجھے یہ گردوں سپہر پے | مدرکات آدمی کا عکس ہے

نے کہ اول دست یزداں مجید | از دو عالم پیشتر عقل آفرید

ہاں کیا پیدا خدا نے اے پسر | عقل کو دونوں جہاں سے پیشتر

ایں سخن پیدا و پنہانست بس | کہ نباشد محرم عنقا مگس

بات ہے یہ ظاہر و پوشیدہ بس | محرم عنقا نہ ہو ہرگز مگس

باز سوئے قصہ باز آ اے پسر | قصۂ گنج و فقیر آور بسر

لوٹ پھر قصے کی جانب اے پسر | قصۂ گنج و فقیر اب ختم کر

فقیر کا باقی قصہ

اندراں رقعہ نوشتہ بود ایں | کہ برون شہر گنجے داں دفین

صاف تھا رقعے میں یہ لکھا ہوا | شہر کے باہر خزانہ ہے گڑا

آں فلاں قبہ کہ در وے مشہد است | پشت او در شہر و رو در فرقد است

ہے فلاں قبہ میں مشہد ذی شرف | پشت سوئے شہر منہ بن کی طرف

پشت کن تو قبہ رو در قبلہ آر | واں گہاں از قوس تیرے در گذار

پشت کر قبہ کو منہ کر قبلہ رُو | پھر کماں سے تیر اپنا پھینک تو

چون فگندی تیر از قوس ای سعا
بر کن آن موضع کہ تیرت اوفتاد
تیر جب پھینکے کماں سے اے جواں
کھود دو وہ جا تیر گر جائے جہاں

پس کمان سخت آورد آن فتی
تیر پرانید در صحن فضا
پس کماں لایا کڑی سی دیکھ کر
تیر اک پھینکا فضا کے صحن پر

پس کلند آورد و بیل او شاد شاد
کند آن موضع کہ آن تیرش فتاد
پھر وہ لایا پھاوڑا اور بیلچہ
کھودی وہ جا تیر تھا جس جا گرا

کند شد ہم او و ہم بیل و تبر
خود ندید از گنج پنہانے اثر
تھک گیا وہ بھی اور اس کا بیلچہ
کچھ خزانے کا نہ لیکن تھا پتہ

ہمچنین ہر روز تیر انداختی
لیک جائے گنج مے نشناختی
پھینکتا تھا تیر ہر دن وہ جواں
کچھ نہ ملتا تھا خزانے کا نشاں

چونکہ این را پیشہ کرد او بر دوام
فجفجے افتاد اندر خاص و عام
روز تھا مصروف وہ اس کام میں
ہو گئی شہرت سی خاص و عام میں

ہر کسے در گفتگوئے او فتاد
تا چنین بازی نباشد در نہاد
ہر طرف اک گفتگو ہونے لگی
کھیل ایسے کھیلتا ہے کب کوئی

ہر کسے در گفتگوئے فاسدے
ہر طرف برخاستہ یک حاسدے
گفتگو ہونی لگی فاسد ہر طرف
ہو گئے سب اس کے حاسد ہر طرف

گنج نامہ کی خبر کا فاش ہونا

پس خبر کردند سلطان را ازین
آن گروہے کش بدند اندر کمین
اس جماعت نے خبر سلطان کو دی
گھات میں اس کی جو پہلے ہی سے تھی

عرضہ کردند آن سخن را زیر دست
کان فلانے گنج نامہ یافتہ است
بادشہ کے خادموں نے عرض کی
گنج نامہ پا گیا وہ آدمی

چوں شنید آں شخص کاں با شہ رسید ۔ جز کہ تسلیم و رضا چارہ ندید
جب سنا سلطاں کو جا پہنچی خبر ۔ جز یہ تسلیم و رضا تھا کیا مفر

پیش از اں کاشکنجہ بیند زاں فتاد ۔ رقعہ آورد و پیشش او نہاد
پیشتر اس سے کہ ہو کوئی سزا ۔ اس نے رقعہ پیش سلطاں رکھ دیا

گفت تا ایں رقعہ را یابیدہ ام ۔ گنج نے و رنج بیحد دیدہ ام
اور کہا جب سے یہ رقعہ ہے ملا ۔ گنج کیسا رنج میں ہوں مبتلا

خود نشد یک حبہ آں گنج آشکار ۔ لیک پیچیدم بسے مانند مار
گنج تو بالکل نہیں ہے آشکار ۔ خود ہی پیچ و تاب میں ہوں مثل مار

رفت ماہی تا چنینم تلخ کام ۔ کہ زیانش سود ایں بر من حرام
اک مہینہ ہے چنیں ہوں تلخ کام ۔ اس کا ہے سود و زیاں مجھ پر حرام

بو کہ بختت بر کند زیں کاں غطا[1] ۔ اے شہ پیروز جنگ و دژ گشا
آپ کا اقبال شاید فضل دے ۔ اے شہ ذی جاہ فتح کاں کے

مدت شش ماہ و افزوں پادشاہ ۔ تیر می انداخت و بر می کند چاہ
چھ مہینے بادشاہ کے حکم سے ۔ تیر پھینکے اور کنوئیں کھدتے رہے

ہر کجا سختہ کمانے بود چست ۔ تیر می انداخت ہر سو گنج جست
وہ کمانیں جن میں کتنی قوت کمال ۔ پھینکتی تھیں تیر بہر گنج و مال

غیر تشویش و غم و طامات نے ۔ ہمچو عنقا نام فاش و ذات نے
رنج و غم سے کام تھا اور کچھ نہ تھا ۔ مثل عنقا نام تھا اور کچھ نہ تھا

چونکہ تعویق آمد اندر عرض و طول ۔ شاہ شد زاں گنج دل سیر و ملول
جب ہوئی تاخیر اتنی رد تھا ۔ بادشہ کا گنج سے دل پھر گیا

[1] یعنی خزانے کی کان کے پردے ۔

جملہ صحرا گر گزاں شہ چاہ کند — مے نہ پیدا از گنج او جز ریشخند

سارے جنگل میں کنوئیں کھدے جا بجا — تھا خزانے کا نہ لیکن کچھ پتا

پس طلب کرد آں فقیر دردمند — رقعہ را از خشم پیشِ او فگند

پھر کیا درویش کو شہ نے طلب — رقعہ واپس کر گئے از راہِ غضب

گفت گیر ایں رقعہ کش آثار نیست — تو بدیں اولیٰ تری کت کار نیست

بولا لے رقعہ ترا بیکار ہے — بس ترے لائق یہی یہ بیکار ہے

نیست ایں کار کسے کش ہست کار — گر بپوشد گل نگردد گرد خار

کام والوں کا نہیں ہرگز یہ کار — بیٹھے دل جل کر کبھی نہ بھٹکے گردِ خار

نادر افتد اہل ایں ماخولیا — منتظر کہ روید از آہن گیا

کس کو ہوگا ایسا مالیخولیا — ایسے ہے جو منتظر ہو گھاس کا

سخت جانے باید ایں فن را چو تو — تو کہ جانے سخت داری ایں بجو

چاہئے اس کو بھی سا سخت جان — سخت جاں ہے تو لگا اس کا نشان

گر نیابی نبودت ہرگز ملال — ور بیابی آں ترا کردم حلال

گر نہ پایا تو نہ ہوگا کچھ ملال — اور جو مل جائے تو ہے تجھ پر حلال[1]

عقل راہ ناامیدی کے رود — عشق باشد کاں طرف بر سر دود

عقل راہ ناامیدی کب چلے — ہے یہ رستہ عشق ہی کے واسطے[2]

لاابالی عشق باشد نے خرد — عقل آں جوید کزاں سودے برد

لاابالی عشق ہے دانش نہیں — عقل جویا سود کی ہے بالیقیں

ترک تازی تن گدازے بے حیا — در بلا چوں سنگ زیر آسیا

باؤلا اور تن گداز و بے حیا — پاٹ پر چکی کے جیسے ہے بلا[3]

[1] یعنی میں تجھے اجازت دیتا ہوں تو اس خزانے کا مختار ہے [2] یہ عشق کی تعریف ہے۔
[3] کہ جیسے ایک پاٹ رگڑے کھاتا ہے مگر اپنی جگہ سے نہیں ہلتا۔

کشته دی که اندر هیچ پشت | هر چه بادا دون خویش کشت
ست ہے جس کا سہارا ہی نہیں | اپنے دل کو مارتا ہے با یقین
پاک بیبازد نه جوید مزد او | آنچنانکه پاک بگیرد ده او
کیا جاتا ہے بے غرض وہ جان پر | جان ملتی ہے خدا سے پاک تر
بی‌علت بیش بی علتے | بی‌بها رو بازی بی علت ملے
ہستی بے علت جو دیتا ہے خدا | ہے وہ بے علت ہی واپس سونپتا
کہ فتوت داده ان بی علت است | پاکبازی خارج از هر ملت است
بے غرض ہو سے جوانمردی یہی | پاکبازی کا نہیں مذہب کوئی
زانکه ملت فضل جوید یا خلاص | پاکبازانند قربانان خاص
کیونکہ مذہب فضل ڈھونڈتے یا نجات | جان نثار خاص ہے پاکوں کی ذات
نی خدارا امتحانی میکنند | نی در سود و زیانی میزنند
وہ جیسی جیتے خدا کا امتحان | وہ نہیں اس کو سود و زیاں

گنجنامہ فقیر کو واپس ملنا

چونکه رقعه گنج پر آشوب را | شد میسر گشت آن مکروب را
جب وہ پر آشوب رقعہ شاہ سے | کر دیا مخصوص اس کے واسطے
گشت ایمن از خصمان و نیش | رفت و می‌پیچید در سودای خویش
دشمنوں سے اپنے وہ فارغ ہوا | رخصت اپنی ڈھونڈنے تک گیا
یاد کرد او عشق دوراندیش را | کلب لیساند زخود ریش خود را
یاد آئی عشق دور اندیش کی | دیا سے کتا زخم اپنا آپ ہی
عشق را در پیچش خود یار نیست | محرمش در ده یکی دیار نیست
کوئی ہے ہمخوا اسے عشق چہ سخن | رازدار اس کے نہیں اہل وطن

نیست از عاشق کسے دیوانہ تر — عقل از سودائے او کور است و کر

کوئی عاشق سے نہیں دیوانہ تر — عقل ہے وحشت سے اس کی کور و کر

زانکہ این دیوانگی عام نیست — طب را ارشاد این احکام نیست

ہاں نہیں دیوانگی سب کے لئے — طب ہے عاجز عشق کے احکام سے

گر طبیبے را رسد زین گون جنون — دفتر طب را فرو شوید بخون

ہو طبیبوں کو جنوں تو کیا کریں — دفتر طب خون سے دھویا کریں

طب جملہ عقلہا منقوش اوست — روئے جملہ دلبران روپوش اوست

طب و دانش اس کی سب ہیں نقش ہیں — اس میں سارے دلربا روپوش ہیں

روئے در روئے خود آر اے عشق کیش — نیست اے مفتون ترا جز خویش خویش

عشق والے! خود کو اپنے روبرو — کون ہے اپنا ترا، اپنا ہے تو

قبلہ از دل ساختہ آمد در دعا — لیس للانسان الا ما سعیٰ

قبلہ دل کو کر کے اس نے کی دعا — کوششیں ہی اجر ہیں انسان کا

پیش از آن کو پاسخی بشنیدہ بود — سالہا اندر دعا پیچیدہ بود

اس سے پہلے جو نہ پایا تھا جواب — تھا لگا برسوں دعا میں پیچ و تاب

سینہ را جا بست بر دعا نے شنید — از کرم آواز پنہان مے شنید

سینہ بستہ تھا دعا پر ... — سنتا تھا پوشیدہ آواز کرم

چونکہ بے دف رقص مے کرد آن علیل — یا تقاضا و ز دف مستانہ فی تکمیل

رقص بے دف کے کرتا مرد علیل — تھا تقاضا ... بے دلیل

سوئے شاہ ... پیک بود — گوش او پیدا ز پیک بود

تھا نہ لب نامہ اور نہ آمد پیک کی — کان اس کے ... اس پیغام کی

العشق نار یحرق ما سوی المحبوب یعنی عشق ایک ایسی آگ ہے جو ما سوائے محبوب کو جلا دیتی ہے۔ ... تیری ذات کے سوا سب کو جلا دیتا ہے۔

بہر بیان کیفیت این کشش تعال
از دلش بیرون روان و عوت ملال

بے زباں امید کہتی تھی کہ چل
دل سے سارے رنج جاتے تھے نکل

آں کبوتر را کہ بام آموختہ است
تو مخواں میرانش کہ پر دوختہ است

وہ کبوتر جو ہے بام آموختہ[1]
چھوڑ دے اس کو کہ ہے پر دوختہ

اے ضیاء الحق حسام الدین برانش
کز ملاقات تو بر رستہ است جانش

اے ضیاء الحق حسام الدین وہ اڑا
اس کو جس کی جان ہے ملنا ترا

گر برانی مرغ جاں را از گزاف
ہم بگرد بام تو آرد طواف

مرغ جاں کو تو اڑائے گا اگر
کاٹے گا کوٹھے کا چکر لوٹ کر

چینہ و نقلش ہمہ بر بام تست
پر زناں بر اوج مست دام تست

دانہ کھانا سب ہے تیرے بام پر
مست ہے تیرے ہی اوج دام پر

گر دمی منکر شود دزدانہ روح
در ادای شکرت اے گنج فتوح

روح گر انکار اک لحہ کرے
مثل چوروں کے ادائے شکر سے

شحنہ عشق مکرر کینہ اش
طشت پر آتش نہد بر سینہ اش

عشق کا شحنہ ہے کینے سے بھرا
اس کے سینے پر رکھے طشت آگ کا

کہ بیا سوی مہ و بگذر ز گرد
شاہ عشقت خواند زوتر باز گرد

اور کہے اس گرد سے چل سوئے ماہ
لوٹ چل تجھ کو بلاتا ہے وہ شاہ

گرد این بام و کبوتر خانہ من
چوں کبوتر پر زنم مستانہ من

گرد اس بام اور کبوتر خانے کے
چوں کبوتر مست ہوں پرواز سے

جبرئیل عشقم و سدرہ ام توئی
من سقیمم عیسی مریم توئی

عشق کا جبرئیل میں سدرہ ہے تو
ہوں ترا بیمار میں عیسے ہے تو

[1] یعنی جسے یہ سکھا دیا گیا ہے کہ اڑا اور چھت پر جا بیٹھا۔ مراد کم ہمتوں سے ہے۔

هوش ده آن بحر گوهربار را	خوش بپرس امروز این بیمار را
ہوش دے اس بحر گوہر بار کو	پوچھ لے آج اپنے اس بیمار کو
چون تو آن او شدی بحر آن تست	گرچه این دم نوبت بحران تست
تو ہے دریا کا تو دریا ہے ترا	اس گھڑی کو وقت ہے بحران کا
این خود آن ناله است کو کرد آشکار	آنچه پنهانست یا رب زینهار
جو ہوئی ظاہر یہ ہے صرف ایک آہ	جو ہے پنہاں اس سے خالق کی پناہ
دو دهان داریم گویا همچو نی	یک دهان پنهانست در لبهای وی
ہیں مثال نے ہمارے دو دہاں	اک دہن ہے اس کے ہونٹوں میں نہاں
یک دهان نالان شده سوی شما	های هویی در فکنده در هوا
اک دہن نالاں ہے سوئے آسماں	شور ہا و ہو سے بھرتا ہے جہاں
لیک داند هر که او را منظرست	که فغان این سری هم زان سرست
ہے بصیرت جس کو وہ ہے جانتا	اس دہن کی اس دہن سے ہے صدا
دمدمهٔ این نای از دمهای او	های هوی روح از هیهای او
شور و غل جتنے ہیں اس کے شور سے	اس کی ہا و ہو ہے اندر روح کے
گر نبودی با لبش نی را سمر	نی جهان را پر نکردی از شکر
اس کے ہونٹوں سے نہ مس کرتی اگر	نے سے یہ دنیا نہ ہوتی پُر شکر
با که خفتی وز چه پهلو خاستی	که چنین پر جوش چون دریاستی
سوئے کس کے ساتھ یوں اٹھا کہ تو	جوش میں ہے جو صورت دریا ہے تو
تا ابیت عند ربی خواندی	در دل دریائے آتش راندی
جب ابیت عند ربی ہے کہا	آگ دی ہے دل میں دریا کے لگا

حدیث شریف میں ہے کہ ابیت عند ربی فہو یطعمنی و یسقینی یعنی میں نے اپنی رات اپنے خدا کے ساتھ گزاری اور اس نے مجھے کھلایا پلایا۔

نعرهٔ یا نارُ کونی باردا | عصمت جان تو گشت اے مقتدا

یہ صدا لگے آگ ٹھنڈی ہو ذرا | روح کی عصمت بنی ہے بر ملا

اے ضیاء الحق حسام الدین و دل | کے توان اندود خورشیدے بگل

اے ضیاء الحق حسام الدین بھلا | مٹی میں خورشید کیوں چھپنے لگا

قصد کردستند این گل پارہا | کہ بپوشانند خورشید ترا

قصد ہے مٹی کے ٹکڑوں نے کیا | یہ چھپا لیں تیرے سورج کی ضیا

در دل کہ لعلہا دلال تست | باغہا از خندہ مالامال تست

لعل ہیں دلال کہ ہوں ہیں ترے | باغ مالامال ہنسنے سے ہوئے

محرم مردیت را کو رستمے | تا ز صد خرمن یکے جو گفتمے

تیری مردی کا نہیں محرم کوئی | کیا کہوں ملتا نہیں رستم کوئی

چوں بخواہم کز سرت آہے کنم | چوں علی سر را فرو چاہے کنم

آہ کرنا چاہوں تیرے بھید کی | سر کنوئیں میں ڈال دوں مثل علی[۱]

چونکہ اخواں را دل کینہ ور است | یوسفم را قعر چہ اولیٰ تر است

سینہ جو دل لوگوں کا تجھ سے کینہ خواہ | ہے میرے یوسف کو بہتر قعر چاہ

مست گشتم خویش بر غوغا زنم | چہ چہ باشد خیمہ بر صحرا زنم

مست ہو لیں تو مچا دیں شور و غل | چاہ کیا جنگل میں خیمہ گاڑ دوں

بر کف من نہ شراب آتشیں | وانگہ آن کر و فر مستانہ بیں

ہاتھ پر رکھ دے شراب آتشیں | کر و فر پھر دیکھ مستی کا یہیں

منتظر گو باش بے گنج آن فقیر | زانکہ ما غرقیم اکنوں در عصیر

ٹھہرے اس درویش سے کہہ دو ابھی | ہم ہیں الفت میں ابھی وہ بیٹھے ہوئے

۱ منقول ہے کہ حضرت علی جب اسرار حقیقت چھپا نہ سکتے تھے اور کسی کو محرم راز کا نہ پاتے تو کنوئیں میں سر ڈال کر وہ راز کہہ دیا کرتے تھے۔ اور ایسی حالت کو اپنا چھپانا اور حقیقت کا ...

از خدا خواہ اے فقیر ایں دم پناہ — از من غرقہ شدہ چیزے مخواہ

مانگ لے درویش خالق سے پناہ — اور مجھ ڈوبے ہوئے سے کچھ نہ چاہ

کہ مرا پروائے آں استاد نیست — از خود و از ریش خویشم یاد نیست

اب نہیں استاد کی پروا مجھے — اپنی ڈاڑھی کو بھی ہوں بھولے ہوئے

باد سبلت کے بگنجد آب رو — در شرابے کہ نگنجد تار مو

کیا سمائے مونچھ، ڈاڑھی، آبرو — جب نہیں گنجائش یک تار مو

درده اے ساقی یکے رطل گراں — خواجہ را از ریش و سبلت وارہاں

ساقیا دے جام صہبائے گراں — خواجہ کو دے ڈاڑھی مونچھوں سے اماں

نخوتش بر ما سبالے میزند — لیک ریش از رشک ما مے برکند

مونچھوں پر وہ تاؤ دیتا ہے و لے — نوچتا ہے اپنی ڈاڑھی رشک سے

مات او و مات او و مات او — کہ ہمیدانیم تزویرات او

مات ہو اس کو پیا پے مات ہو — جانتا ہوں اس کے میں ہر مکر کو

از پس صد سال آنچہ آید بسر — پیر مے بیند معین مو بمو

سو برس کے بعد جو وہ دیکھے گا — پیر دیکھے آج ہی وہ آشنا

اندر آئینہ چہ بیند مرد عام — کہ نہ بیند پیر اندر خشت خام

دیکھتا ہے جو کچھ آئینہ نگر — پیر کو وہ اینٹ میں آئے نظر

آنچہ لحیانی بخانہ خود ندید — ہست بر کوسہ یکایک آں پدید

ڈاڑھی والے پر جو ہے گھر میں نہاں — ہے وہ اک ایک ریش پر سب کچھ عیاں

رو بدریائے کہ ماہی زادۂ — ہمچو خس در ریش چوں افتادۂ

سوئے دریا ہو کہ ماہی زادہ ہے — ریش میں کیوں مثل خس افتادہ ہے

خس نۂ دور از تو رشک گوہری — در میان موج و بحر اولیٰ تری

خس نہیں تجھ سے ہیں سب موتی خجل — ہے مناسب موج دریا میں رہے

بحر وحدانیست جفت و زوج نیست	گوہر و ماہیش غیر موج نیست
بحر وحدت میں نہیں ہے جفت و زوج	اس کا گوہر اور ماہی صرف موج
اے محال و اے محال اشراک او	دور از آں دریا و موج پاک او
شرک تیرا اس میں مل سکتا نہیں	تو نہ جا موج اور دریا کے قریں
نیست اندر بحر شرک و پیچ پیچ	لیک با احول چہ گویم ہیچ ہیچ
بحر میں کیا شرک اور کیسا پیچ و خم	کیا بتائیں لیکن اک بھینگے کو ہم
چونکہ جفت احولانیم اے شمن	لازم آید مشرکانہ دم زدن
کام بھینگوں سے پڑا ہے دو بدو	لازمی ہے مشرکانہ گفتگو
آں یکے زانسوے وصف است و خیال	جز دوی ناید بمیدان مقال
ہے یکی بالاتر از وصف و خیال	بے دوئی پھر کیسے کیجئے گر مقال
یا چو احول این دوی را نوش کن	یا دہاں بر دوز و لب خاموش کن
مثل احول یا دوئی کو نوش کر	یا زبان و لب کو تو خاموش کر
یا بنوبت گہ سکوت و گہ کلام	احولانہ طبل میزن والسلام
یا کبھی چپ رہ کبھی کر لے کلام	طبل زن ہو مثل احول والسلام
چوں ببینی محرمے گو سر جاں	گل ببینی نعرہ زن چوں بلبلاں
بھید کہہ دے جو کوئی محرم اگر	گل جو دیکھے مثل بلبل نعرہ کر
چوں ببینی مشک پر مکر و مجاز	لب ببند و خویش را چوں خنب ساز
مشک ہاں جب مکر کا دیکھے تو جوش	بند منہ سی کر مثل خم ہو جا خموش
دشمن آبست پیش او مجنبا	ورنہ سنگ جہل او بشکست خنب
وہ ہے دشمن ہل نہ اس کے سامنے	ورنہ خم ٹوٹے گا سنگ جہل سے

له یعنی وحدانیت ۔

یا بپاست ہائے جاہل صبر کن — خوش مدارا کن بعقل من لدن

صبر کر جاہل کی ہر تشدید پر — کر مدارا عقل سے جو جب پسر

صبر با نااہل اہلاں را جلاست — صبر صافی می‌کند ہر جا دلیست

صبر نااہلوں سے ہے اہلوں کی جلا — صبر سے ملتی ہے ہر دل کو صفا

آتش نمرود ابراہیم را — صفوت آئینہ آمد در جلا

آتش نمرود سے بے قال و قیل — مثل آئینہ جلا پائیں خلیلؑ

صبر با نامرد بد مرد حق — تا چو نیکاں بر ہمہ یابد سبق

صبر نامردوں سے مرد حق کرے — مثل نیکاں تا وہ بالا تر رہے

جور و کفر نوحیان و صبر نوحؑ — نوح را شد صیقل مرآت روح

نوحیوں کا ظلم اس پر صبر نوحؑ — نوحؑ کی اس سے ہوئی چمکی نور روح

ایک درویش کا شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی زیارت کو آنا

رفت درویشے ز شہر طالقان — بہر صیت بوالحسن تا خارقان

چھوڑ کر اک مرد شہر طالقان — بوالحسن سے ملنے آیا خارقانؒ

کوہہا ببرید و وادی دراز — بہر دید شیخ با صدق و نیاز

کر کے طے لمبے پہاڑ اور وادیاں — آیا سوئے شیخ با صدق نہاں

آنچہ از رہ دید از جور و ستم — گرچہ در خورد است کوتہ می‌کنم

راستے میں جو اٹھائیں سختیاں — چھوڑتا ہوں سب گو ہیں شایان بیاں

چون بمقصد آمد از رہ آں جواں — خانۂ آں شاہ را جست او نشاں

جب وہ پہنچا منزل مقصود پر — ڈھونڈا اس شاہ فلک ایواں کا گھر

ؔلہ خارقان یا خرقان بسطام کی حدود میں ایک گاؤں ہے ۔

چون بصد حرمت بزد حلقهٔ درش ۔۔۔ زن برون کرد از در روزن سرش
باادب کنڈی بجائی بے سخن ۔۔۔ جھانک کر روزن سے بولی ایک زن

که چه میخواهی بگو ای بوالکرام ۔۔۔ گفت کز بہر زیارت آمدم
اے مسافر کہہ تجھے کیا چاہیئے ۔۔۔ بولا آیا ہوں زیارت کے لئے

خنده‌ئی زد او که خه خه ریش بین ۔۔۔ این سفرگیری و این تشویش بین
بولی عورت واہ اے درویش واہ ۔۔۔ یہ وطن اور ایسا سفر درپیش واہ

خود ترا کاری نبود آن جایگاه ۔۔۔ تا به بیهوده کنی تو عزم راه
اپنے گھر شاید کہ تھا تو نالتو ۔۔۔ جو چلا آیا یہاں بیکار تو

اشتهای گول گردی آمدت ۔۔۔ یا ملولی وطن غالب شدت
کیا سر آوارہ گردی تھا تجھے ۔۔۔ یا وطن سے کوئی غم پہنچا تجھے

گفت نافرجام و فحش و دمدمه ۔۔۔ من نتانم باز گفتن آن همه
فحش اور مکروہ باتیں اس نے کیں ۔۔۔ میں کروں تکرار یہ ممکن نہیں

از مثل وز ریشخند بی‌حساب ۔۔۔ آن مرید افتاد در غم و اضطراب
جب کیا اس نے تمسخر بے حساب ۔۔۔ معتقد غم سے ہوا پر اضطراب

مرید کا پوچھنا کہ شیخ کہاں ہے

اشکش از دیده بجست و گفت او ۔۔۔ با همه آن شاه و آن سلطان کو
رو کے پھر پوچھا کہ وہ تو کر بیاں ۔۔۔ باوجود اس کے وہ سلطاں ہیں کہاں؟

گفت آن سالوس زراق تهی ۔۔۔ دام گولان و کمند گمرهی
بولی عورت وہ ریاکار آدمی ۔۔۔ احمقوں کا جال دام گمرہی

صد هزاران خام ریشان همچو تو ۔۔۔ اوفتاده از وی اندر صد عتو
لاکھوں ریش بے عقل تیری طرح سے ۔۔۔ اس کے ہاتھوں گمرہی میں ہیں پڑے

گر نہ بینیش و سلامت وا روی — خیر تو باشد نگردی رد غوی

وہ ملے اس سے جو ابلیس جانے تو — تو نجات اس گمراہی سے پائے تو

لاف کیشی کاسہ لیس طبل خوار — بانگ طبلش رفتہ اطراف دیار

وہ ہے جھوٹا، پلہ بوس بسیار خوار — شہروں شہروں ہے وہ بدنام اور خوار

سبطیاں این قوم گوسالہ پرست — بر چنیں گاوے ہمے مالند دست

ہے یہ سبطی قوم گوسالہ پرست — ایک بچھڑے کے لئے ہیں یہ سب مست

جیفۃ اللیل ست و بطال النہار — ہر کہ او شد غرہ این طبل خوار

رات کے مردار، دن کے یاوہ گو — ہیں وہ سب اس پہ مٹے رہتے ہیں جو

ہشتہ اند این قوم صد علم و کمال — مکر و تزویرے گرفتہ کاینت حال

چھوڑ کر یہ لوگ سب علم و کمال — مکر پیشہ ہو گئے ہیں تب ہے یہ حال

آلِ موسیٰ کو دریغا تا کنوں — عابدان عجل را ریزند خون

آلِ موسیٰ اب کہاں ہے دہر میں — قتل گوسالہ پرستوں کو کریں

کو رہِ پیغمبرؐ و اصحاب او — کو نماز و سبحہ و آداب او

سنت پیغمبرؐ و اصحاب کیا — اب کہاں روزہ نماز آداب کیا

شرع و تقویٰ را فگندہ سوئے پشت — کو عمرؓ کو امر معروف و درشت

شرع و تقویٰ سے گئے ہیں یہ گزر — حکم دیں شرعی کہاں ہیں اب عمرؓ

کایں اباحت زیں جماعت فاش شد — رخصت ہر مفلس قلاش شد

بدعت ان لوگوں نے بالکل فاش کی — چھوٹ ہے ہر مفلس و قلاش کی

عورت کو مرید کا جواب دینا

بانگ زد بر وے جوان گفت بس — روز روشن از کجا آمد عسس[۱]

وہ جواں للکار کر بولا کہ بس! — روز روشن میں ہے کیا کار عسس

۱ کوتوال یا چوکیدار جو رات کے وقت نگہبانی کے لئے گشت لگایا کرتے ہیں۔

نور مردان مشرق و مغرب گرفت — آسمانہا سجدہ کردند از شگفت

ہے جہاں پر نوران کے نور سے — آسمانوں نے انہیں سجدے کیے

آفتاب حق برآمد از حمل — زیر چادر رفت خورشید از خجل

نکلا حمل سے جو خورشید خدا — زیر چادر شرم سے سورج چھپا

ترہات چون تو ابلیسی مرا — کے بگرداند ز خاک این سرا

تجھ سی شیطانی کی یہ بیہودگی — خاک ذرے پھیر سکتی ہے کوئی

من بیادی نادم ہمچون سحاب — تا بگردی باز گردم زین جناب

ہیں نہیں بادل ہوا کا جان سے — چھوڑ دوں اس در کو خوف کر دیے

تجلی با آن نور شد قبلہ کرم — قبلہ سے آن نور شد کفر و صنم

پھیرا اس کے نور سے قبلہ بنا — قبلہ ہے اس نور کے منہ مدد ہوا

ہست با حق کز ہوا آمد ضلال[1] — ہست با حق کز خدا آمد کمال

جو ہو بدعت پر ہوس وہ ہے ضلال — ہو خدا کی سمت سے تو ہے کمال

کفر ایمان گشت و دیا اسلام یافت — آن طرف کان نور بے اندازہ تافت

مسلم سے کفر ایمان ہو گیا — نور جس جانب درخشاں ہو گیا

مظہر عشق است و محبوب حق — از ہمہ کروبیان بردہ سبق

حق کا ہے محبوب مظہر عشق کا — جو فرشتوں پہ ہے سبقت لے گیا

سجدۂ آدم را بیان سبق اوست — سجدہ آرد مغز را پیوستہ پوست

سجدہ آدم سے سبقت ہے عیاں — مغز کو ہے پوست ہی سجدہ کناں

شمع حق را پف کنی تو اے عجوز — ہم تو سوزی ہم سرت اے گندہ پوز

شمع حق کو پھونک سے بجھا نہ ما — تو جلے گی اور ترا سر بد قمار

کے شود دریا ز پوز سگ نجس — کے شود خورشید از پف منطمس

منہ سے ہوتا ہے نجس دریا کہیں — پھونک سے خورشید بجھ سکتا نہیں

[1] گمراہی

حکم بر ظاہر اگر ہم میکنی — چیست ظاہر تو بگو زیں روشنی

حکم ظاہر پر اگر ہے یہ ترا — روشنی سے کیا ہے ظاہر یہ بتا

جملہ ظاہرہا بہ پیش ایں ظہور — باشد اندر غایت نقص و قصور

اس ظہور پاک سے ظاہر تمام — ہیں قصور و نقص میں اے بے لگام

ہر کہ بر شمع خدا آرد پفو — شمع کے میرد بسوزد پوز او

شمع حق کو پھونکتا ہے جو کوئی — شمع کب بجھتی ہے بجھتا ہے وہی

چوں تو خفاشاں بسے بینند خواب — کایں جہاں ماند یتیم از آفتاب

دیکھتی ہے تجھ سی چمگادڑ یہ خواب — اب نہیں دنیا میں باقی آفتاب

موجہائے تیز دریاہائے روح — ہست صد چنداں کہ بد طوفان نوح

روح کے دریا کی موجیں جان لے — سو گنی ہیں نوحؑ کے طوفان سے

لیک اندر چشم کنعاں موے رست — نوح و کشتی را بہشت و کوہ جست

بال لیکن چشم کنعاں[١] میں پڑا — نوحؑ کو چھوڑا پہاڑوں پر چڑھا

کوہ و کنعاں را فرو برد آں زماں — نیم موجے را بقعر امتحاں

کوہ اور کنعان کو نیچے لے گئی — ایک آدھی موج کو یوں خواری ملی

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند — ہر کسے بر خلقت خود مے تند

چاند چمکے اور سگ بھوں بھوں کرے — اپنی فطرت پر ہیں سب مجبور سے

شبرواں و ہمرہاں مہ بتگ — ترک رفتن کے کنند از بیم سگ

چلنے والے رات کے ہمراہ ماہ — خوف سگ سے کیوں کریں گے ترک راہ

جزو سوئے کل رواں مانند تیر — کے کند وقف از پئے ہر گندہ پیر

کل کی جانب جزو رہتا ہے رواں — کب ٹھہرتا ہے نرے کہنے سے ہاں

[١] حضرت نوح علیہ السلام کے گمراہ بیٹے کا نام ۔

جانِ شرع و جانِ تقویٰ عارفست ‌ ‌ معرفت محصولِ زہدِ سالفست

جانِ تقویٰ عارفِ مقبول ہے ‌ ‌ معرفت تو زُہد کا محصول ہے

زہد اندر کاشتن کوشیدنست ‌ ‌ معرفت آں کشت را روئیدنست

زُہد کیا ہے کھیت بونا بر ملا ‌ ‌ معرفت گویا ہے اُگنا کھیت کا

پس چو تن باشد جہاد و اعتقاد ‌ ‌ جانِ ایں کشتن نبات ست و حصاد

کہ جہاد و اعتقاد اس جسم کو ‌ ‌ جانِ کھیتی کاٹنا ہے جان کو

امرِ معروف او و ہم معروف اوست ‌ ‌ کاشفِ اسرار و ہم مکشوف اوست

امرِ معروف اُس کو کہہ معروف بھی ‌ ‌ کاشفِ اسرار بھی مکشوف بھی

شاہ امروزینہ و فردائے[۱] ماست ‌ ‌ پوست بندہ مغزِ نغزش را بہاست

ہے وُہی تو آج کا اور کل کا شاہ ‌ ‌ پوست بندہ، مغز ہے وہ خیر خواہ

چوں انا الحق گفت شیخ[۲] و پیش برد ‌ ‌ پس گلوی جملہ کوراں را فشرد

شیخ انا الحق کہہ کے سبقت لے گئے ‌ ‌ اور دبائے سارے اندھوں کے گلے

چوں انائے بندہ شد لا از وجود ‌ ‌ پس چہ ماند ہیں بیندیش اے عنود

جب انانیّت نہ بندے میں رہی ‌ ‌ کیا رہا باقی ذرا کر غور بھی!

گر ترا چشمیست بکشا در نگر ‌ ‌ بعد لا آخر چہ مے ماند دگر

ہیں اگر آنکھیں تو اس پر غور کر ‌ ‌ بعد لا باقی رہا کیا ہے خبر

اے بریدہ آں لب و حلق و دہاں ‌ ‌ کہ کند تف سوئے ماہ آسماں

اُس کے کٹ جائیں لب و حلق و دہاں ‌ ‌ جو کہ تھوکے سمتِ ماہِ آسماں

سوئے گردوں تف نیابد مسلکے ‌ ‌ تف برویش باز گردد بیشکے

تھوک پہنچے آسماں پر کب بھلا ‌ ‌ منہ پر آ پڑتا ہے تھوکا چرخ کا

[۱] یعنی آج دنیا میں اور کل قیامت میں ؛

[۲] شیخ منصور بن حلاج کی طرف اشارہ ہے ؛

تا قیامت لعنت بر وی بارد ز رب ‌ ‌ ‌ ہمچو تبت بر روان بولہب
لعنت اُس پر حشر تک برسائے رب ‌ ‌ ‌ جیسے تبت[1] ہے برائے بولہب

طبل و رایت ہست ملک شہریار ‌ ‌ ‌ سگ کسے کہ خواند او را طبل خوار
ہیں علم اور ڈھول، ہر شہریار ‌ ‌ ‌ وہ ہے سگ۔ ان کو کہے جو طبل خوار

آسمانہا بندۂ ماہ وے اند ‌ ‌ ‌ شرق و غرب چرخ نانخواہ وے اند
آسماں ہیں بندگانِ بارگاہ ‌ ‌ ‌ مشرق و مغرب ہیں اُن سے رزق خواہ

زانکہ لولاک است بر توقیع او ‌ ‌ ‌ جملہ در انعام و توزیع او
کیونکہ ہے لولاک[2] انہی کا اک خطاب ‌ ‌ ‌ ہیں سبھی اُن کے کرم سے فیض یاب

گر نبودے او نیابیدے فلک ‌ ‌ ‌ گردش و نور و مکان جائے ملک
گر نہ ہوتے وہ۔ تو کیوں پاتے فلک ‌ ‌ ‌ گردش و نور اور ایوان ملک

گر نہ او بودے نیابیدے بحار ‌ ‌ ‌ ہیبت ماہی و دُر شاہوار
گر نہ ہوتے وہ۔ تو کیوں پاتے بحار[3] ‌ ‌ ‌ مچھلیاں اور ایسے گوہر شاہوار

گر نبودے او نیابیدے زمین ‌ ‌ ‌ از درونہ گنج و بیرون یاسمین
گر نہ ہوتے وہ، نہ پاتی یہ زمین ‌ ‌ ‌ اپنے دل میں گنج۔ باہر یاسمین

گر نبودے او نیابیدے جبال ‌ ‌ ‌ زر و لعل و مومیائی بے سوال
گر نہ ہوتے وہ، نہ پاتے یہ جبال ‌ ‌ ‌ لعل و زر اور مومیائی بے سوال

گر نبودے او نیابیدے جہاں ‌ ‌ ‌ بے تقاضا رزقہائے بیکراں
گر نہ ہوتے وہ، تو کب پاتا جہاں ‌ ‌ ‌ بے تقاضے کے یہ رزق بے کراں

رزقہا ہم رزق خواران وے اند ‌ ‌ ‌ میوہ ہا لب خشک باران وے اند
رزق بھی سب ہیں انہیں کے رزق خوار ‌ ‌ ‌ میووں کو اُس ابر کا ہے انتظار

[1] سورۂ تبت یدا ابی لہب کی طرف اشارہ ہے ۱۲ [2] یعنی لولاک لما خلقت الافلاک اگر تو نہ ہوتا۔ تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا [3] بحر کی جمع۔ سمندر

این کہ معکوس ست فرما این گرہ — صدقہ بخش خویش را صدقہ بدہ

دیکھ پیچیدہ ہے مذہب میں یہ بات — جینے والے کو ہے دی جاتی زکات

از فقیر ستدت ہمہ زر و حریر — پاس اُمّہ کالائے دہ بعضی را اے فقیر

زر فقیروں سے ملا ہے اور لباس — دے بعضی کو تو ذکوٰۃ اے حق شناس

چوں تو گشتی جفت آں مقبول روح — چوں بعہد کافرا ندر عقد نوح

تجھ سی بیوی ہے جیا وہ پاک روح — کافرہ ہے جس طرح تھا عقد نوح

گر نبودی نسبت تو زیں سرا — پارہ پارہ کردمے این دم ترا

نسبت اس گھر سے نہ تجھ کو ہوتی اگر — ٹکڑے کر کے پھینک دیتا بے خطر

دادمے این نوح را از تو خلاص — تا مشرف گشتمے من در قصاص

دیتا میں اس نوح کو تجھ سے خلاص — اور حاصل کرتا اعزاز قصاص

لیک با خانہ شہنشاہ زمن — این چنین گستاخئے ناید ز من

ہے مگر یہ گھر بڑے سلطان کا — ایسی گستاخی نہیں مجھ کو روا

رو دعا کن کہ سگ این موطنی — ورنہ این دم کردمے من کردنی

شکر کر کتیا ہے اس دربار کی — ورنہ جو کرنا تھا میں کرتا وہی

شیخ کے گھر سے مرید کا واپس ہونا

بعد ازاں پرساں شد او از ہر کسے — شیخ را می جست از ہر سو بسے

بعد ازاں دریافت ہر اک سے کیا — جستجوئے شیخ میں تھا مبتلا

پس کسے گفتش کہ آں قطب دیار — رفت تا ہیزم کشد از کوہسار

دی کسی نے یہ خبر وہ نامدار — لکڑیاں لینے گئے ہیں کوہسار

۱؎ اب پھر اس عورت سے درویش کا خطاب شروع ہوتا ہے۔

آن مرید ذوالفقار اندیش گفت	در هوای شیخ سوی بیشه رفت
تیز غصہ میں مرید با صفا	شیخ کی خواہش میں جنگل کو چلا
دیو می آورد پیشش هر دو	وسوسه تا خفیه گردد مه ز گرد
ڈالتا تھا دل میں شیطاں وسوسے	تا چھپادے چاند کو اس گرد سے
کاین چنین زن را چرا این شیخ دین	دارد اندر خانه یار و همنشین
سوچتا تھا۔ ایسی عورت شیخ دیں	گھر میں کیوں رکھتے ہیں اپنی ہمنشیں
ضد را با ضد ایناس از کجا	با امام الناس نسناس از کجا
ضد کو ضد سے ربط کیونکر ہو سکے	ساتھ ہی نسناس[1] امام الناس کے
باز او لاحول میگفت آتشین	کاعتراض من برو کفرست و کین
پڑھتا تھا چپکے سے لاحول کہتا با خدا	کفر ہے یہ اعتراض ان پر مرا
من که باشم با نظرهای حق	که برآرد نفس من اشکال و دق
باوجود عظمت حق میں بھلا کون ہوں	نفس سے جو اعتراض ان پر کروں
باز نفسش حمله می آورد زود	زین تعرض با دلش چون کاه و دود
نفس پھر کرتا تھا حملہ بیشتر	تھا پریشان تعرض سر بسر
که چه نسبت دیو را با جبرئیل	که بود با او بصحبت هم سبیل
کیا تعلق دیو سے جبریل کو	اس کی صحبت میں وہ کیوں [illegible] ہو
کی تواند ساخت با آزر خلیل	چون تواند ساخت با رهزن دلیل
ساتھ آذر کے رہیں کیونکر خلیل	رہبر و رہزن میں ہو کیونکر [illegible]

[1] ایک قسم کا جانور ہے جو نصف آدمی کی شکل کا ہوتا ہے۔ اور اس کے ایک ہاتھ۔ ایک پاؤں۔ ایک کان اور ایک آنکھ ہوتی ہے۔

مرید کا شیخ کو شیر پر سوار دیکھنا

اندریں بود او کہ شیخ نامدار　　شد پدید از دور بر شیرے سوار

وہ اسی میں تھا کہ شیخ نامدار　　شیر پر اس کو نظر آئے سوار

شیر غرّاں ہیزمش را میکشید　　بر سر ہیزم نشستہ آں سعید

شیر اُن کی لکڑیاں تھا کھینچتا　　لکڑیوں پر تھے وہ بیٹھے باصفا

تازیانہ اش ہا ربود از شرف　　مار را بگرفتہ چوں خرزن بکف

اور کوڑا سانپ کا تھا ہاتھ میں　　سانپ گویا تازیانہ تھا انہیں

تو یقیں میداں کہ ہر شیخے کہ ہست　　ہم سواری میکند بر شیر مست

کر یقیں جتنے ہیں شیخ نامدار　　شیر پر ہوتے ہیں وہ اکثر سوار

گرچہ آں محسوس و ایں محسوس نیست　　لیک آں بر چشم جاں ملبوس نیست

نہیں محسوس وہ محسوس ہے　　چشم جاں لیکن کہاں مایوس ہے

صد ہزاراں شیر زیر ران شاں　　پیش دیدۂ غیب بیں ہیزم کشاں

زیر ران اُن کے ہیں لاکھوں شیر نر　　لکڑیوں پر سب کو آتے ہیں نظر

لیک ایں یک را خدا محسوس کرد　　تا ببیند نیز او کہ نیست مرد

حق نے یہ اک واقعہ ظاہر کیا　　وہ بھی دیکھے جو نہیں مرد خدا

دیدش از دور و بخندید آں خدیو　　گفت آں را مشنو اے مفتون دیو

دیکھ کر اس کو ہنسے وہ متقی　　اور کہا باتیں نہ سن تو نفس کی

از ضمیر او بدانست آں جلیل　　ہم ز نور دل بلی النجم الدلیل

شیخ نے اس کا ضمیر آخر پڑھا　　نور دل سے تھا جو بہتر رہنما

خواند بر وے یک بیک آں ذوفنون　　آنچہ در رہ رفت بر وے تا کنوں

پھر وہ ساری کھول دیں کیفیتیں　　اُن پہ جو گذری تھیں اب تک راہ میں

بعد ازاں و مشکل انکار زن | بر گشاد آں خوش سراینده دہن

مشکلِ انکارِ عورت بعد ازاں | کی زباں خوش بیاں نے یوں بیاں

کاں تحمل از ہوائے نفس نیست | آں خیال نفس تست اینجا مایست

ہے نہ یہ برداشت جو ہے نفس سے | یہ تو نفسانی تخیل ہیں ترے

گر نہ صبرم میکشیدے بار زن | کے کشیدے شیر نر بیگار من

بارِ عورت میں نہ گر یوں کھینچتا | شیر نر میری لکڑیاں کیوں کھینچتا

اشتران بختیم اندر سبق | مست و بیخود زیر محملہائے حق

جا چکے ہیں سب مرے ہوش و حواس | مست ہو کر محمل خالق کے پاس

من نیم در امر و فرماں نیم خام | تا بیندیشم من از تشنیع عام

ہوں نہیں احکام میں خالق کے خام | جو کروں اندیشۂ طعنِ عوام

عام ما و خاص ما فرمان اوست | جان ما بر رو دواں جویان اوست

ہیں اُسی کا حکم اپنے خاص و عام | روح کو ہے جستجو اُس کی مدام

دورم از تحسین و تشویق ہمہ | فارغ از تکذیب و تصدیق ہمہ

دور ہوں تحسین اور تشویق سے | فارغ اُس تکذیب اور تصدیق سے

فردی ما جفتی ما نز ہواست | جان ما چوں مہرہ در دست خداست

فردی و جفتی ہوس سے کچھ نہیں | ہے خدا کے ہاتھ میں جانِ حزیں

بار آں ابلہ کشیم و صد چو او | نے ز عشق رنگ و نے سودائے بو

بار اُٹھاؤں ایسی سو عورات کا | رنگ و بو کا لیکن اس میں کام کیا

ایں قدر خود درس شاگردان ماست | کرّ و فر ملحمہ ما تا کجاست

درس شاگردوں کا بس ہے اس قدر | اب رہا اس رزمگہ کا کرّ و فر

شوق دلانا۔

تا کجا آنجا کہ جا را راہ نیست ۔ جز سنا برق مہ اللہ نیست
وہ وہاں تک ہے جہاں جا بھی نہیں ۔ روشن اک تجلی وہاں ہے جا نہیں!

از ہمہ اوہام و تصویرات دور ۔ نور نورِ نورِ نورِ نور نور
وہ ہمہ سے اور تصور سے بھی دور ۔ نور مطلق نور یکسر نور نور

بہر تو من پست کردم گفتگو ۔ تا بسازی با رفیق زشت خو
پست ہے تیرے لئے یہ گفتگو ۔ تا بنا سکے ہم جو سا کبھی زشت خو

تا کنی خندان و خوش با حرج ۔ از پی الصبر مفتاح الفرج
تاکہ خوش ہو کر سے ہر ایک بات ۔ صبر ہے یعنی کلید مشکلات

چوں بسازی با خسی این خساں ۔ گردی اندر نور سنتہا رساں
اشقیوں کمینوں سے نبا ہے گا اگر ۔ نور سنت تجھ میں ہو گا جلوہ گر

کانبیا رنج خساں بس دیدہ اند ۔ از چنیں ماراں بسے پیچیدہ اند
انبیا نے رنج دیکھے ہیں بہت ۔ سانپ یہ ان کے بھی لپٹے ہیں بہت

چوں مراد و حکم یزدان غفور ۔ بود در قدمت تجلی و ظہور
حسب منشائے خدا وند غفور ۔ ہر قدم پہ تھا تجلی کا ظہور

بے ندی ضد را نتواں نمود ۔ واں شہ بے مثل را ضدی نبود
ضد سے ہو سکتا ہے اک ضد کا یقیں ۔ اس شہ بے مثل کی ضد ہی نہیں

آیہ اِنّی جاعلٌ فی الارضِ خلیفہ[۱] کی حکمت

پس خلیفہ ساخت صاحب سینہ ۔ تا بود شاہیش را آئینہ
پس خلیفہ صاحب دل کو کیا! ۔ تو ہے شاہی کا اس کی آئینہ

[۱] یعنی میں زمین میں خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں ؛

پس صفاتی بیحد و ضدش داد او | وانگه از ظلمت ضدش بنهاد او

پیکر صفاتی آشنی کو بخششی اس قدر | ضدِ ظلمت جو کہ ہوئی سربسر

دو علم افراشت اسپید و سیاه | آن یکے آدمؑ دگر ابلیس راه

دو علم تھے اک سفید اور اک سیاہ | ایک آدمؑ دوسرا ابلیس راہ

در میان آن دو لشکرگاه زفت | چالش و پیکار آنچه رفت رفت

دو محاذِ جنگ تھے بے درنگ | پھر جو ہونی تھی ہوئی آپس میں جنگ

همچنین دور دوم هابیل بود | ضد نور پاک او قابیل بود

دورِ ثانی دور تھا ہابیل کا | ضد انہیں کے نور کی قابیل تھا

همچنین این دو علم از عدل و جور | تا بنمرود آمد اندر دور دور

دو علم عدل و ستم سے جھوم کر | تا بہ نمرود آئے بعد یک دگر

ضدِ ابراهیم گشت و خصم او | وان دو لشکر کین گذار و جنگجو

ضدِ ابراہیمؑ ہو کر دو بدو | پھر ہوئے یہ دونوں لشکر جنگجو

چون درازی جنگ آمد ناخوشش | فیصل آن هر دو آمد آتشش

طول جب اس جنگ کو ہونے لگا | آگ نے جھگڑا چکایا دونوں کا

پس حکم کرد آتشی را او نگر | تا شود حل مشکل آن دو نفر

ترجیح اس نے آگ کو آخر کیا | تا کہ ہو دونوں کا آسان فیصلا

دور دور و قرن قرن این فریق | تا بموسیٰ و بفرعون غریق

پھر صدی بعد صدی دونوں فریق | پہنچے تا موسیٰ و فرعون غریق

سالها اندر میان‌شان حرب بود | چون ز حد رفت و ملالت میفزود

ان میں برسوں تک رہی جنگ و جدل | اور جب حد سے بڑھا اس کا عمل

آب دریا را حکم سازید حق | تا کہ ماند کہ برد زین دو سبق

تو حکم پانی کو خالق نے کیا | تا کہ غالب ایک ہو دوسرا

تا کہ فرعون و ایاں فرعونیاں ۔ آب دریا غرق شاں کرد آں زماں
پھر وہ فرعون اور فرعونی تمام ۔ غرق دریا ہوگئے سب لاکلام

ہمچنیں تا دور عہد مصطفےٰ ۔ با ابوجہل آں سپہدار جفا
آگیا آخر کو دور مصطفےٰ ۔ تھا ابوجہل اُن کا دشمن پُر جفا

ہم نگر سازید از بہر ثمود ۔ صیحۂ کہ جان شان را در ربود
تھا ثمودیوں پہ قہر دردناک ۔ ہوگئے اک چیخ سے وہ سب ہلاک

ہم نگر سازید بہر قوم عاد ۔ زود خیزے تیز رو یعنی کہ باد
تھی عذاب آلود قوم عاد بھی ۔ جان لیوا اک ہوائے تیز تھی

ہم نگر سازید بر قاروں ز کیں ۔ تا فرو بردش چو اژدر ما زمیں
قہر قاروں پر یہ تھا از راہ کیں ۔ مثل اژدر کھا گئی اُس کو زمیں

تا حلیمی زمیں شد جملہ قہر ۔ برد قاروں را و گنجش را بقعر
قہر تھی آخر حلیمی خاک کی ۔ گنج قاروں بھی دھنسا۔ قاروں بھی

لقمۂ را کہ ستون ایں تن است ۔ دفع تیغ جوع ناں چوں جوشن است
ہے ستونِ تن جو لقمہ اے پسر ۔ بھوک کی تلوار کو جو ہے سپر

چونکہ حق قہری نہد در نان تو ۔ چوں خناق آں ناں بگیرد در گلو
قہر اگر اس پر خدا نازل کرے ۔ حلق میں مثل خناق اٹکے ترے

ایں لباسے کہ ز سرما شد مجیر ۔ حق دہد او را مزاج زمہریر
وہ اگر چاہے تو سردی کا لباس ۔ سرد مثل برف ہوائے حق شناس

تا شود بر تن ترا جبہ شگرف ۔ برد ہمچوں یخ گزندہ ہمچو برف
گرم اور آرام دہ جبہ ترا ۔ برف کی مانند ہو ٹھنڈا بڑا

تا گریزی از وشق ہم از حریر ۔ زو پناہ آری بسوئے زمہریر
چھوڑ دے تو پوستیں کو اور حریر ۔ اور لے الٹی پناہ زمہریر

تو دو قبلہ بینی یک قبلہ | غافل از قصہ عذاب ظلّہ۱

دو کہاں ہیں ایک ہی ہے تیرا سر | قصۂ ظلّہ سے ہے کیا بے خبر؟

امر حق آمد بشہرستان و دہ | خانہ و دیوار را سایہ مدہ

شہر کے دیوار و در کو حکم تھا | شہریوں کو دو نہ سایہ تم ذرا

مانع باراں مباش و آفتاب | تا بداں مرسل شدند امت شتاب

دھوپ اور مینہ سے نہ دو ان کو اماں | آئے وہ سب سوئے پیغمبر دواں

کہ بمردیم اغلب اے مہتر اماں | باقیش از دفتر تفسیر خواں

اب ہلاک اس قہر سے ہم ہو گئے | پڑھ ہے باقی داستاں تفسیر سے

چوں عصا را مار کرداں چست ست | گر ترا عقلیست ایں نکتہ بس ست

سانپ کیونکر کر دیا اس نے عصا | عقل ہو تو ہے یہی نکتہ بڑا

سنگ بر تسبیح آمد بر شتاب | از میان اصبعین زاں آفتاب

سنگریزے ذکر حق کرنے لگے | ہاتھ میں شاہنشہ۲ لولاک کے

منکراں دیدہ فرو ناوردہ سر | دشمنی او کور کردش از نظر

دیکھ کر منکر جھکاتے تھے نہ سر | دشمنی سے کور تھی اُن کی نظر

او نظر داری ولے امعانش نیست | چشمۂ افسردہ است و گردہ ایست

سچ ہے نظر تجھ میں مگر گہری نہیں | چشمہ گرد آلود ہے اسے تنگ ہیں

زیں ہمے گوید نگارندہ فکر | کہ بکن اے بندہ امعان نظر

اس لئے کہتا ہے خلّاقِ نظر | اے مرے بندے سمجھ اور غور کر

۱ فَکَذَّبُوْہُ فَاَخَذَھُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّۃِ۔ "پس قوم نے شعیبؑ کو جھٹلایا۔ پس ظُلّہ کے روز عذاب نے اُن کو پکڑ لیا"۔ یعنی ایک ابر سائبان کی صورت میں ان کے سروں پر نمودار ہوا اور وہ سب حبس اور گرمی سے ہلاک ہو گئے۔

آں نگوید کہ آہن کوب سرد	لیک لے پولاد بر داؤد گرد
کب کہا ہے کوٹ لوہا سرد تو	جا سوئے داؤد ہے فولاد اگر
تن بمردت سوئے اسرافیل راں	دل فسردت رو بخورشید جناں
تن ہے مردہ، بسوئے اسرافیل جا	دل فسردہ ہو تو سورج سے مل آ
در خیال از بسکہ گشتی مکتسی	نک بسوفسطائی بد ظن رسی ۱
ہو کے تو اپنے خیالوں سے اداس	پہنچا سوفسطائی بد ظن کے پاس
او خود از لبّ خرد معزول بود	شد ز حس معزول و محروم از وجود
وہ تو خود ہی عقل سے معزول ہے	ہے وجود و حس سے اور مجہول ہے
گر ز خود و ز لب خود معزول گشت	از وجود حس خود مفصول گشت
جب ہوا وہ عقل سے اپنی جدا	اس کو حس سے بھی جدا ہونا پڑا
ہین سخن خا نوبت لب خائیست	گر بگوئی خلق را رسوائیست
نوبتِ افسوس ہے بیہودہ گو	اب اگر بولے تو پھر رسوائی ہو
چیست امعان چشم را کردن رواں	چوں ز تن جاں رست گویندش رواں ۲
کیا ہے امعان؟ آنکھ کو کرنا رواں ع	تن سے چھٹ کر روح ہوتی ہے رواں
آں حکیمے کہ جاں از بند تن	باز رست و شد رواں اندر چمن
ایک وہ جو روح تن سے چھوٹ کر	باغ جنت میں رواں ہوا بسر
یا رواں شد خود بسوے ہاویہ	ہمچو موش از زاویہ در زاویہ
ایک وہ جو سوئے دوزخ ہو فنا	جیسے چوہا بل سے ہو اس بل میں جا
دو لقب ۳ او بریں ہر دو نہاد	بہر فرق اے آفریں بر جانش باد
دو لقب جس نے ان دونوں کو دئے	فرق کرنے کے لئے۔ شاباش اسے

۱ وہ طبقہ جو دنیا کو خیالِ محض سمجھتا ہے ۔

۲ پہلے مصرع میں رواں کے معنی تیز اور دوسرے میں روح ہیں ۔

نجاتِ مومنین میں حضرت ہودؑ کا معجزہ

در بیان آنکہ بر فرماں رود	گر گلے را خار خواہد آں شود
ہے بیاں جو حکم کا پابند ہو	خار چاہے تو بنا دے پھول کو
ہودؑ گرد مومناں خطے کشید	تاز باد آں قوم او رسیجے نالید
ہودؑ نے خط کھینچا گردِ مومناں	حاصل اُن سب کو ہوا سے تھی اماں
باد طوفاں بود و کشتی علی	ہست زیں طوفانؑ ایں کشتی بسا
تھی ہوا طوفان اور کشتی ایسے	کشتی اور طوفان ہیں ایسے مزید
مومناں از دست باد ضائرہ	جملہ بنشستند اندر دائرہ
بیٹھے جو مومن۔ وہ ہوا کے خوف سے	دائرے میں آئے اور بیٹھے رہے
باد طوفاں بود و کشتی لطف ہو	بس چنیں طوفاں و کشتی ارداو
لطفِ حق کشتی ہوا طوفاں نشاں	ایسے ہیں طوفاں بہت اور کشتیاں
پادشاہی را خدا کشتی کند	تا بحرص خویش بر صفہا زند
بادشہ کو جب خدا کشتی بنائے	ملک کی خواہش ہیں وہ شکر لڑائے
قصد شاہ آں نے کہ خلق ایمن شود	قصدش آنکہ ملک گردد بیگزند
ہے سکونِ خلق کب مقصودِ شاہ	قصد۔ یہ ہے ملک کچھ پائے پناہ
آں خراسی میدود قصدش خلاص	تا بیابد از خشب یکدم مناص
دوڑتا ہے خر کہ مل جائے نجات	لکڑیوں کی ضرب سے پائے نجات
قصد او آں نے کہ آبی بر کشد	یا کہ کنجد را بداں روغن کند
قصد اس کا کب ہے پانی کھینچنا	یا تلوں سے تیل کو کرنا جدا
گاو بشتابد ز بیم زخم سخت	نے برائے بردن گردوں و رخت
دوڑتا ہے بیل ڈر سے چوٹ کے	اور نہ گاڑی کھینچنے کے واسطے

ایک حق داد این چنین خوف و وجع | تا مصالح حاصل آید در تبع
حق نے خوف درد کی بخشی صفت | تھی اطاعت جو قرین مصلحت

اینچنین ہر کاسبی اندر دکاں | بہر خود کوشد نہ اصلاح جہاں
صرف اپنے ہی لئے ہے سعیٔ عام | ان کو اصلاحِ جہاں سے کیا ہے کام

ہر یکے بر درد جوید مرہمے | در تبع قائم شدہ زاں عالمے
سب ہیں اپنے درد پر مرہم نہاں | پیروی سے ہے یونہی قائم جہاں

حق ستونِ ایں جہاں از ترس ساخت | ہر یکے از ترسِ جاں در کار تاخت
خوف پر رکھی ہے بنیادِ جہاں | خوفِ جاں سے کام میں سب ہیں یہاں

حمد ایزد را کہ ترسے اینچنیں | کرد او معمار و اصلاح زمیں
شکر خالق ڈر کو جس نے بے تعب | کر دیا اصلاحِ عالم کا سبب

ایں ہمہ ترسندہ اند از نیک و بد | ہیچ ترسندہ نترسد ز خود
نیک و بد سے سب کو ڈر ہے بالیقیں | کوئی اپنی ذات سے ڈرتا نہیں

پس حقیقت بر ہمہ حاکم کسیست | کہ قریبست او اگر محسوس نیست
پس حقیقت میں وہ حاکم ہے عجیب | جو نہیں محسوس۔ لیکن ہے قریب

ہست او اندر کمیں اے بوالہوس | تا نگردی فارغ از نقب اے عسس
وہ ہے تیری گھات میں آٹھوں پہر | رات کو تو ہو نہ جائے بے خبر

ہست او محسوس اندر مکمنے | لیک محسوس حسِ ایں خانہ نے
وہ ہے محسوس اور پردے میں نہاں | حس میں اس گھر کی نہیں لیکن عیاں

آں حسے کہ حق بداں حس ظاہرست | نیست حسِ ایں جہاں آں دیگرست
ہے وہ اک حس جس سے نمایاں بالیقیں | اور ہے وہ اس جہاں کی حس نہیں

حسِ حیواں گر بدیدے آں صور | بایزیدِ وقت بودے گاو و خر
حسِ حیواں دیکھتی اس کو اگر | بایزیدِ وقت ہوتے گاو و خر

آنکہ تن را مظہر ہر روح کرد	وانکہ کشتی را براق نوح کرد
جس نے تن کو روح کا مظہر کیا	اور براق نوح کشتی دی بنا
گر نخواہد عین کشتی را بجو	او کند طوفان تو اے نور جو
وہ اگر چاہے تو کشتی کو کرے	عین طوفاں نہر ہیں تیرے لئے
ہر دمے طوفان و کشتی اے مقل	با غم و شادیت کرد او متصل
ہر گھڑی طوفان و کشتی اے مقل	ہیں غم و شادی ہیں تجھ سے متصل
گر نہ بینی کشتی و دریا بہ پیش	لرزہا بیں در ہمہ اجزائے خویش
کشتی و دریا نہ دیکھے تو اگر	لرزش اعضا پر اپنی غور کر
چون نہ بیند اصل ترسش را عیون	ترس را از خیال گو نہ گوں
جب نمود خوف اصلی ہو محال	خوف کا باعث ہوں گونا گوں خیال
مشت بر اعمی زند یک جلف مست	کور پندارد لگد زن اشتر است
گھونسہ اک اندھے کو مارے بدصفات	اندھا سمجھے ماردی شتر نے لات
زانکہ آں دم بانگ اشترے شنید	کور را آئینہ گوش آمد نہ دید
کیونکہ وہ شتر کی سنتا تھا صدا	آنکھ کیا ہیں کان اُس کے آشنا
باز گوید کور نے ایں سنگ بود	یا مگر از قبۂ پُر طنگ بود
پھر کہے اندھا نہیں یہ سنگ تھا	یا وہاں قبۂ پرطنگ[1] تھا
ایں نبود و آں نبود	آنکہ او ترس آفرید اینہا نبود
یہ نہ شتر اور نہ سنگ و راز تھا	تھا کرشمہ خوف کے خلاق کا
ترس و لرزہ باشد از غیرے یقیں	ہیچ کس از خود نترسد اے حزیں
خوف و لرزہ غیر سے ہے بالیقیں	کوئی اپنے سے مگر ڈرتا نہیں

[1] پرطنگ کے معنی بعض شارحین نے آواز لکھے ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پرطنگ کوئی خاص مقام ہے طلسمی اور یہ اسرار اور یہاں یقیناً کسی ایسے ہی مقام سے کنایہ کیا گیا ہے۔

آں حکیمک وہم خواند ترس را | فہم کژ کردہ است او ایں درس را
گر حکیم اس خوف کو کہتا ہے وہم | تو ضرور اُلجھی ہوئی ہے اُس کی فہم

ہیچ وہمے بے حقیقت کے بود | ہیچ قلبے بے صحیحے کے رود
بے حقیقت وہم کیسے ہو سکے | بے کھرے کے کس طرح کھوٹا چلے

کے دروغے قیمت آرد بے ز راست | در دو عالم ہر دروغ از راست خاست
جھوٹ بے سچ کے جو کیونکر روا تھا | جھوٹ سچائی سے ہے پیدا ہُوا

راست را دید او رواجے و فروغ | بر امید او رواں کرد او دروغ
سچ کی نرو تیج و ترقی دیکھ کر | جھوٹ چل نکلا اسی امید پر

اے دروغے کہ ز صدقت ایں نواست | شکر نعمت کن مکن انکار راست
صدق سے جب جھوٹ ہے سرشار صدق | شکر نعمت کر، نہ کر انکار صدق

از مفلسف گویم و سودائے او | یا ز کشتیہا و دریاہائے او
فلسفی اور اس کے سودا سے کہوں | کشتیوں اور اس کے دریا سے کہوں

بل ز کشتیہاش کاں پند دلست | گویم از کل جزو در کل داخلست
کشتیوں کو ہیں شاؤں اُس کی ٹھیک | کل کی باتیں، جزو ہے کل میں شریک

ہر ولی را نوح کشتیباں شناس | صحبت ایں خلق را طوفاں شناس
ہر ولی کو نوح کشتی باں سمجھ | صحبت مخلوق کو طوفاں سمجھ

کم گریز از شیر و اژدرہائے نر | ز آشنایان و ز خویشاں کن حذر
اژدہوں اور شیر سے اتنا نہ ڈر | اپنوں سے اور دوستوں سے کر حذر

در تلاقی روزگارت مے برند | یادشاں روزگارت مے چرند
اُن کا ملنا ہے ہلاکت وقت کی | اُن کی یادیں عمر کھوتی ہیں تری

چوں خر تشنہ خیال ہر یکے | از قف تن فکر را شربت مکے
ہے خیال اُن کا بس اک پیاسا گدھا | تازگی کو فکر کی ہے چوستا

آتشف کردست جبال آں شات | شبنمے کہ داری از نہر الحیات

جذب کرتا ہے جبال اُن کا پسر | زندگی کی تازہ شبنم سر بسر

پس نشان نشف آب اندر غصون | آں بود کہ مے بجنبد در رکون

جذب جب ہوتا ہے پانی شاخ کا | شاخ جھک پڑتی ہے اکثر بر ملا

عضو ہر شاخے تر و تازہ بود | مے کشی ہر سو کشیدہ میشود

جب رگیں ہوتی ہیں تازہ شاخ کی | جس طرف کھینچو اُدھر کھنچ جائے گی

گر سبد خواہی توانی کرد نش | ہم توانی کرد چنبر گردنش

اب اگر چاہے اُسے ڈلیا بنا | چاہے کر لے گول اُس کو اے فتا

چوں شد آں نا شف ز نشف بیخ خود | نا ملا نسوی کہ امرش میکشد

جذب کی جب تو نہیں پانی رہیں | اب جدھر کھینچو اُدھر کھنچتی نہیں

پس بخواں قاموا کسالیٰ از نبی | چوں نیابد شاخ از بیخش طبی

پس تو پڑھ قاموا کسالیٰ اے اخی | شاخ جب جڑ سے نہ پائے تازگی

آتشین ست ایں سخن کوتہ کنم | بر فقیر و گنج و احوالش زنم

گرم یہ باتیں ہیں ان کو چھوڑ دوں | گنج اور درویش کا قصہ کہوں

آتشے دیدی کہ سوزد او نہال | آتش جاں بیں کز و سوزد خیال

آگ دیکھی جس سے جلتے ہیں نہال | آتش جاں دیکھ جو پھونکے خیال

ز آتش عشق ست سوز ایں جان و دل | نیست انوار زو آں جان و دل

سوز جان و دل ہے آتش عشق کی | ہے اسی سے جان و دل میں روشنی

لہ سورہ نساء میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَاِذَا قَامُوا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوا کُسَالٰی ... یعنی منافقین جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی الکساہٹ کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں ۔

نے خیال و نے حقیقت را اماں ۔ زاں چنیں آتش کہ شعلہ زد ز جاں

دے نہ تخییل و حقیقت کو اماں ۔ روح سے جو آگ ہو جو شعلہ فشاں

خصم ہر شیر آمد و ہر روبہ او ۔ کُلُّ شَیءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَهٗ

شیر ہو یا لومڑی ۔ سب کچھ چلے ۔ فانی ہے ہر شے ۔ بجز اس ذات کے

در وجوہ وجہ او رو خرج شو ۔ چوں الف در بسم در رو درج شو

رنگ و صورت میں اسی کی ڈوب جا ۔ بسم[۱] میں مثلِ الف ہو جا فنا

آں الف در بسم پنہاں کردہ ایست ۔ ہست او در بسم و اندر بسم نیست

بسم میں پنہاں الف ہے با یقیں ۔ بسم میں موجود ہے بھی اور نہیں

ہمچنیں جملہ حروف گشتہ مات ۔ وقت حذف حرف از بہر صلات

حذف جتنے حرف اس وجہ سے ہوگئے ۔ حذف تھا یہ وصل ہی کے واسطے

او صلہ ست و بے و سین زو وصل یافت ۔ وصل بے و سین الف را بر نتافت

وہ صلہ ہے ۔ اور وہ اصل بے و سیں ۔ تھی الف کی اس میں گنجائش نہیں

چونکہ حرفے بر نتابد ایں وصال ۔ واجب آمد گر کنم کوتہ مقال

جب نہیں اک حرف کو تابِ وصال ۔ لازم آیا مختصر کر دوں مقال

چوں یکے حرفے فراق سین و بیست ۔ خامشی اینجا مہم تر واجبی ست

حرف اک ہے وجہ ہجر سین و بے ۔ ہے خموشی ہی یہاں لازم مجھے

چوں الف از خود فنا شد مکتنف ۔ بے و سین بے او ہمی گویند الف

جب الف نے کر دیا خود کو فنا ۔ بے و سین بے اس کے دیتے ہیں صدا

ما رمیت اذ رمیت از وی بست ۔ ہمچنیں قال اللہ از صمتش بجست

ما رمیت اذ رمیت سے بھی ۔ ضمن میں ہے اس کے قال اللہ بھی

۱؎ یعنی "بسم اللہ" اصل میں باسم اللہ تھا ۔ الف ایسا وصل ہوا کہ نہ پڑھا جاتا ہے نہ لکھا جاتا ہے ؎

تا بود دارو ندارد او عمل | چونکہ فانی شد کند دفع علل
ہے دوا جب تک نہیں اس میں عمل | صرف ہو جائے تو ہو دفع علل

گر شود بیشہ قلم دریا مدید | مثنوی را نیست پایانے پدید
گر سیاہی بحر ہو، جنگل قلم | ہو نہ پایان مثنوی کا بیش و کم

چار چوب خشت زن تا خاک ہست | مید ہد تقطیع شعرش نیز دست
خاک جب تک ہے عناصر میں ملی | شعر کی تقطیع کرتی ہے وہی

چوں نماند بیشہا سر در کشند | بیشہا از عین دریا سر کشند
ہوں اگر جنگل عدم میں مستتر | عین دریا سے ہوں جنگل جلوہ گر

چوں نماند خاک و بودش جف کند | خاک سازد بحر او چوں کف کند
عنصروں میں خشک اگر ہو جائے خاک | جھاگ دریا کے بنیں بنائے خاک

بہر ایں گفت آں خداوند فرج | حدثوا عن بحرنا اذ لا حرج
اس لئے ہے قول شاہ داد و دہن | اپنے دریا میں ذرا تنگی نہیں

باز گرد از بحر و رو در خشک نہ | ہم ز لعبت گو کہ کودک راست بہ
لوٹ اب دریا سے پھر خشکی میں آ | کھیل ہی بچے سمجھتے ہیں بھلا

تا ز لعبت اندک اندک در صبا | جانش گردد با ہم عقل آشنا
رفتہ رفتہ کھیل بچپن کے بھی | روح کو بخشیں گے دولت عقل کی

عقل ازاں بازی ہمے یابد صبی | گرچہ با غفلت در ظاہر ابی
عقل بچے کھیل سے ہیں سیکھتے | گو بظاہر ہیں وہ منکر عقل کے

کودک دیوانہ بازی کے کند
طفل دیوانہ کہاں بازی کرے

جزو باید تا کہ کل را طے کند
چاہیئے جزو ۔ تا پتہ کل کا لگے

خزانہ طلب کرنے والا فقیر

تک خیال آں فقیرم بے ریا	عاجز آورد از بپا و از ریا
ہے مجھے فکر فقیر بے نوا	جو صدائیں دیتے دیتے تھک گیا
بانگ او تو نشنوی من بشنوم	زانکہ در اسرار ہمراز وے ام
میں صدا سنتا ہوں تو سنتا نہیں	اُس کا میں ہمراز ہوں ایسا یقیں
طالب گنجش مبیں خود گنج اوست	دوست کے باشد بمعنی غیر دوست
گنج خود ہے گنج کا طالب ہو گیا	آشنا ملتا نہیں نا آشنا
سجدہ خود را میکند ہر لحظہ او	سجدہ پیش آئینہ است از بہر رو
سجدہ کرتا ہے وہ خود کو مو بمو	سجدہ پیش آئینہ ہے بہر رو
گر بدیدے ز آئینہ او یک بشیز	نے خیال او نماندے ہیچ چیز
آئینہ کا کچھ بھی کھل جاتا جو حال	پھر کسی شے کا نہ رہتا یک خیال
ہم خیالاتش ہم او فانی شدے	دانش او محو نادانی شدے
وہ بھی فانی ہوتا اُس کی فکر بھی	عقل ہوتی محو نادانی ابھی
دانشے دیگر ز نادانی ما	سر برآوردے عیاں کانی انا
ہوتی نادانی سے دانائی عیاں	اور کہتی میں ہوں دانش بیگماں
اسجدوا لآدم ندا آمد ہمے	کار بیدار خویش بیدارش دمے
سجدہ آدم کو کرو آئی ندا	چھوڑ دو طاعت اور اسے دیکھو ذرا
احولی از چشم ایشاں دور کرد	تا زمیں شد عین چرخ لاجورد
پردے آنکھوں سے اُٹھے جب باہمیں	آسمان لاجوردی تھی زمیں
لا الہ گفت و الا اللہ گفت	گشت الا اللہ وحدت شگفت
لا الہ کہہ کے الا اللہ کہا	راز الا اللہ میں وحدت کا کھلا

آن حبیب و آن خلیل با رشد | وقت آن آمد کہ گوشش واکشد
وہ حبیب اور وہ خلیل با صفا | ہے پکڑ کے کان ہم کو کھینچنا

سوئے چشمہ کہ دہان زینہا بشوی | ناپچہ پوشیدیم از خلقان گوا
جانب چشمہ کہ دھو لے منہ یہاں | کر نہ میرے راز خلقت پر عیاں

ور بگوئی خود نگردد آشکار | تو بقصد گفتن گردی جرم دار
گر کریگا تو نہ ہوں گے آشکار | کہہ لینے کا ہوگا تو تقصیر وار

ایک من ہم نک پریشان می‌تنم | قائل این سامع این نک منم
ہیں پریشان میری باتیں کیا کروں | کہہ رہا ہوں خود ہی سنتا خود ہی ہوں

صورت درویش تو نقش گنج کو | رنج کیشند این گروه اندر رنج کو
صورت درویش کیا اور گنج کیا | ہے یہ طبقہ رنج کیش اور رنج کیا

چشمہ راحت بر ایشان شد حرام | می‌خورند از زہر قاتل جام جام
راحت و آرام ہے ان پر حرام | زہر قاتل کے پیا کرتے ہیں جام

خاکہا پر کردہ دامن می‌کشند | تا کنند این چشمہ ہا را خشک بند
خاک سے بھرتے ہیں دامن یہ بھلا | تاکہ دیں راحت کے چشموں کو سکھا

کے شود این چشمۂ دریا مدد | منطمس زین مشت خاک نیک و بد
چشمۂ دریا مدد کیونکر بھرے | نیک و بد کی ایک مٹھی خاک سے

لیک گوید با شما من بستہ‌ام | بے شما من تا ابد پیوستہ‌ام
کہہ رہا ہے تم سے وابستہ ہوں میں | تا ابد تنہا بھی پیوستہ ہوں میں

قوم معکوس اند اندر مشتہا | خاک خوار و آب را کردہ رہا
خواہشیں لوگوں کی الٹی ہیں بسر | خاک کو کھاتے ہیں پانی چھوڑ کر

ضد طبع انبیا دارند خلق | اژدہا را اشتہا دارند خلق
ہے طبیعت ان کی ضد انبیاء | ان کی تکیہ کی جگہ ہے اژدہا

چشم بند خلق چوں دانستۂ ۔۔۔ ہیچ دانی کز چہ دیدہ بستۂ

اس نظر بندی سے واقف ہے اگر ۔۔۔ جانتا ہے کس سے پھیری ہے نظر

ہرچہ بکشادی بدل آں دیدہا ۔۔۔ یک بیک بنشیں لبدل واں آں ترا

اور کس پر آنکھ ہے کھولے ہوئے ۔۔۔ تا کہاں پلٹے گا تو پائے ہوئے

لیک خورشید عنایت تافتہ است ۔۔۔ آئساں را از کرم دریافتہ است

ہے مگر خورشید رحمت ضو فشاں ۔۔۔ نا امیدوں پر کرم سے مہرباں

نرد بس نادر ز رحمت باختہ ۔۔۔ عین کفراں را انابت ساختہ

کھیل یہ رحمت نے کھیلے ہیں عجیب ۔۔۔ یعنی عین کفر ہے تو یہ نصیب

ہم ازیں بدبختی خلق آں جواد ۔۔۔ منفجر کردہ دو صد چشمہ وداد

پھر اسی بدبخت خلقت کے لئے ۔۔۔ دوستی کے چشمے جاری کر دیئے

غنچہ را از خار سرمایہ دہد ۔۔۔ مہرہ را از مار پیرایہ دہد

خار سے غنچے کا سرمایہ بھرا ۔۔۔ سانپ سے مہرے کو پیرایہ دیا

از سواد شب بروں آرد نہار ۔۔۔ وز کف معسر برویاند یسار

رات سے دن کی نکالے روشنی ۔۔۔ تنگدستی کو فراخی دے وہی

آرد سازد ریگ را بہر خلیل ۔۔۔ کوہ با داؤدؑ سازد ہم رسیل

کردے آٹا ریت کو بہر خلیل ۔۔۔ ہم لب داؤدؑ ہو کوہ جلیل

کوہ با وحشت دراں ابر ظلم ۔۔۔ برکشادہ بانگ چنگ زیر و بم

باوجود وحشت و ظلمت بہم ۔۔۔ کوہ ہیں بجتا تھا ساز زیر و بم[1]

[1] معمول تھا کہ جب حضرت داؤدؑ نغمۂ زبور سے ترنم فرماتے تھے۔ تو تمام چرند پرند وحشت و رمیدگی چھوڑ کر انہیں گھیر لیتے تھے۔ اور خاموشی کے ساتھ ان کی آواز سنا کرتے تھے۔ نیز کوہ و جبل سے بھی وہی آواز نکلتی تھی اور سننے والے آہ و فغاں میں مبتلا ہو جاتے تھے ۔

خیز از داؤد از خلقاں نفیر ۔ ترک آں کردی عوض از ما بگیر

ست تھے داؤد خلقت نالہ زن ۔ ترک کر راحت عوض سے لے سخن

خزانہ طلب کرنے والے کی توبہ

گفت آں درویش کاے دانائے راز ۔ از پے ایں گنج کردم یاوہ تاز

بولا وہ درویش اے رب العقول ۔ کی خزانے کے لئے کوشش فضول

دیو حرص و آز مستعجل تگی ۔ نے تأنی جست و نے آہستگی

تھی یہ سب جلدی ہوا و حرص کی ۔ تھا تأمل ہی نہ تھی آہستگی

من ز دیگے لقمۂ ناں دوختم ۔ کف سیہ کردم دہاں را سوختم

دیگ سے لقمہ نہ اک مجھ کو ملا ۔ ہاتھ کالے ہو گئے منہ جل گیا

خود نگفتم چوں دریں ناموقنم ۔ زاں گرہ زن ایں گرہ را حل کنم

بے یقین تھا میں نہ کیوں میں نے کہا ۔ خود گرہ زن یہ گرہ سلجھائیگا

قول حق را ہم ز حق تفسیر جو ۔ ہین مگو ژاژ از گماں اے یاوہ گو

حق سے لے تفسیر قول حق جو ہو ۔ چل نہ تو اپنے گماں پر یاوہ گو

آں گرہ کو زد ہم او بگشایدش ۔ مہرہ کو انداخت او برپایدش

دی گرہ جس نے وہی سلجھائیگا ۔ جس نے مہرہ ڈالا بازی پائیگا

گرچہ آسانت نمود ایں ساں سخن ۔ کے بود آساں رموز من لدن

تو نے گو سمجھا تھا آساں یہ سخن ۔ کب ہے لیکن سہل رمز من لدن

گفت یا رب توبہ کردم زیں شتاب ۔ چوں تو در بستی تو کن ہم فتح باب

بولا یا رب توبہ اس تعجیل سے ۔ بند در تو نے کئے خود کھولدے

سلہ [illegible] لدنی ۔ خدا کا علم ؛

بر سر حرفہ شدم بار دگر	ور دعا کردن بارم ہم بے ہنر
کوششیں پھر میں نے کیں بار دگر	تھا دعا کرنے میں بھی، میں بے ہنر
کو ہنر کو من کجا دل مستوی	اینہمہ از عکس تست اینہم توئی
میں کہاں، کیسا ہنر، کیا جستجو	سب یہ تیرے عکس ہیں، ہے تو ہی تو
ہر نفسے تا ہیرو فرہنگم بخواب	ہمچو کشتی غرقہ میگردم در آب
رات دن ہوں کوششوں کے خواب میں	مثل کشتی غرق ہوں میں آب میں
خود نہ من میمانم و نے آں ہنر	تن چو مرداری فتادہ بے خبر
میں ہی رہتا ہوں۔ نہ وہ میرا ہنر	تن پڑا رہتا ہے مُردہ بے خبر
تا سحر جملہ شب آں شاہ علا	خود ہمیگو یہ الست و خود بلا
صبح تک شب بھر شہِ ارض و سما	خود ہی کہتا ہے الست اور خود بلیٰ
کو بلی گو جملہ را سیلاب برد	یا نہنگے کرد کل را خرد مرد
کہنے والے سب بلی کے بہہ گئے	کل نگرمچھ کے منہ میں جا کے رہ گئے
صبح دم چوں تیغ گوہر بار خود	از نیام ظلمت خود برکشد
صبح دم جب تیغ کو وہ کھینچ لے	ظلمت اور تاریکیوں کے میان سے
آفتاب شرق شب را طے کند	آں نہنگ آں خوردہا را قے کند
آفتاب صبح شب کو طے کرے	وہ نگر کھایا ہوا سب قے کرے
رستہ چوں یونس ز خوف آں نہنگ	منتشر گردیم اندر بو و رنگ
جب نہ یونسؑ کو رہا خوف نہنگ	ہو گیا پھر انتشار بو و رنگ
خلق چوں یونس مسبح آمدند	کاندریں ظلمات پر راحت شدند
مثل یونسؑ خلق تھی تسبیح خواں	تھی پڑی ظلمت میں راحت سے نہاں

؎ نگرمچھ ۔

هر یکی گویان بهنگام سحر | چون ز بطن حوت شب آید بدر
ہر کوئی وقت سحرگاہی کہے | جب وہ چھوٹے حوت شب کے بطن سے

کای کریمی کاندران لیل وحش | گنج رحمت بنهی و چندین چشش
اے کریم اس رات میں وحشی جو تھی | رحمتیں کیں تو نے مستی سے بھری

چشم تیز و گوش باز و تن سبک | از شب آنچون نهنگ ذوالحبک
تیز آنکھیں تن سبک اور صاف کان | دی نہنگ شب سے ہم کو یوں امان

از مقامات وحش روزین سپس | هیچ نگریزیم ما با چون تو کس
اب تو وحشت کی جگہ ہو گئی ہی | چھوڑ کر تجھ کو نہ بھاگیں گے کبھی

موسی آن را نار دید و نور بود | زنگی دیدیم شب را حور بود
نار موسیٰ جس کو سمجھے۔ تھا وہ نور | زنگی شب ہم نے جانا تھی وہ حور

ما نمیخواهیم غیر از دیده | دیدهٔ تیزی کشتی بگزیدهٔ
اب نہیں خواہش سوا اس آنکھ کے | برگزیدہ تیز ہیں کہیے جسے

بعد ازین ما دیده خواهیم از تو بس | تا نپوشد بحر را خاشاک و خس
آنکھ کے طالب ہیں اب تو تجھ سے بس | تا نہ دریا کو چھپالے خاک و خس

ساحران را چشم چون رست از عمی | کف زنان بودند بی دست و پا
ساحروں کو جب بصارت کی عطا | تھے بجاتے تالیاں بے دست و پا

چشم بند خلق جز اسباب نیست | هر که لرزد بر سبب زاصحاب نیست
ہے نظر بندی یہاں اسباب سے | جو سبب دیکھے نہیں اصحاب سے

۱۔ پچھلی لہ یعنی اے کریم رات کی وحشت میں تو نے ہم پر اپنی رحمتیں کیں اور ہمیں بےخبر و مست رکھا۔
۲۔ یہ ساحران فرعون کی طرف اشارہ ہے کہ جب انہوں نے إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ کہا یعنی یہ کہا کہ ہم اب اپنے رب کی طرف لوٹتے ہیں تو فرعون نے انکے ہاتھ پاؤں کٹوا ڈالے مگر انہیں اس کی کچھ پروا نہ ہوئی۔ ۳۔ یعنی وہ صاحب دل نہیں۔

یک حق اصحاب نااصحاب را ‌ ‌ در کشاد و برد تا صدر سرا
ہر کس و ناکس کو وہ مولا مگر ‌ ‌ لے گیا ہے صدر تک در کھول کر

ہا گفش نامستحق و مستحق ‌ ‌ معتقان رحمتند از بند رق
مستحق نامستحق سب شاد ہیں ‌ ‌ بندگی کی قید سے آزاد ہیں

در عدم ما مستحقاں کے بدیم ‌ ‌ کہ بریں جان بریں دانش زدیم
ہم عدم میں اس کے کب حقدار تھے ‌ ‌ ہم کو ایسی جان اور دانش ملے

در عدم مارا چہ استحقاق بود ‌ ‌ تا چنیں عقلے و جانے رو نمود
تھا عدم میں ہم کو استحقاق کیا ‌ ‌ تا یہ عقل و جاں ہمیں دیتا خدا

اے بکردہ یار ہر اغیار را ‌ ‌ لے بداده خلعت گل خار را
ایک تو نے دوست غیروں کو کیا ‌ ‌ خلعت گل خار کو ہے دے دیا

خاک مارا ثانیا پالیز[ل] کن ‌ ‌ ہیچ بے را بار دیگر چیز کن
پھر ہماری خاک کو پالیز کر ‌ ‌ ہے جواب ناچیز اُس کو چیز کر

این دعا تو امر کردی ز ابتدا ‌ ‌ ورنہ خاکی را چہ زہرہ این ندا
حکم تو نے خود دعا کا ہے دیا ‌ ‌ ورنہ یہ خاکی کرے گا کیا ندا

چوں دعا مان امر کردی اے عجاب ‌ ‌ این دعائے خویش را کن مستجاب
خود دیا حکم دعا اے مستطاب ‌ ‌ اب دعا کر اپنی خود ہی مستجاب

شب شکستہ کشتی فہم و حواس ‌ ‌ نے امیدے ماندہ نے خوف و نہ پاس
شب نے توڑی کشتی فہم و حواس ‌ ‌ ڈر رہا باقی نہ امید و ہراس

بردہ در دریائے حیرت ایزدم ‌ ‌ تا زچہ فن پر کند بفرستدم
بحر حیرت میں جو ڈالا ہے مجھے ‌ ‌ اب سکھاتا ہے وہ کیا فن دیکھیے

ل کشت زار یعنی ہرا بھرا ؎

آں یکے را کردہ پر نور و جلال ۔ ویں دگر را کردہ پر وہم و خیال
ایک کو کرتا ہے پُر نور و جلال ۔ دوسرے کو تختۂ وہم و خیال

گر بخویشم ہیچ رائے و فن بدی ۔ رائے و تدبیرم بحکم من بدی
اسکے اور فن پر جو ہوتا اختیار ۔ ہوتا قبضے میں مرے انجام کار

شب نرفتے ہوش بے فرمان من ۔ زیر دام من بدے مرغان من
بے اجازت رات کو جاتا نہ ہوش ۔ مرغ زیر دام ہوتے بے خروش

بودمے آگہ ز منزلہائے جاں ۔ وقت خواب و بیہشی و امتحاں
منزلیں سب جان کی ہوتیں عیاں ۔ خواب و بے ہوشی میں وقت امتحاں

چوں کفم زیں حل و عقد ایں تہیست ۔ اے عجب ایں معجبی من ز چیست
جب میں حل و عقد سے ہوں بے نصیب ۔ پھر تعجب ہے یہ ہوں ایسا کیا عجیب

دیدہ را نادیدہ خود انگاشتم ۔ باز زنبیل دعا برداشتم
سمجھا نادیدہ اُسے جو دیدہ تھا ۔ پھر اٹھا لی میں نے زنبیل دعا

چوں الف چیزے ندارم اے کریم ۔ جز دلے دلتنگ تر از چشم میم
جوں الف یا رب نہیں میرے پاس کیا ۔ صرف اک دل تنگ چشم میم[1] سا

ایں الف ویں میم اُمّ[2] بود ماست ۔ میم اُم تنگست الف زاں نر گداست
یہ الف یہ میم اُمّ بود تھا ۔ میم ایسا تنگ، الف ایسا گدا

ایں الف چیزے ندارد غافلیست ۔ میم دلتنگ آں زماں عاقلیست
ہے الف ناچیز ۔ وہ جو غافلی ۔ میم ہے دل تنگ ۔ وہ ہے عاقلی

در زمان بیہشی خود ہیچ من ۔ در زمان ہوش پیچاپیچ من
بے ہشی کے وقت میں خود ہیچ ہوں ۔ ہوش آیا ہے تو پیچا پیچ ہوں

لہ یعنی جیسے میم کا سرا چھوٹا سا ہوتا ہے ؁

ٹہ ماں ؁

ہیچ دیگر بر چنیں ہیچے منہ ‏ نام دولت بر چنیں ہیچے منہ
اور پیچیدہ نہ کر اس ہیچ کو ‏ طعنۂ دولت نہ دے اس ہیچ کو

خود ندارم ہیچ بہ سازد مرا ‏ چوں زدوہم وارستایں صد غنا
ہیچ ہیں ہوں تو وہ کر دے گا بھلا ‏ دہم دارائی ہیں سکو ہوں مبتلا

ور ندارم ہم تو دارائیم کن ‏ رنج دیدم رحمت افزائیم کن
ہوں بھکاری ہیں اگر دارائی کر ‏ ہوں میں غمگیں، رحم کر اے دادگر

ہم در آب دیدہ عریاں بیستم ‏ بر در تو چونکہ دیدہ بیستم
آنسوؤں میں اپنے عریاں ہوں کھڑا ‏ تیرے در پر، کیونکہ ہوں انجان سا

زآب دیدہ بندہ بے دیدہ را ‏ سبزہ بخش و نبات زیں چرا
آب دیدہ سے تو اس نادیدہ کو ‏ کر عطا سرسبزیاں، برہم نہ ہو

ور نماند آب آبم دہ زعین ‏ ہمچو عینین نبی ہطالتین
گر نہ ہو پانی، عطا کر آب عین ‏ مثل عینین نبی ہطالتین[لہ]

او چو آب دیدہ جست از جود حق ‏ با چناں جلال و اقبال و ورق
جب وہ مانگیں آب چشم اللہ سے ‏ باوجود اس عظمت و اقبال کے

چوں نباشم زاشک خوں باریک ریس ‏ من تہی دست قضا و کاسہ لیس
کیوں نہ شغل اشکباری میں کروں ‏ ہوں تہیدست اور پھر محتاج ہوں

چوں چناں چشم اشک را مفتوں بود ‏ اشک من باید کہ صد جیحون بود
ایسی آنکھیں جب ہوں مفتوں گریہ کی ‏ چاہئے جیحون بنیں آنکھیں مری

لہ حضرت جبرئیل نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ اگر کوئی محزون اپنی امت کے لئے روئے تو خدا اس امت کو بخش دیتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ محزون میں ہوں اور میری امت مرحوم ہے پھر آپ نے زیادتی رحمت کی طلب کی اور فرمایا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ۔ اے اللہ مجھے ابر کی طرح برسنے والی دو آنکھیں عطا کر۔

قطرہ زاں پیش صد جیحون بہست	کہ بداں یک قطرہ جن و انس رست
اُن کا اک قطرہ سمندر سے بڑا	جس نے جن و انس کو پیدا کیا
چونکہ باراں جست آں روضہ بہشت	چوں نجوید آب شورہ خاک زشت
کی تھی جنت نے بھی بارش کی طلب	کیوں نہ ڈھونڈتا ہے میری خاکِ پُرلغب
اے اخی دست از دعا کردن مدار	با اجابت یا رد او ترا چہ کار
تو دعا کرتا ہی رہ اے دل ملول	تجھ کو اس سے کیا وہ رد ہو یا قبول
ناں کہ سد و مانع ایں آب بود	دست ازاں ناں مے بباید شست زود
اشکباری سے اگر مانع ہو ناں	ایسی روٹی سے تو دھو ہاتھ اے جواں
خویش را موزون و چست و سختہ کن	ز آب دیدہ نان خود را پختہ کن
چُست و موزوں اپنی ہستی کو بنا	اپنی روٹی آبِ دیدہ سے پکا

فقیر کی مشکل حل ہو جانا

اندریں بود او کہ الہام آمدش	کشف شد ایں مشکلات از ایزدش
تھا وہ اس دھن میں ہوا الہام اسے	کھولیں اُس کی مشکلیں اللہ نے
گفت گفتم بر کماں تیرے بنہ	کے بگفتم من کہ اندر کش تو زہ
یہ کہا تھا رکھ کماں میں تیر تو	کب کہا تھا کھینچ چلہ جلد جو!
مے بگفتم کایں کماں را سخت کش	در کماں نہ گفتمت نے پر کنش
کب کہا تھا کھینچ سختی سے کماں	تیر رکھنے کا دیا تھا حکم ہاں
از فضولی تو کماں افراشتی	صنعت قواسی بر داشتی
تو نے ناحق لی کماں اپنی اٹھا	اور یہ تیر انداز بیاں کرنے لگا
ترک ایں سختہ کمانی رو بگو	در کماں نہ تیر و پریدن مجو
کھینچنا سختی سے اس کو ترک کر	[illegible]

چوں بقصد تیر آنجا ے طلب	زو بگیزار و بزاری جو تو ہب
گر پڑے جب کر تلاش مدعا	زور چھوڑ اور یہ زر کو زاری کرکے پا
آنچہ حقست اقرب از حبل الورید	تو فگندی تیر فکرت را بعید
شاہ رگ سے ہے قریب اللہ تو	تو نے پھینکا دور تیر فکر کو
اے کمان و تیرہا برساختہ	صید نزدیک و تو دور انداختہ
تھا کمان و تیر پر تجھ کو غرور	صید تھا نزدیک، پھینکا تیر دور
ہرکہ او دورست دور از روئے او	کانہ باید قوت بازوئے او
دور رہتا ہے جو اُس سے زعم میں	آزماتا ہے وہ اُس کی قوتیں
ہرکہ دور اندازتر او دورتر	وز چنیں گنجست او مہجورتر
جو ہے دور انداز تر ہے دُورتر	ان خزانوں سے وہ ہے مہجورتر
فلسفی خود را از اندیشہ بکشت	گو بدو کورا سوئے گنج ست پشت
فلسفی ہے کیوں اسیر مرگ و رنج	اُس سے کہہ اندھے ترے پیچھے ہے گنج
گو بدو چنداں کہ افزوں میدود	از مراد دل جدا تر مے شود
اس سے کہہ جتنا ہے آگے بھاگتا	دُور ہے اتنا ہی مقصد سے پڑا
جاہدوا فینا بگفت آں شہریار	جاہدوا عنا نگفت اے بیقرار
جاہدوا فینا[1] ہے ارشاد رسول	جاہدوا عنا[2] نہیں اسے بوالفضول
ہمچو کنعاں کو ز ننگ نوح رفت	بر فراز قلعہ آں کوہ رفت
خاندان نوح سے کنعاں چھٹا	جب وہ چوٹی پر پہاڑ کی چڑھا
ہر چہ افزوں تر ہمے جست او مناص	سوئے کہ میشد جدا تر از خلاص
جس قدر اوپر وہ چڑھتا جاتا تھا	ہوتا جاتا تھا خلاصی سے جدا

[1] یعنی ہم سے مل کر کوشش کرو۔

[2] یعنی ہم سے الگ ہو کر کوشش کرو۔

ہمچو ایں درویش بہر گنج و کاں ۔۔۔ ہر صباحے سخت تر جستے کماں

جیسے یہ درویش بہر گنج و کان ۔۔۔ کھینچتا تھا روز سختی سے کمان

ہر کمانے کو گرفتے سخت تر ۔۔۔ بودی از گنج و نشاں بدبخت تر

کھینچتا تھا وہ کماں کو جس قدر ۔۔۔ دور ہو جاتا تھا اتنا گنج زر

ایں مثل اندر زمانہ جانی ست ۔۔۔ جان نادانان برنج ارزانی ست

یہ مثل سچ ہے جہاں میں پیش و کم ۔۔۔ بیوقوفوں کے لئے سستا ہے غم

زانکہ نادان از نشست تنگ اوستاد ۔۔۔ لاجرم رفت و دکان نو کشاد

کیونکہ ان کو عار ہے استاد سے ۔۔۔ اور نئی دکان وہ ہیں کھولتے

آں دکاں بالائے استادان کار ۔۔۔ گندہ و پر کژدم است و پر ز مار

پر دکان وہ غیر استادانِ کار ۔۔۔ سانپ بچھو سے بھری ہے بیشمار

زود ویران کن دکان و باز گرد ۔۔۔ سوئے سبزہ و گلستان آبخورد

بند کر دے یہ دکان اور لوٹ تو ۔۔۔ سوئے سبزہ سمت باغ آبجو

نے چو کنعان کو ز کبر و ناشناخت ۔۔۔ از کہ عاصم سفینہ فوز ساخت

بن نہ کنعاں کر لیا جس نے وہاں ۔۔۔ کوہ عاصم پر سفینہ کا گماں

علم تیر اندازیش آمد حجیب ۔۔۔ واں مراد او بدہ حاضر بجیب

تیر اندازی تھی پردہ پر نہاد ۔۔۔ ورنہ اس کی جیب ہی میں تھی مراد

اے بسا علم و ذکاوات و فطن ۔۔۔ گشتہ رہرو را چو غول راہزن

اے پسر اکثر یہ ہوش و علم و فن ۔۔۔ راہرو کے ہو گئے ہیں راہزن

بیشتر اصحاب جنت ابلہند ۔۔۔ تا ز شر فیلسوفی مے رہند

اکثر[1] اہل خلد ابلہ ہیں فقط ۔۔۔ تا ہوں شر فیلسوفی سے رہا

[1] حدیث شریف میں آیا ہے کہ اھل الجنۃ البلہ ؛

خویش را عریاں کن از جملہ فضول ‌ ‌ ترک خود کن تا کند رحمت نزول

ترک کر دے سب جو باتیں ہیں فضول ‌ ‌ کر خودی کو ترک، رحمت ہو نزول

زیرکی ضد شکست و نیاز ‌ ‌ زیرکی بگذار و باگولی بساز

ضد شکست و عجز کی ہے زیرکی ‌ ‌ زیرکی کو چھوڑ دے لے ابلہی

زیرکی شد دام برد و طمع گاز ‌ ‌ تا چہ خواہد زیرکی را پاکباز

زیرکی ہے دام، لالچ ہے کمیں ‌ ‌ گھات اور پھندے کا کیوں ہے [illegible]

زیرکان با صنعتی قانع شدند ‌ ‌ ابلہاں از صنع در صانع شدند

رہ گئے صنعت ہی پر عاقل مبتلا ‌ ‌ احمقوں کو صنع سے صانع ملا

زانکہ طفل خورد را مادر نہار ‌ ‌ دست و پا باشد نہادہ در کنار

ننھے کو ماں، ہر سحر تو دیکھ لے ‌ ‌ گود میں لیتی ہے کیسے پیار سے

مسلمان یہودی اور ترسا مسافروں کی حکایت

یک حکایت بشنو اینجا اے پسر ‌ ‌ تا نگردی ممتحن اندر ہنر

اک حکایت اس جگہ سن اے پسر ‌ ‌ تا نہ ہو تجھ پہ بلا تیرا ہنر

آں جہود و مومن و ترسا[1] مگر ‌ ‌ ہمرہی کردند با ہم در سفر

ایک مومن ایک ترسا اک یہود ‌ ‌ ہمسفر تھے مثل قند و نار و دود

با دو گمرہ ہمرہ آمد مومنے ‌ ‌ چوں خرد با نفس و با اہرمنے

ساتھ اک مومن کے دو گمراہ تھے ‌ ‌ نفس و شیطاں ساتھ جیسے عقل کے

مروزی و رازی افتند در سفر ‌ ‌ ہمرہ و ہمسفر پیش یکدگر

[2] مروزی و رازی کریں جیسے سفر ‌ ‌ اتفاقاً چل پڑیں با ہمدگر

لہ۔ عیسائی۔ آتش پرست۔

لہ یعنی مرو اور رے کے رہنے والے۔

در قفس افتند زاغ و چغز و باز — جفت شد در حبس پاک و بی‌نماز
جیسے اک پنجرے میں کوا اور باز — جیسے قیدی ایک پاک، اک بے نماز

کرده منزل شب بیک موضع بهم — مشرقی و مغربی قانع بهم
منزل اک شب کو کسی موضع میں کیا — کچھ وہاں کچھ مشرقی کچھ مغربی

مانده در منزل ز ره خورد و شگرف — روزها باهم ز سرما و ز برف
عاجز و درمانده سارے اور تھکے — برف و سرما سے رہے کچھ دن پڑے

چون گشاده شد ره و بگشاد بند — بگسلند و هر یکے سوئے روند
رفتہ رفتہ راستہ جب کھل گیا — ہر طرف اک قافلہ جانے لگا

چون قفس را بشکند شاه خرد — جمع مرغاں هر یکے سوئے پرد
توڑ دیتا ہے قفس کو جب وہ رب — اک طرف کو مرغ اڑ جاتے ہیں سب

پرگشاده هر یکے در شوق و یاد — در هوائے جنس خود سوئے معاد
شوق میں کھولے ہوئے سب اپنے پر — اپنے ہم جنسوں کی جانب لوٹ کر

پرگشاده هر دمے با اشک و آه — بیک پرپریدن ندارد روی راه
پرکشادہ مبتلائے اشک و آہ — اور نہ اڑنے کی کوئی صورت نہ راہ

چونکه ره وا شد پرد مانند باد — سوئے آں کز یاد او پر میگشاد
جب کھلا رستہ اڑے مثل ہوا — اس طرف کھلی یاد جس کی پرکشا

آں طرف کش بود اشک و سوز و آه — چونکه فرصت یافت آں سو کوفت راه
اس طرف جس کے لئے تھے اشک و آہ — جب قفس سے چھٹ گئے لی اپنی راہ

در تن خود بنگر ایں اجزائے تن — از کجا جمع آمدند اندر بدن
اپنے تن پر غور کر اجزا ترے — جمع ہیں کیونکر بدن میں ہو گئے

آبی و خاکی و بادی آتشی — عرشی و فرشی و رومی و کشی[1]
آبی و خاکی و بادی آتشی — عرشی اور فرشی ہیں رومی اور کشی

[1] کش کسی شہر کا نام ہے مطلب یہ کہ مختلف مقامات اور مختلف فضاؤں کے اجزاء

ازامید عود ہر یک بستہ طرف	اندریں منزل بہم از بیم برف
عود کرنے لوٹنے کے واسطے	اک جگہ ٹھہرے ہیں خوف برف سے
برف گیرد ناگوں جمود ہر جماد	در شتا از بعد آں خورشید داد
برف سے طاری ہے ہر شے پر جمود	کیونکہ ہے جاڑو دور ہے خورشید جود
چوں بتابد تفت آں خورشید خشم	کوہ گرد و گاہ ریگ و گاہ پشم
پہنچے گی گرمی جو اس خورشید کی	کوہ ہوگا ریت اور پتھر کبھی
در گداز آید جمادات گراں	چوں گداز تن بوقت نقل جاں
یہ جمادات گراں گل جائیں گے	جسم گھل جاتا ہے جیسے موت سے
چوں رسیدند ایں سہ ہمرہ منزلے	ہدیہ شاں آورد حلوا مقبلے
تینوں جب منزل پہ پہنچے بے وطن	لایا حلوا ایک محسن ہدیتاً
برد حلوا نزد آں ہر سہ غریب	محسنے از مطبخ مانی قریب
لایا ان تینوں غریبوں کے لئے	حلوا اپنے مطبخ نزدیک سے
نان گرم و صحن حلوائے عسل	برد آنکہ در ثوابش بود آکل
گرم روٹی اور شہد کے حلوے کی قاب	کیونکہ تھی اس کو تمنائے ثواب
الکیاسۃ والادب لاہل المدر	الضیافۃ والقری لاہل الوبر
بولا دانش حصہ اہل شہر کا	اور ضیافت گاؤں والوں کی بجا
الضیافۃ للغریب والقری	اودع الرحمن فی اہل القری
میہمانی ہر مسافر شخص کی	گاؤں والوں کو امانت حق نے دی
کل یوم فی القری ضیف حدیث	مالہ غیر الالہ من مغیث
گاؤں میں ہے روز اک مہماں نیا	جس کا پرساں ہی نہیں غیر خدا
کل لیل فی القری وفد جدید	مالہم ثم سوی اللہ المجید
شب کو روز آتا ہے اک وفد جدید	کون ہے اس کا بجز رب مجید

تخمہ بودند آں دو بیگانہ ز خور | بود صائم روز آں مومن مگر
تھے یہ کافر کھا کے تخمہ کا شکار | اور تھا بے چارہ مومن روزہ دار

چوں نمازِ شام آں حلوا رسید | بود مومن ماندہ در جوع شدید
وقتِ مغرب جبکہ وہ حلوا ملا | بھوک سے مومن کا پتلا حال تھا

آں دو کس گفتند ما از خور پریم | امشباں بنہیم و فردا مے خوریم
بولے کافر سیر ہیں اس وقت ہم | رہنے دو کل کھائیں گے حلوا بہم

صبر گیریم از خود امشب تن زنیم | بہر فردا لوت را پنہاں کنیم
رات کو تو صبر کرنا چاہیئے | کھانا تا محفوظ ہو کل کے لئے

گفت مومن امشب ایں خوردہ شود | صبر را بنہیم تا فردا بود
بولا مومن۔ یہ تو کھا لو رات کو | صبر کیسا، صبر کو کل پر رکھو

پس بدو گفتند زیں حکمت گری | قصد تو آنست تا تنہا خوری
بولے دونوں سمجھے ہم حکمت تری | کھائے تو تنہا۔ ارادہ ہے یہی

گفت اے یاراں کہ نہ ما سہ تنیم | چوں خلاف افتاد قسمت میکنیم
بولا مومن، تین ہیں ہم دوستو | اختلاف رائے ہے تو بانٹ لو

ہر کہ خواہد قسم خود بر جاں زند | وانکہ خواہد قسم خود پنہاں کند
جس کا جی چاہے۔ وہ حصہ اپنا کھائے | اور جو چاہے اپنے حصے کو چھپائے

آں دو گفتندش ز قسمت در گذر | گوش کن قسام فی النار از خبر
بولے دونوں۔ بانٹنے سے در گذر | بانٹنے والا ہے ناری بے خبر

گفت قسام او بود کو خویش را | کرد قسمت بر ہوا نے بہر خدا
بولا مومن۔ ہے یہ قول اس کے لئے | جو کرے تقسیم حصہ حرص سے

ملک حق و جملہ قسم او ستی | قسم دیگر را دہی دو کوستی
تو ہے خود تقسیم حق ملکِ خدا | پھر کرے گا اور کو تقسیم کیا

این اسد غالب شدے ہم بر سگاں ‌‌ ‌ ‌گر نبودے نوبت آں بدرگاں
غالب اُن کتوں پہ آ جاتا یہ شیر ‌ ‌ ‌ ‌گر نہ ہوتا اُن کا حصہ اے دلیر

این اسد غالب شدے ہم بر بقور ‌ ‌ ‌ ‌گر نبودے نوبت آں گاؤ زور
غالب آتا ساری گایوں پر یہی ‌ ‌ ‌ ‌گائے گر حصہ نہ لیتی مکر کی

قصد شاں آں کاں مسلماں غم خورد ‌ ‌ ‌ ‌شب برد وز بینوائی بگذرد
چاہتے تھے وہ مسلمان کھائے غم ‌ ‌ ‌ ‌رات گذرے بیکسی میں دم بدم

بود مغلوب او بتسلیم و رضا ‌ ‌ ‌ ‌گفت سمعاً طاعةً اصحابنا
تھا جو وہ مغلوب تسلیم و رضا ‌ ‌ ‌ ‌بولا اچھا۔ جو ہو مرضی عذر کیا

پس بخفتند آں شب و برخاستند ‌ ‌ ‌ ‌بامدادان خویش را آراستند
شب کو سوئے اور اُٹھے وقت سحر ‌ ‌ ‌ ‌پھر ہوئے آراستہ با کر و فر

روئے شستند و دہان ہر یکے ‌ ‌ ‌ ‌داشت اندر ورد و راہ و مسلکے
سب نے دھویا ہاتھ منہ بہر صفا ‌ ‌ ‌ ‌سب کا مسلک اور طریقہ تھا جدا

یک زمانے ہر یکے آور ورد ‌ ‌ ‌ ‌سوئے ورد خویش از حق فضل جست
پھر رجوع رحمت خالق ہوئے ‌ ‌ ‌ ‌اپنا اپنا ورد سب پڑھتے رہے

مومن و ترسا جہود و گبر و مغ ‌ ‌ ‌ ‌جملہ را رو سوئے آں سلطان الغ
کوئی مومن ہو کہ ہو کافر کوئی ‌ ‌ ‌ ‌سب کو مومن سے ہے ایک ہی اللہ کی

مومن و ترسا جہود و نیک و بد ‌ ‌ ‌ ‌جملگاں را ہست رو سوئے احد
مومن ترسا یہودی نیک و بد ‌ ‌ ‌ ‌سب کا رُخ ہے جانب رب احد

بلکہ سنگ و خاک و کوہ و آب را ‌ ‌ ‌ ‌ہست واگشت نہانی با خدا
بلکہ پانی اور پتھر کوہ و خاک ‌ ‌ ‌ ‌سب کا مرجع ہے وہی اک ذات پاک

این سخن پایاں ندارد ہر سہ یار ‌ ‌ ‌ ‌رو بہم کردند آں دم یار وار
قصہ لمبا ہے۔ غرض تینوں وہ یار ‌ ‌ ‌ ‌مل کے بیٹھے اک جگہ پر دوست وار

آں یکے گفتا کہ ہر یک اسپ خویش ‌‌ — آنچہ دید او دوش گو آور بہ پیش

ایک بولا جس نے جو دیکھا ہو خواب ‌‌ — رات کو کر دے بیاں وہ بے حجاب

ہر کہ خوابش بہ بود حلوا خورد ‌‌ — قسم ہر مفضول را فاضل برد

جس کا خواب اچھا ہو۔ حلوا کھائے وہ ‌‌ — دوسرے کا حصہ بھی لے جائے وہ

آنکہ اندر عقل بالاتر رود ‌‌ — خوردن او خوردن جملہ بود

عقل میں ہم سب سے جو بالا رہے ‌‌ — سب کا کھانا ہے اسی کے واسطے

فائق آید جان پر انوار او ‌‌ — باقیاں را بس بود تیمار او

فائق اس کی جان پر انوار ہو ‌‌ — باقی ہر شخص اس کا بس غمخوار ہو

عاقلاں را چوں بقا آمد ابد ‌‌ — پس بمعنی ایں جہاں باقی بود

عاقلوں کی جب بقا ہے جاوداں ‌‌ — تو حقیقت میں ہے باقی یہ جہاں

پس جہود آورد آنچہ دیدہ بود ‌‌ — تا کجا شب روح او گردیدہ بود

تھا جو کچھ دیکھا یہودی نے کہا ‌‌ — شب کو اس کی روح تھی کتنی رسا

گفت در رہ موسیم آمد بہ پیش ‌‌ — گربہ بیند دنبہ اندر خواب خویش

بولا۔ موسیٰ رات کو مجھ سے ملے ‌‌ — خواب میں بلی کے چکتی ہی رہے

در پئے موسیٰ شدم تا کوہ طور ‌‌ — ہر سہ تن گشتیم ناپیدا ز نور

ساتھ موسیٰ کے گیا تا کوہ طور ‌‌ — ہو گیا ہم تینوں پر غالب وہ نور

ہر سہ سایہ محو شد زاں آفتاب ‌‌ — بعد ازاں زاں نور شد یک فتح باب

تینوں سائے گم تھے اس خورشید سے ‌‌ — پھر کھلا اک در شرف سے نور کے

نور دیگر از دل آں نور رست ‌‌ — پس ترقیش آمد آں ثانی نو رست

نور چمکا یا نور پر اک دوسرا ‌‌ — دوسرے نے کی ترقی برملا

ہم من و ہم موسیٰ و ہم کوہ طور ‌‌ — ہر سہ گم گشتیم ز اشراق نور

میں بھی اور موسیٰ بھی کوہ طور بھی ‌‌ — ہو گئے گم نور میں تینوں ہی

بعد ازاں ہم کہ گہ سہ شاخ شد | چونکہ نور حق درو نفاخ شد

یعنی ٹکڑے ہو گئے پھر کوہ کے | پھونکہ دم پھونکا تھا اُس میں نور نے

وصف ہیبت چوں تجلی زد برو | مے گسست از ہم ہمی شد سو بسو

وقف ہیبت جب تجلی سے ہوا | ٹوٹ کر وہ ہر طرف اڑنے لگا

زاں یکے شاخے کہ آمد سوئے یم | گشت شیریں آب تلخ ہمچو سم

اُن میں سے ٹکڑا جو آیا سوئے یم | میٹھا پانی ہو گیا وہ۔ تھا جو سم

واں دگر شاخش فرو شد در زمیں | چشمہ زاد و بروں آمد معیں

دوسرا ٹکڑا گیا زیر زمیں | نکلا اک چشمے سے پھر ماء معیں

کہ شفائے جملہ رنجوراں شد آب | از ہمایونی وحی مستطاب

پائی بیماروں نے پانی سے شفا | اُس میں پرتو تھا مبارک وحی کا

واں دگر شاخ سبکی پرید زو | تا جوار کعبہ کہ عرفات بود

تیسرا ٹکڑا اُڑا جو پاک بیباک | پہنچا سوئے کعبہ وہ عرفات تک

باز ازاں صعقہ چو باخود آمدم | طور بر جا بد نہ افزوں و نہ کم

ہیں جو بے ہوشی سے چونکا باشعور | تھا بدستور اپنی حالت پر وہ طور

لیک زیر پائے موسیٰ ہمچو یخ | میگدازید و نماندش شاخ و شخ

پر تھا زیر پائے موسیٰ برف سا | نرم اور ہموار اور پگھلا ہوا

با زمیں ہموار شد کوہ از نہیب | گشت بالایش ازاں ہیبت نشیب

کوہ تا زمیں سے ڈر کے وہ ہموار تھا | پست ساری ہو گئیں اونچائیاں

باز با خود آمدم زاں انتشار | باز دیدم طور و موسیٰ برقرار

پھر جو میرا کم ہوا یہ انتشار | طور اور موسیٰ کو دیکھا برقرار

واں بیاباں سربسر در ذیل کوہ | پر خلائق گشتہ موسیٰ با شکوہ

بھر گیا خلقت سے وہ صحرا و کوہ | تھی وہ خلقت مثل موسیٰ باشکوہ

چوں عصا و خرقہا و خرقہ شاں　　جملہ سوئے طور خوش دامن کشاں

ایسے ہی کپڑے تھے ایسے ہی عصا　　جانب طور آ رہے تھے ہر ملا

جملہ کفہا در دعا افراشتہ　　نعرۂ ارنی بہم در ساختہ

ہاتھ اٹھائے تھے دعا کے واسطے　　رب ارنی کے تھے نعرے مارتے

باز آں غشیاں چو از سر شد بروں　　صورت ہر یک دگر گونہ ام نمود

پھر جو فوراً ہی ہٹی یہ بے خودی　　دیکھیں سب کی صورتیں بدلی ہوئی

انبیا بودند ایشاں اہل ود　　اتحاد انبیایم فہم شد

انبیاء تھے سب وہ ارباب صفا　　میں نے جانا اتحاد انبیا

باز املاکے ہمے دیدم شگرف　　صورت ایشاں بد از اجرام برف

پھر فرشتے میں نے دیکھے واقعی　　برف سے تھیں صورتیں ان کی بنی

حلقۂ دیگر ملائک مستعین　　صورت ایشاں بجملہ آتشیں

دوسری صف تھی فرشتوں کی وہاں　　تھیں مگر ان سب کی شکلیں آتشیں

زیں نمط میگفت احوال آں جہود　　بس جہودی کاخرش محمود بود

یوں یہودی کر رہا تھا قیل و قال　　ہاں بہت سے ہیں یہودی خوش مآل

ہیچ کافر را بخواری منگرید　　کہ مسلماں مردنش باشد امید

کافروں پر کر نہ ذلت سے نظر　　چاہتے ہیں ختم ہونا اسلام پر(۱)

چہ خبر داری ز ختم عمر او　　تا بگردانی ازو یکبارہ رو

ان کے جب انجام سے واقف نہیں　　ان سے منہ کیوں پھیرتا ہے ہم نشیں

بعد ازاں ترسا در آمد در کلام　　کہ مسیحم رو نمود اندر منام

گفتگو ترسا نے یوں کی ابتدا　　خواب میں آئے تھے عیسیٰ بے گماں

(۱) یعنی اکثر کافروں کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ ان کا خاتمہ اسلام پر ہو۔

پس شدم بااو بچارم آسماں ‖ مرکز و منشای خورشید جہاں
ہیں گیا ہمراہ چوتھے چرخ پر ‖ جو جگہ خورشید کی ہے سربسر
خود عجب ہائے قلاع آسماں ‖ نسبتش نبود با آیات جہاں
آسماں کے قلعے پر دیکھی گئیں ‖ ایسی کچھ چیزیں جو دنیا میں نہیں
ہر کسے داند کہ سقف البنین ‖ کہ فزوں باشد فن چرخ از زمین
جانتے ہیں سب سبھی کو ہے خبر ‖ ہے زمیں سے آسماں ممتاز تر

اونٹ گائے اور مینڈھے کی حکایت

اشتر و گاو و قچی در پیش راہ ‖ یافتند اندر روش بند گیاہ
ایک اونٹ ایک گائے اک مینڈھا بھلا ‖ راستے میں گھاس کا جھونا رہا
گفت قچ بخش ار کنیم این را یقین ‖ ہیچکس زیں ما نگردد سیر ازیں
بولا مینڈھا اس کی ہو تقسیم اگر ‖ سیر ہم میں سے نہ ہوگا کوئی نفر
لیک عمر ہر کہ باشد بیشتر ‖ ایں علف او راست اولیٰ گو بخور
اس لئے جس کی زیادہ عمر ہو ‖ گھاس یہ کھائے وہی اس سے کہو
کہ اکابر را مقدم داشتن ‖ آمدہ است از مصطفیٰؐ اندر سنن
ہیں مقدم اپنے چھوٹوں پر بڑے ‖ سنت احمدؐ یہی ہے خیر سے
گرچہ پیراں را در ایں دور لئام[1] ‖ در دو موضع پیش میدارند عام
آج کل گو اپنے پیروں کو تمام ‖ ہیں مقدم دو جگہ رکھتے عوام
یا در آں لوتے کہ بس سوزاں بود ‖ یا برآں پل کز خلل ویراں بود
یا تو اک جلتے آب سنگستان میں ‖ یا پھر اس پل پر جو ہو نقصان میں

[1] یعنی بزرگوں اور پیروں کو صرف مشکل اور خطرناک راستوں میں اپنا پیشوا بنایا جاتا ہے ۔

خدمت شیخی بزرگی قائدے ۔۔۔ عام نا رد بے قرینہ فاسدے

شیخ کی خدمت عوام نامراد ۔۔۔ کرتے ہیں جب دیکھتے ہیں کچھ فساد

خیر شاں این است چہ بود شر شاں ۔۔۔ فتح شاں با زوال از فر شاں

گر یہ نیکی ہے تو شر پہ غور کر ۔۔۔ اس بھلائی سے بدی پر کر نظر

ظاہر پرستوں کی ایک مثال

سوئے جامع میشدے یک شہریار ۔۔۔ خلق را میزد نقیب و چوبدار

مسجد جامع چلا اک شہریار ۔۔۔ مارتے جاتے تھے سب کو چوبدار

آں یکے را سر شکستی چوب زن ۔۔۔ واں دگر را بر دریدے پیرہن

سر کسی کا توڑ دیتے تھے چوب زن ۔۔۔ پھاڑتا کوئی کسی کا پیرہن

در میانہ بیدلی دہ چوب خورد ۔۔۔ بیگناہے کہ برو از راہ گرد

ایک بیکس کے پڑیں دس لکڑیاں ۔۔۔ بے گنہ کتنا ہوئے جاتا ہے کہاں

خوں چکاں رو کرد با شاہ و بگفت ۔۔۔ ظلم ظاہر ہیں چہ پرسی از نہفت

یوں حضور شاہ بولا خوں چکاں ۔۔۔ ظلم ظاہر یہ ہے کیا ہوگا نہاں

خیر تو این است جامع میروی ۔۔۔ تا چہ باشد شر و شرت اے غوی

راہ مسجد میں یہ نیکی ہے تری ۔۔۔ شر ترا کیا ہو سکتا اے مرد غوی

یک سلامے نشنود پیر از خسے ۔۔۔ تا نہ پیچد عاقبت از وے بسے

جب کریں پیروں کو نا اہل سلام ۔۔۔ رنج و تاب ان کو ہو لاحق الکلام

گرگ دریابد ولی را بہ بود ۔۔۔ تا کہ دریابد ورا نفس بد

بھیڑیا بہتر ہے ولیوں کے لئے ۔۔۔ نفس بد ہوں نہ لیکن واسطے

زانکہ گرگ ارچہ کہ بس اشکریست ۔۔۔ لیکش آں فرہنگ کید و مکر نیست

بھیڑیا ظالم تو بے شک ہے و لے ۔۔۔ مکر و فن اس میں نہیں ہیں دیکھ لے

ورنہ کے اندر فتادی او بدام | بکر اندر راہ می باشد تمام
ورنہ اس کو پھانستا کس طرح دام | مکر بس انسان ہی میں ہے تمام

مکر از آں دست کو دارد کرم | بشنود آواز و گوید من کرم ۱؎
مکر اس اہل کرم کو زیب دے | جو سنے آواز اور بہرا بنے

گائے اونٹ اور مینڈھے کا قصہ

گفت قچ با گاو و اشتر کاے رفاق | چوں چنیں افتاد مارا اتفاق
بولا مینڈھا اونٹ سے اور گائے سے | اتفاق ایسا پڑا ہے ۔ دیکھئے

ہر یکے تاریخ عمر ابدا کنید | پیرتر اولیٰ ست باقی تن زنید
اپنی اپنی عمر سب کر دیں بیاں | جو ہو بوڑھا بس وہ اولیٰ ہے یہاں

گفت قچ مرج من اندر آں عہود | با قچ قربان اسمٰعیلؑ بود
ہے چراگہ میرا ۔ مینڈھے نے کہا | جس میں اسمٰعیلؑ کا مینڈھا چرا

گاو گفتا بودہ ام من سالخورد | جفت آں گاوم کش آدمؑ جفت کرد
گائے بولی عمر میری ہے بڑی | گاو آدمؑ میری جوڑی دار تھی

جفت آں گاوم کش آدم بہر خلق | در زراعت بر زمین میکرد فلق
جوڑی ہوں اس گائے کی میں بیگماں | جس سے آدم جوتتے تھے کھیتیاں

چوں شنید از گاو و قچ اشتر شگفت | سر فرود آورد و آں را برگرفت
اونٹ نے جب یہ بیان ان کا سنا | سر جھکایا اور اٹھا لے لیا

در ہوا برداشت آں بند قصیل | اشترِ بختی بسے بے قال و قیل
گھاس وہ اوپر اٹھا کر بے دلیل | کی قوی اس اونٹ نے بے قال و قیل

۱؎ جیسے منصور کے متعلق روایت ہے کہ کسی عورت کے گوز کی آواز سنکر بلحاظ تخجالت بہرے بنگئے تھے ۔ یا حاتم اصم کی حکایت جو بہرے بنگئے تھے اور جن کا حال حضرت سعدیؒ نے بوستان میں لکھا ہے

کہ مرا خود حاجت تاریخ نیست — کاں چنیں جسمے و عالی گردنیست

مجھے تاریخ کی حاجت نہیں — ہے بڑا جسم اور گردن بالیقین

خود ہمہ کس دانند اے جان پدر — کہ نباشم از شما من خرد تر

جانتے ہیں سب یہ سب کو آگہی — تم سے چھوٹا ہو نہیں سکتا کبھی

واند ایں را ہر کہ ز اصحاب نہاست — کہ نہاد من فزوں تر از شماست

جانتے ہیں اہل عقل و ہوشمند — میری خلقت تو ہے تم سب سے بلند

جملگاں دانند کایں چرخ بلند — ہست صد چنداں کہ ایں خاک نژند

جانتے ہیں سب کہ چرخ باعلا — ہے بلندی میں زمیں سے سو گنا

کو کشاد قلعہ ہائے آسماں — کو نہاد بقعہ ہائے خاکیاں

آسماں کے قلعوں میں ہے جو کشاد — خاکداں کی ہے کہاں ایسی نہاد

تقریر عیسائی کیطرف رجوع اور مسلمان کی باری

پس مسلماں گفت کاے یاران من — پیشم آمد مصطفیٰ سلطان من

پس مسلمان نے کہا اے دوستو — خواب میں آئے محمد رات کو

سید سادات سلطان نبیل — مفخر کونین و ہادی سبیل

سب کے سردار اور وہ شاہوں کے شاہ — سرور کونین اور ہادی شاہ

پس مرا گفت آں یکے بر طور تاخت — با کلیم حق و نرد عشق باخت

مجھ سے فرمایا۔ گیا اک طور پر — عشق موسیٰ میں ہوا وہ بے خبر

واں دگر را عیسیٰ صاحبقراں — برد بر اوج چہارم آسماں

دوسرے کو عیسیٰ صاحبقراں — لے گئے چوتھے فلک پر بے گماں

خیز اے پس ماندہ دیدہ ضرر — بارے ایں حلوا و یخنی را بخور

تو یہاں باقی ہے۔ اٹھ اے با ضرر — اور اس حلوے کو کھالے بے خطر

آں ہنرمنداں پر فن راندند ‏ نامۂ اقبال و منصب خواندند

ان ہنرمندوں نے پائے مرتبے ‏ منصب و اقبال اُن کو مل گئے

آں دو فاضل فضل خود دریافتند ‏ با ملائک فضل خود دریافتند

فضل اُن دونوں کو حاصل ہو گیا ‏ اُن کا رتبہ تو فرشتوں سے ملا

اے سلیم گول واپس ماندہ ہین ‏ بر جہ و بر کاسۂ حلوا نشین

کشادہ دل لاچار کیوں بیٹھا ہے تو ‏ تاب رکھ حلوے کی اپنے روبرو

پس بگفتندش کہ اے اہل حریص ‏ اے عجب خوردی ز حلوائے خبیص

بولے کافر اے حریص بے ہنر ‏ کھا گیا کمبخت کیا حلوائے تر؟

گفت چوں فرمود آں شاہ مطاع ‏ من کیم تا من کنم زاں امتناع

اولا سوئی تو جب وہ سلطان حکم دے ‏ پھر بھلا انکار کوئی کیا کرے

تو جہود از امر موسیٰ سرکشی ‏ گر بخواند در خوشی یا ناخوشی

اے یہودی! ہو سکا سرکش اُن سے کیا؟ ‏ حکم دیں موسیٰ اگر اچھا برا

تو مسیحی ہیچ از امر مسیح ‏ سر توانی تافت از خوب و قبیح

اے مسیحی حکم عیسیٰ سے بھی ‏ عذر ہو سکتا ہے کہ ایمان سے

من ز فخر انبیا چوں سرکشم ‏ خوردہ‌ام آں حلوا و اینم سرخوشم

سرکشی میں مصطفیٰ سے کیوں کروں ‏ کھا لیا حلوا اور اب دل شاد ہوں

پس بگفتندش کہ واللہ خواب راست ‏ تو بدیدی وین بہ از صد خواب ماست

بولے تیرا خواب ہی سچا ہے یار ‏ سیکڑوں خوابوں سے ہے وہ خوشگوار

خواب تو بیداریست اے بو بطر ‏ کاں بہ بیداری عیانستش اثر

خواب بیداری ہے تیرا خوش نظر ‏ جو ہے بیداری میں بھی اُس کا اثر

خواب تو بیداریست اے خوش نہاد ‏ کہ تو در خوابت رسیدی با مراد

خواب بیداری ہے تیرا خوش نہاد ‏ تو نے پائی خواب میں اپنی مراد

خواب تو بیداریست اے نیکخو ‌ ‌ ‌ ‌ کز آں خوابت رسید امر کلوا
خواب بیداری ہے اے مومن ترا ‌ ‌ ‌ ‌ خواب ہی میں حکم کھانے کا ملا

خواب تو بیداریست اے نیکمرد ‌ ‌ ‌ ‌ کہ ازاں خوابت رخ ما ست زرد
خواب بیداری ہے تیرا نیک مرد ‌ ‌ ‌ ‌ خواب سے تیرے ہمارا رنگ زرد

خواب تو بیداریست اے سر جاں ‌ ‌ ‌ ‌ کہ ہمارا ظاہر او پیدی نہاں
خواب بیداری ہے تیرا اے جوان ‌ ‌ ‌ ‌ خواب میں دیکھا ترا جو کچھ ہے عیاں

خواب تو مانند خواب انبیاست ‌ ‌ ‌ ‌ کہ شد ایں خواب تو بے تعبیر راست
ہے یہ تیرا خواب خواب انبیا ‌ ‌ ‌ ‌ ہو کہ بے تعبیر سچا ہو گیا

در گذر از فضل و از جلدی و فن ‌ ‌ ‌ ‌ کار خدمت دارد و خلق حسن
چھوڑ دے جلدی اور اپنا علم و فن ‌ ‌ ‌ ‌ بندگی ہے شرط اور خلق حسن

بہر ایں آورد ما یزداں برون ‌ ‌ ‌ ‌ ما خلقت الانس الا یعبدون[۱]
اس لئے حق نے ہمیں پیدا کیا ‌ ‌ ‌ ‌ ما خلقت پڑھ لے قرآں میں ذرا

سامری را آں ہنر چہ سود کرد ‌ ‌ ‌ ‌ کاں فن از باب اللہش مردود کرد
سامری کے کام کیا آیا ہنر ‌ ‌ ‌ ‌ ہو گیا مردود حق وہ بے خبر

چہ کشید از کیمیا قاروں ببیں ‌ ‌ ‌ ‌ کہ فرو بردش بقعر خود زمیں
کیمیا سے کیا ملا قاروں کو یار ‌ ‌ ‌ ‌ کھا لیا اس کو زمیں نے ایکبار

بو الحکم آخر چہ بربست از ہنر ‌ ‌ ‌ ‌ سرنگوں رفت او ز کفراں در سقر
کیا ہنر سے پا لیا بو جہل نے ‌ ‌ ‌ ‌ پہنچا وہ دوزخ میں سر ڈالے ہوئے

خود ہنر آں داں کہ دید آتش عیاں ‌ ‌ ‌ ‌ نے گپ دل علی النار الدخان[۲]
یا ہنر وہ آگ جو دیکھے عیاں ‌ ‌ ‌ ‌ گپ ہے آتش پر دلالت ہے دھواں

[۱] ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی ہم نے جن و انسان کو نہیں پیدا کیا مگر بندگی اور عبادت کے لئے
[۲] یعنی یہ تو نری گپ ہے کہ الدخان دل علی النار دھواں آگ پر دلالت کرتا ہے۔

اے دلیلت گندہ تر نزد لبیب ‏ ‏ ‏ در حقیقت از دلیل آں طبیب[1]
تیری یہ ناقص دلیل اے بے ہنر ‏ ‏ ‏ اُس دلیل طب سے بھی ہے گندہ تر

چون دلیلت نیست جز ایں اے پسر ‏ ‏ ‏ ژاژ میخا در کمیزش بے نگر
بس یہی تیری دلیلیں ہیں اگر ‏ ‏ ‏ تو زباں کر بند اور بک بک نہ کر

اے دلیل تو مثال آں عصا ‏ ‏ ‏ در کفت دل علی عیب العمیٰ
ہے عصا تیری دلیل اے بے سبیل ‏ ‏ ‏ ہے عصا تو عیب کوری کی دلیل

اے دلیل ما چو فکر با دلیل ‏ ‏ ‏ بیشی ما پیش دانایاں قلیل
ہے بیناؤں کی طرح اپنی دلیل ‏ ‏ ‏ پیش دانا کچھ نہیں اپنی دلیل

غلغل و طاق و طرنب و گیرودار ‏ ‏ ‏ گر نمی بینم مرا معذور دار
دبدبہ فخر و نخوت اور شان ‏ ‏ ‏ گر نہ دیکھوں ہیں سمجھئے معذور بیان

ملک ترمذ کے سردار کا منادی کرنا

سپہدار ترمد کہ آنجا شاہ بود ‏ ‏ ‏ مسخرہ او دلقک و آگاہ بود
سپہدار ترمد جو اُس جا شاہ تھا ‏ ‏ ‏ دلقک اُس کا مسخرہ و آگاہ تھا

داشت کارے در سمرقند او مہم ‏ ‏ ‏ جست لاقی تا شود او مستتم
اک اہم کام سمرقند اُس کو تھا ‏ ‏ ‏ جس کی خاطر ڈاک دی اس نے بٹھا

زد منادی کانکہ او در پنج روز ‏ ‏ ‏ آردم پیغام خوب با فروز
اور منادی کی کہ جو تا پنج روز ‏ ‏ ‏ مجھ کو لا دے اک پیغام دلفروز

بخشمش اورا زر و گنج بے شمار ‏ ‏ ‏ تا شود میر و عزیز اندر دیار
مال و زر بخشوں اسے میں بے شمار ‏ ‏ ‏ تا وہ سردار و عزیز ہو در دیار

لہ یعنی طبیب قارورہ سے مرض کی تشخیص کرتے ہیں مگر اسے استدلال تیری دلیل اس سے بھی زیادہ گندی ہے ۔ لہ یعنی اُس بادشاہ کو ۔

دلقک اندر ده بد و چون آن شنید	بر نشست و تا به ترمذ میدوید
گاؤں میں دلقک تھا۔ جب اس نے سُنا	دوڑتا گھوڑے پہ ترمذ کو چلا
مرکبی دو اندران ده شد سقط	از دوانیدن فرس را زان نمط
گاؤں میں سے یہاں دو گھوڑے مرگئے	اپنا گھوڑا یوں بھگایا زور سے
پس بدیوان دوید از گرد راه	وقت ناهنگام ره جست او بشاه
قصر تک پہنچا اُڑاتا گرد راہ	اور کہا بے وقت عزم دید شاہ
فجفجی در شهر و دیوان فتاد	شورشی در وهم آن سلطان فتاد
محل میں ہونے لگیں سرگوشیاں	وہم میں سلطان ترمذ تھا وہاں
خاص و عام شهر را دل شد ز دست	تا چه تشویش و بلا حادث شدست
تھے پریشاں شہر والے جابجا	کہتے تھے تشویش کیا ہے۔ کیا بلا؟
یا عدوی قاهری در قصد ماست	یا بلائی مهلکی از غیب خاست
چڑھ کر آیا کیا قوی کوئی غنیم	یا بلا آئی کوئی ہم پر عظیم
کز ده دلقک بسیران درشت	چند اسپ تازی در راه کشت
دلقک آیا کیوں یہاں دوڑا ہوا	قیمتی گھوڑے کچلتا۔ مارتا
جمع گشته بر سرای شاه خلق	تا چرا آمد چنین اشتاب دلق
تھے سرِ شاہی پہ خلقت کا ہجوم	کہتا تھا کیوں دلقک آیا؟ کیسی یہ دھوم
از شتاب او و جهد و اجتهاد	غلغل و تشویش در ترمذ فتاد
اس کی جلدی اور جدوجہد سے	غلغلے ترمذ میں تھے ہر سو پڑے
آن یکی دو دست بر زانو زنان	وان دگر از وهم واویلا کنان
ہاتھ تھا زانو پہ کوئی مارتا	کر رہا تھا کوئی نالہ اور بکا
از نفیر و فتنه و خوف و نکال	هر دلی رفته بصد کو خیال
خوف سے فتنوں کے ہیبت تھی کمال	سو طرح کے تھے ہر اک دل میں خیال

ہر یکے فالے ہمے زد از قیاس / تا چہ آفت اوفتاد اندر پاس

فال لیتا تھا قیاسی ہر کوئی / کیا ہوا تھا آگ یہ کیسی لگی

راہ جست و راہ دادش شاہ زود / چوں شہی پرسید گفتا ہیں چہ بود

دل سلطاں نے لیا اس کو بلا / کی زمیں بوسی کہا قصہ ہے کیا

ہر کسے پرسید حالش زاں ترش / دست بر لب مینہاد او یعنی خمش

پوچھتے تھے اس سے سب وجہ ترش / ہاتھ منہ پر رکھ کے کہتا تھا خموش رہ

وہم مے افزود آں فرہنگ او / جملہ در تشویش گشتہ دنگ او

وہم بڑھتا اس کی ایسی بات سے / سب پریشاں اور بہت حیران تھے

کرد اشارت دلقک اے شاہ کرم / یکدمے بگذار تا من دم زنم

شہ سے دلقک نے اشارے سے کہا / دیجئے مہلت کہ دم لے لوں ذرا

بو کہ باز آید بمن عقلم دمے / کہ فتادم در عجائب عالمے

ہوش آ جائے مجھے تو کچھ کہوں / ہاں ٹھہرئیے میں عجب عالم میں ہوں

بعد یکساعت کہ شاہ از وہم و ظن / تلخ گشتش ہم گلو و ہم دہن

بعد یک ساعت بڑھا پھر وہم شاہ / فکر سے تھی بے طرح حالت تباہ

چوں ندیدہ بود دلقک را چنیں / کہ از و خوشتر نبودش ہمنشیں

ایسا دلقک کو کبھی دیکھا نہ تھا / کوئی بہتر ہم نشیں اس سا نہ تھا

دائما دستان و لاغ افراشتے / شاہ را بس شاد و خنداں داشتے

دل لگی کی وہ سنا کر داستان / شاہ کو رکھتا تھا دائم شادماں

آنچناں خنداندش کردی درست / کہ گرفتی شہ شکم را با دو دست

یوں ہنساتا تھا وہ شہ کو برمحل / ہنستے ہنستے پیٹ میں پڑتے تھے بل

کہ ز زور خندہ خوی کردے تنش / رو در افتادے ز خندہ کردنش

زور خندہ سے عرق آلود تھا / ہنستے ہنستے شاہ اکثر گر پڑا

باز امروز این چنین زرد و ترش | دست بر لب می‌زنان کای شہ خمش
یا وہی ہے آج ایسا پرخروش | ہاتھ رکھ کر منہ پر، کہتا ہے خموش

وہم در وہم و خیال اندر خیال | شاہ را تا خود چہ آید از نکال
وہم پر وہم اور خیالوں پر خیال | شاہ کرتے۔ دیکھیں کیا آئے وبال

کہ دل شہ با غم و پرہیز بود | زانکہ خرم شاہ[۱] بس خونریز بود
بادشہ خود صاحب پرہیز تھا | خرم شاہ البتہ بڑا خونریز تھا

جائے تخت او سمرقند گزین | بد وزیرش والی او را ہمنشین
تھا سمرقند اس کا دار السلطنت | تھا وزیر اس کا ذہین، سب ریت ٹھیک

بس شہان آن طرف را کشتہ بود | یا بحیلت یا بہ سطوت آن عنود
اس نے مارے تھے بہت سے بادشاہ | حیلہ و سطوت سے کر کے تباہ

وین شہ ترمد ز وی در وہم بود | وز فن دلقک بہ دہشش فزود
شاہ ترمذ کو اسی کا وہم تھا | جو مسخری سے تھا دلقک کی سوا

گفت زوتر بازگو تا حال چیست | این چنین آشوب تو از شر کیست
پوچھا پھر شہ نے۔ بتا اب ماجرا | کس کے شر سے ہے یہ گھبرانا ترا

گفت من زان رہ شنیدم آنکہ شاہ | زد منادی بر سر ہر شاہراہ
بولا میں نے یہ سنا ہے آج کے | ڈونڈی پٹوائی ہے لوگوں کے لئے

کہ کسی خواہم کہ تازد تا سہ روز | تا سمرقند او چو پیک با فروز
مانگ اس کی ہے جو دوڑے تین روز | تا سمرقند اور ہو پیک دلفروز

گنجہا بدہم ورا اندر عوض | چون شود حاصل پیامش بی غرض
دوں خزانے مال و زر کے میں اُسے | ہو غرض پوری اگر پیغام سے

۱؎ خرم شاہ والی سمرقند۔

من نشستہ ام بر تو بہر آں	تا بگویم من ندارم آں تواں
بیٹھا تھا آیا ہوں سنا ہا گستریں	تا یہ کہدوں مجھ میں یہ طاقت نہیں
اینچنیں کارے نیاید از خود من	تا ازیں امید را برمن مشن
مجھ سے ہو سکتا نہیں ہرگز یہ کام	رکھ نہ یہ امید مجھ سے لا کلام
گفت لعنت بر چنیں دو بیت باد	گر دو صد تشویش در شہرا و فتاد
بولا شہ لعنت ہو جلدی پر تری	شہر میں ہلچل سی تو نے ڈالدی
از برائے ایں قدر لاف خام ریش	آتش افگندی دریں مرج و بیش
صرف اتنے سے لئے اسے دعی	جس میں چنگاری ہے تو نے ڈالدی
ہمچو ایں خامان با طبل و علم	کہ الغ خانیم در فقر و عدم
ایسے ہی یہ خام با طبل و علم	بھرتے ہیں فقر و فنا میں اپنا دم
لاف شیخی در جہاں انداختہ	خویشتن را بایزیدی ساختہ
مارتے ہیں شیخیاں کیا کیا پلید	اور سمجھتے ہیں کہ ہم ہیں بایزید
ہم ز خود واصل شدہ سالک شدہ	محفلے وا کردہ در دعوت کدہ
خود ہی واصل خود ہی سالک بن گئے	دعوتوں میں محفلیں کرنے لگے
خانۂ داماد پر آشوب و شر	قوم دختر را نبودہ زاں خبر
خانۂ داماد ہے پر شور و شر	لڑکی والوں کو نہیں اس کی خبر
ولولہ کہ کار نیمے راست شد	شرطہائے کاں ز سوئے رست شد
شاد ہے وہ کام آدھا ہو گیا	ہو گئیں پوری جو شرطیں تھیں یہاں
خانہ را رفتہ و آراستہ	زاں ہوس سرمست و خوش برخاستہ
کر لیا آراستہ اس نے تو گھر	اور سرمستی سے خوش ہے سربسر
زاں طرف آمد یکے پیغام نے	مرغے آمد زیں طرف زاں بام نے
اور نہیں پیغام ادھر سے یا لیتیں	کوئی مرغ اس بام سے آیا نہیں

زیں رسالات مزید اندر مزید — در مضاحک یک جوابے نا رسید
خط پہ خط بھیجے مگر نا کامیاب — سنے کچے میں پڑ گئے۔ کیسا جواب

نے ولیکن پارۂ زیں انگشت — زانکہ از دل سوئے دل پنہاں رہ است
ہے مگر واقف ہمارا درد خواہ — کیونکہ پوشیدہ ہے دل کو دل سے راہ

پس ازاں پارے کہ امید نیست — باز جواب نامہ رہ خالی چرا ست
آس ہے جب دوست سے اپنے لگے — کیوں ہے مایوسی جواب نامہ سے

صد نشان است از سرار و از جہاں — لیک بس کن پردہ زیں ہم برآ
ہاں نشاں لاکھوں کھلی ہیں اور جلی — رہنے دے پردے میں لیکن اے اخی

باز رو تا قصۂ دلق جہول — کہ بلا آورد بر خویش از فضول
دلقک جاہل کا پھر قصہ سنا — بے وقوفی سے بلا میں جو پڑا

پس وزیرش گفت اے حق را ستن — بشنو از بندہ کمینہ یک سخن
اے مرے آقا! بولا وزیر نیک خو — سنئے اس نا چیز کا بھی اک سخن

دلقک از دہ بہر کارے آمدست — رائے را گشت و پشیماں زاں شدست
کام دلقک کو یقیناً تھا کچھ اور — اب پشیماں ہو گئے بدلا ہے یہ طور

ز آب و روغن کہنہ را نو میکند — او بمسخرگی برون شو میکند
آب و روغن سے ملکے کرتا ہے نہاں — دل لگی میں بات دل کی بیگماں

غمد را بنمود و پنہاں کرد تیغ — باید افشردن مر او را بے دریغ
تیغ کی پنہاں۔ دکھاتا ہے میاں — ہے بہتر اس کو دبانا بے گماں

او میاں بنمود و پنہاں کرد کارد — بیگماں او را ہمے باید فشارد
ہے میاں دکھلایا۔ پنہاں کی چھری — ہے دبانا اس کو شاہا لازمی

پستہ را یا جوز را تا نشکنی — نہ نماید دل نہ بدہد روغنی
گر نہ توڑیں پستے اور اخروٹ کو — دیں نہ وہ روغن، نہ باہر مغز ہو

مشنو این دفع وی و فرهنگ او	در نگر در ارتعاش و رنگ او
مکر و حیلا کی نہ اس کی دیکھ بات	دیکھئے رنگ اور اس کے زلزلے
گفت حق سیماهم فی وجههم[1]	زانکه غمازست سیما و منم
حق یہ سیماھم سے دیتا ہے نشاں	یعنی کرتے ہیں نشان غمازیاں
این معاین هست ضد آن خبر	که بشر بسرشته آمد آن بشر
اس خبر کی ضد ہے یہ بات اے پدر	شر سے وابستہ ہے تخلیق بشر
گفت دلقک با فغان و با خروش	صاحبا در خون این مسکین مکوش
بولا دلقک ہو کے محو اضطراب	کیوں ہے میرے قتل کی کوشش جناب
بس گمان و وهم آید در ضمیر	کان نباشد حق و صادق ای امیر
ہیں گمان و وہم ایسے سیکڑوں	کیا ضرورت ہے کہ سب سچے ہی ہوں
انّ بعض الظّن اثم ست ای وزیر	نیست استم راست خاصه بر فقیر
ہیں گنہ اکثر گماں سن اے وزیر	ظلم ہے بیجا اور ہیں بے کس فقیر
شه نگیرد آنکه می رنجاندش	از چه گیرد آنکه می خنداندش
شہ نہ پکڑے اس کو بھی جو رنج دے	جو ہنساتا ہو عوض کیا اس سے لے
گفت صاحب پیش شه جاگیر شد	کاشف این مکر و این تزویر شد
قلب شہ میں جم گیا قول وزیر	کھل گیا دلقک ہے مکار و شریر
گفت دلقک را سوی زندان برید	چاپلوس و زرق او را کم خرید
دے دیا حکم اس کو زنداں میں رکھو	چاپلوسی کی نہ کچھ پروا کرو
میزنیدش چون دهل اشکم تهی	تا دهل وار او دهد تان آگهی
ڈھول کی مانند پیٹو بے تکال	تا کہ دل کی بات یہ کر دے عیاں

[1] قولہ تعالی سِیمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ یعنی انکی صورتوں میں سجدوں کے نشان ہو گئے ہیں ؎

زانکہ ہم پر ہم تہی باشد دہل	بانگ وا گہ کند یارا ز کل
ڈھول جیسا بھی ہو خالی اور بھرا	بھید کہ دیتی ہے سب اس کی صدا
تا بگوید سر خود را اضطرار	آنچنانکہ گیرد ایں دلہا قرار
یہ بھی کر دے دل کی باتیں آشکار	یوں کہ سب کے دل کو آ جائے قرار
چوں طمانینہ است صدق با فروغ	دل نیارامد بگفتار دروغ
ہے طمانیت فقط سچائی سے	جھوٹ سے بھرتا نہیں دل اس لئے
کذب چوں خس باشد و دل چوں دہاں	خس نگردد در دہاں ہرگز نہاں
جھوٹ خس ہے اور دل مثل دہاں	پھر دہن میں کس طرح ہو خس نہاں
تا درو باشد زبانی مے زند	تا بدانش از دہاں بیروں کند
وہ رہے جب تک زباں چلتی رہے	تا کہ اس کو منہ سے باہر پھینک دے
خاصہ یکبار در چشم افتد خس زباد	چشم افتد در نم و بند و کشاد
آنکھ میں پڑتی ہے جب خس بیش و کم	کھلتی ہے بھنچتی ہے ہو جاتی ہے نم
ما پس ایں خس را ازیں اکنوں لگد	تا دہان و چشم زیں خس وارہد
اس کمینے کو بھی اب لاتیں لگیں	تا کہ منہ اور آنکھ سے تنکے گریں
گفت دقوقا کہ اے ملک آہستہ باش	روی حلم و مغفرت را کم خراش
بولا دقوقا رحم کر اے بادشاہ	کر نہ حلم و مغفرت کو یوں تباہ
تا بدیں حد چیست تعجیل و نقم	من نمی پیرم بدست تو درم
آخر ایسی آفت اور بیماری سے کیا	اڑ نہ جاؤں ڈر کا میں قیدی ہوں ترا
آں ادب کہ باشد از بہر خدا	اندراں مستعجلی نبود روا
ہو اگر تنبیہ از بہر خدا	جلد بازی اس میں پھر کب ہے روا
وانکہ باشد طبع و خشم عارضی	مے شتابد تا نگردد منقضی[1]
اور اگر ہوتا ہے غصہ عارضی	ہوتی ہے جلدی کہ نہ ہو تا منقضی[1]

[1] یعنی غصہ اتر نہ جائے۔

ترسد او آید رضا خشمش رود　　　انتقام و ذوق از و فائت شود

ہو رضا کے خوف سے غصہ فنا　　　وقت گذرے انتقام و ذوق کا

شہوت کاذب شتابد در طعام　　　خوف فوت ذوق نبود جز سقام

کھانے کی جلدی ہو جھوٹی بھوک میں　　　علتیں اس ذوق سے لیکن بڑھیں

اشتہا صادق بود تاخیر بہ　　　تا گوارندہ شود آں بے گرہ

ہو جو سچی بھوک کچھ تاخیر ہے　　　تو ہے بہتر ہضم تا وہ ہو سکے

تو پئے دفع بلائم مے زنی　　　تا ببینی رخنہ را بندش کنی

مارتا ہے تو پئے دفع بلا　　　تا کہ مئی رخنہ جو ہو۔ تو دے چھپا

تا ازاں رخنہ بروں ناید بلا　　　غیر آں رخنہ بسے دارد قضا

تا بلا آئے نہ رخنے سے کوئی　　　ہیں بہت رخنے قضا کے واقعی

چارۂ دفع بلا نبود ستم　　　چارہ احسان باشد و عفو و کرم

چارۂ دفع بلا کب ہے ستم　　　ہے علاج احسان اور عفو و کرم

گفت الصدقة ترد للبلا[1]　　　داو مرضاك بصدقة یا فتیٰ

صدقہ ایسا ہے آئی بلا کو ٹالتا　　　صدقے سے اپنے مرض کی کر دوا

صدقہ نبود سوختن درویش را　　　کور کردن چشم حلم اندیش را

کیا ہے صدقہ پھونکنا درویش کو　　　بند کرنا چشم حلم اندیش کو

گفت شہ نیکوست خیر و موقعش　　　لیک چوں خیرے کنی در موضعش

بولا شہ نیکی کا کرنا ہے بھلا　　　ہاں مگر موقع ہو کار خیر کا

موضع شہ رخ نہی ویرانی ست　　　موضع شہ پیل ہم نادانی ست

رخ بجائے شہ ہو ویرانی ہے یہ　　　شہ کی جا ہو پیل نادانی ہے یہ

در شریعت ہم عطا ہم زجر ہست　　　شاہ را صدر و فرس را درگہ ست

ہے شریعت میں عطا بھی زجر بھی　　　شاہ کو صدر اسپ کو ہے گھاس ہی

[1] حدیث شریف الصدقة ترد البلا یعنی صدقہ بلا کو رد کر دیتا ہے ؁

عدل چہ بود وضع اندر موضعش ۔ ظلم چہ بود وضع در ناموقعش

عدل یہ ہے اک ٹھکانے سے ہوں کام ۔ بے ٹھکانے ہوں تو ہے ظلم تمام

عدل چہ بود آب دہ اشجار را ۔ ظلم چہ بود آب دادن خار را

عدل کیا ہے آب دے اشجار کو ۔ ظلم کیا ہے ؟ پانی دینا خار کو

نیست باطل ہرچہ یزداں آفرید ۔ از غضب وز حلم وز نصح و مکید

حق نے جو پیدا کیا ۔ باطل نہیں ۔ ہو غضب یا حلم یا ہو مکر و کیں

خیر مطلق نیست زینہا ہیچ چیز ۔ شر مطلق نیست زینہا ہیچ چیز

خیر مطلق بھی نہیں ہے کوئی چیز ۔ شر مطلق بھی نہیں ہے کوئی چیز

نفع و ضر ہر یکے از موضعیست ۔ علم زیں رو واجبست و نافعیست

نفع اور نقصان کا ہے اک محل ۔ اس لئے ہے علم نافع اور عمل

اے بسا زجرے کہ بر مسکیں رود ۔ در ثواب از نان و حلوا بہ بود

جھڑکیوں کا اکثر اے مسکین تاب ۔ نان و حلوا سے زیادہ ہے ثواب

زانکہ حلوا گرمی و صفرا کند ۔ سیلیش از خبث مستنقا کند

کیونکہ حلوا گرمی و صفرا بڑھائے ۔ اور اک تھپڑ برائی سے بچائے

سیلیے در وقت بر مسکیں بزن ۔ کہ رہاند آنش از گردن زدن

وقت پر مسکیں کے تھپڑ تو مار ۔ تا ہلاکت سے ہو اپنی رستگار

زخم در معنی فتد از خوئے بد ۔ چوب بر گرد او فتد نے بر نمد

مار سے ہوتی ہے زخمی اس کی کھوٹ ۔ گرد پر پڑتی ہے یا نمدے پہ چوٹ

بزم و زنداں ہست ہر بہرام[۱] را ۔ بزم مخلص را و زنداں خام را

بزم و زنداں ہے ہر اک بہرام کا ۔ بزم مخلص کی ہے ۔ زنداں خام کا

شق باید ریش را مرہم کنی ۔ چرک را در ریش مستحکم کنی

رکھ نہ مرہم زخم اگر مانگے شگاف ۔ میل سے کب زخم ہو سکتا ہے صاف

[۱] یہاں بہرام ہر بادشاہ سے مراد ہے ۔

تا خورد مر گوشت را در زیر آں — نیم سودے باشد و پنجہ زیاں

جسے تجھے گوشت کو کھا جائیگا — فائدہ کم اور نقصاں ہے سوا

از تف آں اندروں ویراں شود — چرک ناگہ در میاں پنہاں شود

گرمی سے اندر پہنچتا ہے زیاں — درمیاں میں چرک رہتا ہے نہاں

گفت دلقک من بگو ہم گذار — لیک گو ہم سخنے را پیش آر

بولا دلقک۔ ہاں نہ کر مجھ کو رہا — میں تو ہوں تحقیق حالت چاہتا

این رہ صبر و تانی را ببند — صبر کن اندیشہ میکن روز چند

کہ رہ صبر و تامل کو نہ بند — صبر کچھ دن چاہئے اسمیں بہرہ مند

در تانی بر یقینی بر زنی — گوشمال من بایقانی کنی

صبر کرنے سے یقیں ہو جائیگا — بایقیں پھر پاؤں گا اپنی سزا

در روش یمشی مکبا[1] خود چرا — چونکہ میشاید شدن بر استوا

ہے روش "یمشی مکبا" کی خطا — جب ہے چلنا سیدھے رستے پر روا

مشورت کن با گروہ صالحاں — بر پیمبر امر شاورہم[2] بداں

مشورہ کر ان سے جو ہیں نیک پے — حکم پیغمبر کو "شاورہم" کا ہے

امرہم شوریٰ[3] برائے ایں بود — کز تشاور سہو و کژ کمتر شود

"امرہم شوریٰ" کا مطلب ہے یہی — مشورہ ہے مانع سہو و کجی

لہ قولہ تعالیٰ۔ أفمن یمشی مکبا علی وجهه أهدیٰ أمن یمشی سویا علی صراط المستقیم یعنی جو منہ کے بل چلتا ہے وہ راست رو زیادہ ہے یا وہ جو سیدھے راستے پہ چلتا ہے؟

۲ہ قولہ تعالیٰ۔ وشاورهم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ یعنی اے محمد لوگوں سے مشورہ کرو اور جب کسی کام کا ارادہ ہو تو خدا پر توکل کرو ۳ہ قولہ تعالیٰ۔ والذین استجابوا لربهم واقاموا الصلوٰۃ وامرهم شوریٰ بینهم ومما رزقناهم ینفقون یعنی جو لوگ حکم خدا قبول کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور انکے کام بطریق مشورہ کے ہیں اور ہمارے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں

کاین خردہا چون مصابیح انورست | بیست مصباح از یکے روشن ترست
ہیں یہ عقلیں شمع روشن بے ملا | ایک سے ہے بیس میں زائد ضیا

بو کہ مصباحے فتد اندر میان | مشتعل گشتہ ز نور آسمان
شمع شاید آئے کوئی درمیان | جس میں ہوں انوار نور آسمان

غیرت حق پردہ انگیختہ است | سفلی و علوی بہم آمیختہ است
غیرت حق ہو گئی ہے پردہ دار | سفلی و علوی ہیں دونوں ہمکنار

گفت سیروا مے طلب اندر جہان | بخت و روزی را ہمیکن امتحان
حکم ہے تم سیر دنیا کی کرو | اور ڈھونڈو رزق اور تقدیر کو

در مجالس مے طلب اندر عقول | آنچنان عقلے کہ بود اندر رسول
مجلسوں میں پھر کرو کسب عقول | عقل ایسی جس کے حامل تھے رسولؐ

زانکہ میراث از رسول آنست و بس | کو ببیند غیب تا از پیش و پس
ہے یہ میراث رسول اے نیک خو | دیکھتے ہیں پیش و پس سے غیب کو

در بصرہا مے طلب ہم آن بصر | کہ نتابد وصف آن این مختصر
ڈھونڈ نظروں میں بھی اک ایسی نظر | وصف جس کا ہو بروں مختصر

بہر این کردہ است منع آن باشکوہ | از ترہب و ز شدن خلوت بکوہ
اس لئے ہے منع حضرت نے کیا | بن کے راہب اور پہاڑوں پہ نہ جا

تا نگردد فوت این نوع التقا | کان نظر بختست و اکسیر بقا
ملنا جلنا تا نہ ہو فوت اے فتا | ہے انہیں نظروں میں اکسیر بقا

در میان صالحان یک اصلحیست | بر سر توقیعش از سلطان صحیست
ہے اک اصلح صالحوں کے درمیان | جس پہ انوار خدا ہیں ضوفشاں

کان دعا شد با اجابت مقترن | کفو او نبود کبار انس و جن
ہے دعا اس کی اجابت سے قرین | انس و جن میں کفو تک اس کا نہیں

در مری آن کہ حلو و حامض ست	حجت ایشان بر حق داحض ست
ہمسری کرتے ہیں جو اُس سے ذرا	اُن کی حجت ہے غلط نزدِ خدا
گرچہ ما او را بہ نو وا فراشتیم	عذر و حجت از میاں برداشتیم
ہم نے خود رہنے اُسے برتر دے	عذر و حجت درمیاں سے اُٹھ گئے
قبلہ را چوں کرد دست حق عیاں	پس تحری بعد ازاں مردود داں
قبلہ کو جب کر دیا حق نے عیاں	تو ہے بے معنی تحری[1] بعد ازاں
ہین بگرداں از تحری رو و سر	کہ پدید آمد معاد و مستقر
پھیر لے اپنا تحری سے تو سر	جب ہے ظاہر بازگشت اور مستقر
یک زماں زیں قبلہ گر ذاہل شوی	سخرۂ ہر قبلۂ باطل شوی
قبلہ سے دم بھر اگر غافل ہو تو	تو مسخر قبلہ باطل ہو تو
چوں شوی تمییزدہ را ناسپاس	بجہد از تو خطرۂ قبلہ شناس
جب ہے تو تمییزدہ[2] کا ناسپاس	تجھ سے چھوٹیں خطرۂ قبلہ شناس[3]
گر ازیں انبار خواہی بر و بر	نیم ساعت ہم ز ہمراہاں مبر
رزق اور بخشش اگر ہے چاہتا	ساتھیوں سے ہو نہ اک لمحہ جدا
کاندراں دم کہ ببری زیں معین	مبتلا گردی تو با بئس القرین
ورنہ اک لمحہ میں تو ہو کر جدا	صحبت بد میں تو ہوگا مبتلا

چوہے اور مینڈک کا قصہ

۱۰ از قضا موشے و چغزے با وفا	بر لب جو گشتہ بودند آشنا
اتفاقاً ایک مینڈک اک چوہا	تھے کنارِ نہر باہم آشنا

[1] قبلہ کو تلاش کرنا۔ [2] تمیز دینے والا یعنی خدا [3] یعنی تجھ میں قبلہ شناسی کے خطرے پیدا ہو جائیں گے ؛

هر دو تن مربوط میقاتی شدند — هر صباحی جمع یک جا آمدند

مدتوں تک ربط دونوں میں رہا — ملتے تھے ہر صبح آکر باوفا

نرد دل با همدگر می باختند — وز وساوس سینه می پرداختند

نرد دل کی سے تھے وہ دونوں کھیلتے — دور تھے اُن کے دلوں سے وسوسے

هر دو در دل از تلاقی منشرح — همدگر را قصه خوان و ممتدح

دونوں دل پس کے ملنے سے تھے شاد — کہتے تھے قصے جو کچھ تھے اُن کو یاد

رازگویان با زبان بے زبان — الجماعة رحمت تاویل دان

تھی زبان بے زبانی راز گو — ہے جماعت رحمت اس سے جان لو

آن اشر چون جفت آن شاد آمدے — پنجساله قصه اش یاد آمدے

ہوتے تھے جب مل کے دونوں شاد و شاد — پنج سالہ قصے آجاتے تھے یاد

جوش نطق از دل نشان دوستیست — بستگی نطق از بے الفتیست

بات کرنا ہے نشان دوستی — ہے خموشی شاہد بیگانگی

دل که دلبر دید کے ماند ترش — بلبلے گل دید کے ماند خمش

دیکھے جب دلبر کو دل کیوں ہو نہ جوش — گل کو بلبل دیکھ کر کب ہو خموش

له ماہی بریان ز آسیب خضرؑ — زنده گشت و سوئے دریا شد مقر

تھی بھُنی مچھلی کو ہیبت خضرؑ کی — زندہ ہو کر کود دریا میں گئی

یار چون با یار خوش بنشسته شد — صد ہزاران لوح سر دانسته شد

دوست جب اک دوست کا ہو ہم نشیں — راز کھل جاتے ہیں لاکھوں بالیقیں

له روایت ہے کہ جب حضرت خضرؑ آبِ حیوان کی تلاش میں چشمہ آبِ حیات تک پہنچے تو ان کے پاس ایک بھُنی ہوئی مچھلی تھی۔ انہوں نے وہاں روٹی کھانے کا ارادہ کیا۔ دفعتاً وہ مچھلی ان کے ہاتھ سے پانی میں گری اور زندہ ہوگئی ٭

لوح محفوظ است پیشانی یار — راز کونینش نماید آشکار
ہے ازل کی لوح پیشانی یار — اس سے ہیں راز دو عالم آشکار

ہادی راہ ست یار اندر قدوم — مصطفیٰ زین گفت اصحابی نجوم
دوست ہی ہے ہادیٔ راہِ قدوم — مصطفیٰؐ کہتے ہیں اصحابی نجوم

نجم اندر ریگ و دریا رہنماست — چشم اندر نجم نہ کو مقتداست
تارے دشت و بحر میں ہیں رہنما — رکھ نظر ان پر کہ یہ ہیں پیشوا

چشم را با روئے او میدار جفت — گرد منگیزاں ز راہ بحث و گفت
آنکھ کو چہرے پر اُن کے رکھ مدام — گردِ بحث و گفتگو چھوڑا سے غلام

زانکہ گردد نجم پنہاں زاں غبار — چشم بہتر از زبان با عثار
کیونکہ تاروں کو چھپاتا ہے غبار — ہے زباں سے آنکھ بہتر لاکھ بار

تا بگوید آنکہ وحیستش شعار — کاں نشاند گرد و نگیزد غبار
تا کہ فرمائیں جناب مصطفیٰؐ — یہ غبار و گرد سے فارغ رہا

چوں شد آدمؑ مظہر وحی و داد — ناطقہ او علم الاسما کشاد
تھے جو آدمؑ مظہر وحی خدا — علم الاسماء سے کھولا ناطقہ

نام ہر چیزے چنانکہ ہست آں — از صحیفۂ دل روی شد تا زباں
نام ہر اک چیز کا جو تھا نہاں — بس کتابِ دل سے آیا تا زباں

فاش میگفتی زبان از روئیش — جملہ را خاصیت و ماہیتش
آشکارا ان کی زباں سے پھر ہوئی — خاصیت اور ماہیت ہر چیز کی

آں چناں نامے کہ اشیا را سزد — نے چنانکہ چیز را خوانی اسد
تھا جو نام اشیاء کا ٹھیک اور مستند — یہ نہیں جو چیز کو کہدیں اسد

نوحؑ نہصد سال در راہ سوی — بود ہر روزیش تذکیر نوی
نوحؑ نوسو سال تک تھے مستقیم — تھا نیا اک ذکر روز ان کا ندیم

لعل و تازہ زیا قوت القلوب — نے رسالہ خواندے قوت القلوب

دل کی یاقوتی سے تازہ ہونٹ تھے — کھائی یاقوتی - نہ کچھ لکھے پڑھے

وعظ را ناموختہ ہیچ از شروح — بلکہ ینبوع کشوف و شرح روح

وعظ کو سیکھا شرحوں سے کبھی — کشف کے چشمے تھے شرحیں روح کی

زاں مئے کاں مے چو جوشیدہ شود — آب نطق از گنگ جوشیدہ شود

سیکھا اس مے سے کہ جب وہ جوش کھائے — جو ہو گونگا - وہ بھی جوش نطق پائے

طفل نوزادہ شود حبر و فصیح — حکمت بالغ بخواند چوں مسیح

طفل نوزائیدہ ہو دانا فصیح — حکمت کامل سکھائے جوں مسیح[1]

از کہے کہ یافت زاں مے خوش لبی — صد غزل آموخت داؤدِ نبی

بس نے پائی تھی یہ مے اُس کوہ سے — سیکھے نغمے حضرت داؤد نے

جملہ مرغاں ترک کردہ چیک چیک — ہمزبان و یار داؤدِ ملیک

پنچھی سب چھوڑ کر چڑیاں وہاں — ہو گئیں داؤد ہی کی ہمزباں

چہ عجب گر مرغ گردد مست او — چوں شنید آہن صدائے دست او

مست ہوں گر مرغ تو حیرت ہے کیا — جب صدا سے اُن کی لوہا موم تھا

صرصری بر عاد قتالے شدہ — مر سلیماں را چو حمالے شدہ

عاد والوں کی ہوا قتال تھی — اور سلیمانؑ کی وہی حمال تھی

صرصرے میبرد بر سر تخت شاہ — ہر صباح و ہر مسا یکسالہ راہ

لیکے جاتی تھی ہوا وقت سحر — تخت ان کا اک برس کی راہ پر

[1] جس طرح حضرت عیسیٰؑ نے پیدا ہوتے ہی فرمایا تھا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتَانِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا وَّجَعَلَنِیْ نَبِیًّا یعنی میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب دی ہے برکت والا بنایا ہے اور اپنا نبی کیا ہے ۱۲

ہم شدہ حمّال و ہم جاسوس او ۔۔۔ گفت غائب را کناں محسوس او
ان کی حمّالہ بھی تھی جاسوس بھی ۔۔۔ ان سے کہہ دیتی تھی سب باتیں چھپی

باد چوں گفتارِ غائب یافتے ۔۔۔ سوئے گوشش آں ملک بشتافتے
گفتگو پوشیدہ سنتی تھی اگر ۔۔۔ کہتی ان کے کان ہیں وہ سربسر

کہ فلانے ایں چنیں گفت آں زماں ۔۔۔ اے سلیماں شہ صاحبقراں
یعنی یوں اس وقت کہتا تھا فلاں ۔۔۔ اے سلیماںؑ اے شہِ صاحب قراں

چوہے کا مینڈک کیساتھ مشورہ کرنا

ایں سخن پایاں ندارد گفت موش ۔۔۔ چغز را روزے کہ اے فخر و ہوش
بات یہ لمبی ہے چوہے نے کہا ۔۔۔ ایک دن مینڈک سے اے بحر آشنا

وقتہا خواہم کہ گویم با تو راز ۔۔۔ تو دروں آب داری ترکتاز
تجھ سے کہنا چاہتا ہوں دل کے راز ۔۔۔ اور ہے پانی میں تیری ترک تاز[1]

بر لبِ جو من ترا نعرہ زناں ۔۔۔ نشنوی در آب از عاشق فغاں
تجھ کو ندی پر میں دیتا ہوں صدا ۔۔۔ تو کہاں سنتا ہے عاشق کی بکا

من بدیں وقتِ معین اے دلیر ۔۔۔ مے نگردم از ملاقات تو سیر
اک مقرر وقت پر میں اے دلیر ۔۔۔ ہو نہیں سکتا ترے ملنے سے سیر

پنج وقت آمد نماز اے رہنموں ۔۔۔ عاشقاں را فی صلوٰۃ دائمون
ہے مقرر پانچ وقت اپنی نماز ۔۔۔ دائمی لیکن ہے عاشق کی نماز

نے بہ پنج آرام گیرد آں خمار ۔۔۔ کاندریں سرہاست نے پانصد ہزار
پانچ وقتوں سے نہ ہو پورا خمار ۔۔۔ پانچ کیا ۔ گو پانسو ہوں یا ہزار

[1] دوڑ دھوپ ۔

نیست زرغبّا طریق عاشقان	سخت مستسقیست جان صادقان
سلکِ عشاق زرغبّانہ نہیں	جانِ صادق تشنہ تر ہے پانیوں
نیست زرغبّا طریق ماہیان	زانکہ بے دریا ندارند انس جان
مچھلیوں کا طور زرغبّا ہو کیا	کس سے ان کا انس دریا کے سوا
آبِ این دریا کہ ہائل بقعہ ایست	با خمار ماہیان یک جرعہ ایست
بقعۂ دریا ہے ناپیدا کنار	مچھلیوں کو ہے یہ بس اک جرعۂ خمار
یکدم ہجران بر عاشق چو سال	وصل سالے متصل پیشش خیال
ایک لمحہ ہجر کا ہے ایک سال	وصل یک سالہ ہے گویا اک خیال
عشق مستسقی ست مستسقی طلب	در پے ہم این و آن چون روز و شب
عشق خود تشنہ ہے اور تشنہ طلب	ایک پیچھے دوسرے کے روز و شب
روز بر شب عاشق ست و مضطر ست	چون ببینی شب بران عاشق تر ست
دن ہے عاشق رات پر دیکھ لے پسر	رات ہے دن پر مگر دلدادہ تر
نیست شان از گفتگو پروائے ایست	از پے ہم شان یکے دم ایست نیست
بات کرنے کی انہیں مہلت نہیں	پیروی سے ایک دم فرصت نہیں
این گرفتہ پائے آن آن گوش این	این بران مدہوش آن بیہوش این
اس نے پکڑا پاؤں اس کا اس نے کان	اس پہ یہ مدہوش وہ دے اس پہ جان
در دل معشوق جملہ عاشق ست	در دل عذرا ہمیشہ وامق ست
قلب میں معشوق کے عاشق ہے گم	دل میں عذرا کے سدا وامق ہے گم

لہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رض سے فرمایا تھا کہ "یا اباھریرہ زُرغِبًّا تزدد حُبًّا" یعنی اے ابوہریرہ ایک دن بیچ کر کے دوستوں سے ملا کرو اس طرح دوستی زیادہ بڑھ جاتی ہے ۞

کہ عذرا معشوق کا اور وامق عاشق کا نام ہے ۞

در دل عاشق بجز معشوق نیست | درمیان شان فارق و مفروق نیست

دل میں عاشق کے فقط معشوق ہے | کون ان میں فارق و مفروق ہے

بر یکے اشتر بود این دو درا | پس چہ زرغبا بگنجد این دو را

ہیں یہ دونوں دو درا اک اونٹ پر | پھر ہے زرغبا کی گنجائش کدھر

ہیچکس با خویش زرغبا شود | ہیچکس با خود بنوبت یار بود

کون رکھے خود سے زرغبا روا | باری باری کون اپنے سے ملا

آن یکی نہ کہ عقلش فہم کرد | فہم این موقوف شد بر مرگ مرد

جس کو سمجھی عقل نہ وہ وحدت نہیں | موت کے بعد اس کا آتا ہے یقین

جز مگر مردی کہ پیش مرگ مرد | رخت ہستی را بسوئے یار برد

ہاں مگر جو مرنے سے پہلے مرا | رخت ہستی سوئے جاناں لے گیا

ور بعقل ادراک این ممکن بدی | قہر نفس از بہر چہ واجب شدی

ہوتا ممکن عقل سے گر جاننا | مارنا کیوں نفس کا ہوتا روا

با چنان رحمت کہ دارد شاہ ہش | بے ضرورت چون بگوید نفس کش

باوجود ان رحمتوں کے کردگار | بے ضرورت کیوں یہ کہتا نفس مار

وصل کے لئے چوہے کی خوشامد اور زاری

گفت اے یار عزیز مہرکار | من ندارم بے رخت یکدم قرار

بولا چوہا اے عزیز دوست دار | مجھ کو بن تیرے نہیں اک دم قرار

روز نور و مکسب و تابم توئی | شب قرار و سلوت و خوابم توئی

دن کو میرا نور اور راحت ہے تو | شب کو میرا چین اور عشرت ہے تو

لہ گفتنہ - جرس ؛

از مروت باشد ار شادم کنی / وقت و بیوقت از کرم یادم کنی

یہ مروت ہے کہ گر مجھ کو شاد / وقت اور بے وقت کرلے دل سے یاد

در شبانروزی وظیفهٔ چاشتگاه / راتبه کردی وصال ای نیکخواه

رات دن میں صرف وقت چاشت تو / وصل سے کرتا ہے شاد اے نیک خو

من بدین یکبار قانع نیستم / در هوایت طرفه انسانیستم

ہیں مگر اک بار پر قانع نہیں / ہوں فنا حسرت میں تیری بالیقیں

پانصد استسقاستم اندر جگر / با هر استسقا قرین جوع البقر

پانسو ہے کرتا ہے استسقا جگر / ہے ہر استسقا ملا جوع البقر

بی نیازی از غم من ای امیر / ده زکات جاه و بنگر در فقیر

غم سے ہے پروا نہ ہو میرے امیر / دے زکات جاہ کر فکر فقیر

این فقیر بی ادب نادرخورست / لیک لطف عام تو زان برترست

یہ فقیر بے ادب ہے نا سزا / تیرا لطف عام ہے لیکن بڑا

می نجوید لطف عام تو سند / آفتابی بر حدثها می زند

تیرا لطف عام تو ہے بے سند / ہے نجاست پر بھی تاباں آفتاب

نور او را زان زیانی نابده / و آن حدث از خشکیی هیزم شده

نور کو اس کے نہیں اس سے زیاں / مثل ہیزم خشک ہو جاتی ہے ناں

تا حدث در گلخنی شد نور یافت / در در و دیوار حمامی بتافت

ہوکے گلخن میں نجاست جلوہ گر / کرتی ہے نور افگنی حمام پر

لہ وہ مرض جس میں بار بار پیاس معلوم ہوتی ہے اور پانی سے کسی طرح سیری نہیں ہوتی ۰

ٹہ وہ مرض جس میں تمام اعضا بودے ہو جاتے ہیں اور کھانے پینے سے کسی طرح سیری نہیں ہوتی ۰

بود آلایش شد آرایش کنون — چون برو برخواند خورشید آن فسون

تھی جو آلائش اب آرائش ہوئی — ہے یہ افسونِ رخِ خورشید ہی

شمس هم معده زمین را گرم کرد — تا زمین باقی حدثها را بخورد

جب زمیں کو گرم سورج نے کیا — اُس نے پھر ناپاکیوں کو کھا لیا

جزو خاکی گشت و رست از وی نبات — هکذا یمحوا الاله السیئات

بن کے جزوِ خاک اُگا ہی پھر گیاہ — محو کرتا ہے یونہی خالق گناہ

جزو خاکی گشت شد او چهره نور — هکذا یغفر لمن یعطی الغفور

جزوِ خاکی بن کے ہو جاتی ہے نور — بخش دیتا ہے یونہی ربِّ غفور

با حدث کان بتر زشتیها کند — کش نبات و نرگس و نسرین کند

جب نجاست سے سلوک ایسا کرے — نرگس و نسریں بناتا ہے اسے

تا بنسرین مناسک در وفا — حق چه بخشد در جزا و در عطا

پھر انہیں جو ہیں خدا جو با وفا — کیا خبر اللہ کیا دے گا جزا

چون خبیثان را چنین خلعت دهد — طیبین را تا چه بخشد در رشد

دے جب خبیثوں کو ایسی خلعتیں — جانے کیا پاکوں کو بخشے نعمتیں

آن دهد حق‌شان که لا عین رأت — کان نگنجد در زبان و در لغت

دے گا خالق جو نہ دیکھا آنکھ نے — اور زباں جس کو نہ ظاہر کر سکے

ما که ایم این را بیان کن یار من — روز من روشن کن از خلق حسن

ہم ہیں کیا اے دوست تو خود کر بیاں — کیجئے خلقِ حسن سے ضو فشاں

منگر اندر زشتی و مکروهیم — که ز پر زهری چو مار کوهیم

بد نما کیا ہے مرا حال نہ لو — زہر سے پُر اک پہاڑی سانپ ہوں

ای که من زشتم خصالم نیز زشت — چون شوم گل چون مرا او خار کشت

اے برا خُو دیکھنے والے مرے — گُل بنوں کیونکر کہ ہے خلقت خار سے

نو بہار حسن گل دہ خار را — زینت طاؤس دہ ایں مار را

نو بہار حسن گل دے خار کو — زینت طاؤس کی دے مار کو

در کمال زشتیم من منتہی — لطف تو در فضل و در فن منتہی

کوئی برائی میں کوئی مجھ سا نہیں — لطف فرمائی میں کبھی تجھ سا نہیں

حاجت این منتہی زاں منتہی — تو برآر اے غیرت سرو سہی

لطف سے اپنے امیدیں زشت کی — تو نکال اے غیرت سرو سہی

چوں بمیرم فضل تو خواہد گریست — از کرم گرچہ ز حاجت وا بریست

جب مروں گا فضل تیرا روئے گا — بخششاً ورنہ اسے حاجت ہے کیا

بر سر گورم بسے خواہی نشست — خواہد از چشم لطیفت اشک جست

آکے تو بیٹھے گی تربت پر مری — اشک ٹپکیں گے پھر آنکھوں سے تری

نوحہ خواہی کرد بر محرومیم — چشم خواہی بست از مظلومیم

تجھ کو رونا آئے گی محرومی مری — دیکھی کب جائے گی مظلومی مری

اندکے زاں لطفہا اکنوں بکن — حلقہ در گوش من کن زیں سخن

وہ کرم تھوڑا سا مجھ پر آج کر — اور بنا اپنا غلام اس سے دادگر

آنچہ خواہی کرد تو با خاک من — بر فشاں بر درک غمناک من

کل جو باتیں ہوں گی میری خاک سے — ڈال دے اور آج غمگیں پر مرے

دستگیرم در چنیں بیچارگی — شاد گردانم دراں غمخوارگی

ہو مرا بے چارگی میں دستگیر — ہوں بڑا غمگین شاد کر رب قدیر

بچھوے کی خوشامد اور ایک مثال

صوفیے را گفت خواجہ سیم پاش — کاے قدمہائے ترا جانم فراش

اک سخی خواجہ نے صوفی سے کہا — جان میری تیرے قدموں پہ فدا

یکدرم خواہی تو امروز اے پسر | یا کہ فردا چاشتگاہی سہ درم
اک درہم اس وقت لے گا بیٹے دل | یا کہ درہم تین، وقت چاشت کل

گفت من بہ دو پسر راضی ترم | کہ دہی امروز و فردا صد درم
بولا راضی ہوں میں اک درہم پہ اب | سو درم بھی کل اگر دے گا تو کیا

سیلی نقد از عطائے نسیہ بہ | نک قفا پیشت کشیدم نقد دہ
سیلی نقد اچھی بڑی بخشش ادھار | نقد یہ حاضر ہے گدی، دو دھول مار

خاصہ آن سیلی کہ از دست تو است | ہم قفا ہم سیلیش مست تو است
خاص کر یہ دھول تیرے ہاتھ کی | دھول گدی سب ہیں مستانہ تری

ہین بیا اے شادی جان جہان | خوش غنیمت دار نقد این زمان
جلد آ اے عشرت و جان جہان | ہے غنیمت نقد وقت اے جان جہان

در مدزد آن روئے مہ از شب روان | سر مکش زین جوی اے آب روان
رہرو شب سے نہ منہ اپنا چھپا | ہے اگر آب رواں، ندی میں آ

تا لب جو خندد از ماہ سمن | وز لب جو سر بر آرد یاسمن
ہو لب جو خندہ ماہ سمن | اور لب جو سے ہو پیدا یاسمن

چون ببینی بر لب جو سبزہ مست | پس بدان از دور کانجا آب ہست
سبزہ جب آئے لب جو پر نظر | دور سے پانی کا اندازہ تو کر

گفت سیماہم وجوہ کردگار | کہ بود غماز باران سبزہ زار
جب کہ سیماہم ہے قول کردگار | کیوں نہ ہو غماز باراں سبزہ زار

گر ببارد شب نبیند ہیچ کس | کہ بود در خواب ہر نفس و نفس
شب کو بارش ہو تو کیا دیکھے کوئی | ہر نفس ہوتا ہے تب خواب میں

تازگی ہر گلستان جمیل | ہست بر باران پنہانی دلیل
تازگی لیکن چمن کی اے جمیل | بارش پنہاں کی ظاہر ہے دلیل

چوہے اور مینڈک کی حکایت کیطرف رجوع

اے اخی من خاکیم تو آبیی | لیک شاہ رحمتی و وہابیی
اے اخی خاکی ہوں میں آبی ہے تو | رحمت خالق کا حامل ہے تو

آنچناں کن از عطا و از قسم | کہ گہ و بیگہ بخدمت میرسم
کر عطا ایسی مجھے خوش ہستی | گاہے گاہے میں کروں خدمت تیری

بر لب جو من بجاں میخوانمت | من نہ بینم از اجابت مرحمت
جب لب جو بیٹھ کر تجھ کو دیتا ہوں صدا | اور صدا پہنچتی نہیں میری رسا

آمدن در آب بر من بستہ شد | زانکہ ترکیبم ز خاکے رستہ شد
پانی پر آنا مرا ممکن نہیں | خاک سے ہے میری خلقت بالیقیں

یا رسولے یا نشانے کن مدد | تا ترا از بانگ من آگہ کند
تو مقرر کر کوئی پیغام بر | دے جو میری بانگ کی تجھ کو خبر

بحث کردند اندریں کار آں دو یار | آخر ایں بحث آں آمد قرار
بحث کی دونوں نے اس پر بار بار | پائی یہ بات آخر کو قرار

کہ بدست آرند یک رشتہ دراز | تا ز جذب رشتہ گردد کشف راز
ہم کہیں سے لائیں اک ڈورا دراز | تا کہ ہو اس کی کشش سے کشف راز

یک سرے بر پائے ایں بندہ دوتو | بستہ باشد دیگرش بر پائے تو
پاؤں میں اک میرے باندھو اس کا سرا | باندھ لے پھر پاؤں میں اپنے دوسرا

تا بہم آئیم زیں فن ما دو تن | اندر آمیزیم چوں جاں با بدن
تا کہ دونوں کو ملا دے یہ فن | اور ہم مل جائیں جیسے جان و تن

ہست تن چوں ریسماں بر پائے جاں | میکشاند بر زمینش ز آسماں
جسم اک رسی ہے پائے روح پر | لائی گردوں سے زمیں پہ کھینچ کر

چغز جان در آب خواب بیهشی	رسته از موش تن آمد در خوشی
روح کا مینڈک تھا غرق بے خودی	موش تن سے چھوٹ کے کرتا تھا خوشی
موش تن زان ریسمان بازش کشید	چند تلخی زین کشش جان می چشید
موش تن نے کھینچی رسی پھر یہاں	روح نے اس سے اٹھائیں تلخیاں
گر نبودے جذب موش گنده مغز	عیش‌ها کردے درون آب چغز
گر کشش کرتا نہ یہ گندہ چوہا	عیش پانی میں بڑا مینڈک کرتا
باقیش چون روز محشر ز خواب	بشنوی از نور بخش آفتاب
چوہا ہوا جب اٹھے تو بعد خواب	اور دیکھے ہے درخشاں آفتاب
یک سر رشته گره بر پائے من	زان سر دیگر تو بر پا عقده زن
اک گرہ تو ہوگی میرے پاؤں پر	دوسری پنجے میں تیرے بے خطر
تا توانم من درین خشکی کشید	مر ترا اکنون شد سر رشته پدید
بس یہاں لوں گا کھینچ خشکی پہ تجھے	لے جو کھو بیٹھے تھے وہ رستے مل گئے
تلخ آمد بر دل چغز این حدیث	که مرا در عقده آرد این خبیث
بات مینڈک کو ہوئی یہ ناگوار	پھنسانا چاہے مجھے یہ نابکار
هر کراهت در دل مرد بهی	چون درآید از آفت نبود تهی
دل میں آتی ہے کراہت جو کوئی	خالی آفت سے نہیں ہوتی کبھی
وحی حق دان آن فراست اے نکو	که دل از لوح کل کرده است فهم
وحی حق جان اس فراست کو نہ وہم	نور دل تو عرش سے پاتی ہے فہم
امتناع پیل از سیران بیت	با جهاد پیلبانان بانگ هیت
جانب کعبہ نہ تھے ہاتھی رواں	باوجود ہیئت و سعی پیلباں

لے یعنی جب ابرہہ کا لشکر انہدام کعبہ کے لئے روانہ ہوا تو ہاتھی کعبہ کی طرف قدم نہ بڑھاتا تھا گو وہ زور زور سے فیلبان کو چلاتے تھے اور فیلبانوں کے منہ سے ہٹ ہٹ نکلتی ہے ؂

پا بجانب کعبہ نہ رفتی پائے پیل
یا بہ مہلت نے ز تیر و نے قلیل

کعبہ کی جانب نہ اٹھا پائے پیل
تو بہت لائیں پہاڑ ہیں اے عقیل

گر نہ گفتی کہ خشک شد پا ہائے او
یا بمرد آں جان ہول افزائے او

خشک گویا پاؤں ان کے ہو گئے
یا نہیں تھی جان باقی ہول سے

پیل را حق جان آگہ مے کند
واں خساں را کور و گمرہ میکند

ہاتھیوں کو حق نے بخشی آگہی
اور ان نالائقوں کو گمرہی

چونکہ کردہ نامی سرکش سوئے یمن
پیل زر صد اسپ گشتے گام زن

جب چلا سے تھا انہیں سر سے یمن
تو بہت تیزی سے ہو نے گام زن

حس پیل از زخم غیب آگاہ بود
چوں بود حس ولی با ورد و دید

غیب سے ہاتھی کی حس آگاہ تھی
ہو گی کیا پھر حس ولی اللہ کی

نے کہ یعقوب نبی گفت آں زماں
کہ ازو جستند یوسف را کیاں

کیا نہ تھا یعقوب نے ان سے کہا
بھائیوں نے مانگا جب یوسف کو تھا

از پدر چوں خواستندش آں دواں
تا برندش سوئے صحرا یک زماں

بھائیوں نے باپ سے یوں عرض کی
ہم اسے لے جائیں جنگل اک گھڑی

جملہ گفتندش میندیش از ضرر
یکدو روزش مہلتے دہ اے پدر

کچھ نہ دل میں کیجئے خوف ضرر
مہلت اک دو دن کی دیجئے اے پدر

تو چرا ما را نمیداری امین
یوسف خود نیز با ما حافظین

تم سمجھتے کیوں نہیں ہم کو امین
کیوں نہیں یوسف کو دیتے ساتھیوں

تا بہم در مرج ہا بازی کنیم
ما دریں دعوت امین و محسنیم

تا چراگاہوں میں ہم کھیلیں بہم
ہیں امین و اللہ اور محسن ہیں ہم

گفت بیمار ایم کہ نقلش از برم
میفروزد در دلم درد و سقم

بولے یعقوب اس کا جانا یاں سے
درد بڑھ کر دل میں بڑھ جاتا ہے مرے

این دلم ہرگز نمیگوید دروغ	کہ ز نور عرش دل دارد فروغ
دل مرا ہرگز نہیں کہتا دروغ	نور سے ہے عرش کے اس کو فروغ
آں دلیل قاطعی بد بر فساد	وز قضا آں را نکرد او اعتداد
تھی یہ اک قطعی دلیل انتشار	حکم حق سے پر نہ آیا اعتبار
درگذشت اندر نشانی آنچناں	کہ قضا در فلسفہ بود آں زماں
باوجود علم چوک ان سے ہوئی	کیونکہ اس لحظہ قضا حکمت بیں تھی
این عجب نبود کہ کور افتد بچاہ	بوالعجب افتادن بیناست راہ
کیا عجب گر چاہ میں اندھا گرے	ہاں تعجب ہے اگر بینا گرے
کاین قضا را گونہ گوں تصریفہا	چشم بندش یفعل اللہ ما یشاء[1]
گونہ گوں ہیں انقلابات قضا	ہے کرشمہ یفعل اللہ ما یشاء
ہم بداند ہم نداند دل فتش	موم گردد بہر آں مہر آہنش
جانتا ہے دل کرشمے اور نہیں	موم ہو جاتا ہے لوہا بالیقیں
گوئیا دل گویدے کہ میل او	چوں ببیں شد ہر چہ باشد باش گو
کوہ کی مانند ہو دل سخت جو	اس کی خواہش سے گے جو ہو سو ہو
خویش را ہم زیں معقل مے کند	وز تقاضایش چناں معقل کند
خود کو کر لیتا ہے غافل بے گماں	اس کی رسی میں پھنسا دیتا ہے جاں
گر شود مات اندریں آں بوالعلا	آں نباشد مات باشد ابتلا
مات ہو جائے جو وہ ناداں یہاں	تو نہیں یہ مات یہ ہے امتحاں
یک بلا از صد بلایش وا خرد	یک رہش بر معبر جہا برد
سو بلاؤں سے چھڑائے اک بلا	ایک ہستی سے ہوں ہزار ہستیاں عطا

[1] یفعل اللہ جو کچھ چاہتا کرتا ہے ؀

خام شوخی کہ رہانیدش مدام | از خمار صد ہزاران زشت خام

اب وہ شوخ خام جو کرتا رہا | سینکڑوں ناقص خماروں سے رہا

با ثبات او پختہ و استاد شد | جست از رق جہان آزاد شد

ہو گیا کامل استاد اب اپنے کار | اور غلامی سے جہاں کی رستگار

از شراب لایزالی گشت مست | شد ممیز وز خلائق باز رست

ہو گیا مست شراب لایزال | صاحب تمیز اور آزاد ہوا له

ز اعتقاد سست پر تقلید شان | وز خیال دیدہ بے دید شان

اعتقاد سست و پر تقلید سے | اور فکر دیدہ بے دید سے

اے عجب چہ فن زند ادراک شان | پیش جزر و مد بحر بے نشان

کون سا فن اس کو لایا کھینچ کے | ایسے بحر بیکراں کے سامنے

زان بیابان این عمارتہا رسید | ملکت شاہی و وزارتہا رسید

اس بیابان سے ہیں یہ آبادیاں | ملک و شاہی اور وزارت بے گماں

زان بیابان عدم مشتاق شوق | می رسد اندر شہادت جوق جوق

اس بیابان عدم سے مست شوق | آتے ہیں بہر شہادت جوق جوق

کاروان در کاروان زین بادیہ | می رسد در ہر مسا و غادیہ

اور اس جنگل سے لاکھوں قافلے | رات دن جاتے ہیں اس جا دیکھ لے

آید و گیرد وثاق ما گرو | کہ رسید نوبت ما شو تو رو

آنے والا چھینتا ہے ہم سے گھر | اب میں آ پہنچا۔ تو رخصت ہو ادھر

چون پسر چشم خرد را بر گشاد | زود بابا رخت بر گردون نہاد

جبکہ لڑکا ہو گیا بالغ تو ہی | باپ نے فوراً عدم کی راہ لی

له آزاد کس سے ہوا۔ اس کا جواب دوسرے شعر میں ہے +

جادهٔ شاهست بین هر سو روان — وان ازان سو صادران و واردان
ہے یہ اک شہراہ ہر سو سے رواں — آتے جاتے ہیں اسی سے کارواں

نیک بنگر ما نشسته می رویم — می نبینی قاصد جای نوئیم
بیٹھے ہی بیٹھے چلے جاتے ہیں ہم — ہم ہیں قاصد شہر نو کے دمبدم

بهر مالی می نگیری راس مال — بلکه از بهر غرضها در مآل
مال سے جیسے بنا زر راس مال — ہے غرض مندی سے وابستہ مآل

پس مسافر آن بود ای ره پرست — که مسیر و روشن در مستقبل است
پس مسافر ہے وہی پہچان لے — جو کہ ہر دم فکر مستقبل کرے

همچنان کز پردهٔ دل بی کلال — دمبدم در می رسد خیل خیال
جس طرح پردے سے دل کے بے ملال — ہیں پہنچتے دمبدم لاکھوں خیال

گر نه تصویرات از یک مغرس اند — در پی هم سوی جان کی مرسل اند
گر تصور ایک مرکز سے نہ ہوں — روح کی جانب پہنچ جائیں یہ کیوں

جوق جوق اسپاه تصویرات ما — سوی چشمهٔ دل شتابان از ظما
یہ تصور دوڑتے ہیں صف بصف — تشنگی سے چشمۂ دل کی طرف

جره ها پر می کنند و می روند — دائما پیدا و پنهان می شوند
بھر کے کوزے اپنے ہوتے ہیں رواں — ہیں ہمیشہ یوں ہی پیدا و نہاں

فکرها را اختران چرخ دان — دائر اندر چرخ دیگر آسمان
ہیں یہ فکریں اختران چرخ سے — دوسرے گردوں پہ جو ہیں گھومتے

لہ یعنی مال دنیا سے غافل ہو کر راس المال عقبیٰ سے بے فکر ہو گیا ہے ۔

عہ کہتے ہیں کہ چرخ نہم جو عرش اعظم ہے۔ اس کے جوف میں طبق در طبق اور آسمان کھنچے ہیں اور دل ربع کے ستارے انہیں کی گردش کے ماتحت ہیں ۔

سعد دیدی شکر کن ایثار ہم	نحس دیدی صدقہ و استغفار ہم
سعد ہوں تو شکر کر ایثار بھی	نحس ہوں صدقہ بھی استغفار بھی
ما کہ ایم این را بیارای یار من	طالعم مقبل کن و چرخے بزن
ہم ہیں کیا اے دوست آ طالع کو لا	کرکے خوش تقدیر گردش دے ذرا
روح را تاباں کن از انوار ماہ	زانکہ ز آسیب ذنب شد دل سیاہ
روح پر کر بارشیں انوار ماہ	کیونکہ یہ دل ہے گناہوں سے سیاہ
از خیال و وہم و ظن بازش رہاں	از چہ و جور رسن بازش رہاں
پھر رہا کر دے خیال و وہم سے	تو اسے جور رسن سے کھول دے
تا ز دلداری خوب تو دلے	پر برآرد بر پرد ز آب و گلے
تیری دلداری سے نکلیں دل کے پر	آب و گل سے جا سکے یہ اڑ کر ادھر
اے عزیز مصر جانم دستگیر	عذر ایں زندانی خود در پذیر
اے عزیز مصر جاں تو لطف سے	عذر اس قیدی کا اپنے مان لے
اے عزیز مصر جانم آن تست	یوسف مظلوم در زندان تست
اے عزیز مصر جان تجھ پر فدا	یوسف مظلوم ہے قیدی ترا
در خلاص او یکے خوابے ببیں	زود کان اللہ یحب المحسنین
دیکھ خواب اس کی رہائی کے بھی چند	کیونکہ ہیں اللہ کو محسن پسند
ہفت گاو لاغر پر از گزند	ہفت گاو فربہش را مے خورند
دبلی پتلی سات گائیں اے عجب	کھا رہی ہیں سات موٹی گائیں اب
ہفت خوشہ زشت خشک ناپسند	سنبلات تازہ اش را مے چرند
سات خوشے چوکر ہیں سوکھے ہوئے	چر رہے ہیں تازہ ہوئے دیکھ لے
قحط از مصرش بر آمد اے عزیز	ہیں مباش اے شاہ ازیں مستنیز
مصر جاں میں چھا گیا قحط اے عزیز	ہاں رہا اس کو نہ رکھئے یا تمیز

یوسفم در حبس تو اے شہ نشاں	ہین ز دستان زنانم وارہاں
ہے جو تیری قید میں یوسف مرا	عورتوں کے مکر سے اس کو چھڑا
از سوئے عرشی کہ بودم مربط او	شہوت او را فگندم کاهبطوا
عرش سے جو تھا مقام آبرو	پھینکا یاں شہوت نے کہکر اہبطوا[1]
پس فتادم زاں کمال مستقیم	از فن زالے بہ زندان رحم
اس کمال قرب سے پس میں گرا	زال[2] کے فن سے رحم میں آپڑا
روح را از عرش آرد در حطیم	لاجرم کید زناں باشد عظیم[3]
روح کو پستی میں لائے عرش سے	مکر ہیں ان عورتوں کے بھی بڑے
اول و آخر ہبوط من ز زن	چونکہ بودم روح و چوں گشتم بدن
اول و آخر مری پستی ہے زن	جبکہ تھا میں روح اور اب ہوں بدن
بشنو ایں زاری یوسف رعنا	یا براں یعقوب بیدل رحم آر
بیکسی میں سن لے یوسف کی بکا	رحم کر یعقوب بیدل پہ ذرا
نالہ از اخواں کنم یا از زناں	کہ فگندندم چو آدم از جناں
عورتوں سے روؤں یا اخواں سے	مثل آدم خلد سے پھینکا مجھے
زاں مثال برگ دے پژمردہ ام	کز بہشت وصل گندم خوردہ ام
ہوں فسردہ صورت برگ خزاں	گیہوں خلد وصل سے کھایا ہے ہاں
چوں بدیدم لطف و اکرام ترا	واں سلام و سلم و پیغام ترا
لطف اور اکرام جب دیکھے ترے	اور دیکھے مژدے سلام و امن کے
من سپندے چشم بد را کردم چار پا	در سپندم چشم بد یار سپند
کالا دانہ میں نے گو حسد سے کیا	چشم زخم اس میں تبھی کو پہ ملا

[1] یعنی اتر جاؤ۔ [2] یعنی زوال دنیا۔
[3] قولہ تعالیٰ:۔ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ، سورۂ یوسف

دافع ہر چشم بد از پیش و پس	چشمہائے پر خمار تست و بس
چشم بد کی ہیں جو دافع پیش و پس	ہیں خمار آلود آنکھیں تیری بس
چشم بد را چشم نیکویت شہا	مات و مستاصل کند نعم الدوا
چشم بد کو تیری چشم خوش ادا	دفع کر دیتی ہے یہ ہے اچھی دوا
بل ز چشمت کیمیاہا مے رسد	چشم بد را چشم نیکو مے کند
کیمیا ملتی ہے آنکھوں سے تری	نیک ہو جاتی ہیں اب آنکھیں بری
چشم شہ بر چشم باز دل زدہ ست	چشم بازش سخت با ہمت شدہ ست
چشم باز دل پہ چشم شہ پڑی	ہو گئیں باہمت آنکھیں باز کی
تا ز بس ہمت کہ یابد از نظر	مے نگیرد باز شہ جز شیر نر
باز شہ جب سے ہوا عالی نظر	صید کرتا ہے فقط اب شیر نر
شیر چہ کان شاہ باز معنوی	ہم شکار تست ہم صیدش توئی
شیر کیا یہ شاہباز معنوی	ہاں ترے صید اور تو ان کا صید بھی
شد صفیر باز جاں در مرج دیں	نعرہائے لا احب الآفلین
باز جاں جو ہے صفیر گشت دیں	کہہ رہا ہے لَا اُحِبُّ[۱] الْاٰفِلِیْن
باز دل را کز پئے تو مے پرید	از عطائے بیحدت چشمے رسید
باز دل کو جو ترے پیچھے اڑا	تو نے یہ چشم بصیرت کی عطا
یافت بینی بوئے و گوش از تو سماع	ہر حسے را قسمتے آمد مشاع
ناک کو خوشبو سماعت کان کو	پایا ہر اک حس نے حصہ دیکھ لو
ہر حسے را چون دہی رہ سوئے غیب	نبود آں حس را فتور مرگ و شیب
غیب کی جانب ملی جب حس کو راہ	پائی مرگ و ضعف و سستی سے پناہ

[۱] میں ڈوبنے اور فنا ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

ما را کہ ملکی بخش چیزے دہی	تا کہ بر جسہا کند آں جاں شہی
جس کو کہ اک تو دے وہ مرتبا	سب جسموں پر وہ رہے فرماں روا

سلطان محمود غزنوی اور چوروں کی جماعت

شب چو شہ محمود برمے گشت فرد	با گروہ دزد شبرو باز خورد
گزرتا تھا اک شب اکیلے شاہ غزنوی	اک جماعت اُن کو چوروں کی ملی
پس بگفتندش کہ اے بو الوفا	گفت شہ من ہم یکے ام از شما
تو پوچھا اُن کو کون ہے اے مرد نیک خو	بولے سلطان میں بھی ہوں تم میں سے ایک
آں یکے گفت اے گروہ مکر کیش	این بگوید از فن و فرہنگ خویش
ایک بولا صاحب فن و سنو	اپنے اپنے فن یہاں ظاہر کرو
تا بگوید با حریفاں در سمر	کو چہ دارد در جبلت از ہنر
کہئے ہم پیشوں سے اپنی داستاں	کیا ہنر ہے کس کی فطرت میں نہاں
آں یکے گفت اے گروہ فن فروش	ہست خاصیت مرا اندر دو گوش
ایک بولا سنئے اربابِ صفت	ہے عجب کانوں میں میرے خاصیت
کہ بدانم سگ چہ میگوید بہ بانگ	قوم گفتندش ز دیناری دو دانگ
کتّے کی آواز ہوں پہچانتا	بولے سے دینار دو حصے ترا
آں دگر گفت اے گروہ زر پرست	جملہ خاصیت مرا چشم اندرست
دوسرا بولا کہ اے اربابِ مال	ہے مری آنکھوں میں سب میرا کمال
ہر کرا شب بینم اندر قیروان	روز بشناسم مر او را بیگماں
کالی راتوں میں جس کو دیکھوں وقتِ شب	دن کو پہچانوں اُسے میں بے تعب
گفت یک خاصیتم در بازوست	کہ زنم من نقبہا با زور دست
ایک بولا میرے بازو دیکھنا	ہاتھ سے میں نقب دیتا ہوں لگا

گفت یک خاصیتم در بینی ست	کار من در خاکها بو بینی ست
ایک بولا خاصیت ہے ناک میں	کام میرا سونگھنا ہے خاک میں
سرّ الناس معادنؔ او دست	کہ رسولؐ آں را پے چہ گفتہ ست
علم الناس معادن ہے مجھے	کیوں یہ فرمایا رسول اللہ نے
من ز خاک تن بدانم کاندران	چند نقد ست و چہ دارد او ز کاں
جسم کی مٹی سے میں لیتا ہوں جان	کس قدر ہے نقد اور کیسی ہے کان
در یکے کاں زرِ بے اندازہ درج	واں دگر دخلش بود کمتر ز خرج
آمدزر ہے ستوا اک کان میں	خرچ ہے بے انتہا اک کان میں
ہمچو مجنوں بو کنم ہر خاک را	خاک لیلیٰ را بیابم بے خطا
مثل مجنوں خاک کو ہوں سونگھتا	اور لگا لیتا ہوں لیلیٰ کا پتا
بو کنم دانم ز ہر پیراہنے	گر بود یوسف وگر آہرمنے
جانتا ہوں سونگھ کر ہر پیرہن	اس میں ہے یوسف اور اس میں راہزن
ہمچو احمدؐ کہ برد بو از یمن	زاں نصیبے یافت ایں بینی من
بو یمن کی سونگھ لیتے تھے نبیؐ	ہے وہی نقد یہ میری ناک کی
کہ کدامیں خاک ہمسایہ زر ست	یا کدامیں خاک صفر و ابتر ست
یہ سمجھتی ہے خزانہ ہے کہاں	اور کہاں خالی زمیں ہے بیکساں
گفت یک خاصیتم در پنجہ اسم	کہ کمندے افگنم طول علم
ایک بولا میرا پنجہ ہے ستم	ہوں کمند افگن بقدر یک علم

ل حدیث شریف:- الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ یعنی آدمی سونے چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں

ٰ۲ حدیث شریف:- انی لاجد ریح الرحمٰن من الیمن - یعنی تحقیق مجھے جانب یمن سے رحمان کی خوشبو آتی ہے۔

قصر گرچہ چند باشد بس بلند — کنگرش و بخت گردانم کمند

قصر ہو کتنا ہی اونچا اور بلند — کنگرے پر اس کے پڑتی ہے کمند

ہمچو احمدؐ کہ کمند انداخت سخت — کہ کمندش بر سوئے تخت و بخت

جس طرح احمدؐ کمند افگن ہوئے — تخت و بخت ان کے لئے مسکن ہوئے

ہمچو احمدؐ کہ کمند انداخت جانش — تا کمندش برد سوئے آسمانش

روح نے جب آپ کی پھینکی کمند — لے گئی وہ جانب چرخ بلند

گفت حقش اے کمند انداز بیت — آں ز من داں ما رمیت اذ رمیت

بولا یوں خالق کہ اے بیت پھینکیت — ہے یہ مجھ سے ما رمیت اذ رمیت

پس بپرسیدند از اشکالے شد — مر ترا خاصیت اندر چہ بود

بعد ازاں سب نے یہ پوچھا شاہ سے — تجھ میں خاصیت ہے کیا اب کھول دے

گفت در ریشم بود خاصیتم — کہ رہانم مجرماں را از سقم

بولا خاصیت مری ڈاڑھی میں ہے — مجرم اس سے چھوٹتے ہیں سب پئے

مجرماں را چوں بجلاداں دہند — چوں بجنبد ریش من ایشاں رہند

مجرموں کو جبکہ حکم قتل ہو — ڈاڑھی کی جنبش چھڑاتی ہے انہیں

چوں بجنبانم بہ رحمت ریش را — وا کنند از قتل آں تشویش را

سر باقی ہے اور ڈاڑھی ہلی — دور تو وہ تشویش سے رخصت ملی

قوم گفتندش کہ قطب ما توئی — چوں خلاص روز محنت ما توئی

بولے سب کہ قطب ہیں سب کا تو ہی — دن مصیبت کے چھڑانے والا تو ہی

بعد ازاں جملہ ہم بیروں شدند — سوئے قصر آں شہ میموں شدند

بعد ازاں سب مل کے وہ باہر چلے — قصر شاہی کی طرف جانے لگے

لہ یعنی ہم نے دنیا کی بادشاہی بھی پائی اور خوش نصیبی بھی ؂ کہ یعنی تو نے تیر نہیں پھینکا بلکہ ہم نے پھینکا ؂

چون سگی بانگی بزد از دست راست | گفت می‌گوید کہ سلطاں با شماست

سگ نے داہنی سمت سے آواز دی | بولا۔ ہیں سلطاں ہمارے ساتھ ہی

خاک بو کرد آں دگر از رہ ربود | گفت کایں ہست از وثاق بیوۂ

دوسرے نے سونگھ کر ٹیلہ کہا | ہے کسی بیوہ کا گھر یہ برملا

پس کمند انداخت استاد کمند | تا شدند آں سوئے دیوار بلند

پھر کمند انداز نے پھینکی کمند | پہنچے سب بالائے دیوار بلند

جائے دیگر خاک را چوں بوئے کرد | گفت خاک مخزن شاہی ست فرد

سونگھ کر خاک اک جگہ کی پھر کہا | خاک یہ گنج شاہ ہے یہ برملا

نقب زن زد نقب و در مخزن رسید | ہر یکے از مخزن اسبابے کشید

نقب زن نے سیندھ فوراً دی لگا | سب نے ساماں اس خزانے سے لیا

بس زر و زربفت و گوہرہائے نغز | قوم بردند و نہاں کردند تفت

زر لیا۔ زربفت اور گوہر لیے | اور سب چوروں نے پنہاں کر دیے

شہ معین دید منزل گاہ شاں | حلیہ و نام و پناہ و راہ شاں

شاہ کو معلوم تھا ان کا مقام | جانتے تھے سب کا مسکن اور نام

خویش را زد وا ز ایشاں باز گشت | روز دیگر دیواں بگفت آں سرگذشت

آپ کو چھپا کر لوٹ آئے شہریار | دوسرے دن سب کہا حال آشکار۔

پس رواں گشتند سرہنگان مست | تا کہ ہر سرہنگ دزدے را ببست

پس سپاہی ہو گئے شہ کے رواں | اور پکڑا ڈاکوؤں کو بے گماں

دست بستہ سوئے دیواں آمدند | در نہیب جان ہمہ لرزاں شدند

لائے بستہ دیوان میں ان کو باندھ کر | لرزۂ خوف جاں سے تھا ہر اک پہ

لہ یعنی وہ شخص بولا جو سگ کی آواز پہچانتا تھا۔

چونکہ استادند پیشِ تختِ شاہ ۔۔۔ یارِ شب شاں بود آں شاہِ چو ماہ

جس کے آگے تھے کھڑے یہ تھا وہ شاہ ۔۔۔ جو انہیں شب رہا تھا مثلِ ماہ

آنکہ شب بر ہر کہ چشم انداختی ۔۔۔ روز دیدے بے شکش بشناختے

اُس نے جو تھا شب کو جس کو دیکھتا ۔۔۔ دن کو تھا پہچان لیتا بے ملا

شاہ را بر تخت دید و گفت ایں ۔۔۔ بود با ما دوش شبگرد و قریں

دیکھا شہ کو تخت پر بولا کہ ہاں ۔۔۔ تھا ہمارے ساتھ شب کو یہ جواں

آنکہ چندیں خاصیت در ریشِ اوست ۔۔۔ ایں گرفتاری ہم از تفتیشِ اوست

خاصیت ہے چونکہ اس کی ریش میں ۔۔۔ اس نے کی ہے جستجو تفتیش میں

عارفِ شہ بود چشمش لاجرم ۔۔۔ برگشاد از معرفت لب با حشم

آنکھ اس کی شہ کو تھی پہچانتی ۔۔۔ یوں کہا پہچان کر یہ ہے وہی

گفت وَہُوَ مَعَکُم ایں شاہ بود ۔۔۔ فعلِ ما می دید و سرِ ما می شنود

شب کو یہ سلطاں ہمارے ساتھ تھا ۔۔۔ آشنا ہر قول اور ہر راز کا

چشمِ من رہ برد شب شہ را شناخت ۔۔۔ جملہ شب با روئے ماہش عشق باخت

شاہ کو پہچان آنکھوں نے لیا ۔۔۔ رات بھر دیکھا ہے چہرہ چاند سا

امتِ خود را بخواہم من ازو ۔۔۔ کہ نگرداند ز عارف ہیچ رو

میں رہائی سب کی کر لوں گا طلب ۔۔۔ موڑتا ہے منہ کوئی عارف سے کب

چشمِ عارف داں امانِ ہر دو کون ۔۔۔ کہ بدو یابید ہر بہرام عون

چشمِ عارف ہے پناہِ دو جہاں ۔۔۔ اس سے ہے ہر شاہ نے پائی اماں

زاں محمد شافعِ ہر داغ[۱] بود ۔۔۔ کہ ز جز شہ چشمِ او مازاغ[۲] بود

یوں محمد شافعِ ہر داغ تھے ۔۔۔ جلوے دو آنکھوں میں تھے مازاغ کے

۱ یعنی داغِ عصیان ۔ ۲ قولہ تعالیٰ:- مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی اُن کی آنکھ نے کجی کی نہ زیادتی ۔ مطلب یہ کہ جیسا خدا کو دیکھنا چاہیئے تھا ویسا ہی دیکھا ؛

در شب دنیا که محجوب است شید	ناظر حق بود و زو بودش امید
ظلمت دنیا میں گو سورج نہ تھا	دیکھتے تھے جلوۂ حق برملا
از الم نشرح دو چشمش سرمه یافت	دید آنچه جبرئیلؑ آن بر نتافت
یوں الم نشرح کا سرمہ تھا لگا	دیکھا جو جبریلؑ نے دیکھا نہ تھا
مر یتیمی را که حق سرمه کشید	گردد او دُرِّ یتیم با رشید
سرمہ کش ہو جس کی آنکھوں میں یتیم	پھر نہ کیوں ہو جائے دُرِّ یتیم
نور او بر دُرّها غالب شود	کانچنان مطلوب را طالب شود
موتیوں پر اس کی غالب ہو ضیا	اس طرح طالب ہو وہ مطلوب کا
در نظر بودش مقامات العباد	لاجرم نامش خدا شاهد نهاد
آشکار اُن پہ تھے بندوں کے مقام	رکھ دیا شاہد خدا نے اُن کا نام
آلت شاهد زبان و چشم تیز	که ز شب خیزش ندارد سِرّ گریز
آلۂ شاہد زبان اور آنکھ تیز	رات اس سے کر نہیں سکتی گریز
گر هزاران مدعی سر بر زنند	گوش قاضی جانب شاهد کنند
مدعی پیدا کرے سر سے گماں	جانب شاہد رہیں قاضی کے کان
قاضیان را در حکومت این فنست	شاهد ایشان را دو چشم روشنست
قاضیوں کا یہ ہنر ہے بالیقیں	شاہد اُن کی آنکھ ہے شاہد نہیں
گفت شاهد زان بجای دیده است	کو بدیده بی‌غرض سر دیده است
اس کو کہہ دیتا ہے گویا دیکھنا	بے غرض ہے کیونکہ اس کا دیکھنا
مدعی دیده است اما با غرض	پرده باشد دیدهٔ دل را غرض
مدعی کا دیکھنا ہے با غرض	پردہ ہے دل اور آنکھوں کا غرض

له قوله تعالیٰ: اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا۔ یعنی اے محمدؐ تحقیق ہم نے تم کو شاہد (گواہ) اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

حق همی خواهد که تو زاهد شوی	تا غرض بگذاری و شاهد شوی
چاہتا ہے حق کہ تو زاہد بنے	اور غرض کو چھوڑ کر شاہد بنے
حق همی گوید غرض را ترک کن	تا قبول افتد ترا با ما سخن
حق یہ کہتا ہے غرض کو ترک کر	تا کہ تیری بات ہو مقبول تر
کاین غرضها پردهٔ دیده شود	بر نظر چون پرده پوشیده شود
پردہ آنکھوں پر گراتی ہے غرض	اور نظر کو پھر چھپاتی ہے غرض
پس نبیند جمله را با طم و رم	حبک الاشیاء یعمی و یصم
پس نہ آئے پھر نظر کچھ تر و خر	دوستی چیزوں کی کر دے کور و کر
در دلش خورشید چون نوری فشاند	پیشش اختر را مقادیری نماند
جب ہوا مہر اس کے دل میں ضو فشاں	ہو گئے بے قدر تارے بے گماں
پس ببیند بی حجابی اسرار را	سیر روح مؤمن و کفار را
اُس نے دیکھا بے حجاب اسرار کو	سیرِ روحِ مومن و کفار کو
در زمین حق را و در چرخ سمی	نیست پنهان تر ز روح آدمی
اس زمین پر اور سارے چرخ پر	روح سے کوئی نہیں پوشیدہ تر
باز کرده از حق دو چشم خویشتن	آنکه صاحب نفخت آمد و سخن
اس کی آنکھیں ذات حق سے ہیں کھلیں	سب طریقوں سے وہی ہے منتہیٰ
باز کرده از رطب یابس حق نورد	روح را من امر ربی مهر کرد
رطب و یابس سے اسے کر کے جدا	مُہر دی پوشیدہ امر ربی کی لگا
پس چو دیدی روح را چشم خرد	پس نهان ماند ترا از روح چیست
پس جو دیکھے روح کو اے باخبر	اس پہ پوشیدہ رہے کیسے کوئی چیز

قوله تعالیٰ: ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی — یعنی اے محمد ﷺ لوگ پوچھتے ہیں کہ روح کیا ہے؟ ان سے کہہ دے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔

شاہد مطلق بود در ہر نزاع ‌ ‌ ‌ بشکند گفتش خمار صد صداع

شاہد مطلق وہ ہر جھگڑے میں ہو ‌ ‌ ‌ بات اس کی دور کر دے سل کو

نام حق عدلست شاہد آن اوست ‌ ‌ ‌ شاہد عدلست زین رو چشم دوست

عدل حق ہے شاہد اس کی ہے ادا ‌ ‌ ‌ شاہد عادل ہے یوں چشم خدا

منظر حق دل بود در دو سرا ‌ ‌ ‌ کہ نظر بر شاہد آید شاہ را

منظر حق دل ہے سب کو چھوڑ کر ‌ ‌ ‌ شاہ کی پڑتی ہے شاہد پر نظر

عشق حق و عشق شاہد بازیش ‌ ‌ ‌ بود مایہ جملہ پردہ سازیش

عشق حق اور بھید ہے شاہد بازیاں ‌ ‌ ‌ ہیں اسی سے سب یہ پردہ سازیاں

پس ازاں لولاک گفت اندر لقا[1] ‌ ‌ ‌ در شب معراج شاہد باز ما

پس اسی باعث سے لولاک تھا ‌ ‌ ‌ آپ سے معراج میں حق نے کہا

این قضا بر نیک و بد حاکم بود ‌ ‌ ‌ بر قضا شاہد نہ حاکم میشود

نیک و بد پر یہ قضا ہے حکمراں ‌ ‌ ‌ ہے مگر شاہد پہ اس کا بس کہاں

شد اسیر آں قضا میر قضا ‌ ‌ ‌ شاد باش ای چشم تیز مرتضی

اس قضا کا صید ہے میر قضا ‌ ‌ ‌ خوش ہو اے چشم حقیقت آشنا

عارفانہ معرفت بس خواست گرد ‌ ‌ ‌ کای رقیب ما تو اندر گرم و سرد

التجا عارف نے کی معروف سے ‌ ‌ ‌ اے نگہباں سرد کے اور گرم کے

ای مشیر ما تو اندر خیر و شر ‌ ‌ ‌ از اشارتہات دل ماں بی خبر

سچ تو یہ ہے اے مشیر خیر و شر ‌ ‌ ‌ تھا اشاروں سے ترے دل بے خبر

ای یرانا لا نراہ روز و شب ‌ ‌ ‌ چشم بند ما شدہ دید سبب

تو دکھاتا ہے ہم کو یاں ہر روز و شب ‌ ‌ ‌ ہیں نظر بند اک تا ہم دیکھیں سبب

[1] لولاک لما خلقت الافلاک لشاہ

چشم من از چشمها بگزیده شد	تا که در شب آفتابم پیدا شد
آنکھ میری بڑھ گئی ہر آنکھ سے	رات کو پھر تو جو سورج کے پڑے
لطف معروف تو بود آن ای بہی	پس کمال البرّ فی اتمامه[له]
لطف تیرا خوبیوں سے ہے بھرا	ہے کمال احساں اگر پورا ہوا
ربّ اتمم نورنا بالساهره	وانجنا من مفضحات القاهره
حشر میں دے نور کامل استوار	دے فضیحت سے نجات اے کردگار
یار شب را روز مهجوری مده	جان قربت دیده را دوری مده
ہم نشین شب کو مہجوری نہ دے	کر چکے واصل جان کو دوری نہ دے
بعد تو مرگیست با رنج و نکال	خاصه بعدی کان بود بعد الوصال
ہے تری دوری عجب رنج و ملال	خاص کر وہ دوری جو کہ ہو بعد وصال
آنکه دیدستت مکن نادیده اش	آب زن بر سبزهٔ بالیده اش
دیکھنے والے کو نادیدہ نہ کر	ڈال پانی سبزۂ بالیدہ پر
من نکردم لاابالی در طریق	تو مکن هم لاابالی ای شفیق
لاابالی میں ہوا تجھ سے کہاں	تو بھی بے پروا نہ ہو اے مہرباں
هین مران از روی خود او را بعید	آنکه او یکبار روی تو بدید
اپنی رویت سے نہ رکھ اس کو بعید	جس کو حاصل ہو چکی ہے تیری دید
دید روی جز تو شد غلّ گلو	کل شیء ما خلا الله باطل
ہے وبال روح دید ماسوا	یعنی ہے ہر چیز باطل جز خدا
باطلند و می‌نمایندم رشد	زانکه باطل باطلان را می‌کشد
حق نظر آتی ہے ہر باطل روش	جاذب باطل ہے باطل کی کشش

لہ یعنی کمال احسان و نیکی یہ ہے کہ وہ تکمیل تک پہنچ جائے ۔ ادھورا نہ رہے ۔

ذره ذره کاندریں ارض و سماست — جنس خود را همچو کاه و کهرباست

ذرہ ذرہ اس جہان خاک کا — اپنی اپنی جنس کو ہے کھینچتا

معده نان را میکشد تا مستقر — میکشد مر آب را تف جگر

روٹی لے جاتا ہے معدہ کھینچ کر — کھینچتی ہے آب کو گرمی جگر

چشم جذاب بتان زین کوہاست — مغز جویان از گلستان بوہاست

آنکھ اس کوچے سے ہے معشوق جو — گلستان سے ڈھونڈتا ہے مغز بو

زانکه حس چشم آمد رنگ کش — مغز و بینی میکشد بوہای خوش

رنگ کش ہے کیونکہ حس ہر آنکھ کی — مغز و بینی بو کو کھینچیں [illegible]

زین کششها ای خدای رازدان — تو بجذب لطف خودمان ده امان

ہر کشش سے اے خدائے رازدان — اپنے جذب لطف سے دے تو اماں

غالبی بر جاذبان ای مشتری — شاید ار درماندگان را واخری

جاذبوں پر تو ہے غالب سربسر — کر لے شاید عاجزوں سے درگذر

رو بشه آورد چون تشنه بابر — آنکه بود اندر شب قدر او چو بدر

(۱) [illegible] طالب جیسے تشنہ سوئے ابر — شاہ سے جو تھا شب ظلمت کا بدر

چون لسان و جان او بود آن او — آن او با او بود گستاخ گو

چونکہ تھا وہ خاص زبان و روح وہ — اس سے گستاخی تھی وہ با خبر

گفت ما گشتیم چون جان بند طین — آفتاب جان توئی در یوم دین

بولا مثل جان تیرے ہم خاک میں — تو ہے سورج روز بعث تاک میں

وقت آن شد ای شه مکتوم سیر — کز کرم ریشی بجنبانی بخیر

وقت آ پہنچا ہے شاہ نیک خو — جو کرم کر کے ہلائے ریش تو

(۱) یعنی وزیر چھپا سننے والا مطالب کھڑا +

هر یکے خاصیت خود وا نمود　　آں ہنرہا جملہ بدبختی فزود

خاصیت ہر اک نے اپنی کی بیان　　لیکن ہر اک خاصیت میں تھا زیان

آں ہنرہا گردن ما را ببست　　زاں مناصب سرنگونساریم و پست

ہم کو سب اپنے ہنر سے باندھ گئے　　اپنے رتبوں سے پشیماں بھی ہوئے

آں ہنر فی جیدہا حبل مسد　　روز مردن نیست زیں فنہا مدد

ہو گئے گردن کی پھانسی سب ہنر　　نکلے وقت مرگ بے مطلب ہنر

جز ہماں خاصیت آں خوش حواس　　کہ بشب بد چشمش سلطاں شناس

صرف خاصیت اسی کی آئی راس　　آنکھ جس کی شب کو تھی سلطاں شناس

آں ہنرہا جملہ غول راہ بود　　غیر چشمے کو ز شاہ آگاہ بود

وہ ہنر بیٹھے تھے سب غول راہ　　ماسوا اس کے جو تھا آگاہ شاہ

شاہ را شرم آمد از وے روز بار　　کہ بشب بر روئے شہ بودش نظار

شاہ کو دربار میں شرم آگئی　　کیونکہ شہ پر شب کو اس کی آنکھ تھی

سگ چو بیدار ست شب چوں پاسباں　　بے خبر نبود ز شب خیز شہاں

رات کو جاگے جو کتا پاسباں　　بے خبر بیدار کی شہ سے نہیں

ہیں ز بدناماں نباید ننگ داشت　　ہوش بر اسرار شاں باید گماشت

تو نہ بدناموں سے ننگ و عار کر　　ہوش سے کر ان کے بھیدوں پر نظر

ہر کہ او یکبار خود بدنام شد　　خود نباید نام جست و خام شد

جو کوئی اک مرتبہ بدنام ہو　　جستجوئے نام میں کیوں خام ہو

اے بسا زر کہ سیہ تابش کنند　　تا شود ایمن ز تاراج و گزند

آنچ دے کر کرتے ہیں سونا سیاہ　　تا نہ ڈالیں اس پہ غارتگر نگاہ

ہر کسے چوں پیر بود در سر ما　　باز کن دو چشم و سوئے ما بیا

جو چھپا اس راز کا کوئی نہ پا سکے　　کھولے آنکھیں اور ہمارے پاس آئے

دریائی گائے اور گوہر شب چراغ

گاو آبی گوہر از آب آورد	بنہد اندر مرج و گردش مے چرد
گائے آبی لاتی ہے موتی سمندر سے	ہو کر چرتی ہے رکھ کر چراگہ میں اسے
در شعاع نور گوہر گاو آب	مے چرد از سنبل و سوسن شتاب
نور گوہر کی چمک میں گاو آب	سنبل و سوسن کو چرتی ہے شتاب
زان فکندہ گاو آبی عنبر است	کہ غذایش نرگس و نیلوفر است
عنبر آبی ہے اس لئے پیدا ہوا	نرگس و نیلوفر اس کی ہے غذا
ہر کہ باشد قوت او نور جلال	چون نزاید از لبش سحر حلال
ہو غذا جس کی سدا نور جلال	کیوں نہ اس کے لب سے نکلے سحر حلال
ہر کہ چون زنبور وحی استش نقل	چون نباشد خانۂ او پر عسل
نقل جس کی شہد کا ہو وحی خاص سے	کیوں نہ چھتہ شہد سے اس کا بھرے
مے چرد در نور گوہر آن بقر	ناگہان گردد ز گوہر دور تر
گائے چرتی ہے غرض لیکر وہ نور	ناگہاں پھر اس سے ہو جاتی ہے دور
تاجرے بر گل نہد گل سیاہ	تا شود تاریک مرج و سبزہ زار
تاجر اس پہ ڈال دے کیچڑ سیاہ	اور ہو تاریک ساری سبزہ گاہ
پس گریزد مرد تاجر بر درخت	گاو جویان مرد را با شاخ سخت
بھاگ کر چڑھ جائے تاجر پیڑ پر	گائے ڈھونڈے سخت سینگوں سے ادھر
چند بار آن گاو تازد گرد مرج	تا کند آن مرد را در شاخ درج
اور پھرے گرد چراگہ چند بار	تا کرے سینگ سے اس کو شکار
چون ازو نومید گردد گاو نر	آید آنجا کہ نہادہ بد گہر
اس سے جب مایوس ہو وہ گائے نر	اس جگہ آئے جہاں تھا وہ گہر

دخل بند فوق فرشا ہوار ۔ پس ز طین بگریز دا ابلیس وار

ہوئی پر گیجر وہ دیکھے بے شمار ۔ بھاگے مٹی دیکھ کر ابلیس[1] وار

کاں بلیس از تن طین کور و کر ست ۔ گاو کے داند کہ در گل گوہر ست

خاک کے سر سے ہے شیطان بیخبر ۔ گائے کیا جانے کہ ہے گل میں گہر

اهبطوا افگند جان را در حضیض ۔ از نمازش کرد محروم آں محیض

اهبطوا سے روح نے پستی نواز ۔ حیض کر دیتا ہے محروم نماز

اے رفیقان زینہار ازیں مقال ۔ اتقوا ان الھوی حیض الرجال

دوستو ہشیار رہنا دیکھنا ۔ حیض ہے مردوں کا یہ حرص و ہوا

اهبطوا افگند جاں را در بدن ۔ تا بگل پنہاں بود در عدن

اهبطوا نے جسم میں ڈالی ہے جاں ۔ خاک میں دُرِّ عدن تا ہو نہاں

تا جرش داند ولیکن گاو نے ۔ اہل دل دانند ہر گل گاو نے

تاجر اس کو جانے جانے گائے کیا ۔ اہل دل جانیں نہ جانے ہر گدھا

ہر گلے کاندر دلش گوہر نیست ۔ گوہرش غماز طین دیگر یست

دل میں جس مٹی کے پنہاں ہے گہر ۔ کہتا ہے جوہر ہے یہ خاک دگر

واں گلے کز رشح حق نورے نیافت ۔ صحبت گلہائے پر در بر نیافت

تھی نہ جس مٹی پہ بارش نور کی ۔ صحبت گل سے رہی محروم ہی

ایں سخن پایاں ندارد ہوش ما

بات یہ بے انتہا ہے اور ہوش

ہست بر لبہا چو دُر در گوش ما

مثل دُر جو گوش سے لب پر چڑھا

[1] یعنی جس طرح ابلیس حضرت آدم کا خاکی پتلا دیکھ کر بھاگتا تھا ۔

چوہے اور مینڈک کا قصہ

آں سرشتہ عشق رشتہ مے کشد — بر امید وصل چغز با رشد
ڈورا باندھا اس سرشتہ عشق نے — تا کہ دائم وصل مینڈک سے رہے

مے تند بر رشتۂ دل دمبدم — کہ سر رشتہ بدست آوردہ ام
دل سے اس رشتہ پہ وہ مغرور تھا — یہ تو اک رشتہ بہت اچھا ملا

ہمچوں تارے شد دل و جاں در شہود — تا سر رشتہ بمن روئے نمود
جان و دل سب ہو گئے تار ایک ساتھ — جب کہیں آیا یہ رشتہ میرے ہاتھ

چوں غراب البین آمد ناگہاں — در شکار موش و بردش زاں مکاں
جنگلی اک کوا آیا ناگہاں — لے گیا چوہے کو بے خوف و گماں

چوں برآمد بر ہوا موش از غراب — منسحب شد چغز نیز از قعر آب
جب ہوا پر آیا چوہا بر ملا — پانی سے مینڈک بھی کھنچ کر آ گیا

موش در منقار زاغ و چغز ہم — در ہوا آویختہ پا در رحم
چونچ میں چوہا تھا مینڈک تھا بندھا — پاؤں میں ڈورا تھا اور لٹکا ہوا

خلق میگفتند زاغ از مکر و کید — چغز آبی را چگونہ کرد صید
کہتے سب لوگ کوے کا شکار — کس طرح مینڈک ہوا اسکے گرفتار

چوں شد اندر آب چونش در ربود — چغز آبی کے شکار زاغ بود
لایا کیونکر جا کے پانی میں اسے — مینڈک اور کوے کی کیونکر نسبت

چغز میگفت ایں سزائے آں کسے — کو چو بے آباں شود جفت خسے
کہتا تھا مینڈک یہ ہے اس کی سزا — جس نے ناجنس کو جنس اپنا کیا

اے فغاں از یار ناجنس اے فغاں — ہمنشیں نیک جوئید اے مہاں
الاماں ہو صحبت ناجنس سے — [illegible]

عقل را افغان ز نفس پر عیوب | ہمچو بینی بدی بر روی خوب
نفس سے ہے عقل رہتی فریاد ناک | جیسے اچھے چہرے پر بھدی ہو ناک

عقل میگفتش کہ جنسیت یقین | از رہ معنیست نے از آب و طین
عقل بولی جنسیت تو بالیقیں | ہے حقیقی آگ مٹی میں نہیں

ہین مشو صورت پرست این مگو | سر جنسیت بصورت در مجو
ہو نہ صورت میں پرستار بے نیاز | ڈھونڈ صورت میں نہ جنسیت کا راز

صورت آمد چون جماد و چون حجر | نیست جامد را ز جنسیت خبر
ہے یہ صورت مثل پتھر کے بسر | کیا ہو جنسیت کی پتھر کو خبر

جان چو مور و تن چو دانہ گندمے | میکشاند سو بسویش ہر دمے
جان چیونٹی اور دانہ ہے بدن | کھینچتی ہے اس کو ہر سو بے سخن

مور داند کان حبوب مرتہن | مستحیل و جنس من خواہد شدن
چیونٹی کو معلوم ہے دانہ مرتہن | ایک دن ہم جنس سب ہو جائینگے

آن یکے مورے گرفت از راہ جو | مور دیگر گندمے بگرفت و دو
ایک چیونٹی لے چلی جو راہ سے | دوسری پہنچی وہاں گیہوں لئے

جو سوئے گندم نمے تازد ولے | مور سوئے مور مے آید بلے
جو نہیں ہوتا سوئے گندم رواں | چیونٹی چیونٹی کی طرف آتی ہے ہاں

رفتن جو سوے گندم تابع است | مور را بین کو بجنسش راجع است
گیہوں کی جانب تو ہے جو کا سفر | چیونٹی سے ہم جنس جاتی ہے مگر

تو مگو گندم چرا شد سوے جو | چشم را بر خصم نہ نے بر گرو
بول نہ کیوں جاتا ہے گندم سوئے جو | رکھ نظر راہن پہ کر ترک گرو

یعنی چیونٹی راہن ہے جس کے منہ میں دانہ گرو ہے

مور را سودی رسد بر یک سیاہ | مور پنہاں دانہ پیدا پیش راہ
کالی چیونٹی کالے نمدے پر چلے | چیونٹی چھپی ہے اور عیاں دانہ ہے

عقل گوید چشم را نیکو نگر | دانہ ہرگز کے رود بے دانہ بر
عقل کہتی ہے کہ آنکھوں پر نظر | دانہ کب حرکت کرے ہے بے دانہ بر

زیں سبب آمد سوئے اصحاب کلب | ہست صورتہا حبوب و مور قلب
کتا اہل کہف کا دیوانہ ہے | دل ہے چیونٹی اور صورت دانہ ہے

زاں شود عیسیٰ سوئے پاکان چرخ | بد قفسہا مختلف یک جنس فرخ
حضرت عیسیٰ فرشتوں سے ملے | مختلف پنجرے تھے چوزے ایک سے

ایں قفس پیدا و آں فرخش نہاں | بے قفس کش کے قفس باشد رواں
پنجرے تو ظاہر اور چوزے ہیں نہاں | بے قفس کش کے قفس کب ہو رواں

اے خنک چشمے کہ عقلستش امیر | عاقبت بیں باشد و حبر و قدیر
شاد ہو ہے عقل جس کی رہنما | ہے وہ انجام بیں روشن ضمیر

فصل زشت و نغز از عقل آورید | نہ ز چشمے کہ سیہ گفت و سپید
عقل سے لے نیک و بد کا امتیاز | آنکھ دکھلاتی ہے کالا یا سپید

چشم غرہ شد بخضرائے دمن | عقل گوید بر محک ماش زن
آنکھ بس دھوکا کھاتی ہے سبزہ کا | عقل کہتی ہے کہ کس لے دیکھ لے

آفت مرغ است چشم کام بیں | مخلص مرغ است چشم دام بیں
مرغ کی آفت ہے چشم کام بیں | اور ہے مختار چشم دام بیں

دام دیگر بد کہ عقلش در نیافت | وحی غائب بیں بداں سو زاں شتافت
عقل نے وہ دوسرا پایا نہ دام | وحی غائب بیں جہاں آئی کو سے امام

جنس و ناجنس از خرد تانی شناخت | سوئے صورتہا نشاید زود تاخت
جنس اور ناجنس جانے عقل سے | پیچھے صورت کے نہ پڑنا چاہئے

نیست جنسیت بصورت لی ولیک	عیسی آمد در بشر جنس ملک
کب ہے جنسیت کی صورت میں جو لیک	عیسیٰ انساں تھے بنے جنس ملک
بر کشیدش فوق این نیلی حصار	مرغ گردونی چو چغزش زاغ وار
اوج پر کھینچا فلک نے پر ملا	جیسے اس مینڈک کو کوا لے گیا

عبد الغوث کو پریوں کا لیجانا

بود عبد الغوث ہمجنس پری	چوں پری نہ سال در پنہاں پری
اک تھا عبد الغوث ہم جنس پری	نو برس تک اس سے تھی پوشیدگی
شد زنش را نسل از شوی دگر	واں یتیمانش ز مرگش در سمر
کر لیا عورت نے شوہر دوسرا	تھا یتیموں میں فسانہ موت کا
رفتہ بگذشت زو نامہ خبر	زو طمع ببریدہ ہم زن ہم پسر
ہو چکی مدت نہ آیا کچھ پتا	نا امید اس سے عیال اس کا ہوا
کہ مر او را گرگ زد یا رہزنے	یا فتاد اندر چہے یا مکمنے
گرگ نے مارا اسے رہزن نے یا	یا کنوئیں یا غار میں وہ گر پڑا
جملہ فرزندانش در اشغال مست	خود نگفتندے کہ بابائے بدست
کام میں مشغول بچے تھے تمام	کوئی لیتا باپ کا ہرگز نہ نام
بعد نہ سال آمد او ہم عاریہ	گشت پیدا باز شد متواریہ
عاریت کے طور پر وہ آ گیا	نو برس کے بعد پھر پنہاں ہوا
یک شبے فرزند و زن را دید باز	گشت پنہاں کس ندیدش باز راز
اک مہینہ بال بچوں سے ملا	پھر چھپا ایسا کہ بالکل گم ہوا
یک مہے مہمان فرزندان خویش	بود و زاں پس کس ندیدش رنگ بیش
اک مہینے تک فقط مہماں رہا	با فرزندوں کے پھر پنہاں ہوا

بود ہمجنسی بہ پنہانش جنان — کو رباید روح را زخم سنان

ایسی کتنی ہمبونوں کی ہمجنسی اسے — جان لے زخم سناں جس طور سے

چون بہشتی جزو جنت آمدست — ہم ز جنسیت شود یزدان پرست

جب بہشتی جزو جنت کا ہوا — جنسیت سے ہوئے پرستار خدا

نے نبی فرمود جود و محمدہ — شاخ جنت دان بدنیا آمدہ

نیکیوں کو حسب ارشاد نبی — شاخ جنت جان دنیا میں آگئی

مہرہا را جملہ جنس مہر خوان — قہرہا را جملہ جنس قہر دان

مہر و الفت کو تو جنس مہر مان — قہر و غصہ کو تو جنس قہر جان

لاابالی لاابالی آورد — زانکہ ہمجنس اند ایشان در خرد

لاابالی لاابالی لائے ہاں — عقل میں ہمجنس ہیں یہ بیگماں

بود جنسیت در ادریس از نجوم — ہشت سال او با زحل بد ہم قدوم

آٹھ سال ادریس ہم جنس نجوم — تھے زحل کے ساتھ گویا ہم قدوم

در مشارق در مغارب یار او — ہم حدیث و محرم اسرار او

مشرق و مغرب میں ان کا یار تھا — ہم کلام و محرم اسرار تھا

بعد غیبت چونکہ آورد او قدوم — در زمین می گفت او درس نجوم

بعد غیبت کے زمیں پر آئے جب — درس دیتے تھے ستاروں کو وہ سب

پیش او استارگان خوش صف زدہ — اختران در درس او حاضر شدہ

تارے ان کے سامنے صف باندھتے — اختر ان کے درس میں وہ آ بیٹھتے

آنچنانکہ خلق آواز نجوم — می شنیدند از خصوص و از عموم

اس طرح تارے سے تھے صف و فن کلام — سنتے تھے آواز ان کی خاص و عام

جذب جنسیت کشیدہ تا زمین — اختران را پیش او کردہ مبین

جنسیت کے جذب سے تارے کھنچے — تا زمیں اور سامنے ان کے ہوئے

هر یکی نام خود و احوال خود | باز گفته پیش او شرح رصد

نام و حال اپنا کہا ہر ایک نے | شرح گردش کی بیاں کی سامنے

چیست جنسیت یکی نام نظر | که بدان یابنده ره در یکدگر

کیا ہے جنسیت فقط نام نظر | جس سے پاتے ہیں سب آپس میں گزر

آن نظر که کرد حق در وی نهان | چون نهد در تو تو گردی جنس آن

وہ نظر جو حق نے اس میں کی نہاں | تجھ میں رکھے تو ہو اس کی جنس ہاں

هر طرف چه می‌کشد تن را نظر | بی‌خبر را که کشاند با خبر

کون کھینچے جسم کو ہر سو نظر | بے خبر کو کون کھینچے باخبر

حق چو اندر مرد خوی زن نهد | او مخنث گردد و گون می‌دهد

مرد میں حق خو جو عورت کی رکھے | ہیجڑا ہو جائے وہ اور گوں دے

چون نهد در زن خدا خوی نری | طالب زن گردد او چون سحتری

جب رکھے عورت میں حق خوئے نری | طالب زن ہو وہ مثل سحتری[1]

چون نهد در تو صفات جبرئیل | همچو فرخی در هوا جویی سبیل

رکھے جب تجھ میں صفات جبرئیل | تو ہوا میں ڈھونڈھے جو راہ سبیل[2]

منتظر بنهاده دیده بر هوا | از زمین بیگانه عاشق بر سما

ہو گی بالا سے ہوا تیری نظر | ہو زمیں سے دور عاشق چرخ پر

چون نهد در تو صفت‌های خری | صد پرت گر هست آخور بری

گر گدھے پن کی صفت تجھ میں رکھے | سو ہوں پر جب بھی طویلے میں اڑے

از پی صورت نیامد موش خوار | از خبیثی شد زبون موش خوار

چوہا بھی صورت کے سبب کب ہے خوار | ہے خباثت سے زبونِ موش خوار

[1] وہ عورت جو لذت چپٹی سے عورت کے ساتھ جماع کرے۔ مجازاً شوخ و بدکار

[2] راہ

طعمہ چو وخاکن ظلمت پرست — از پنیر و جوز و از دوشاب پست
چوہے - بیٹو اور اندھیرے میں رہے — سستے دوشاب[١] و پنیر و جوز[٢] سے

باز اشہب را چو باشد خوئے موش — ننگ موشاں باشد و عار وحوش
باز میں آ جائیں گر عادات موش — موش کیا - اس سے تو شرمائیں وحوش

خوئے آں ہاروت و ماروت اے پسر — چوں بگشت و زاوشاں خوئے بشر
عادتِ ہاروت و ماروت اے پسر — بدلی جب - اور وہی انہیں خوئے بشر

در فتادند از لنحن الصافون — در چہِ بابل فتادہ سرنگوں
تو وہ رتبے سے ملائک کے گرے — چاہِ بابل میں وہ اوندھے گر پڑے

لوحِ محفوظ از نظرشاں دور شد — لوحِ ایشاں ساحر و مسحور شد
لوحِ محفوظ اُن کی نظروں سے چھپی — لوح[٣] ان کی ساحر و مسحور تھی

سر جہاں ہیکل جہان پیچ پہاں — موسیٰ بر عرش فرعونے جہاں
جثہ ہے اور سر وہی اسے نامدار — تخت فرعونی پہ اک موسیٰ تھے - خوار

در پئے خوباش و با خوشو نشیں — خو پذیری گل و روغن ببیں
خو کے پیچھے چل - ہو یار نیک خو — دیکھ روغن دے رہا ہے گل کی بو

خاک گور از مردہ ہم یابد شرف — تا نہد بر گور او دل روے وکف
خاک کو ملتا ہے مُردے سے شرف — رکھتے اس کی قبر پہ دل رو و کف

خاک از ہمسائگی جسم پاک — چوں مشرف آمد و اقبال ناک
پائی جسم پاک کی ہمسائیگی — خاک با اقبال و با رتبہ ہوئی

پس تو ہم الجار ثم الدار گو — گر دلے داری برو دلدار جو
تو بھی ہو ہمسایہ - با اقبال ہو — دل جو رکھتے ہو ڈھونڈو دلدار کو

١ انگوروں کا رس ۔ ٢ اخروٹ ۔
٣ یعنی یا تو لوح محفوظ کو پڑھتے تھے یا اس جادو کی لوح کو پڑھنے لگے ۔

خاک تو ہم سیرت جاں می شود / سرمۂ چشم عزیزاں می شود
خاک تیری جان کی ہم خو رہے / سرمۂ چشم عزیزاں بھی رہے
اے بسا در گور خفتہ خاک وار / بہ ز صد زندہ بہ نفع و انتشار
ہیں کئی ۔ جوں خاک سوتیں قبر میں / سینکڑوں زندوں سے بہتر نفع میں
سایہ بودہ او و خاکش سایہ مند / صد ہزاراں زندہ در سایۂ وے اند
سایہ وہ ۔ خاک اُن کی سایہ مند تھی / لاکھوں زندے اُن کے سائے میں ابھی

ایک وظیفہ لینے والے درویش کی حکایت

آں یکے درویش ز اطراف دیار / جانب تبریز آمد وام دار
ایک تھا درویش اطراف دیار / جانب تبریز آیا قرض دار
نہ ہزارش وام بود از زر مگر / بود در تبریز بدرالدین عمر
قرض کو تھا نو ہزار اس پر مگر / اس جگہ تھا ایک بدر الدین عمر
محتسب بود او بدل بحر آمدہ / ہر سر مویش یکے حاتم کدہ
محتسب تھا وہ مگر بحر سخا / بال بال اس کا تھا اک حاتم بنا
حاتم ار بودے گدائے او شدے / سر نہادے خاک پائے او شدے
ہوتا حاتم اس کا اک ادنیٰ گدا / سر ٹیکتا ۔ ہوتا اس کی خاک پا
گر بدادے تشنہ را بحر زلال / در کرم شرمندہ بودے زاں نوال
بخشتا پیاسے کو گر بحر زلال / اس کرم سے ہوتا اس کو انفعال
ور بکردے ذرہ را مشرقے / بودے آں در ہمتش نالائقے
کرتا ذرے کو جو مشرق سے کمال / اس کی بخشش کے نہ تھا شایان شان
بر امید او بیامد آں غریب / کو غریباں را بُدے خویش و قریب
آیا لیکر امید پر اس کی غریب / تھا غریبوں کا وہ غمخوار و قریب

دخل بندد فوق در شاہوار	پس ز طین بگریزد او ابلیس وار
موتی پر کیچڑ وہ دیکھے بے شمار	بھاگ گئے مٹی دیکھ کر ابلیس وار[1]
کان بلیس از تن و طین کور و کر	گاو کے داند کہ در گل گوہرست
خاک کے پردے سے ہے شیطان بیخبر	گائے کیا جانے کہ ہے گل میں گہر
اِهْبِطُوا افگند جاں را در حضیض	از نمازش کرد محروم آں محیض
اهبطوا سے روح ہے پستی نواز	حیض کر دیتا ہے محروم نماز
اے رفیقاں زیں مقیل و زاں مقال	اتقوا ان الهوی حیض الرجال
دوستو ہشیار رہنا دیکھنا	حیض ہے مردوں کا یہ حرص و ہوا
اهبطوا افگند جاں را در بدن	تا بگل پنہاں بود در عدن
اهبطوا نے جسم میں ڈالی ہے جاں	خاک میں دُرِّ عدن تا ہو نہاں
تاجرش داند ولیکن گاو نے	اہل دل دانند ہر گل کاو نے
تاجر اس کو جانے جانے گائے کیا	اہل دل جانیں نہ جانے [illegible]
ہر گلے کاندر دلِ او گوہر نیست	گوہرش غماز طین دیگریست
دل میں جس مٹی کے پنہاں ہے گہر	کہتا ہے جوہر یہ ہے خاک دگر
واں گلے کز رش حق نورے نیافت	صحبت گلہائے پر در بر نیافت
کھیتی نہ جس مٹی پہ بارش نور کی	صحبت گل سے رہی محروم ہی

این سخن پایاں ندارد ہوش ما
بات یہ بے انتہا ہے اور ہوش [illegible]
ہست بر لبہا چو در در گوش ما
مثل [illegible] گوش سے لب پر چڑھا

[1] یعنی جس طرح ابلیس حضرت آدم کا خاکی پتلا دیکھ کر بھاگا تھا۔

یک سواره تاخت تا قلعه بکر | تا در قلعه ببستند از حذر

حملہ کر کے قلعے تک تنہا گیا | بند دشمن نے کیا در خوف سے

زهره نه کس را که پیش آید به جنگ | اهل کشتی را چه زهره با نهنگ

کسی کی نہ تھی جرأت آن سے جو ہو مرد جنگ | کشتی والے کیا لڑیں آگے نہنگ سے

روی آورد آن ملک سوی وزیر | که چه چاره است اندرین وقت ای مشیر

شاہ نے منہ پھیر کر سوئے وزیر | بولو کیا اب تدبیر کیا ہے اے مشیر

گفت آن که ترک گویی مکر و فن | پیش او آیی به شمشیر و کفن

بولا وہ - اب چھوڑ سب مکر و فن | اس کے آگے لے کے جا تیغ و کفن

گفت آخر نه که او مردیست فرد | گفت منگر خوار در فردی مرد

شہ بولا تھا - بولا وہ تنہا ہے مرد | بولا - خوار اس کو نہ جانو - گو ہے فرد

چشم بگشا قلعه را بنگر نکو | همچو سیماب است لرزان پیش او

کھول آنکھ اور دیکھ قلعے کو ذرا | پارے کی صورت ہے کیسا کانپتا

بر سر زین آن چنان محکم نشست | گوییا شرقی و غربی با وی است

زین پر مضبوط کیا بیٹھا ہے وہ | ساتھ شرق و غرب کو رکھتا ہے وہ

چند کس همچون فدایی تاختند | خویشتن را پیش او انداختند

جوں فدائی چند کس آگے بڑھے | اور آن سے بالمقابل آ گئے

هر یکی را او بگرزی می فگند | سرنگون شان را اندر اقدام سمند

وہ گرا دیتا سب کو اک اک گرز سے | اوندھے منہ گر پڑتے تھے گھوڑے کے

داده بود او را صنیع حق جمعیتی | که همی زد یک تنه بر امتی

حق نے دی جمعیت دل ان کو تھی | مقابلہ وہ لشکر پہ تنہا اک آدمی

۱ـ یعنی وہ جو بیان اس کے حوالے کرتے ہیں

۲ـ یعنی وزیر بولا

چشم من چون بر پشت آن شاہ بود | کثرت اعداد از چشمم فتاد

جب سے میں نے دیکھی شکل اس شاہ کی | کثرت اعداد نظر دل سے گری

اختران بسیار و خورشید از یکیست | پیش او بنیاد ایشان مندکیست

بے شمار اختر مگر ایک آفتاب | اس کے آگے ان کی ہستی جوں حباب

گر ہزاران موش پیش آرند سر | گربہ را نے ترس باشد نے ضرر

سر نکالیں بھی ہزاروں موش اگر | ڈر ہو بلی کو نہ پہنچے کچھ ضرر

گر بہ پیش آیند موشان اے فلان | نیست جمعیت درون جان شان

جو ہو سکتے آگے آئیں گر اے ہمنشیں | جان میں ان کی تو جمعیت نہیں

ہست جمعیت بصورت در فشار | جمع معنی خواہ ہین از کردگار

ہے یہ جمعیت نرے دل ظاہری | مانگ لے اللہ سے جمع باطنی

نیست جمعیت ز بسیاری جسم | جسم را بر باد قائم دان چو اسم

ہوں کئی گر جسم جمعیت کہاں | ہے ہوا پر جسم مثل اسم ہاں

در دل موش ار بدے جمعیتے | جمع گشتے چند موش از حمیتے

ہوتی جمعیت جو دل میں چوہوں کے | جمع ہوتے چند غیرت سے چوہے

بر زدندے خویش را بر گربہ | ہر یکے بر جستے زدندے حربہ

ان سے جا پڑتے کسی بلی پہ سب | اور چلاتے اپنا اپنا حربہ سب

بر زدندے چون فدائی حملہ | خویش را بر گربہ بے مہلہ

کرتے یوں جان توڑ حملہ سبھی | اس کو حملے کا نہ ملتا وقت ہی

آن یکے چشمش بکندے از ضرب | وان دگر گوشش دریدے ہم بتاب

ایک تو ناخن سے آنکھیں پھوڑتا | کان اس کے کاٹ لیتا دوسرا

وان دگر سوراخ کردے پہلوش | از جماعت گم شدے بیرون شوش

چھید دیتا کوئی اس کی پسلیاں | پھر نہ بلی بھاگ سکتی ہے کہاں

لیک جمعیت ندارد جان موش	بجهد از جانش ز بیم گربه هوش
ایسی جمعیت نہیں چوہوں میں	خوف سے بلی کے اس کے ہوش اڑیں
گر بود اعداد موشان صد هزار	خشک گردد از یکی گربه نزار
لاکھ چوہے بھی اگر ہوں بیش و کم	ڈر سے بلی کے ہو ان کا خشک دم
از رمهٔ انبه چه غم قصاب را	انبهی هش چه بندد خواب را
گلہ نہیں ریوڑ کا غم قصاب کو	ہوش کی کثرت نہ روکے خواب کو
مالک الملک است جمعیتش دهد	شیر را تا بر رمهٔ گوران جهد
حق سے ہی جمعیت ہے پاتی شیر نے	گورخر کے گلے پر حملہ کرے
ورنه با قیشان بسازد زیر شیر	کس نیارد گفتنش از راه برت
ول ہیں کرتا ہے نہیں زیر شیر	کوئی کہہ سکتا نہیں جا شیر تو
صد هزاران گور ده شاخ و دلیر	چون عدم باشند پیش صول شیر
لاکھوں وہ شاخدار پیادہ گورخر	نیست ہوں حملہ کرے جب شیر نر
مالک الملک است بدهد ملک حسن	یوسفی را تا بود چون ماه حسن
جس کو مالک چاہے ملک حسن دے	یا کسی یوسف کو وہ ہو ماہ چاند سے
در رخی بنهد شعاع اختری	تا شود شاهی غلام دختری
کسی رخ میں رکھے تاب اختر کا کام	بادشہ ہو ایک دختر کا غلام
بنهد اندر روی دیگر نور خود	که ببیند نیم شب هر نیک و بد
دوسرے رخ میں وہ نور اپنا رکھے	نیم شب جو نیک و بد کو دیکھ سکے
یوسف و موسیٰ ز حق بردند نور	در رخ و رخسار و در ذات الصدور
یوسف و موسیٰ نے پایا حق سے نور	نور رخسار و نور شرح نور صدور
روی موسیٰ بارقی انگیخته	پیش رو او توبره آویخته
نور تجلی کا رخ موسیٰ میں کھلا	جس سے کہ او پر ایک پردہ کھنچا پڑا

نورِ رویش آنچنان بربودے بصر ۔ کہ زمرد از دو چشمِ مارِ کر

نور اُس کا چمکتا تھا نظر کو اس طرح ۔ سانپ کی آنکھیں زمرد جس طرح

او ز حق درخواستہ تا توبرہ ۔ گردد آن نورِ قوی را ساترہ

حق سے موسیٰ نے تھا چاہا توبرا ۔ تاکہ اس نور قوی کو سکے چھپا

توبرہ گفت از گلیمت ساز ہین ۔ کان لباسِ عارفی آمد امین

اپنی کملی سے بنا لے توبرا ۔ ہے یہ لباس عارفی ۔ بولا خدا

کان کسا از نور صبر یافتہ است ۔ نورِ جان در پود و تارش تافتہ است

نور کو ہو صبر اس میں ہے کمال ۔ اس کے تار و پود میں ہے نورِ جاں

جز چنین خرقہ نخواہد شد صوان ۔ نور ما را بر نتابد غیر آن

ہے یہی خرقہ نگہبان نور کا ۔ اٹھ سکے کوئی نہ تاب اس کے سوا

کوہِ قاف ار پیش آید بہر سد ۔ ہمچو کوہ طور نورش بر درد

کوہ قاف آئے جو اس کے سامنے ۔ پھاڑ ڈالے نور مثل طور اسے

از کمال قدرت ابدان رجال ۔ یافت اندر نور بیچون احتمال

قدرت کامل سے تن انسان کا ۔ نور کو اندر کے لیتا ہے اٹھا

آنکہ طورش بر نتابد ذرہ ۔ قدرتش جا سازد از قارورہ

ذرے کی ہی سے طور کے بس ہوش اڑیں ۔ چاہے قدرت کہ رہے قندیل میں

آنکہ طورش بر نتابد اے کیا ۔ ذرہ اندر زجاجہ ساخت جا

جس کے اک ذرے سے تھک جائے طور ۔ گھر بنا لے اپنا وہ قندیل میں

گشت مشکوٰۃ و زجاجی جائے نور ۔ کہ ہمی درد ز نورش قاف و طور

وہ سمائے شیشے کی قندیل میں ہاں ۔ جس سے قاف و طور کے ٹکڑے ہوں

لہ یعنی حضرت موسیٰ کے چہرے کا نور دیکھنے والے کی آنکھ کو اس طرح اچک لیتا تھا جس طرح زمرد سانپ کی آنکھیں اندھی کر دیتا ہے ۔ تہ یعنی کملی سے ۔

چشمشان مشکوٰۃ دان این زجاج	تافتہ بر عرش و افلاک این سراج
آنکھ ان کی ہے قندیل جان ان کی زجاج	چمکا عرش و چرخ پر ہے یہ سراج
نورشان حیران این نور آمدہ	چون ستارہ زین ضحیٰ فانی شدہ
ان کا نور اس نور سے حیران ہوا	جوں ستارہ مہر سے وہ چھپ گیا
زین حکایت کرد آن ختم رسل	از ملیک لا یزال لم یزل
ذکر یہ فرماتے ہیں مصطفیٰ	بادشاہ لم یزل قیوم کا
کہ نگنجیدم در افلاک و خلا	در عقول و در نفوس با علیٰ
میں سمایا ہی نہیں افلاک میں	اور نہ ارواح و عقول پاک میں
در دل مومن بگنجیدم چو ضیف	بی ز چون و بی چگون و بی ز کیف
میں دل مومن میں لیکن بس گیا	مثل اک مہماں کے بے چون و چرا
تا بدلالی آن دل فوق و تحت	یابد از من پادشاہی ہا و بخت
زیر و بالا اس کی دلالی سے ہاں	دل سے شاہی مجھ سے پاتی ہے کہاں
بے چنین آئینہ این خوبی من	بر نتابد ہم زمین و ہم زمن
چھوڑ اس آئینے کے میری خوبیاں	کب اٹھائیں یہ زمیں یا یہ زماں
ہر دو کون آسیب رحم تا عظیم	بس عریض آمد پر از نعیم
دو جہاں پہ رحم ہم نے کر دیا	چھوڑا چھلکا اک بنایا آسما
ہر دمی زین آئینہ پنجاہ عرس	بشنو آئینہ و لے شرحش مپرس
شاد رکھے ہر گھڑی یہ آئینہ	آئینہ سن پوچھتا ہے شرح کیا
حاصل آن کز لبس خود پردہ ساخت	کہ نقوش او قمر را می شگافت
اپنی ہی پوشاک سے پردہ لیا	نور وہ ورنہ قمر کو پھاڑتا
گر نبودی پردہ ز غیب لباس او	پارہ گشتی ور نبودی کوہ و دنو
پردہ گر ہوتا لباس غیر سے	ٹکڑے سب ہو جاتے پھٹ کے کوہ کے

زآہنیں دیوارہا نافذ شدے | تو برہ با نور حق چہ فن بُدے
پار ہوتا آہنی دیوار سے | تو برہ کیا حیلہ کرتا نور سے

گشتہ بود آں آئنہ صاف لفی | بود وقتے سوز خرقہ عارفی
ہو گیا تھا آئنہ پہلے فنا | خرقہ سوز عارفی کا ہو چکا

گشتہ بود آں آئنہ ستار نور | زانکہ بود از خرقہ یک با حضور
ہو گیا تھا آئنہ ستار نور | اور وہ تھا ایک خرقہ با حضور

زاں شود آتش رہین سوختہ | کوست با آتش زلیش آموختہ
سوختہ کی رہین ہے آگ اس لئے | آگ کا خوگر ہوا وہ قبل سے

در ہوائے عشق آں نور رشاد | خود صفورا[1] ہر دو دیدہ باز داد
یہ ہے ایسا نور جس کے عشق میں | خود صفوراؑ اپنی دونوں آنکھیں دیں

اولا بر بست یک چشم و بدید | نور روئے او و یک چشمش پرید
آنکھ انہوں نے ایک پہلے بند کی | نور رخ دیکھا تو ایک آنکھ اڑ گئی

بعد ازاں صبرش نماند واں دگر | برکشاد و کرد خرج آں قمر
پھر رہیں بے صبر کھولی دوسری | وہ بھی لیکن اس قمر کی نذر کی

ہمچناں مرد مجاہد ناں دہد | چوں بروزد نور طاعت جاں دہد
جیسے پہلے اک مجاہد نان دے | نور طاعت کا پڑے تو جان دے

پس زنے گفتش کہ چشم عبہری | چوں ز دستت رفت حسرت می خوری
ایک عورت نے کہا آنکھیں تری | ہو گئیں حسرت ہے آہ! آنکھیں نرگسیں

گفت حسرت میخورم کہ صد ہزار | دیدہ بودے کہ ہمی کردم نثار
ہو لیں حسرت ہے کہ آنکھیں صد ہزار | ہوتیں گر تو سب کو کرتی نثار

[1] حضرت موسیٰؑ کی زوجہ محترمہ۔

روزن چشمم ز مہ ویران شد است	لیک سر چون گنج در ویران نشست
آنکھ کا روزن تو ہوا ویران تو کیا	یا وہ میرا گنج ویرانہ بنا
کے گذارد گنج کین ویرانہ ام	یاد آرد از وثاق و خانہ ام
گنج کب چھوڑیگا ویرانہ میرا	یاد کرے منزل اور خانہ میرا
حق شنید این شیخ شکش باز داد	دید موسیٰ را ز نورش ساز داد
حق سے سنکر دونوں آنکھوں	دید موسیٰ کے دہ قابل ہو گئیں
از عطای ایزدی پنہان شد	از خروج گنج خاص ویران شد
پھر تو وہ آنکھ کی روشن ہو گیا	کھلا جب گنج خاص سے قائم رہا
نور عشقے پاکی و فضل غفور	در خانہ سے و شباک پر قصور
جلتے جیسے یوسف تو ان سے گھر کا نور	روزنوں سے جاتا ہر گھر میں ضرور
پس بگفتندے درون خانہ	یوسف است این سو ببیران گرد
اور کہیں پس اچھے گھر میں کہتے	اس طرف سے حضرت یوسف گئے
زانکہ سو جلوہ دید ہے شعاع	حکم کردند پیش اصحاب بقاع
کیونکہ دیکھا جو روزن سے شعاع	اہل خانہ کو پتہ ملتا تھا تب
خانہ ایش سو بسو اسپان طرف	وار داز سیران یوسف این شرف
جس مکان کا ہے دریچہ اس طرف	سیر یوسف سے وہ پاتا ہے شرف
پس دریچہ سوئے یوسف باز کن	از شگافش فرجہ آغاز کن
تو دریچہ سوئے یوسف کو دل سے	اور اس روزن سے لطف سیر لے
عشق ورزی آن دریچہ کردن است	کز جمال دوست دیدہ روشن است
عشق کرنا ہے دریچہ کھولنا	آنکھ میں ہے نور حسن یار کا
پس ہمیشہ سوئے معشوقہ نگر	این بدست تست بشنو اے پدر
پس ہمیشہ دیکھ رو سے یار پر	ہے یہ تیرے ہاتھ میں سن اے پسر

لہ پیش لہ یحوکول

راہ کن در اندرونہا خویش را ۔ دور کن ادراک دور اندیش را

راہ کر لوگوں کے دل میں شاد ہو ۔ دور کر ادراک دور اندیش کو

کیمیا داری دوائے پوست کن ۔ دشمناں را زیں صناعت دوست کن

کیمیا ہے پاس تیرے کر دوا ۔ اس ہنر سے یار دشمن کو بنا

چوں شدی زیبا بداں زیبا رسی ۔ کو رہاند روح را از بیکسی

ہو گا جب زیبا تو زیبا سے ملے ۔ بیکسی سے روح تیری بچ رہے

پرورش مر باغ جانہا را نمش ۔ زندہ کردہ مردۂ غم را دمش

باغ جاں شاداب اس کے نم سے ہے ۔ مردۂ غم زندہ اس کے دم سے ہے

نے ہمہ ملک جہاں دوں دہند ۔ صد ہزاراں ملک گوناگوں دہند

سمجھ کو یہ دنیا کے دوں کب دیگا وہ ۔ لاکھ ملک مختلف بخشے گا وہ

بر سر ملک جہانش داد حق ۔ ملکت تعبیر بے درس و سبق

حق نے یوسف کو دیا ملک جہاں ۔ کشور تعبیر بھی دی بے مثال

ملکت حسنش سوئے زنداں کشید ۔ ملکت علمش سوئے کیواں کشید

حسن کا ملک اس کو زنداں لے گیا ۔ علم لیکن سوئے کیواں لے گیا

شہ غلام او شد از علم و ہنر ۔ ملک علم از ملک حسن آسودہ تر

علم سے شہ ہو گیا اس کا غلام ۔ علم بہتر حسن سے ہے لا کلام

وظیفہ لینے والے مقروض درویش کی حکایت

آں غریب ممتحن از بیم وام ۔ اندر آمد سوئے آں دار السلام

قرض کے ڈر سے وہ بیچارہ گدا ۔ سوئے صدر تبریز میں واصل ہوا

۱؎ یعنی خاکساری خاک اکسیر سے کم نہیں ٭

۲؎ ستارۂ زحل جو ساتویں آسمان پر ہے ٭

شد سوی تبریز و کوی گلستان — خفته امیدش فراز گلستان

تھا وہ تبریز ایک ایسا گلستاں — پھولوں پر امید تھی راحت کناں

زد ز دار الملک تبریز سنی — بر امیدش روشنی بر روشنی

خطۂ تبریز میں جا اسے سعید — لے جا اس کے پاس تو روشن امید

جانش خندان شد از آن روضۂ رجال — از نسیم یوسف مصر خیال

اس چمن سے غنچۂ جان کھل گیا — آئی یوسف کی نسیم دلفزا

گفت یا حادی انخ لی ناقتی — جاء اسعادی و طارت فاقتی

بولا اے حادی[1] بٹھا ناقہ مرا — آئی خوش بختی گیا فاقہ مرا

ابرکی یا ناقتی طاب الامور — ان تبریزا مناخات الصدور

بیٹھ ناقے! بن گیا ہے میرا کام — راز سینہ کھلنے کا ہے یہ مقام

اسرحی یا ناقتی حول الریاض — ان تبریزا لنا نعم المفاض

گرد گلزاروں کے چر ناقے مرے — یہ مقام فیض ہے اپنے لیے

ساربانا بار بگشا ز اشتران — شہر تبریز است و کوی گلستان

کھول دے اونٹوں کا بار اے ساربان — یہ تو ہے تبریز گویا گلستان

فر فردوسیست این پالیز را — شعشعۂ عرشیست این تبریز را

شان فردوسی ہے اس پالیز[2] میں — عرش کی ہے روشنی تبریز میں

ہر زمانے موج روح انگیز جان — از فراز عرش بر تبریزیان

ایک موج روح افزا ہر زماں — عرش سے تبریزیوں پر ہے رواں

چون وثاق محتسب جست آن غریب — خلق گفتندش کہ بگذشت آن حبیب

جب گدا کو محتسب کا گھر ملا — لوگ بولے۔ وہ تو پیارا مر گیا

۱؎ حادی خواں یعنی گیت گانے والا ساربان۔

۲؎ خربوزے۔ تربوز اور ککڑی کا کھیت۔

او پریر از دار دنیا نقل کرد — مرد و زن در واقعۂ او روئے زرد
پرسوں وہ دنیا سے رحلت کر گیا — زرد رو ہر مرد و زن غم سے ہوا

رفت آں طاوس عرشی سوئے عرش — چوں رسید از ہاتفانش بوئے عرش
وہ گیا طاؤس عرشی سوئے عرش — پہنچی جب ہاتف سے اس کو بوئے عرش

سایہ اش گرچہ پناہ خلق بود — در نوردید آفتابش زود زود
سایہ اس کا گو پناہ خلق تھا — مہر نے تہ اس کو جلدی کر دیا

راند او کشتی ازیں ساحل پریر — گشتہ بود آں خواجہ زیں تخمہ سیر
پرسوں اس ساحل سے کشتی لے گیا — خواجہ اس تخمے سے دل سیر تھا

نعرہ زد مرد و بیہوش اوفتاد — گوئیا او نیز در پے جاں بداد
نعرہ مارا اس نے غش کھا کر گرا — وہ بھی گویا اس کے پیچھے مر گیا

پس گلاب و آب بر رویش زدند — ہمرہاں بر حالتش گریاں شدند
پس گلاب و آب چھڑکا لوگوں نے — اور اس کے حال پر رونے لگے

تا بشب بیہوش بود و بعد ازاں — نیم مردہ باز گشت از غیب جاں
رات تک بیہوش تھا اور بعد ازاں — نیم مردہ غیب سے لوٹ آئی جاں

مخلوق پہ اعتماد سے درویش کی توبہ.

چوں بہوش آمد بگفت اے کردگار — مجرمم بودم بخلق امیدوار
ہوش میں آیا۔ کہا پروردگار! — میں ہوں مجرم خلق سے امیدوار

گرچہ خواجہ بس سخاوت کرد و جود — ہیچ از کفو عطائے تو نبود
گو بہت جود و سخا خواجہ نے کی — تیری بخشش کے مقابل کچھ نہ تھی

لہ یعنی اس کی عمر کے دن جلد گزر گئے۔

دو کلہ بخشید تو سر پُر خرد	او قبا بخشید تو بالا و قد
اس نے ٹوپی۔ تو نے سر پُر از خرد	اس نے تو بخشی قبا پر تو نے قد
او زرم داد و تو دست زر شمار	او ستورم داد و تو عقل سوار
اس نے سونا۔ تو نے دست زر شمار	اس نے گھوڑا تو نے دی عقل سوار
خواجہ شمعم داد و تو چشم قریر	خواجہ لقمہ داد و تو طعمہ پذیر
شمع اس نے۔ تو نے تحفہ آنکھ کا	لقمہ اس نے۔ تو نے منہ کھانی غذا
او وظیفہ داد و تو عمر و حیات	وعدہ اش زر وعدۂ تو طیبات
گر وظیفہ اس نے تو نے دی حیات	اس کا وعدہ زر کا۔ تیرا طیبات[۱]
او وثاقم داد و تو چرخ و زمیں	در وثاقت او و صد چوں او رہیں
اس نے گھر۔ تو نے دیئے چرخ و زمیں	تیرے گھر میں سینکڑوں اس جیسے رہیں[۲]
آنچہ داد او لیک ہم از تو داد	کز دل او دست ورا کردی تو راد
اس نے اسے شاہا تجھ سے سب لیکر دیا	تو نے اس کے دست و دل کو دی سخا
زر از آن تست و زر نافرید	نان از آن تست نانش از تو رسید
زر ترا۔ اس کا نہیں زر بے گماں	نان تیری۔ تو نے بخشی اس کو نان
آں سخا و رحم ہم تو دادیش	کز سخاوت می فزودی شادیش
اس کو جود و رحم بھی تو نے دیا	اور سخاوت سے اسے شاداں کیا
من چو می گیرم ہمہ تو می دہی	بار منت بر کسے کے می نہی
کیا کہوں میں اب سبھی کچھ تو ہی دے	بار احساں کا کسی پر کب دھرے
من مر او را قبلہ خود ساختم	قبلہ ساز اصل را نشناختم[۳]
میں نے اس کو اپنا قبلہ کر لیا	اصل قبلہ ساز سے جاہل رہا

۱؎ ستھری پاکیزہ چیزیں ۲؎ یعنی اس جیسے
۳؎ گلہ کردی

ما کجا بودیم کین دیّان دین ‌ ‌ | ‌ ‌ عقل می کارید اندر ماء و طین
ہم کہاں تھے۔ مالک روز جزا ‌ ‌ | ‌ ‌ آب و گل میں عقل بوتا جب ہو رہا

چون همی کرد از عدم گردون پدید ‌ ‌ | ‌ ‌ وین بساط خاک را می گسترید
جب عدم سے آسمان پیدا کیا ‌ ‌ | ‌ ‌ اور بچھایا یہ بچھونا خاک کا

ز اختران می ساخت او مصباح[1] ها ‌ ‌ | ‌ ‌ در طبایع قفل با مفتاح ها
جب بنائے اس نے تاروں سے دیئے ‌ ‌ | ‌ ‌ طبع[2] میں قفل اور کنجی رکھ دیئے

اے بسا بنیاد ها پنهان و فاش ‌ ‌ | ‌ ‌ مضمر این سقف گردون بی فراش
لاکھوں ہی بنیادیں پنہان و عیاں ‌ ‌ | ‌ ‌ اس زمین و آسمان میں ہیں نہاں

آدم اصطرلاب[3] گردون علوست ‌ ‌ | ‌ ‌ وصف آدم مظهر آیات اوست
آدم اصطرلاب ہے چرخ اوج کا ‌ ‌ | ‌ ‌ وصف آدم مظہر وصف خدا

هر چه در وی می نماید وصف اوست ‌ ‌ | ‌ ‌ همچو عکس ماه اندر آب جوست
ہے جو کچھ آدم میں ہے وصف خدا ‌ ‌ | ‌ ‌ عکس ندی میں ہو جیسے ماہ کا

بر سطرلابش نقوش عنکبوت ‌ ‌ | ‌ ‌ بهر اوصاف ازل دارد ثبوت
نقش ہیں جو آدمی اصطرلاب کے ‌ ‌ | ‌ ‌ ان سے اوصاف ازل ثابت ہوئے

تا ز چرخ غیب و از خورشید روح ‌ ‌ | ‌ ‌ عنکبوتش درس گوید با شروح
نکلے مہر روح چرخ غیب سے ‌ ‌ | ‌ ‌ عنکبوت[4] اس کو شرح درس دے

عنکبوت این سطرلاب رشاد ‌ ‌ | ‌ ‌ بے منجم در کف عام اوفتاد
عنکبوت ایسے ہی اصطرلاب کی ‌ ‌ | ‌ ‌ بے منجم عام کے ہاتھ آ گئی

[1] چراغ + [2] یعنی طبیعتوں میں دانائیاں رکھ کر قفلوں اور انکا کام دیئے مع کنجیوں کے + [3] ستاروں کے حالات معلوم کرنے کا آلہ +
[4] اصطرلاب کا ایک حصہ جس پر اس کے احکام درج ہوتے ہیں +
[5] عقل سے مراد ہے +

انبیاء را داد حق تنجیم این	غیب را چشمی بباید غیب بین
انبیاء کو حق نے یہ تعلیم[1] دی	غیب میں ہے آنکھ ناظر غیب کی
در چه دنیا فتادند این قرون	عکس خود را دید هر یک چه درون
چاہ دنیا میں یہ اسلاف آ پڑے	عکس اپنا ہی کنوئیں میں دیکھ کے
عکس در چه دید و از بیرون ندید	همچو شیر گول اندر چه دوید
شیر سا وہ لوح[2] چہ میں گر پڑا	عکس دیکھا چہ نہ باہر سے ذرا
از برون دان هرچه در چاهت نمود	ورنه آن شیری که در چه شد فرود
چاہ میں جو کچھ ہے باہر جان اُسے	ورنہ کیوں شیر آتا اندر چاہ کے
برد خرگوشیش از ره کای فلان	در تگ چاه است آن شیر ژیان
اس کو اک خرگوش نے بہکایا ہاں	چاہ کے اندر ہے وہ شیر ژیاں
در رو اندر چاه و کین از وی بکش	چون ازو غالبتری سر برکشش
چاہ میں جا اور بدلہ اُس سے لے	ہے جو غالب تو سر اس کا توڑ دے
آن مقلد سخرهٔ خرگوش شد	وز خیال خویشتن پرجوش شد
وہ مقلد سخرۂ خرگوش تھا	اور اپنی دُھن میں بس پُرجوش تھا
او نگفت این نقش داو آب نیست	این بجز تقلیب آن قلاب نیست
وہ نہ بولا یہ نہیں نقش آب کا	یہ اُلٹنا کام ہے قلّاب[3] کا
تو هم از دشمن چه کینه می‌کشی	ای زبون شش غلط در شش‌شی
تو عدو سے کینہ کیا لے ہے دلیل	خود غلط ہے شش جہت کے اندر ذلیل
آن عداوت اندرو عکس حق است	کز صفات قهر آنجا مشتق است
عکس حق ہے اس کے دل میں دشمنی	قہر کے اوصاف سے پھوٹی کلی

[1] یعنی ستارہ شناسی کی تعلیم ۔ [2] وہ شخص جس پہ نقش نہیں - احمق ۔

[3] اُلٹنے پلٹنے والا - حق تعالیٰ سے مراد ہے ۔

واں گنہ در وے ز عکس جرم تست — باید آں خو راز طبع خویش شست

جرم اس کا عکس تیرے جرم کا — طبع سے اپنی تو یہ خو دھو ذرا

خلق زشتت اندراں روئے نمود — مر ترا او صفحۂ آئینہ بود

اس میں تیرا خلق یہ ظاہر ہوا — صفحہ وہ تیرے لئے آئینے کا

چونکہ قبح خویش دیدی اے حسن — اندر آئینہ بر آئینہ مزن

آئینے میں دیکھا اپنے عیب کو — توڑنے سے کچھ بھلا آئینے سے نہ ہو

می زند بر آب استارہ سنی — خاک تو بر عکس اختر می زنی

اختر اپنا عکس ڈالے آب پر — تو گرائے عکس پر مٹی مگر

کیں ستارہ نحس در آب آمدست — تا کند مر سعد ما را زیر دست

ہے ستارہ نحس اندر آب کے — تا ہمارے سعد کو عاجز کرے

خاک از استیلا بریزی بر سرش — چونکہ پنداری ز شبہ اخترش

خاک اس کے سر پہ ڈالی اس لئے — مثل اختر چونکہ تو سمجھا اسے

عکس پنہاں گشت و سوئے چرخ راند — تو گماں بردی کہ آں اختر نماند

جب چھپا اختر نہ عکس اس کا رہا — تو یہ سمجھا وہ ستارہ چھپ گیا

آں ستارہ نحس ہست اندر سما — ہم بدانسو بایدش کردن دوا

ہے ستارہ نحس اوپر چرخ کے — اب دوا بھی اس کی کرنی چاہئے

بلکہ باید دل سوئے بے سوئے بست — عکس ایں سو عکس آں بے سو است

بے جہت جو ہے تو اس سے دل لگا — عکس ادھر کا عکس ہے اس سمت کا

داد و داد حق شناس و بخشش — عکس آں داد است اندر پنج و شش[١]

داد حق ہے جو کسی کو ہے ملا — پنج و شش میں عکس ہے اس داد کا

١ یعنی پنج حس میں کبھی اور شش جہت میں کبھی

گر بود داد خساں افزوں رنگ — تو بمیری واں بماند مردہ ریگ

داد ناکس ہو جو افزوں رنگ سے — تو مرے میراث آخر کو رہے

عکس آخر چند پاید در نظر — اصل بینی پیشہ کن اے کژنگر

عکس ٹھہرے گا نظر میں تا کجا — کج نگر! تو اصل پر نظریں جما

حق چو بخشش کرد بر اہل نیاز — با عطا بخشیدشاں عمرِ دراز

حق نے بخشش کی جو با اہل نیاز — ساتھ ہی بخشی انہیں عمرِ دراز

خالدیں شد نعمت و منعم علیہ — محیی الموتی ست فاجتازوا الیہ

نعمت منعم سے وہ بہرہ ور ہوئے — مُردے کو زندہ کرے ہے تو دوڑو اُسے

داد حق با تو درآمیزد چو جاں — آنچناں کاں تو باشی و تو آں

داد حق تجھ سے مثال جاں ملے — ایسے وہ تو تو ہے اور تو وہ ہے

گر نماند اشتہائے نان و آب — بدہدت بے ایں دو قوت مستطاب

روٹی پانی کی نہیں گر اشتہا — دیگا بے ان دو کے پاکیزہ غذا

فربہی گر رفت حق در لاغری — فربہی پنہانت بخشد آں سری

فربہی جاتی ہے جانے غم سے کیا — فربہی پوشیدہ بخشے گا خدا

چوں پری را قوت از بو می دہد — ہر ملک را قوت جاں می دہد

دیتا ہے جب پری کو وہ بو کی غذا — قوت جاں کرتا ہے فرشتوں کو عطا

جاں چہ باشد تا تو سازی زو سند — حق بعشق خویش زندہ‌ات می کند

جان کیا ہے جس سے سندیں تو لے — عشق سے اپنے خدا زندہ کرے

زو حیات عشق خواہ و جاں مخواہ — تو ازو آں رزق خواہ و ناں مخواہ

جا حیات عشق مانگ اور جاں نہ مانگ — رزق بے ناں مانگ اس سے ناں نہ مانگ

لہ بھوک ۔ خواہش ۔

خلق را چون آب دان صاف و زلال	اندرو تابان صفات ذوالجلال
جان سے خلقت کو جوں آب زلال	اس میں ہیں روشن صفات ذوالجلال
علم شان و عدل شان و لطف شان	چون ستارہ چرخ[۱] در آب روان
علم و عدل و لطف ان کا جان لے	پانی پر جیسے ستارے چرخ کے
پادشاہی زیبد آن خلاق را	پادشاہی ہمگان عاجز ورا
شاہی ہے شایان شان خلاق کے	سب کی شاہی عاجز اس کے سامنے
پادشاہان مظہر شاہی حق	فاضلان مرآت آگاہی حق
شاہ مظہر شاہی حق کے ہیں	فاضل آگاہی حق کے آئینے
قرنہا بگذشت و این قرن نویست	ماہ آن ماہ است آب آن آب نیست
اب ہے دور نو۔ گئیں صدیاں کئی	مہ وہ مہ ہے۔ پانی وہ پانی نہیں
عدل آن عدل است و فضل آن فضل ہم	لیک مستبدل شد آن قرن و امم
عدل بھی وہ ہے وہی ہے فضل بھی	پر زمانہ اور ہے لوگ اور ہی
قرنہا بر قرنہا رفت اے ہمام	وین معانی برقرار و بر دوام
گزری ہیں صدیوں پہ صدیاں اے ہمام	ان معانی کو ہے پر حاصل دوام
آب مبدل شد درین جو چند بار	عکس آن خورشید[۲] دائم برقرار
پانی اس ندی کا بدلا چند بار	عکس اس خورشید کا ہے برقرار
پس بنایش نیست بر آب روان	بلکہ بر اقطار عرض آسمان
آب جاری پر بنا اس کی کہاں	بلکہ آگے اس سے یعنی لامکاں
این صفتہا چون نجوم معنویست	دان کہ بر چرخ معانی مستویست
یہ نجوم معنوی کی خوبیاں	چرخ معنی پہ وہ یکساں ہے عیاں

[۱] آسمان مراد ہے۔

[۲] یعنی خورشید۔

خوبرویاں آئینہ خوبی او	عشق ایشاں عکس مطلوبی او
خوبرو آئینہ اس خوبی کا ہے	عشق اس کا عکس مطلوبی کا ہے
ہم باصل خود رود ایں خد و خال	دائما در آب کے ماند خیال
اصل کی جانب یہ جائیں خد و خال	کب ہے قائم رہتا پانی کا خیال
جملہ تصویرات عکس آب جوست	چوں بمالی چشم خود خود جملہ اوست
آب جو کا عکس تصویریں سبھی	آنکھ مل کر دیکھ سب کچھ ہے وہی
باز عقلش گفت بگذار ایں حول	خل دوشاب است و دوشاب است خل
عقل بولی۔ چھوڑ یہ دو بینی جو ہے	ہے دوشاب اک سرکہ سرکہ ہے دوشاب
خواجہ را از چشم ابلیس لعیں	منگر و نسبت مکن او را بطیں
خواجہ کو ابلیس کی تو آنکھ سے	دیکھ مت اور خاک سے نسبت نہ دے
خواجہ را جاں بیں مبیں جسم گراں	مغز او را بیں مبیں آں استخواں
جاں سمجھ خواجہ کو مت جسم گراں	مغز اس کو جان مت جان استخواں
خواجہ را چوں غیر گفتی در غرور	شرم دار اے احول از شاہ غیور
کیوں کہا غیر اس کو از راہ غرور	شرم کر بھینگے! وہ ہے شاہ غیور
خواجہ را کو در گذشت است از اثیر	جنس ایں موشان تاریکی مگیر
خواجہ تو گزرا ہے اوج چرخ سے	مت اندھیرے کے چوہوں جیسا اسے
ہمرہ خورشید را شپرہ مخواں	آنکہ او مسجود شد ساجد مداں
مہر کے ساتھی کو چمگادڑ نہ جان	جو ہوا مسجود اسے ساجد نہ مان
عکس ہا را ماند و ایں عکس نیست	در مثال عکس خود بجز و نیست
ہے تو وہ جوں عکس لیکن عکس کب	عکس کی صورت میں ہے وہ نیست اب
آفتابے دید شمع جامد نماند	روغن گل روغن کنجد نماند
شمع نے دیکھا جو مہر پھر جامد نہیں	روغن گل روغن کنجد نہیں

چوں مبدل گشتہ اند ابدالِ حق　　نیستند از خلق برگرداں ورق
ہو گئے تبدیل جب ابدالِ حق　　وہ نہیں مخلوق سے۔ الٹا ورق

قبلۂ وحدانیت چوں بود　　خاک مسجودِ ملائک چوں شود
قبلۂ وحدانیت کیونکہ ہو وہ　　سجدہ کیوں کرتے فرشتے خاک کو

چوں دریں جو دید عکسِ سیب مرد　　دامنش را زیدآں پر سیب کرد
دیکھا ندی میں جو جو تھا سیب کا　　سیب سے پھر مرد کا دامن بھرا

آں چہ در جو دید کے باشد خیال　　چونکہ شد از دیدنش پر صد جوال
دیکھا جو ندی میں وہ کب ہے خیال　　اس کے دیکھنے سے ہوا وہ مالا مال

عکس ہا را ماند و ایں نیست عکس　　در مثالِ عکس حق معنیست عکس
عکس کی سی ہے۔ ہے عکس سے ملتا ہوا　　یہ ہے معنی عکس میں حق کی شکل کا

تن بہ پیچ جہاں مکن بکم و صم　　کذبوا بالحق لما جاءہم
تن شہ دیکھا اور جہاں نہ کہہ بکم صم ہو تو　　غور سے پڑھ قولِ حق سے کذبوا[١]

ما رمیت اذ رمیت احمد بدہ است[٢]　　دیدنِ او دیدنِ خالق شدہ است[٣]
ما رمیت اذ رمیت احمد ہو سے　　دید حق ہوتی ہے ان کی دید سے

حق مر او را برگزید از انس و جاں　　رحمۃ للعالمیں خواند از آں
حق نے ان کو خلق سے افضل کیا　　رحمۃ للعالمیں فرما دیا

خدمتِ او خدمتِ حق کردن است　　روز دیدن دیدنِ ایں روزن است
ان کی خدمت خدمتِ حق ہے ملا　　دیکھ اس روزن کو گر ہے دیکھنا

[١] قولہ تعالیٰ فقد کذبوا بالحق لما جاءہم فسوف یاتیہم انبٰؤا ما کانوا بہ یستہزءون یعنی انہوں نے حق کو جھٹلایا جبکہ وہ ان کے پاس آیا سو قریب آ جاویں گی ان کو اس کی آگاہی جس کا یہ ٹھٹھا مارتے تھے۔ [٢] قولہ تعالیٰ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی یعنی جب تو نے تیر پھینکا تو تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔ [٣] حدیث شریف من رآنی فقد رای اللہ یعنی جس نے مجھ کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا۔

خاصہ این روزن درخشان از خود است — نے ذریعہ آفتاب و فرقد است

خاص یہ روزن کہ خود روشن ہوا — مہر یا فرقد[1] ذریعہ کب بنا

ہم از آن خورشید بر روزنے — لیک از راہ و سوئے معہودنے

اس میں ہے مہر حقیقی جلوہ گر — راہ و جانب سے ہے معین سے مگر

درمیان شمس و این روزن رہی — ہست روزن را از آن شہ آگہی

شمس اور روزن میں ہے اک راہ بھی — جس سے روزن کو نہیں ہے کچھ آگہی

تا اگر ابرے برآید چرخ پوش — اندرین روزن بود نورش بجوش

گھر کے آ جائے جو ابر چرخ پوش — نور روزن میں ہو ویسا پُر ز جوش

غیر این راہ و ہوائے شش جہت — درمیان روزن و خورہا الفت

قید راہ و باد و جنبا کی نہیں — مہر و روزن میں ہے الفت بالیقین

مدحت و تسبیح او تسبیح حق — میوہ می روید ز عین این طبق

اس کی تسبیح و ثنا ہے حمد خدا — اس طبق کی ذات سے میوہ اُگا

سیب روید زین طبق زو شد شگفتہ — عیب نبود گر نہی نامش درخت

اس سے تکڑہ اور بہت سے سیب اُگے — عیب کیا گر تو درخت اس کو کہے

این سبد[2] را تو درخت سیب دان — کز میان ہر دو رہ آمد نہان

اس سبد کو کہ تو نخل سیب مان — دونوں راہوں سے یہ آیا ہے نہاں

آنچہ روید از درخت بارور — زین سبد روید ہمان نوعے ثمر

جو درخت بارآور سے اُگے — اس سبد سے بھی وہی سب پھل لگے

پس سبد را تو درخت بخت بین — زیر سایہ این سبد خوش می نشین

پس سبد کو جان نخل اقبال کا — اس سبد کے زیر سایہ بیٹھ جا

۱؎ قطب شمالی کے پاس کا ایک ستارہ ۔

۲؎ ٹوکری ۔ ٹوکرا ۔

نان چو اطلاق آورد اے مہرباں | نان چرا میخواندش محمود خواں

نان سے دست آپ کھینچ لیجے با صفا | نان ست کہ کیو اُس سے ستھرو نیا

خاک رہ چون چشم روشن کرد و جان | خاک رہ را سرمہ بین و سرمہ دان

خاک رہ سے کی جو روشن آنکھ و جان | خاک رہ کو سرمہ دیکھ اور سرمہ دان

چون ز بوئے این زمین تا بد شروق | من چرا بالا کنم رو در عیوق

اس زمیں سے نور جب پیدا ہوا | کس لئے میں منہ کروں عیوق کا

شد فنا ہستش چو آب چشم شوخ | در شبے چو خشک کے ماند کلوخ

ہست ست کہ جب وہ فانی ہو گیا | خشک کب اس نہر میں ڈھیلا رہا

پیش این خورشید کے تابد ہلال | با چنین رستم چہ باشد زور زال

آسکے کب اس مہر کے آگے ہلال | ایسے رستم کے مقابل کیا ہو زال

طالب است و غالب است آن کردگار | تا ز ہستیہا بر آرد او دمار

طالب و غالب ہے رب العالمین | ہستیوں کو نیست کرتے یا لیقین

دو مگو و دو مخوان و دو مدان | بندہ را در خواجہ خود محو دان

دو نہ کہ اور دو نہ پڑھ اور دو نہ جان | بندے کو خواجہ میں اپنے محو مان

خواجہ ہم در نور خواجہ آفرین | فانی است و مردہ و مات و دفین

نور خواجہ آفریں میں خواجہ بھی | مردہ فانی اور ہے مدفون لے اخی!

چون جدا بینی ز حق این خواجہ را | گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

گر جدا دیکھے تو حق سے خواجہ کو | گم کرے گا متن اور دیباچے کو

چشم و دل را ہین گذارا کن ز طین | آن یکے قبلہ است و دو قبلہ مبین

چشم و دل کو آب و رنگ سے نکال | ایک قبلہ ہے نہیں دو کر خیال

ـلہ ایک تلخ دوا جو سقراط حکیم کی مسہل ہے ۔

ـلہ ایک نہایت سرخ رنگ اور بہت روشن ستارے کا نام جو کہکشاں کی داہنی جانب واقع ہے

چون دو دیدی ماندی از ہر دو طرف | آتشے در خف فتاد و رفت خف
دیکھے دو۔ تو دونوں جانب سے گیا | آگ لگ کر سوختہ فانی ہو گیا

گر عمر نامی تو اندر شہر کاش | کس نہ بفروشد بصد دانگت لواش
تو عمر گر خطۂ کاشان میں ہو | دے نہ کوئی تجھ کو نان سو دانگ کو

دو دیکھنے والا عمر کاشانی کی مانند ہے

چون بیک دکان بگفتی عمرم | این عمر را نان فروشید از کرم
اک دکان پر تو کہے ہیں جوں عمر | مول دے روٹی۔ کرم کی کر نظر

او بگوید رو بدان دیگر دکان | زین یکے نان کزین پنجاہ نان
وہ کہے جا۔ اک دکان ہے اور یاں | اس سے بہتر لے وہاں سے نان پچاس

گر نبودے احول و اندر نظر | او بگفتے نیست دکان دگر
صاف کہتا۔ گر نہ وہ ہوتا دو بیں | دوسری اس جا دکان ہرگز نہیں

پس زدے اشراق بر نا احولی | بر دل کاشی شدے عمر علی
پڑتی اس یک بینی کی وہ روشنی | وہ عمر کاشی کو ہو جاتا علی

این ازینجا گوید آن خباز را | این عمر را نان فروش اے نانوا
دوسرے پھر نانبائی سے کہا | اس عمر کو نان دے لے نانوا

چون شنید او ہم عمر انداخت لی | در کشید آن نان کہ ہست آن علی
سنتے ہی نام عمر نان کھینچ لی | اور کہا اس سے یہ ہے ملک علی

پس فرستادش بدکان بعید | نان ز پیشش رفت و اندر کشید
اک دکان پہ بھیجا پھر جو دور تھی | روٹی اس کے سامنے سے کھینچ لی

کہ عمر را نان دہ اے انباز من | راز یعنی فہم کن ز آواز من
بولا لے کہا آہا عمر کو نان دے | راز اس آواز سے تو جان لے

او بہشت از آنسو حوالت می کند	ہین عمر آمد کہ تا بر نان زند
وہ بہشتی جنت کو اور جانب بھیج دے	لو عمر آیا کہ روٹی پہ پڑے
چون بہ یک دکان عمر بودی برو	در ہمہ کاشان ز نان محروم شو
اک دکاں پہ جب عمر تو ہو گیا	سارے کاشاں میں نہ روٹی پائیگا
ور بہ یک دکان علی گفتی بگیر	نان ازینجا بے حوالہ بے زحیر
اک دکاں پہ گر کہا میں ہوں علی	نان یہیں جا سے بچے مل جائیگی
احول دو بین چو بی بہرہ ز نوش	احول صد بینی ای نان فروش
احول دو بیں کو تو ۔۔ سے کر دیا	احول صد بیں ہے تو اے بیچتا
اندرین کاشان خاک احولی	چون عمر می گرد چون نبوی علی[1]
کاشاں[1] خاک احولی میں اے اخی!	جوں عمر پھر گر نہیں ہے تو علی
ہست احول را درین ویرانہ دیر	گوشہ گوشہ نقل کن تو کم تبیر
کھینچگا تو اس دہر میں اے نیک نام	پھرتا رہتا ہے نہیں اک جا مقام
ور دو چشم حق شناس آمد ترا	دوست پر بین عرصۂ ہر دو سرا
حق شناس آنکھیں ملی ہیں گر تجھے	دو جہاں کو دوست اپنا جان لے
وا رہیدی از حوالہ جا بجا	اندرین کاشان پر خوف و رجا
جا بجا پھرنے سے تو بس چھٹ گیا	اس جہاں میں جو ہے پر خوف و رجا
اندرین جو غنچہ دیدی یا شجر	مثل آن ہم تو خیالش ظن مبر
دیکھا اس ندی میں غنچہ یا شجر	عاشق ندی پہ خیال اس کا نہ کر
کہ ترا از عین این عکس و نقوش	حق حقیقت کرد و دو بینی تو روش
نقش سے اس عکس کے تجھ پر اخی!	اصل وہ بینی کی حق نے کھول دی

[1] یعنی اس کاشان میں جہاں احولی پیدا ہوتی ہے ◆
[2] ا ۔۔۔

چشم از آن آب از حول حُر می شود	عکس می بیند سبد پُر می شود
آنکھ کی اس سے دو بینی چھٹ گئی	عکس دیکھا۔ ٹوکری اس کی بھری
پس یقینی باغ باشد این آب	پس مشو عریان بلقیس از حباب
آب کب ہے اصل میں ہے یہ چمن	ہو نہ عریاں مثل بلقیس حسن
بار گوناگون است بر پشت خران	هین بیک چوب این خران را تو مران
بار گوناگوں گدھوں پر ہے لدا	ایک لاٹھی سے نہ ہانکو ہر گدھا
بر یکی خر بار لعل و گوهر است	بر یکی خر بار سنگ مرمر است
ایک خر پر لعل و گوہر کا ہے بار	ایک خر پر سنگ مرمر کا ہے بار
بر همه جوها تو این حکمت مران	اندرین جو ماه بین عکسش روان
مت لگا سب نہروں پر یہ حکم ہاں	چاند ہے اس نہر میں سایہ کہاں
آب خضر ست این آب ام ودود	هر چه اندر وی ست شاهد حق بود
پانی ہے اس نہر کا آب بقا	بالیقیں اس میں ہے حق جلوہ نما
زین تنک جو ماه گوید من مهم	من نه عکسم هم حدیثم همرهم
چاند ندی سے کہے ہیں ماہ ہوں	عکس کب ہوں ہم سخن ہمراہ ہوں
اندرین جو هر چه بر بالاست هست	خواه بالا خواه پستی دار دست
نہر کے جو کچھ ہے اوپر ہست جان	خواہ اوپر۔ خواہ اندر ہست مان
اندر دگر جوها مگیر این جوئے را	ماه وار این جو تو هر جوئے را
اور نہروں کی طرح اس کو نہ جان	ماہ تو اس پر تو مہرو کر بیان
اندرین جو هر چه خواهی بین	از قلم و تاج و تخت و هم زمین
جو کچھ اس ندی میں چاہے دیکھ لے	دین سے [illegible] تاج و تخت سے
اندرین جو هر چه داری لو مراد	باز بین و شکر کن هر زیاد
جو کچھ اس ندی میں سمجھ ہر قسم مراد	دیکھ لو اس سے اور شکر کر تا ہو زیاد

جملہ مطلوبات خلق ہر دو کون	گشت موجود اندرو بے لیت و لون
دو جہاں کی خلق کے مطلب سبھی	اس میں ہیں موجود بے فرق سے ابھی
این سخن پایاں ندارد آں غریب	گریہ کرد از درد آں مرد لبیب
اس سخن کی حد نہیں کچھ - وہ غریب	روتا ہے اور کرتا ہے یاد حبیب

درویش کا قبر محتسب پر جا کر قصہ کہنا ۔

واقعہ آں وام او مشہور شد	پا مرد از درد او رنجور شد
جبکہ اس کے قرض کا چرچا ہوا	پا مرد اس درد سے گھٹنے لگا
از پئے توزیع گرد شہر گشت	وز طمع می گفت ہر جا سرگذشت
چندے کو وہ شہر میں پھرنے لگا	حرص سے کہتا تھا ہر جا ماجرا
ہیچ نا ورد از رہ کدیہ بدست	غیر صد دینار آں کدیہ پرست
بھیک سے اس کو ملا کچھ بھی نہیں	صرف سو دینار پائے ہمنشیں
پا مرد آمد بدو دستش گرفت	شد بگور آں کریم بس شگفت
ہاتھ سے پکڑا اسے غمخوار نے	اس سخی کی قبر پر دونوں گئے
گفت چوں توفیق یابد بندۂ	کو کند مہمانی فرخندۂ
بولا جب توفیق [illegible] سے بندے	وہ کسی فرخندہ کی دعوت کرے
مال خود ایثار راہ او کند	جان خود ایثار جاہ او کند
مال اس کی راہ میں سب صرف ہو	جاہ پر قربان کرے وہ جان کو
شکر او شکر خدا باشد یقیں	چوں باحسان کرد توفیقش قریں
شکر اس کا شکر حق کا ہے یقیں	جس نے احسان سے ہے توفیق دی
ترک شکرش ترک شکر حق بود	حق او لاشک بحق ملحق شود
ترک شکر اس کا ہے ترک شکر حق	حق سے ملحق ہے بلا شک اس کا حق

[illegible]

شکر می کن مر خدا را در نعم ‏ ‏ ‏ نیز می کن ذکر و شکر خواجہ ہم

نعمتوں میں شکر کر اللہ کا ‏ ‏ ‏ خواجہ کا بھی شکر کر تو برملا

رحمت مادر اگرچہ از خدا ست ‏ ‏ ‏ خدمت او ہم فریضہ است و سزا ست

اس کی رحمت گرچہ ہے اللہ سے ‏ ‏ ‏ فرض خدمت اس کی بھی ہے شان سے

زیں سبب فرمود حق صلوا علیہ ‏ ‏ ‏ کہ محمد بود محتاج الیہ

کہہ دیا بھیجو درود اللہ نے ‏ ‏ ‏ مستحق اس کے رسول پاک تھے

در قیامت بندہ را گوید خدا ‏ ‏ ‏ ہیں چہ کردی آنچہ من دادم ترا

حشر میں بندے سے پوچھیگا خدا ‏ ‏ ‏ میں نے جو تجھ کو دیا تھا کیا کیا

گوید اے رب شکر تو کردم بجاں ‏ ‏ ‏ چوں ز تو بود اصل آں روزی و ناں

وہ کہیگا شکر تیرا ہی کیا ‏ ‏ ‏ اصل تھی روزی کی تجھ سے اے خدا

گویدش حق نے نکردی شکر من ‏ ‏ ‏ چوں نکردی شکر آں اکرام فن

تو تھا ناشکرا یہ فرمائے خدا ‏ ‏ ‏ اُس سخی کا شکر تو نے کب کیا

بر کریمے کردۂ ظلم و ستم ‏ ‏ ‏ نے ز دست او رسیدت آں نعم

اس سخی پر تو نے کی جور و جفا ‏ ‏ ‏ اس سے نعمت کب ملی یہ کہہ دیا

چوں بگور آں ولی نعمت رسید ‏ ‏ ‏ گشت گریاں زار و آمد در نشید

اس سخی کی قبر پر جب وہ گیا ‏ ‏ ‏ رو دیا پیٹا اور یوں کہنے لگا

گفت اے پشت و پناہ ہر نبیل ‏ ‏ ‏ ہر سخا و غوث ہائے ابن السبیل

اے سخی و نیک کی پشت و پناہ ‏ ‏ ‏ اے مسافر کے انیس و امید گاہ

اے غم ارزاق ما بر خاطرت ‏ ‏ ‏ اے چو رزق عام احسان و برت

کتنا ہماری روزیوں کا غم تجھے ‏ ‏ ‏ مثل رزق احسان تیرے عام تھے

قولہ تعالیٰ۔ یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ یعنی اے ایمان والو!
اس پر درود اور سلام بھیجو جیسا کہ بھیجنا چاہیے۔

ای فقیران را عشیره و والدین	در خراج و خرج در افلاس و دین
تو گدا کا خویش تھا ماں باپ تھا	خرچ دیتا، قرض کرتا تھا ادا
ای چو بحر از بهر نزدیکان گهر	داده تحفه وز پی دوران مطر
پاس والوں کے لیے گوہر تھا	دور والوں کے لیے بارش بنا
پشت ما گرم از تو بود ای آفتاب	رونق هر قصر و هر گنج خراب
تجھ سے ہم کتنے گرم پشت اے آفتاب	رونق ہر خانہ و گنج خراب!
ای ندیده کس در ابرویت گره	ای چو میکائیل راد و رزق ده
کس نے دیکھی تیرے ابرو پہ گرہ؟	مثل میکائیل تو تھا رزق دہ
ای دلت پیوسته با دریای غیب	ای بقاف مکرمت عنقای غیب
غیب کے دریا سے تیرا دل ملا	قاف بخشش کا تھا عنقا برملا
یاد ناورده که از مالم چه رفت	سقف قصر همتت هرگز نکفت
یاد کب لایا کہ دولت کیا ہوئی	قصر ہمت کی نہ چھت ٹوٹی کبھی
ای من و صد همچو من در ماه و سال	مر ترا چون نسل تو گشته عیال
میری۔ مجھ سے سیکڑوں کی ماہ و سال	پرورش کی تو نے مانند عیال
نقد ما و جنس ما و رخت ما	نام ما و فخر ما و بخت ما
تو ہمارا نقد و جنس و رخت تھا	تو ہمارا نام و فخر و بخت تھا
تو نمردی لیک بخت ما بمرد	عیش ما و رزق مستوفی بمرد
بخت اپنا مر گیا تو کب مرا	رزق اور خوشیاں ہماری لے گیا
این همه از حق بُد و تو واسطه	در میان ما و حق تو رابطه
تھا یہ سب حق سے مگر تو واسطہ	ہم ہیں اور حق ہیں تو تھا اک رابطہ
واحد کالالف در رزم و کرم	صد چو حاتم گاه ایثار نعم
ایک تھا بزم کرم میں جوں ہزار	مثل صد حاتم ترا جود و نثار

حاتم از مُردہ بہ مُردہ می دہد
گردگانہائے شمردہ می دہد

دیتا ہے مُردے سے حاتم مُردے کو
اور گن کر دیتا ہے اخروٹ جو

تو حیاتے می دہی در ہر نفس
کز نفیسی می نگنجد در نفس

تو مگر دیتا ہے ہر گھڑی تازہ حیات
اور ایسی عمدہ اس کی کیا ہے بات

تو حیاتے می دہی بس پائدار
نقد زر بے کساد و بے شمار

زندگی دیتا ہے تو بس پائدار
نقد زر اور بے کساد و بے شمار

وارثے نابودہ یک خوئے ترا
اے فلک سجدہ کناں کوئے ترا

تیری خو کا کب کوئی وارث ہوا
تیرے کوچے کا فلک ساجد ہوا

خلق را از گرگ غم لطف شباں
چوں کلیم اللہ شبان مہرباں

گرگ غم سے تو چھڑاتا جوں شباں
مثل موسیٰؑ اک شبان مہرباں

حضرت موسیٰؑ سے بکری کا بھاگنا

گوسفندے از کلیم اللہ گریخت
پائے موسیٰؑ آبلہ شد نعل ریخت

بھاگی اک بکری کلیم اللہ سے
دوڑے وہ اور پاؤں میں چھالے پڑے

در پئے او تا بشب در جستجو
واں رمہ غائب شدہ از چشم او

جستجو میں اس کی وہ شب بھر رہے
ہو گیا غائب وہ ریوڑ آنکھ سے

گوسفند از ماندگی شد سست و ماند
پس کلیم اللہ گرد از وے فشاند

تھک کے بکری سست ہو کر رہ گئی
گرد پھر موسیٰؑ نے اس کی جھاڑ دی

کف ہمی مالید بر پشت و سرش
می نوازش کرد ہمچوں مادرش

پشت و سر پہ ہاتھ پھیرا آپ نے
مثل مادر مہرباں اس پر ہوئے

۱؎ بے رواج
۲؎ گلہ ریوڑ

نیم ذرہ تیرگی و خشم نے ｜ غیر مہر و رحم و آب چشم نے

وہ مطلق اس سے رنجیدہ نہ ہوئے ｜ رحم سے آنکھوں میں آنسو آ گئے

گفت گیرم بر منت رحمے نبود ｜ طبع تو بر خود چرا استم نمود

بولے مجھ پر تو نہ رحم آیا تجھے ｜ کیوں جفا کی تجھ پہ تیری طبع نے

با ملائک گفت یزداں آں زماں ｜ کہ نبوت را ہمی زیبد فلاں

اس گھڑی حق نے ملائک سے کہا ｜ اس کو زیبا ہے نبوت بخشنا

مصطفیٰ فرمود کہ خود ہر نبی ｜ کرد چوپانی چو برنا یا صبی

مصطفیٰ بولے چرائے بکریاں ｜ ہر نبی نے خواہ لڑکا یا جواں

بے شبانی کردن و آں امتحاں ｜ حق ندادش پیشوائی جہاں

بے شبانی اور بغیر امتحاں ｜ حق نے کب دی پیشوائی جہاں

تا شود پیدا وقار و صبرشاں ｜ کردشاں پیش از نبوت حق شباں

تاکہ پیدا ہو وقار و صبر ان کا ｜ حق نے کیا پہلے نبوت سے شباں

گفت سائل کہ تو ہم اے پہلواں ｜ گفت من ہم بودہ ام دہرے شباں

بولا سائل آپ بھی اے مصطفیٰ ｜ بولے ہاں میں بھی مدتوں چرواہا رہا

ہر امیرے کو شبانی بشر ｜ آں چناں آرد کہ باشد مؤتمر

جو امیر چاہے ہیں شبانی بشر ｜ یوں بجا لاوے جیسے مؤتمر

حلم موسیٰ وار اندر رعی خود ｜ او بجا آرد بہ تدبیر و خرد

کرے وہ اس سے حلم موسیٰ کا رعی ｜ پھر بجا لاوے گا وہ تدبیر سے

لاجرم حقش دہد چوپانیے ｜ بر فراز چرخ مہ روحانیے

اس کو دے حق ہاں شبانی ہو مقتدا ｜ اوپر چرخ کے وہ ہو جاوے با صفا

ملہ امر کیا گیا ۔ ایشیٰ حکم خدا سے [illegible]

آن چنانکه انبیا زین رعا	برگزیده داد رعی اصفیا
جیسے نبیوں کو سرافرازی ملی	اصفیا کی اُن کو چرواہی ملی
خواجه تو با سروری چه بانیت	کردی آنچه کور گردد دشمنت
خواجہ ا تو نے اس سرداری میں کیا	کام ایسا کہ دشمن اندھا ہو گیا
دائم آنجا در مکافات بدت	سروری جاودانه بخشدت
اس کے بدلے حق نے تجھ کو بے گماں	بخشی ہوگی سروری جاوداں
بر امید کفت چون دریائے تو	وز وظیفه دادن ایفاے تو
تیرے دست وجود پر تکیہ کیا	اور وظیفہ دینے پر اسے باسخا
وام کردم نہ ہزار از زر گزاف	تو کجائی تا شوی این دم وصاف
قرضے دینار مجھ پر نو ہزار	تو کہاں تا ہوں ادا بے شمار
تو کجائی تا بصد چندان کرم	با من خسته بجا آری کرم
تو کہاں تا مہر سے اے مہرباں	کرے مجھ عاجز سے ہیں دردنگاہاں
تو کجائی تا بصد لطف و عطا	با غریب خسته دل آری بجا
تو کہاں تا سیکڑوں لطف و عطا	مجھ غریب و زار سے رکھے روا
تو کجائی تا که خندان چون چمن	گوئیم بستان و صد چندان ز من
تو کہاں تا مثل گل ہنس کر کہے	یہ بھی لے اور سو گنا تو مجھ سے لے
تو کجائی تا مرا خندان کنی	لطف و احسان چون خداوندان کنی
تو کہاں ہے تا مجھے خنداں کرے	لطف و احساں چوں خداونداں کرے
تو کجائی تا بری در مخزنم	تا کنی از وام و فاقه ایمنم
تو کہاں مخزن میں لے جائے مجھے	اور قرض و فاقہ سے ایمن کرے
من همی گویم بس و تو مفضلم	گفته کین هم گیر از بهر دلم
بس میں کہا ہی نہ تو بولا اور لے	یہ بھی لے میری خوشی سے اور لے

چوں ہمی گنجد جہانے زیر طین	چوں نگنجد آسمانے در زمیں
تو سمایا کس طرح زیر زمیں	آسماں اس میں سماتا جب نہیں
جانش بُد تو بروں زیں جہاں	ہم بوقت زندگی ہم ایں زماں
تو بلاشک اس جہاں سے تھا جدا	زندگی میں اور اب بھی در ملا
در ہوائے غیب مرغے می پرد	سایۂ او بر زمیں می گسترد
جس طرح کوئی ہوا میں مرغ اڑے	اور زمیں پر اس کا پھر سایہ پڑے
جسم سایہ سایۂ سایہ دل است	جسم کے اندر خور پایۂ دل است
سایۂ دل کا ہے سایہ جسم ظل[1]	دل کے لائق کب ہے جسم اے نیک دل
مرد خفتہ روح او چوں آفتاب	در فلک تابان و تن در جامہ خواب
مرد سوئے روح مثل مہر صاف	چرخ پر روشن ہو تن زیر لحاف
جاں نہاں اندر خلا ہمچوں سجاف	تن تقلب می کند زیر لحاف
جاں فضا میں ہے جو ہے مثل سجاف	کروٹیں لیتا ہے تن زیر لحاف
روح چوں من امر ربی مختفیست	ہر مثالے کہ بگویم منتفیست
روح چوں من امر ربی[2] ہے نہاں	ہر مثال اس کی بھی ہو گی منتفیہ ہاں
اے عجب کو لعل شکر بار تو	واں جوابات خوش و اسرار تو
آہ! لب ہائے شکر بار اب کہاں	وہ جوابِ خوش وہ اسرار اب کہاں
اے عجب کو آں عقیق لعل خا	آں کلید قفل مشکلہائے ما
وہ کہاں اب ہائے لعلیں اے سپید	وہ ہمارے قفل مشکل کی کلید
اے عجب کو آں دم چوں ذوالفقار	آنکہ کردے عقل ہا را بیقرار
آہ وہ دم ہے کہاں جوں ذوالفقار	جس سے ہو جاتی تھیں عقلیں بے قرار

[1] سایہ ۔

[2] قولہ تعالیٰ :- قل الروح من امر ربی یعنی کہہ دے اے محمد - روح میرے رب کے امر سے ہے ۔

چند گوئی فاختہ سان اے عمو — کو و کو و کو و کو و کو و کو

تا کہا جوں فاختہ پوچھے گا تو — کو و کو و کو و کو و کو و کو

کو ہم آنجا کہ دل و اندیشہ اش — دائم آنجا بد چو شیر و بیشہ اش

وہ گیا جس جا دل و اندیشہ تھا — جو ہمیشہ بیشہ تھا اس شیر کا

کو ہم آنجا کہ صفات رحمت است — قدرت است و نزہت است و فطنت است

وہ وہاں ہے جس جگہ رحمت بھی ہے — قدرت و نزہت بھی ہے فطنت بھی ہے

کو ہم آنجا کہ امید مرد و زن — می رود در وقت اندوہ و حزن

وہ وہاں جس جا امید مرد و زن — جاتی ہے ہنگام اندوہ و حزن

کو ہم آنجا کہ بوقت علتے — جسم دارد بہر امید صحتے

وہ وہاں ہے وقت بیماری جہاں — تن رکھے امید صحت بے گماں

آں طرف کہ بہر دفع زشتئے — باد جوئی بہر کشت و کشتئے

دفع زشتی کو جہاں تو چاہتا — کھیتی کشتی کے لئے تو ڈھونڈتا ہے ہوا

آں طرف کہ دل اشارت می کند — چوں زباں یا ہو عبارت می کند

آں طرف جس سمت اشارہ دل کرے — جوں زباں یا ہو کہے وہ شوق سے

او مع اللہ است بے کو کو ہمے — کاش جولاں تر شدے ما کو ہمے

وہ خدا کے ساتھ ہے کو کو سے جدا — کاش ہم بھی جولاں تر ہوں چوں ما کو بولتا

عقل ما کو تا ببیند غرب و شرق — روحہا را می شکافد ہمچو برق

دیکھے غرب و شرق تک عقل ایسی کہاں — روح پر گرتی ہے مثل برق تپاں

جزو ما زاں بند آید در نظر — منبسط شد جزو و باقی ماند ہم

جزو ما کو دیکھا بدن ہے نظر — جز رکھے اور باقی رہے

نہ ہزارم وام و من بے دسترس | ہست صد دینار زیں تیغ و بس
قرض تو ہے نو ہزار اور میں غریب | چند سو دینار ہے صرف اے نجیب

حق کشیدت ماندہ ام در کشمکش | میروم من باد بر تو خاک خوش
حق نے کھینچا تجھ کو میں ہوں مبتلا | اب میں جاتا ہوں تجھے بخشے خدا

ہمتے می دار با پُر حسرتت | اے ہمایوں دست و رو و ہمتت
رکھو خیال اس اپنے پُر امید کا | اے مبارک دست و روئے باسخا

آمدم بر چشمہ اصل قبول | یافتم در وے بجائے آب خوں
اصل چشمہ پر میں آیا اے نکو | پایا پانی کی جگہ اس میں لہو

چرخ آں چرخ است اگر مہتاب نیست | جو ہماں جوئیست آبش آب نیست
چرخ ہے وہ چرخ پر مہتاب گم | نہر ہے وہ نہر لیکن آب گم

محسناں ہستند کو آں مستطاب | اختراں بسیار کو آں آفتاب
ہیں بہت محسن کہاں وہ مستطاب | ہیں بہت اختر کہاں وہ آفتاب

تو شدی سوئے خدا اے محترم | پس بسوئے حق روم من ہم ز غم
تو گیا اللہ کی جانب اے نجیب | پس اُدھر جاتا ہوں میں [illegible]

مجمع و پایہ علم مادی الفحول | ہست حق کلّ لدینا محضرون
[illegible]

نقشہا گر بے خبر گر با خبر | در کف نقاش باشد مستمر
نقش ہیں گر بے خبر یا باخبر | ہاتھ میں نقاش کے [illegible]

[illegible]
[illegible]

لہ خوش، پاکیزہ
کلہ لدینا محضرون سب کے سب ہمارے پاس حاضر کئے جائیں گے

خشم می آرد رضا را می برد	بخل می آرد سخا را می برد
غصہ لاتا اور کھوتا ہے رضا	بخل لاتا اور کھوتا ہے سخا
گہ برد حقد و صفا آرد ہمی	بد رود عجز و عطا آرد ہمی
کینہ لے جائے کبھی لائے صفا	عجز کو کاٹے کبھی بوئے عطا
نیم لحظہ مدرکاتم شام و غدو	ہیچ خالی نیست زیں اثبات و محو
اپنی عقلیں صبح و شام اک لحظہ بھی	کب ہیں ثبت و محو سے خالی کبھی
کوزہ گر با کوزہ باشد کارساز	کوزہ از خود کے بود پہن و دراز
کوزہ گر ہی کوزے کا ہے کارساز	کوزہ خود ہی کب ہو چوڑا اور دراز
چوب در دست دروگر معتکف	ورنہ چوں گردد بریدہ مؤتلف
لکڑی تو ہے ہاتھ میں بڑھئی[1] کے	ورنہ کب کٹ کر کسی سے جا ملے
جامہ اندر دست خیاطے بود	ورنہ آں خود چوں بدوزد یا درد
کپڑا تو ہے ہاتھ میں خیاط کے	ورنہ وہ خود قطع کب ہو یا سلے[2]
مشک با سقا بود اے منتہی	ورنہ آں خود کے بود پر یا تہی
مشک ہے سقے کے پاس اے منتہی	ورنہ وہ خود کب بھرے یا ہو تہی[3]
ہر دمے پر می شوی تی می شوی	پس بداں کاندر کف صنع وئی
تو بھی ہر دم ہو خالی اور بھرے	تو خدا کے ہاتھ میں ہے جان لے
چشم بند از چشم روز آگہ بود	صنع از صانع چساں پیدا شود
چشم بند آگاہ دیدہ دوز ہو	جس طرح ہے صنع صانع سے عیاں
چشم داری تو بچشم خود نگر	منگر از چشم سفیہے بے خبر
آنکھیں رکھتا تو دیکھ اپنی آنکھ سے	دیکھ مت تو بے خبر کی آنکھ سے

۱ بڑھئی ۔ ۲ سلے دوزی ۔

۳ خالی ۔

گوش داری تو بگوش خود شنو   گوش گولاں را چرا باشی گرو

کان ہیں۔ تو سن تو اپنے کان سے   گوش احمق کا منشہ کس لئے

بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کن   ہم برائے عقل خود اندیشہ کن

دیکھے جو کچھ دیکھ بے تقلید کے   سوچ اپنی رائے اپنی عقل سے

بشنو از من یک حکایت اے نظیر   تا شوی از سر گفت من خبیر

اک حکایت سن شاہا اے اخی!   تا کہ میرے قول سے ہو آگہی

خوارزم شاہ کا ایک گھوڑے کو دیکھنا

بود امیرے را یکے اسپ گزیں   در گلۂ سلطاں نبودش ہم قریں

رکھتا تھا اک عمدہ گھوڑا اک امیر   شہ کے گلے میں نہ تھی اس کی نظیر

او سوارہ گشت در موکب پگاہ   ناگہاں دید اسپ را خوارزم شاہ

ایک دن اس پر جلو میں وہ چڑھا   دیکھا وہ خوارزم شہ نے برملا

چشم شہ را فر و رنگ او ربود   تا بہ رجعت چشم شہ بر اسپ بود

اس کی شان و رنگ پر عاشق ہوا   واپسی تک شاہ اسے دیکھا کیا

بر ہر آں عضوے کہ افگندے نظر   ہر یکے خوشتر نمودے زاں دگر

پڑتی تھی جس عضو پر اس کی نظر   دوسرے سے ہوتا تھا وہ خوب تر

غیر چستی و گشی و روحنت   حق مر او را دادہ بد نادر صفت

خوبی رفتار و چستی کے سوا   حق نے اس کو وصف نادر تھا دیا

پس تجسس کرد عقل پادشاہ   کیں چہ باشد کو زند بر عقل راہ

عقل دوڑائی بہت کچھ شاہ نے   یہ ہوا مفتوں بھلا کس چیز سے

چشم من سیر است و پر است و غنی   از دو صد خورشید دارد روشنی

آنکھ میری سیر ہے پر ہے اور غنی   سیکڑوں سورج کی رکھتی ہے روشنی

ای رخ شاہان بر من بیدقی　　تیم اسپم در رباید ناحقی
بادشہ عاجز ہیں میرے سامنے　　جانے کیوں بیدل کیا اس پیادے نے
جادوی کردست جادو آفریں　　ہدیہ باشد آں خاصیت ایں
سحر کے خالق نے جادو کر دیا　　یہ اسی کا جذب ہے گھوڑا لے گیا
فاتحہ خواند و بسے لاحول کرد　　فاتحہ اندر سینہ می‌افزود درد
فاتحہ لاحول اس نے بس پڑھی　　درد پر سینے میں اٹھا اور بھی
زانکہ او را فاتحہ خود می‌کشید　　فاتحہ در جر و رفع آمد وحید
فاتحہ خود اس طرف تھی کھینچتی　　فاتحہ ہے جذب میں یکتا ابھی
گر نماید غیر ہم تمویہ اوست　　ور رود غیر از نظر تنبیہ اوست
گر دکھا دے غیر سمجھ اس کا یہ جان　　غیر غائب ہو ہدایت اس کی مان
پس یقین گشتش کہ جذب آں سرست　　کار حق ہر لحظہ نادر آوریست
پھر وہ سمجھا یہ اسی کا جذب ہے　　ہر گھڑی حق لاتا ہے نادر نئے
اسپ سنگیں گاو سنگیں ز ابتلا　　می‌شود مسجود از مکر خدا
اسپ سنگیں گاو سنگیں بے گماں　　مکر حق سے ہوتے ہیں مسجود ہاں
پیش کافر نیست بت را ثانیی　　نیست ہیبت را فزوں روحانیی
بت کا کافر کے لئے ثانی نہیں　　ہیبت سے زائد کوئی روحانی نہیں
چیست آں جاذب نہاں اندر نہاں　　در جہاں تابندہ از دیگر جہاں
کیا ہے وہ جاذب نہاں اندر نہاں　　اس جہاں سے اس میں چمکے ہے دگر جہاں
عقل محجوبست و جاں ہم زیں کمیں　　من نمی‌بینم تو می‌بینی ببیں
عقل سے اور جان سے ہے یہ نہاں　　میں نہ دیکھوں تو جو دیکھے تو بتا ہاں
چونکہ شاہنشہ ز جادو باز گشت　　با خواص مملکت ہمراز گشت
بادشہ جب سحر سے واپس ہوا　　راز سب خاصان دولت سے کہا

پس بہ سرہنگاں بفرمود آں زماں — تا بیارندش در اسپے زان خانداں
پھر پیادوں سے کہا شہ نے کہ ہاں — لاؤ گھوڑا اس قبیلہ سے یہاں
ہمچو آتش در رسیدند آں گروہ — ہمچو پشمے گشت امیر ہمچو کوہ
آگ کی تیزی سے پہنچا وہ گروہ — ہوگیا جوں پشم امیر مثل کوہ
جاں کنش از درد و حزن آمد پدید — جز عماد الملک پناہے ندید
جاں بلب درد و کرب سے تھا وہ آہ — جز عماد الملک کے دیکھی پناہ
کہ عماد الملک بد پائے علم — بہر ہر مقتول و ہر مظلوم حکم
تھا عماد الملک ہی جائے اماں — بہر ہر مظلوم و بے کس بیگماں
محترم تر زو نبد خود سرے — پیش سلطاں بود چوں پیغمبرے
کوئی بھی اُس سے معزز تر نہ تھا — جوں پیمبر تھا وہ پیش بادشا
بے طمع بود و اصیل و پارسا — راکع و شب خیز و حاتم در سخا
بے طمع تھا اور شریف و متقی — اور شب بیدار۔ حاتم سا سخی
بس ہمایوں رائے و باتدبیر و داد — آزمودہ رائے او در ہر مراد
وہ ہما فر و اور باتدبیر تھا — رائے صائب رکھتا تھا وہ باصفا
ہم بذل جاں سخی و ہم بمال — طالب خورشید غیب او چوں ہلال
خرچ کرتا تھا کرم سے جان و مال — طالب خورشید تھا وہ جوں ہلال
در امیری او غریب و محتبس — در صفات فقر و خلت ملتبس
وہ امیری میں غریب اور قید؎ تھا — پر وہ فقر و محبت میں چھپا
بود ہر محتاج را ہمچوں پدر — پیش سلطاں شافع و دفع ضرر
باپ کی مانند ہر محتاج کا — پیش سلطاں شافع و ہمدرد تھا

؎ یعنی مطلق العنان نہیں تھا۔

هر یدالہ استر چون حلم خدا | خلق او برعکس خلقان و جدا

تھا بُردوں کا پردہ جوں حلم خدا | اس کی عادت اور لوگوں سے جدا

بارہا می شد بسوے کوہ فرد | شاہ با صد لابہ او را منع کرد

بار بار وہ کوہ کی جانب گیا | منع پر شہ نے خوشامد سے کیا

ہر دم او بی صد جرم را شافع بدے | چشم سلطان را ازو شرم آمدے

ہر گھڑی شافع تھا وہ سو جرم کا | اس سے شرما جاتی چشم بادشا

رفت او پیش عماد الملک راد | سر برہنہ کرد و در پایش فتاد

وہ عماد الملک کے آگے گیا | ننگے سر پاؤں پر اس کے گر پڑا

کہ حرم با ہرچہ دارم گو بگیر | تا بگیرد حاصلم ہر مُغیر

خوش ہوں شہ سے کہ لے سب مال لے | تا کوئی ڈاکو لے اسے خوش خصال

آن یکے اسپ است جانم رہن او | گر برد مُردم یقین اے خیر دوست

ایک گھوڑا ہے میں عاشق جس پہ ہوں | وہ جو لے جائے تو میں قطعاً مروں

گر برد این اسپ را از دست من | من یقین دانم نخواہم زیستن

یہ جو گھوڑا مجھ سے وہ لے گا ہیں | میں نہیں زندہ رہوں گا بالیقیں

چون خدا پیوستگی دادہ است | بر سرم مال اے مسیحا از دو دست

حق نے دی پیوستگی اس سے مجھے | اے مسیحا ہاتھ رکھ سر پر مرے

از زر و زن وز عقارم صبر ہست | این تکلف نیست تزویرے است

گر زر و زن گاؤں جاتے غم نہیں | یہ ہے سچ اور نے بناوٹ بالیقیں

اندرین گرمی نداری باورم | امتحان کن امتحان گفت و فرم

اور اگر اس کا یقیں تجھ کو نہ ہو | آزما ہاں آزما اس بات کو

آن عماد الملک گریان چشم مال | پیش سلطان شد دوید آشفتہ حال

وہ عماد الملک غمگیں ہو گیا | آگے سلطان کے گیا با حال زار

لب ببست و پیش سلطان ایستاد	راز گویان با خدا رب العباد
بادشہ کے آگے وہ چپ تھا کھڑا	راز اپنا تھا خدا سے کہہ رہا
ایستادہ راز سلطان می شنید	اندر آن اندیشہ اش آن می تنید
سن رہا تھا وہ کھڑا سلطان کا راز	اور یہ کہتا تھا دل میں پاک باز
کای خدا گر آن جوان کژ رفت راہ	کس نشاید ساختن جز تو پناہ
اے خدا گر وہ جوان ٹیڑھا چلا	تو نہیں اس کو امان تیرے سوا
تو از آن خود بکن بروے مگیر	گرچہ او خواہد خلاص از سر ایسا
اس کو اپنی ملک کر پرسش نہ کر	وہ رہائی چاہے ہر اک سے اگر
زانکہ محتاج اند این خلقان ہمہ	از گدائے گیر تا سلطان ہمہ
کیونکہ ہے محتاج خلقت برملا	شاہ سے لے کر گدا تک اے خدا
با وجود آفتاب با کمال	رہنمائی جستن از شمع و ذبال
با وجود آفتاب پر ضیا	شمع ہی سے رہنمائی ڈھونڈھنا
در حضور آفتاب خوش مساغ	رہنمائی جستن از نور چراغ
جلوہ خورشید کے ہوتے ہوئے	رہنمائی چاہنا اک شمع سے
بیگمان ترک ادب باشد زما	کفر نعمت باشد و فعل ہوا
بیگمان ترک ادب ہم سے ہوا	کفر نعمت اور حرکت نا سزا
لیک اغلب ہوشہا در افتکار	ہمچو خفاشند ظلمت دوستدار
لیکن اکثر فکر ہو جب ہوش کو	مثل چمگادڑ کے ظلمت دوست ہو
در شب ار خفاش کرمے می خورد	کرم را خورشید ہم می پرورد
رات کو خفاش کیڑے کھاتی ہے جو	پالتا خورشید ہے ان کیڑوں کو
در شب ار خفاش از کرم است مست	کرم از خورشید جنبندہ شدہ است
مست ہے کیڑے سے شب خفاش جو	حرکت اس کیڑے کو سورج سے ہو

آفتابے کز ضیا روی زند | دشمن خود را نوالہ می دہد
مہر ایسا جس سے پیدا ہو ضیا | اپنے دشمن کو بھی دیتا ہے غذا

لیک خفاشے کہ او رہ گم کند | آخر از خورشید ہم یابد سند
ایسی چمگادڑ جو رستہ گم کرے | کیوں غذا پائے نہ پھر خورشید سے

لیک شہباز نگہ او خفاش نیست | چشم بازش شاہبین و روشن است
جو مگر شہباز ہے چمگادڑ نہیں | آنکھ روشن اس کی ہے اور شاہ بیں

گر بشب جوید چو خفاشش نمو | در ادب خورشید مالد گوش او
شب کو جو یوں خفاش اگر ڈھونڈے غذا | تو اسے خورشید دیتا ہے سزا

گویدش گیرم کہ آں خفاش شد | علتے دارد ترا بارے چہ شد
اور یہ کہتا ہے کہ وہ خفاش تھا | گرچہ وہ بیمار ہے تجھ کو کیا ہوا

مالشت بدہم بزجر و اکتیاب | تا نتابی سر تو دیگر ز آفتاب
اب سزا بھی سخت دیتا ہوں تجھے | پھر نہ سرتابی کرے خورشید سے

قید خانے میں حضرت یوسف سے مواخذہ

آنچنانکہ یوسف از زندانئے | با نیاز و خاضعی سعدانئے
جس طرح یوسف نے اک زندانی سے | پر نیاز و عاجزی سعدانی سے

خواست یاری گفت چون بیرون روی | پیش شہ در کار گردی مستوی
چاہی امداد اور کہا جب ہو رہا | کام پر ہاں تو پیش بادشہ

یاد من کن پیش تخت آں عزیز | تا مرا او وا خرد زین حبس نیز
ذکر کرنا میرا شہ سے | تا مجھے بھی وہ چھڑا لے قید سے

کے دہد زندانئے در اقتناص | مرد زندانی دیگر را خلاص
ایسے قیدی کو جو قید میں ہو پڑا | کب چھڑائے دوسرے زندانی کو

اہل دنیا جملگی زندانی‌اند | انتظار مرگ دار فانی‌اند
اہل دنیا سارے زندانی ہوئے | منتظر دار فنا میں موت کے

جز مگر نادر یکی فردانیے | تن بزندان جان او کیوانیے
جز بزرگ و عارف یکتا مگر | جس کا تن زندان میں جاں افلاک پر

پس جزائے آنکہ دید او را بہی | ماند یوسف حبس در بضع سنین
لیا بدلہ یوسف سے اس زندانی سے | سات سال اک قید خانے میں رہے

یاد یوسف دیو از عقلش سترد | وز دلش دیو آں سخن از یاد برد
یاد یوسف کی بس اتری ذہن سے | وہ بھلا دی باعث اُس کے شیطان نے

زاں خطائے کآمد از نیکو خصال | ماند در زنداں ز داور ہفت سال
یوں ہی یوسف سے جرم ہو وہ نیکو خصال | قید خانے میں رہے پس سات سال

کو چہ تقصیر آمد از خورشید داد | تا تو چوں خفاش افتی در سواد
ہو لاحق کہ مہر کی ہے کیا خطا | تو جو چوں خفاش اندھیرے میں گیا

ہیں چہ تقصیر آمد از بحر و سحاب | تا تو یاری جوئی از ریگ و سراب
کیا خطا کی بحر نے یا ابر نے | لئے مدد تو جو سراب ریگ سے

عام اگر خفاش طبع اند و مجاز | یوسفا آخر تو داری چشم باز
عام اگر خفاش صورت ہیں سبھی | تیری تو اے یوسف! آنکھیں ہیں کھلی

گر خفاشے رفت در کور و کبود | باز سلطاں دیدہ را باری چہ بود
کیا ہے گر خفاش اندھیرے میں پڑا | باز سلطاں دیدہ کو کیا ہو گیا

لہ قولہ تعالیٰ و قال للذی ظن انہ ناج منہما اذکرنی عند ربک فانساہ الشیطٰن ذکر ربہ فلبث فی السجن بضع سنین۔ یعنی حضرت یوسف نے اس شخص سے کہا جس کو گمان تھا کہ یہ دونوں میں سے رہائی پائے گا۔ تو میرا حال اپنے بادشاہ سے کہنا پس شیطان نے بادشاہ سے ان کا حال کہنا اسے بھلا دیا تھا ان کا ذکر رب سے۔ لہٰذا وہ سات سال تک قید خانے میں رہے۔

پس ادب کردش بدین جرم اوستاد | که مساز از چوب پوسیده عماد
دی سزا استاد نے پس لاجرم | کیوں بناتا ہے گھنی لکڑی کا تھم

لیک یوسف را بخود مشغول کرد | تا نیاید در دلش زآن حبس درد
اپنے میں مشغول انہیں اللہ نے | کر لیا تا دکھ نہ پہنچے قید سے

آن چنانش انس و مستی داد حق | که نه زندان یاد آمد نه غسق
ایسا عشق اور ایسی مستی اُن کو دی | یاد زنداں اور نہ تاریکی رہی

نیست زندانی وحش‌تر از رحم | ناخوش و تاریک و پرخون و وخم
زشت تر زنداں رحم سے کب ہوا | ناخوش و تاریک اور خوں سے بھرا

چون گشادست حق دریچه سوی خویش | در رحم اندر فزاید تنت بیش
حق دریچہ اپنی جانب کھولے جب | تن رحم میں پرورش پائے عجب

اندر آن زندان ز ذوق بی‌قیاس | بشکفد چون گل ز غرس تن حواس
اندر اس کے پھر بہ ذوق بے قیاس | گل تن سے کھلتے ہیں جوں گل حواس

ز آن رحم بیرون شدن آید درشت | می گریزد از زهار و سوی پشت
اس رحم سے باہر آنا ہو درشت | فرج سے وہ بھاگتا ہے سوئے پشت

راه لذت از درون دان نز برون | ابلهی دان جستن از قصر و حصون
لذت اندر سے نہ باہر سے ملی | قصر و قلعہ ڈھونڈنا ہے احمقی

آن یکی در کنج مسجد مست و شاد | وان دگر در باغ ترش و بی‌مراد
گوشۂ مسجد میں ہے اک مست و شاد | دوسرا ہے باغ میں بے مراد

قصر چیزی نیست ویران کن بدن | گنج در ویرانه است ای میر من
کچھ نہیں ہے قصر ویراں کر بدن | گنج ویرانے میں ہے سردار من

آن نمی‌بینی که در بزم شراب | مست آنگه خوش شود کو شد خراب
دیکھ لے جب گرم ہو بزم شراب | مست ہو اس وقت خوش جب ہو خراب

اگرچہ پُرنقش است خانہ بر کنش	گنج جو و ز گنج آبادان کنش
گرچہ گھر پُرنقش ہے برباد کر	گنج ڈھونڈ اور گنج سے آباد کر
خانہ پُرنقش و تصویر و خیال	وین صور چون پردہ بر گنج وصال
تو ہے گھر پُرنقش و تصویر و خیال	صورتیں ہیں پردہ بر گنج وصال
تابش گنج است و پرتوہائے زر	کاندرین سینہ ہمی جوشد صور
تابِ گنج و عکس زر ہے سینے میں	جوش زن اس میں ہیں جن کی صورتیں
ہم ز لطف و جوش جان با ثمن	پردہ بر روئے جان شد شخص تن
بیش قیمت جان کا لطف و جوش ہے	جس پہ تن پردہ بنا سے نیک ہے
ہم ز لطف و عکس آب باشرف	پردہ شد بر روئے آب اجزائے کف
یہ ہے بیشک عکس بحر باشرف	جس کے منہ پر پردہ ہیں اجزائے کف
پس مثل بشنو کہ در افواہ خاست	کانچہ بر ما می رود ہم از ماست
پس تو سُن لے یہ مثل مشہور ہے	ہم پہ جو گزرے ہمیں سے ہے وہ سب
زین حجاب این تشنگان کف پرست	ز آب صافی اوفتادہ دور دست
پس اسی پردے سے پیاسے کف پرست	آب صافی سے پڑے ہیں دور دست
آفتابا چو تو قبلہ و امیم	شب پرستی و خفاشی می کنیم
تجھ سا جب ہے قبلہ اور امام	رات بھر بھی ہم لیتے ہیں خفاشی سے کام
سوئے خود کن این خفاشان را مطار	زین خفاشی شان بخر اے مستجار
شپروں کو اپنی جانب تو اڑا	ان کو خفاشی سے اے اللہ چھڑا
این جوان زین جرم ضالست و مغیر	کو مرا بگرفت تو او را بگیر
اس جوانی نے مجھ کو پکڑا کی خطا	تو اسے با خود مست کر اے خدا
قد شقاء الملک این اندیشہا	گشتہ جوشان چون اسد در بیشہا
کھٹکے یہ اندیشہ شقاء الملک کو	شیر جیسے گو تھا جنگل میں ہو

ایستاده پیش سلطان ظاهرش — در ریاض قدس جان حاضرش

ظاہرا وہ پیش سلطان تھا کھڑا — جان ریاض قدس میں تھی برملا

چون ملائک او به تسلیم است — هر شبی شد پیش شه تا ناز مست

جوں ملائک وہ بہ تسلیم است — تھا شب ... ناز سے ... مست

ظاهر او دل پر شور بیرون پیشه — در تن او چون لحد خوش عالمی

ظاہرا غمناک دل پرشور تھا — جوں لحد تن کی عجیب عالم ہوا

واندرون حیرت شده او در انتظار — تا چه پیدا آید از غیب سطر

منتظر وہ اور ایسی حیرت میں تھا — غیب سے ظاہر ہو کیا دیکھوں ذرا

اسپ را اندر کشیدند آن زمان — در بر او آورده شاه سپاهیان

گھوڑا لے کر آئے سپاہی سامنے — اس گھڑی لاوے شہ کے سامنے

الحق اندر زیر این چرخ کبود — اسپ چنان اسپ نه قد و تک نبود

حق ہے اس چرخ کے نیچے نہ تھا — کوئی گھوڑا ایسا قد و رفتار کا

سبز بود و رنگ او سرسبزه را — مرحبا آن برق سر زائیده را

رنگ اس کا ہرا اور سبز تھا — برق سے زائیدہ تھا وہ مرحبا

آنکه ماه و چون عطارد تیز رو — گوئیا صرصر علف بود و شه جو

تھا وہ جوں ماہ و عطارد تیز رو — صرصر اس کا چارہ تھی گویا شہ جو

ماه عرصه آسمان را در شبی — می‌برد اندر سپهر ...

ایک شب میں آسمان کو طے کرے — بادپا ... سے ...

چون بیک شب ... معراج را — از چه شکر می‌شوی معراج را

ماہ جیسے کہ جو شب میں طے کرے — ... معراج ... سے لئے

صد چو ماهستان عجب در تیم — گر بیک پایه او شد ... تیم

وہ بھی جوں ... ماہ ایک ... — ... اشا ... تیم

آن عجب کو در شکاف مه نمود / هم بقدر فهم حس خلق بود
معجزہ شق القمر کا سر بسر / یہ بقدر فہم حس خلق تھا

کار و بار انبیا و مرسلون / هست از افلاک و اخترها برون
کاروبار انبیا و مرسلیں / دور ہے افلاک و انجم سے کہیں

تو برون شو هم ز افلاک و دوار / وانگهی نظاره کن آن کاروبار
تو بھی چرخ و دور سے باہر ہو یار / اور دیکھ اس وقت یہ سب کاروبار

در میان بیضه چون فرخها / نشنوی تسبیح مرغان هوا
مثل چوزہ تو ہے انڈے میں چھپا / کب سنے تسبیح مرغان ہوا

معجزات اینجا نخواهم گشت هیچ / ز اسپ سلطان گو و حال بیگ
معجزات اس جا نہیں ہوں گے بیاں / اسپ سلطاں کی سنا تو داستاں

آفتاب لطف حق بر هر چه تافت / از سگ و از اسپ فر کهف یافت
جس پہ چمکا مہر الطاف خدا / اسپ ہو یا سگ ملا فر کہف کا

تابش لطفش را تو یکسان هم مدان / سنگ را و لعل را داد او نشان
اس کی تاب لطف کو یکساں نہ جان / لعل پتھر کو دیئے اس نے نشاں

لعل را زان هست گنج مقتبس / سنگ را گرمی و تابانی و بس
لعل نے پائی ہے اس سے روشنی / سنگ کو گرمی و تابانی رہی

آنکه بر دیوار افتد آفتاب / آنچنان نبود که بر اسطرلاب
پڑتا ہے دیوار پر جو آفتاب / مختلف ہے کب جو مثل عکس آب

بادشاہ اور گھوڑے کی حکایت

چون شهے حیران شد از اسپے فرد / روی تا سوی عماد الملک کرد
دیکھ کر گھوڑے کو شہ حیراں ہوا / پھر عماد الملک سے اس نے کہا

کاے اخی ایں خوب اسپے ست ایں | از بہشت است ایں مگر نے از زمیں
اے اخی! یہ اسپ ہے لیس خوش عناں | یہ بہشتی ہے۔ زمینی ہے کہاں

پس عماد الملک گفتش اے خدیو | چوں فرشتہ گردد از میل تو دیو
پس عماد الملک بولا اے خدیو! | تیری رغبت سے ملک بن جاتے دیو

در نظر آنچہ آوری گردد نیک | بس کژ است و رعنا است ایں گر چہ لیک
نیک ہو جبکہ پڑے تیری نظر | خوشنما و رعنا یہ گھوڑا ہے مگر

ہست ناقص ایں سر اندر پیکرش | چوں سر گاو است گوئی آں سرش
اس کے سر میں نقص ہے اے بادشا | سر یہ گھوڑے کا نہیں۔ ہے بیل کا

در دل خوارزم شاہ ایں کار کرد | اسپ را در منظر او خوار کرد
شاہ کے دل میں اثر اس نے کیا | اس کی نظروں میں یہ گھوڑا گر گیا

چوں غرض گردد دلالہ وصفے | از سہ گز کرباس یابی یوسفے[1]
جب غرض تعریف اک شے کی کرے | تین گز کپڑے سے بس یوسف ملے

چونکہ ہنگام فراق جاں شود | دیو دلالہ در ایماں شود
جان تن سے نکلنے کی جب ہو ملا | ہو گا رہبر شیطان در ایمان کی

پس فروشد ابلہ ایماں را شتاب | اندر آں تنگی بیک ابریق آب
بیچے گا ایمان کو احمق شتاب | نزع میں اک بہر یک ابریق[2] آب

واں خیالے باشد ابریق نے | قصد آں دلالہ جز تخریق نے
وہم ہوگا پانی کی چھاگل کہاں | چاہے شیطاں اٹک ہی میں ڈالے اں

ایں زماں کہ تو صحیح و فربہی | صدق را بہر خیالے می دہی
تندرست اب اور ہے فربہ لئے موٹ | صدق کو کھوتا ہے بہر وہم تو

لے یعنی حقیر بیاسے بھی حضرت یوسفؑ نظر آئیں چنانچہ حضرت ممدوح ایک پرانا پٹکا پہنے کنوئیں سے نکلے تھے۔ ۲ے پانی کی چھاگل۔

می فروشی هر زمانی زرّ کان | می ستانی همچو طفلان گردگان

کان کا سونا تو بیچے ہر گھڑی | مثل لڑکوں کے تو لے اخروٹ ہی

پس درآں رنجوری روز اجل | نیست نادر گر بود اینت عمل

وقت بیماری کے پس روز اجل | کیا عجب ہے گر یہ ہو تیرا عمل

در خیال صورتی جوشیدۂ | همچو جوزی وقت فوت پوسیدۂ

دھن میں اک صورت کی تو جوشیدہ ہو | مثل اک اخروٹ کے پوسیدہ ہو

هست از آغاز چون بدر آں خیال | لیک آخر می شود همچون هلال

چودھویں کا چاند سا پہلے یہ خیال | لیکن آخر گھٹ کے ہو مثل ہلال

گر تو آخر بنگری در آخرش | فارغ آئی از فریب فاترش

پہلے گر انجام اس کا دیکھ لے | تو ہو فارغ اس کے مکر زشت سے

جوز پوسیده است دنیا ای امیں | امتحانش کم کن از دورش ببیں

اک سڑا اخروٹ ہے بس یہ جہاں | دور سے دیکھ اس کو مت کر امتحاں

شاه دید آں اسپ را با چشم حال | واں عماد الملک با چشم مآل

شہ نے گھوڑا دیکھا چشم حال سے | چشم باطن سے عماد الملک نے

چشم شه دو گز همی دید از لغز | چشم آں پایاں نگر پنجاه گز

دو ہی گز سے دیکھا چشم شاہ نے | چشم آخر بیں نے گز پنجاہ سے

تا چه سرمه است آنکه یزداں می کشد | کز پس صد پرده بیند جاں رشد

کیسا سرمہ ہے لگاتے جو خدا | جان شو پردوں سے دیکھے برملا

چشم ستار چوں به آخر بود جفت | پس بداں دیده جهاں را جیفه گفت

چونکہ آخر بیں تھی چشم مصطفیٰ | اس لیے مردار دنیا کو کہا

آں یکی عیبش که بشنید او و سب | پس فسرد اندر دل او مهر اسب

شہ نے وہ اک عیب اس کا جب سنا | اس کا عشق اسپ ٹھنڈا ہو گیا

چشم خود بگذاشت چشم او گزید	ہوش خود بگذاشت قول او شنید
شہ نے اس کی آنکھ کو ترجیح دی	ہوش اپنی چھوڑی بات اس کی سنی
ایں بہانہ بود کاں دیان فرد	از نیاز آں بر دل شہ سر فگرد
اک بہانہ ہی تھا یہ اللہ کا	شہ کا دل بیزار اس سے کر دیا
در ببست از حسن او پیش نظر	ایں سخن در میاں چوں بانگ در
حسن کا دروازہ بند اس پر کیا	درمیاں جوں بانگ در یہ قول تھا
پردہ کرد آں نکتہ را بر چشم شہ	کہ از آں پردہ نماید مہ سیہ
چشم شہ پر نکتہ وہ پردہ بنا	چاند جس پردے سے کالا ہو گیا
بانگ بنماید کہ در سازد وصول	در جہان غیب از گفت و قبول
کیا بتائے کھلے اس ہتھیار سے	غیب کی دنیا میں قول و کرے
بانگ در داں گفت را از قصر راز	یا کہ بانگ تا شد است آں یا فراز
بانگ در اس قصر کی وہ قول تھا	بند ہونے کی کہ کھلنے کی صدا
بانگ در محسوس در از حس بود	تہ بہ تہ ایں بانگ در لا تبصرون
بانگ در محسوس دروازہ نہاں	بانگ در آتی ہے دروازہ کہاں
چنگ حکمت چونکہ خوش آواز شد	تا چہ در ہا از روضۂ جنت باز شد
چنگ حکمت کا جو خوش آواز ہو	کیا باغ خلد کا در باز ہو
بانگ گفت بد چو در وا می شود	از سقر تا خود چہ در وا می شود
بانگ گفت بد جو دروازہ بنے	کیا پھر دوزخ سے دروازہ کھلے
بانگ در بشنو چو دوری از درش	اے خنک او را کہ وا شد منظرش
بانگ در سن تو دور اگر در سے ہوا	کیا مبارک وہ ہے جس کی آنکھ وا
چوں تو می بینی کہ نیکی می کنی	بر حیات و راحتے بر می زنی
جب تو یہ دیکھے کہ تو نیکی کرے	تو حیات اور راحتوں پہ تو چلے

چونکه تقصیر و فسادی می رود	آن حیات و ذوق پنهان می شود
جب ہوا اس نیکی میں کوتاہی ذرا	تو حیات اور ذوق پنہاں ہو گیا
دید خود مگذار از دید خسان	که بمردارت کشند این کرگسان
دید ناکس سے تو مت چھوڑ اپنی دید	کھینچیں یہ گدھ سوئے مردار پلید
چشم چوں نرگس فرو بندی که چیں	که عصایم کش که کورم اے اخی
تو نے جوں نرگس جو آنکھیں بند کیں	یہ پکڑ لاٹھی۔ ہوں اندھا اے اخی
اے عصاکش که گزیدی در سفر	باز بین کو هست از تو کورتر
جس عصاکش کو کیا ہے ہم سفر	غور کر وہ تجھ سے تو ہے کورتر
دست کورانه بحبل الله زن	جز بر امر و نهی یزدانی متن
مثل کوراں ہاتھ حبل اللہ پہ مار	امر و نہی حق کو کر لے اختیار
چیست حبل الله رها کردن هوا	کیں هوا شد صرصری مر عاد را
کیا ہے حبل اللہ۔ ہوا کا چھوڑنا	عاد کو صرصر اجل کی تھی ہوا
خلق در زندان نشسته از هواست	مرغ را پرها ببسته از هواست
خلق زنداں میں ہوا کی وجہ سے	مرغ کے پر ہیں ہوا ہی سے بندھے
ماهی اندر تابهٔ گرم از هواست	رفته از مستوریان شرم از هواست
اور توے پر مچھلیاں بھنتے ہوا	شرم مستورات کی کھوتی ہوا
خشم شحنه شعلهٔ نار از هواست	چار میخ و هیبت دار از هواست
محتسب کا غصہ شعلہ آگ کی	چار میخ اور سولی سب ہے ہوا
شحنهٔ اجسام دیدی بر زمین	شحنهٔ احکام جان را هم ببین
شحنہ جسمی تو دیکھے ہے بلا	شحنہ احکام والا دیکھ اے ذرا

۱؎ خدا کی رسی یعنی قرآن شریف ۔ ۲؎ یعنی حرص و ہوس ۔ ۳؎ ایک قسم کی سزا جس میں مجرم کو چت لٹا کر اس کے ہاتھ پاؤں میخوں سے باندھ دیتے ہیں ۔

روح را در غیب خود اشکنجہاست — لیک تا تجہی شکنجہ در خفاست

غیب میں خود ہیں شکنجے روح کے — تن نہ جبتک چھوڑے تو وہ ہیں چھپے

چوں رہیدی بینی اشکنجہ دمار — زانکہ ضد از ضد گردد آشکار

چھوڑے تن۔ تو وہ شکنجے دیکھے یار — کیونکہ ضد ہوتی ہے ضد سے آشکار

آنکہ در چہ زاد و در آب سیاہ — او چہ داند لطف دشت و رنج چاہ

جو کنوئیں یا پانی میں پیدا ہوا — لطف دشت و رنج چہ وہ جانے کیا

چوں رہا کردی ہوا از بیم حق — در رسد سغراق از تسنیم حق

جب خدا کے ڈر سے تو چھوڑے ہوا — نہر جنت سے پیالہ پائے گا

لا تطرق فی ہواک سل سبیل — من جناب اللہ نحو السلسبیل

مانگ راہ راست لالچ چھوڑ دے — چاہ نہر سلسبیل[1] اللہ سے

لا تکن طوع الہوی مثل الحشیش — ان ظل العرش اولیٰ من عریش

جوں گیاہ اب کر نہ تقلید ہوا — اچھا ہے ہو ہنچ سے سایہ عرش کا

گفت سلطان اسپ او واپس دہید — زود تر زیں مظلمہ بازم خرید

شاہ بولا۔ گھوڑے کو واپس کرو — اور نجات اس ظلم سے اب مجھ کو دو

با دل خود شہ بفرمود ایں قدر — شیر را مفریب زیں راس البقر

اپنے دل سے یہ کہا اس شاہ نے — گاؤ سر سے شیر کو دھوکا نہ دے

پائے گاو اندر میان آری ز داو — رو نہ دزد و حق بر اسپ شاخ گاو

بیل کا تو ذکر لایا کرکے داؤ — حق نہ گھوڑے پہ لگائے شاخ گاؤ

پس مثال صنعت است ایں شہزاد — کے نہادہ بر جسم اسپ او عضو گاو

یہ مثل مشہور ہے۔ یعنی خدا — عضو کب گھوڑے پہ رکھے بیل کا

[1] بہشت کی ایک نہر کا نام ہے۔

زاویہاں را مناسب ساختہ است ۔ قصرہائے مشتعل پر داشتہ است

جسم موزوں ہیں کئے اندر نے ۔ پھرنے والے یہ محل پیدا کئے

در میان قصرہا تخریج ہا ۔ از سوئے بیرونے این صہریجہا

نالیاں قصروں کے اندر ہیں رواں ۔ حوض ہیں یہ سوئے حق سے بیگماں

در درون شان عالم بے منتہا ۔ در میان خرگہے چندیں فضا

اندر ان قصروں کے دنیا ہے بڑی ۔ اور ان خیموں میں ہیں میداں کئی

گہ چو کابوسی نماید ماہ را ۔ گہ نماید روضہ قعر چاہ را

بے حس و حرکت بنا دے ماہ کو ۔ گہ بنا دے باغ قعر چاہ کو

قبض و بسط چشم دل از ذوالجلال ۔ دم بدم چون می کند سحر حلال

بند ہونا کھلنا چشم و قلب کا ۔ حق سے ہے گویا ایک جادو کر دیا

زین سبب فرمود ست از حق مصطفیٰ ۔ زینہار از نشست و حق را نگا

اس لئے چاہیں خدا سے مصطفیٰ ۔ نیک کو نیک اور بد کو بد دکھا

تا با آخر چون بگردانی ورق ۔ از پشیمانی نیفتم در قلق

تاکہ جب آخر میں تو الٹے ورق ۔ پھر نہ پھیرے دل کو ہو رنج و قلق

مکر کہ کرد آن عماد الملک فرد ۔ مالک الملکش بدان ارشاد کرد

جو کیا شاہ نے عماد الملک سے ۔ وہ بتایا مالک کل نے اُسے

حیلۂ محمود این باشد و لیک ۔ تو تمیزے باش ہر بد را ز نیک

حیلۂ محمود ایسے کتنے ہیں ہال ۔ پہ تمیز نیک و بد کر سیکھے کمال

مکر حق سر چشمۂ این مکرہاست ۔ قلب بین الاصبعین کبریاست

مکر حق سرچشمہ ہے ان حیلوں کا ۔ دل ہے مومن کا بدست کبریا

آنکہ سازد در دلت مکر و قیاس ۔ آتشے تا در زند اندر پلاس

مکر و حیلہ دل میں جو پیدا کرے ۔ تا لگے کو بھی وہ جلا دے آگ سے

بے نہایت آمد آں خوش سرگذشت　　چوں غریب از گور خواجہ باز گشت

داستاں وہ عجیب سن ایسا عجیب　　گور خواجہ سے جو وہ لوٹا غریب

مقروض درویش کی حکایت

یار مہمان سوئے خانہ خویش برد　　وجہ صد دینار را با او سپرد

اپنے گھر یار مرد اس کو لے گیا　　اور سو دینار اس کو دے دیا

لوتش آورد و حکایتہاش گفت　　کز امید اندر دلش صد گل شگفت

کھانا لایا اور بہت قصے کہے　　اس کے دل میں پھول امیدوں کے کھلے

آنچہ بعد العسر او دیدہ بود　　با غریب از قصہ آں لب گشود

بعد تنگی جو فراغت دیکھی تھی　　وہ کہانی اس مسافر سے کہی

نیم شب بگذشت افسانہ کناں　　خواب شاں انداخت تا مرعائے جاں

رات آدھی قصہ گوئی میں کٹی　　بعد اس کے آنکھ ان کی لگ گئی

دید یار مرد آں ہمایوں خواجہ را　　اندر آں شب خواب بر صدر سرا

خواب میں یار مرد کیا ہے دیکھتا　　خواجہ ہے جلوہ گر صدر سرا

خواجہ گفت اے یار مرد با نمک　　آنچہ می گفتی شنیدم یک بیک

خواجہ بولا یار مرد خوش کلام　　جو کہا تو نے سنا وہ کل کلام

لیک پاسخ دادنم فرماں نبود　　بے اشارت لب نیارستم گشود

حکم کب تھا جو میں دیتا جواب　　بے اشارہ کچھ نہ بولوں بے حجاب

ما چو واقف گشتہ ایم از چون و چند　　مہر بر لبہائے ما بنہادہ اند

حال اشیا سے ہوئی جب آگہی　　اس نے پھر لب پر ہمارے مہر کی

تا نگردد رازہائے غیب فاش　　تا نگردد منہدم نظم معاش

تا رہیں اسرار غیبی سب نہاں　　درہم و برہم نہ ہو نظم جہاں

تا نگردد ہیچکس واقف بر آں ‏ ‏ ‏ تا نسوزد پردۂ دعوی وراں

تا کوئی واقف نہ ہو اُن سے ذرا ‏ ‏ ‏ جل نہ جاوے پردہ دعوے والوں کا

تا ندرد پردۂ غفلت تمام ‏ ‏ ‏ تا نماند در کتاب حکمت نیم خام

تا نہ پھٹے پردہ غفلت کا تمام ‏ ‏ ‏ تا نہ ہووے در کتاب حکمت نیم خام

بر نیفتد از طبق سرپوش غیب ‏ ‏ ‏ تا نہ بیند دیدۂ بینی را عین عیب

تا طبق پر غیب کا پردہ رہے ‏ ‏ ‏ دیدۂ شک ہو نہ واقف راز سے

ما ہمہ گوشیم گر شد نقش گوش ‏ ‏ ‏ ما ہمہ نطقیم اما لب خموش

گوش ہیں ہم ۔ گو نہیں اب نقش گوش ‏ ‏ ‏ ہم ہیں گویائی ۔ مگر لب ہیں خموش

ما ہمہ عینیم گر شد نقش عین ‏ ‏ ‏ بل ہمہ عینیم ما بے شیخ و بین

آنکھ ہیں ۔ گو آنکھ کا گم ہے نشاں ‏ ‏ ‏ آنکھ بالکل ۔ اب ہے مانع کہاں

غرق دریائیم گرچہ قطرہ ایم ‏ ‏ ‏ جملگی شمسیم گرچہ ذرہ ایم

غرق ہیں دریا میں گو ہم قطرہ ہیں ‏ ‏ ‏ ہم ہمہ تن شمس ہیں گو ذرہ ہیں

بے حجاب ہر دو گل آئیم صاف ‏ ‏ ‏ در جہان جاوداں گشتیم صاف

گاد کا پردہ نہیں ۔ ہیں آپ صاف ‏ ‏ ‏ ہم جہان جاوداں میں ہیں شفاف

ہرچہ ما دادیم دیدیم ایں زماں ‏ ‏ ‏ ایں جہاں تنگیست پیش آں جہاں

جو دیا تھا ہم نے دیکھا ہے یہاں ‏ ‏ ‏ یہ جہاں تنگی ۔ بڑی ہے وہ جہاں

روز کشتن روز پنہاں کردنست ‏ ‏ ‏ تخم در خاک پریشاں کردنست

وہ تھا دن بونے کا ۔ کھیتی کے لئے ‏ ‏ ‏ اور نہ ہیں یاں تخم ریزی کے لئے

وقت بدرودن گہ منجل زدن ‏ ‏ ‏ وقت اظہار آمد و پیدا شدن

آگیا اب کاٹنے کا وقت ہاں ‏ ‏ ‏ وقت پیداوار کا ہے کیا عیاں

لہ یعنی نہ کوئی شرعی تکلیف ہے اور نہ ہوا فرزہ

پائمرد کو خواجہ کا جواب

بشنو اکنوں راز مہمان جدید | من ہمی دیدم کہ او خواہد رسید
راز اب مہمان نو کا سُن ذرا | جانتا تھا میں کہ وہ بس آئے گا

ہم شنیدہ بودم از وی‌اش خبر | بستہ بہر او دو سہ پارہ گہر
مجھ کو اس کے قول کی بھی تھی خبر | اس لئے دو تین رکھے تھے گہر

کہ وفائے وام او ہست آں ویش | تا کہ ضیفم بہر نگردد سینہ ریش
قرض اُتر کر تھوڑا زر بچ جائے گا | تا نہ ہو سینے حزیں مہماں مرا

وام دارد از ذہب او نہ ہزار | وام را از بعض او گو وا گزار
قرض ہے دینار اس پر نو ہزار | کر سکے اس میں سے تو اپنا قرض اُتار

فضلہ ماند زاں بسے گو خرج کن | در دعا گوئی مرا ہم درج کن
جو بچے اس میں سے خرچ اپنا کرے | اور دعا پھر وہ کرے حق میں مرے

خواستم آں تا بدست خود دہم | در فلاں دفتر نوشتہ است آں رقم
چاہتا تھا دوں یہ اپنے ہاتھ سے | اور فلاں دفتر میں لکھا ہے اُسے

خود اجل مہلت ندادم تا کنم | خفیہ بسپارم بدو دُرِّ عدن
موت نے مجھ کو نہ مہلت دی ذرا | ہیں اُسے خفیہ وہ گوہر سونپتا

لعل و یاقوتست بہر وام او | در خریطہ و نوشتہ نام او
لعل اور یاقوت بہر قرض ہاں | نام کاسے پر ہے اس کا بیگماں

در فلاں طاقیش مدفوں کردہ ام | من علم آں یار پیشش بردہ ام
اور فلاں سے طاق میں گاڑا اُسے | اس سے ہمدردی تو کی ہے پہلے سے

قیمت آں ہی ندانند جز ملوک | فاجتہد بالبیع ان لم یخدعوک
اس کی قیمت شاہ ہی ہیں جانتے | بیچ تا کوئی نہ دھوکا دے سکے

در بیع آن مکن تو از خوف غرار	کہ رسول آموخت سہ روز اختیار
تین دن کی واپسی پر بیچ اسے	ہو نہ گھاٹا ۔ جو نبی فرما گئے
از کساد آں مترس و مشکفت	کہ رواج آں نخواہد ہیچ خفت
بے رواجی سے نہ اس کی خوف کھا	تجھ کو بس نقصان نہ پہنچے گا ذرا
وارثانم را سلام من بگو	ویں وصیت را بیاں کن مو بمو
جاکے میرے وارثوں کو کہہ سلام	اور وصیت یہ بیاں کر دے تمام
تا ز بسیاری آں زر نشکہند	بے گرانی پیش آں مہماں نہند
زر کی کثرت سے نہ وہ مطلق ڈریں	سب بلا تامل نذر مہماں کی کریں
ور بگوید او نخواہم من فرہ	گو بگیر و ہر کرا خواہی بدہ
گر کہے وہ ۔ میں نہیں لوں گا سوا	کہہ دے لے دے جس کو جی چاہے ترا
زانچہ دادم باز نستانم نقیر	سوئے پستاں باز ناید ہیچ شیر
دل بہ واپس میں سے جو کچھ دے دیا	دودھ پستاں میں کبھی واپس گیا؟
گشتہ باشد چوں سگے قی را اکول	ہست در صدقہ از قول رسول
قے کو کھا لینے والا وہ کتا بنا	صدقہ پھیرے جو ۔ بقول مصطفیٰ
بہر او بنہادہ ام آں از دو سال	کردہ ام من نذرہا ذو الجلال
رکھا ہے دو سال سے اس کے لئے	ہیں منتیں نذریں کی ہیں بس اللہ سے
در بہ بندد در نیابد آں فریش	گو بریزند آں عطا را بر سرش
گر نہ گوہر پہنچے نیت سے نہ پا سکا	گر دیے ۔ اس کے سر پہ وہ کر دیں نثار
ہر کہ آنجا بنگرد زر ہی برد	نیست بر ہر [illegible]
[illegible] ذرا جاتا ہے جو پہنچے وہاں	[illegible] نیکوں کا کہاں
ور روا دارند تحصیل آں شدہ	نیست چنداں [illegible] زیاں [illegible]
وارث اس میں سے اگر لیں گے ذرا	ان کا نقصان نہیں [illegible] ہوا

گر روان من بشوراند ز دود — صد در محنت بر ایشان بر گشود

دیں وہ میری جان کو تکلیف اگر — ان پہ وا ہوں سیکڑوں محنت کے در

از خدا امید دارم من لبق — کو رساند حق را با مستحق

حق سے ہیں امید رکھوں بر ملا — حق وہ بس حقدار کو پہنچائے گا

دو قضیہ دیگر او را دست داد — لب بیا گر او نخواہم بر گشاد

اور دو قضیے اسے حاصل ہوئے — لب رکھوں گا بند ان کے ذکر سے

تا بماند دو قضیہ سر و راز — ہم نگردد مثنوی چندیں دراز

تا وہ دو قضیے رہیں مانند راز — مثنوی بھی ہو نہ ان سے بس دراز

بر جہید از خواب انگشتک زناں — گہ غزل خواناں و گہ نوحہ کناں

خواب سے چونکا بجاتا چٹکیاں — وہ غزل خواں تھا کبھی نوحہ کناں

گفت مہماں در چہ سودا ہستی — پا ہمہ دامست و خوش برجاستی

بولا مہماں کیا تجھے سودا ہوا — مست و شاداں تو جو لے پا مرد اٹھا

تا چہ دیدی دوش خواب اے بو العلا — کہ نمی گنجی تو در شہر و فلا

تو نے دیکھا خواب میں کیا اے ابی — شہر و جنگل میں سماتا جو نہیں

خواب دیدہ فیل تو ہندوستاں — کہ رمیدستی ز حلقہ دوستاں

دیکھا خواب ہند تیرے فیل نے — تو جو بھاگا حلقہ احباب سے

گفت سودا کہ خوابے دیدہ ام — دوش در شب آں خوابے دیدہ ام

بولا پر سودا ہے دیکھا آج یہ خواب — رات شب کو دیکھا ہے میں نے آج یہ

خواب دیدم خواجہ بیدار را — آں سپہر و جہان اسرار را

خواجہ بیدار کو دیکھا ہے یار — جس سے دیدہ ہے جہاں کو ...

خواجہ را دیدم بخواب اے بو العلا — آں سپہر و جہان و راہ کبریا

خواب میں تو خواجہ کو دیکھا ہے اگر — جس سے راہ حق ہیں روشن بیاں ...

خواب دیدم خواجهٔ معطی المنیٰ	واحدی کالالف از اہل خدا
خواب میں دیکھا ہے خواجہ باسخا	جوں ہزار اک تھا با مرکبریا
مست و بیخود ایں چنیں بر می شمرد	تا کہ مستی عقل و ہوشش را ببرد
مست و بیخود کر رہا تھا ایسے ہی	عقل اس کی مستی سے جاتی رہی
در میان خانہ افتاد او دراز	خلق اندر گرد آں آمد فراز
گر پڑا گھر میں وہ غش کھا کر جو ہی	جمع خلقت پاس اس کے ہو گئی
با خود آمد گفت اے بیخودشی	اے نہادہ ہوش ہا در بیہشی
ہوش آیا بولا اے بیخودشی	بیہشی میں عقل تو نے ہے رکھی
خواب در بنہادۂ بیداریے	بستہ در بیدلی دلداریے
خواب میں تو نے ہے بیداری رکھی	بیدلی میں تو نے دلداری رکھی
منعمی پنہاں کنی در ذل فقر	طوق دولت بندی اندر غل فقر
فقر کے سائے میں پنہاں ہے غنا	طوق دولت فقر میں ہے باندھتا
ضد اندر ضد پنہاں مندرج	آتش اندر آب سوزاں مندمج
ضد کے اندر ضد ہے پوشیدہ ہوئی	آگ جیسے آب سوزاں میں رلی
روضہ در آتش نمرود درج	دخلہا روباں شدہ از بذل و خرج
آتش نمرود میں گلشن نہاں	خرچ سے آمد ہے پیدا بیگماں
تا بگفتہ مصطفیٰ شاہ نجاح	السماح یا اولی النعمیٰ رباح
مصطفیٰ نے یہ ہے فرما دیا	نفع ہے اے مال والو بخشنا
ما نقص مال من صدقات قط	انما الصدقات نعم المرتبط
صدقوں سے ہے مال میں نقصاں کہاں	صدقے اللہ [illegible] قبول سب کو بیکساں
جوششش افزونی زر در زکوٰۃ	عصمت از فحشا و منکر در صلوٰۃ
مال و دولت کو بڑھاتی ہے زکوٰۃ	باز رکھتی ہے برائی سے صلوٰۃ

ﷺ قولہ تعالیٰ ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر [illegible]

آں زکاتت کیسۂ‌ات را پاسبان | واں صلاتت ہم ز گرگاں شد شبان
پاسباں ہے تیرے کیسے کی زکوٰۃ | بھیڑیوں سے تیری رکھوالی صلوٰۃ

میوۂ شیریں نہاں در شاخ و برگ | زندگی جاوداں در زیر مرگ
میوۂ شیریں ہے پتوں میں نہاں | موت میں ہے زندگی جاوداں

زبل گشتہ قوت خاک از شیوۂ | زاں غذا زادہ زمیں را میوۂ
خاک کی خوراک جب گوبر بنا | اس غذا سے میوہ پھر پیدا ہوا

در عدم پنہاں شدہ موجودیے | در سرشت ساجدے مسجودیے
ہے[1] عدم میں دیکھ موجودی نہاں | اور ساجد میں ہے مسجودی نہاں

آہن و سنگ از برونش مظلمے | وز دروں نورے و شمع عالمے
لوہا پتھر ہیں سیہ باہر سے ہاں | باطناً ہیں نور اور شمع جہاں

درج در خوف ہزاراں ایمنی | در سواد چشم چندیں روشنی
خوف کے اندر ہزاروں ایمنی | ہے سواد[2] چشم میں بس روشنی

اندرون گاو تن شہزادۂ | گنج در ویرانۂ بنہادۂ
بیل[3] کے تن میں ہے شہزادہ نہاں | گنج ویرانے میں پنہاں بیگماں

تا خر پیرے گریزاں زاں نفیس | گاو بیند شاہ نے یعنی بلیس
تاکہ[4] بوڑھا گدھا گریزاں اس سے ہو | بیل کو دیکھے نہ دیکھے شاہ کو

[1] یعنی عدم ہی سے وجود پاکر موجود ہوتے ہیں اور انسان فرشتوں کا مسجود تھا جیسے کہ حضرت آدم خود ہی مسجود و ساجد کی سرشت میں پنہاں آیا ہے۔ [2] سیاہی۔

[3] یعنی اس جسم میں جو بیل کی مانند ہے۔ اور کھانے کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ ایک شہزادہ یعنی روح پوشیدہ ہے۔

[4] بوڑھا گدھا ابلیس ہے جس نے حضرت آدم میں فقط اپنی جسم اور مٹی کو دیکھا اور شاہ یعنی روح کو جو ان کے اندر فرشتوں کی مسجود تھی نہ دیکھا۔

ایک بادشاہ کی اپنے تین بیٹوں کو وصیت

پادشاہے بود او را سہ پسر ہر سہ صاحب فطنت و صاحب نظر
ایک شہ تھا تین تھے اُس کے پسر تینوں دانشمند اور صاحب نظر

ہر یکے از دیگرے استودہ تر در سخا و در وغا و کر و فر
ایک سے تھا ایک بڑھ کر باہنر شوکت و جود و وغا میں سربسر

پیش شہ شہزادگاں استادہ جمع قرۃ العینان شہ ہمچوں سہ شمع
شہ کے آگے شہزادے تھے کھڑے شاہ کے نور نظر جوں شمع تھے

از رہ پنہاں ز عینین پسر می کشید آبے نخیل آں پدر
بیٹوں کے چشموں سے خفیہ راہ سے باپ کے اعضا تھے پانی کھینچتے

تا ز فرزند آب ایں چشمہ شتاب می رود سوئے ریاض ام و باب
پانی جب تک چشمۂ فرزند سے جاتا ہے گلزار میں ماں باپ کے

تازہ می باشد ریاض والدین گشتہ جاری عینین شاں بر ہر دو بین
تازہ رہتا ہے چمن ماں باپ کا گو نہیں چشموں سے وہ جاری ہوا

چوں شود چشمہ ز بیماری علیل خشک گردد برگ شاخ آں نخیل
چشمہ جب بیمار ہو بیماری سے سوکھ جائیں برگ و شاخ اُس نخل کے

خشکی نخلش ہمی گوید پدید کز فرزند آں شجر نم میکشید
نخل کی خشکی سے یہ بہ ملا پانی یہ فرزند ہی سے لیتا تھا

اے بسا کاریز پنہاں ہمچنیں متصل با جان تاں یا غافلیں
ایسی کاریزیں بہت سی ہیں چھپی غافلو! جاں سے تمہاری ہیں لگی

لہ یعنی باپ کے نخل وجود کے ۔ کاریز اس نہر کو کہتے ہیں جو خود زمین کے نیچے چھپی ہوئی ہو ۔ اور اس کا پانی اوپر رواں ہو ۔

ای کشیده ز آسمان و زمین | مایه‌ها تا گشته جسم تو سمین

آسمانوں اور زمینوں سے لئے | اتنے سرمایے کہ تن موٹے ہوئے

تن ز اجزای زمین دزدیده | پاره پاره زیر آن ببریده

تن میں اجزائے زمیں چوری کئے | ٹکڑے ٹکڑے کاٹا اس کے تحت سے

از زمین و آفتاب و آسمان | پاره‌ها بردوختی بر جسم جان

اور زمین و آفتاب و چرخ سے | ٹکڑے سے کر جسم پر تو نے سئے

تا تو پنداری که کردی رایگان | باز بستاند از تو این و آن

تو یہ سمجھے مفت ہی ہیں لے گیا | تجھ سے وہ واپس نہ لیں گے کیا بھلا

کالهٔ دزدیده نبود پایدار | لیک آرد دزد را تا پای دار

مال چوری کا کہاں سے پائدار | چور کو لاتا ہے سولی تک وہ یار

عاریه ست این کم همی باید فشارد | کانچه بگرفتی همه باید گزارد

عاریت ہے تو نہ ہو شیدا ابھی | جو لیا ہے تو نے چھوڑے گا سبھی

جز لطیفت کان ز دل آمده است | روح را باش آن دگرها بیهده است

جز لطیفہ جو من روحی سے آیا | روح کا ہو اور بیہودہ ہے سب کا سب

بیهده نسبت بجان می‌گویمش | نی به نسبت با صنیع محکمش

جسم ہے بیہودہ جاں کے سامنے | ورنہ وہ ہے صنعت اللہ سے

سلہ قولہ تعالیٰ و نفخت فیہ من روحی یعنی میں نے اپنی روح اس میں پھونک دی۔

عارف کا سرچشمۂ حیات ابدی سے دوچار ہونا

رُباعی

کاریز درون جان تو می باید — کز عاریہا ترا درے نکشاید
یک چشمۂ آب از درون خانہ — بہ زاں جو یکہ از بروں می آید

(ترجمہ)

کاریز جو ہو تیری جاں کے اندر	کردے جو تجھے نیاز جوئے دیگر
ہر [illegible] جو نہر آئے آں کا کیا ہے	اُس نہر سے تو گھر کا ہے چشمہ بہتر
چشمۂ کاریز اصل چشمہ ہا	فارغت آرد ازیں کاریزہا
اصل ہے جو چشمہ سے اس کاریز کے	تجھ کو سب کاریزوں سے فارغ کرے
تو ز صد ینبوع شربت میکشی	ہر چہ زاں صد کم شود کاہد خوشی
تو سے سو چشموں سے شربت پی رہا	تو ہو ناخوش ایک بھی گر کم ہوا
چوں بجوشد از درون چشمہ سنی	زاستراق چشمہا گردد غنی
دل سے اُبلے چشمہ گر روشن کوئی	چشموں کی چوری سے ہو وے گر غنی
چشمۂ آبے درون خانہ	بہ ز رودے کاں بود بیرون خانہ
گھر کے اندر چشمہ پانی کا ہو جو	بہتر اس ندی سے جو گھر سے باہر ہو
قرۃ العین ست چوں زاید گل او	رائحہ ایں چمن در دل پدید
[illegible]	[illegible]
قاعدہ با چوں آب آید از بروں	در زبان اس باشد چند دوں
[illegible] پانی اگر باہر سے آئے	اس کی حالت [illegible]

چونکہ دشمن گرد آں حلقہ کند ۔ تا کہ اندر خون شاں غرقہ کند

دشمن اس قلعے کو جب گھیرے ۔ غرق خوں تا قلعہ والوں کو کرے

آب بیروں را بہ بندد آں سپاہ ۔ تا نباشد قلعہ را از آنہا پناہ

روکی دے باہر سے پانی وہ سپاہ ۔ تا ہوں اہل قلعہ محروم پناہ

آں زماں یک چاہ شورے اندروں ۔ بہ ز صد جیحون شیریں از بروں

اچھا پھر کھاری کنواں اندر کا ہو ۔ بیٹھے ستو ندیاؤں سے باہر ہوں جو

قاطع الاسباب لشکرہائے مرگ ۔ ہمچو دے آمد بقطع شاخ و برگ

کاٹتی اسباب کو ہے فوج مرگ ۔ کاٹتی جیسے خزاں ہے شاخ و برگ

در جہاں نبود مددشاں از بہار ۔ جز مگر در جان بہار روئے یار

کب مدد دے ان کو دنیا میں بہار ۔ ہاں مگر جاں کی بہار روئے یار

زاں لقب شد خاک را دار الغرور ۔ کو کشد پا را پس یوم العبور

نام دنیا کا ہے یوں دار الغرور ۔ موت کے دن بھاگتی ہے یہ ضرور

پیش ازاں از راست از چپ می دوید ۔ کہ بچلیم درد تو چیزے بپچید

پہلے دائیں بائیں سے یہ تھا ۔ دوڑتی کہتی ہے درد لوں پہ لپیٹ لیا

او بگفتے مر ترا وقت غماں ۔ دور از تو رنج وہ کہ در میاں

تجھ کو کہتی تھی کہ وقت اندوہ کے ۔ دور وہ زائل رنج و غم تجھ سے رہے

چوں سپاہ رنج آمد بست دم ۔ خود بھی گوید ترا من دیدہ ام

توبہ حکم آئی تو چپ ہی سادھ لی ۔ تجھ کو دیکھا ہے کہ کب اتنا کبھی

حق پے شیطان ازیں نساں زد مثل ۔ کہ ترا در رزم آرد با حیل

دی ہے شیطاں کی مثال اللہ نے ۔ حیلوں سے وہ جنگ میں لے آئے تجھے

کہ ترا گوید کہ من پشتم ترا ۔ در جفا و در بلا و در عنا

تجھ کو کہتا ہے میں ہوں حامی ترا ۔ تو جو ہو رنج و الم میں مبتلا

من ترا یاری دہم من با توام ۔ در خطرہا پیش تو من می روم
میں ہوں تیرے ساتھ تیرا یار ہوں ۔ وقت خطرے کے تیرے آگے ہوں

اسپرت باشم گہ تیر و خدنگ ۔ مخلصت باشم ہم اندر وقت جنگ
تیروں کی بارش میں تیری ڈھال ہوں ۔ جنگ میں تیری حفاظت میں کروں

جاں فدائے تو کنم در انتعاش ۔ رستمی شیری ہلا مردانہ باش
عیش و عشرت میں ہوں میں تجھ پر نثار ۔ ہو بہادر شیر رستم ہے تو یار

سوئے کفرش آورد زیں عشوہا ۔ آں جوال خدعہ و مکر و دغا
لائے سوئے کفر اسے یوں بہلا ۔ پھنسا وہ دھوکے فریب اور مکر کا

چوں قدم بنہاد در خندق فتاد ۔ او بخندہ قہقہہ لب را کشاد
جب قدم رکھتے ہی خندق میں گرا ۔ مار کر اک قہقہہ شیطاں ہنسا

ہیں بیا ایں طمعہا دارم ز تو ۔ گو بایش رو رو کہ بیزارم ز تو
یہ کہے آ تجھ سے امیدیں رکھوں ۔ وہ کہے چل چل کہ میں بیزار ہوں

تو نہ ترسیدی ز عدل کردگار ۔ من ہمی ترسم تو دست از من بدار
تو نہ انصاف خدا سے کچھ ڈرا ۔ ڈرتا ہوں میں چھوڑ دے پیچھا مرا

گفت حق او خود جدا شد زاں ہوی ۔ تو بدیں تزویرہا ہم کے رہی
وہ ہوا الگ کہا اللہ نے ۔ تو بھی ان مکروں سے لیکن کب بچے

فاعل و مفعول در روز شمار ۔ روسیاہند و حریف سنگسار
فاعل و مفعول روز حشر کو ۔ روسیہ ہوں سنگ باری ان پہ ہو

رہزدہ و رہزن یقیں در حکم داد ۔ در سعیر بعد اند و در بئس المہاد
رہزدہ رہزن خدا کے حکم سے ۔ بالیقیں ہوں گے جہنم میں پڑے

گول را و غول را کو را فریفت ۔ از خلاص و فوز میباید شکیفت
اس نے جس احمق کو دھوکا ہے دیا ۔ صبر اس کی مغفرت سے کر دیا

ہم خرد و خر گیرد اینجا در گلند	غافلند اینجا و آنجا آفلند
کلہیں ہیں گئے خر گیر، خرد دونوں یہاں	غافل اس جا - ڈوبنے والے وہاں
جز کسانے راکہ واگرداند آں	در بہار فصل آیند از خزاں
ماسوا ان کے جو اس سے ہیں رہا	وہ خزاں سے فصل گل کا لیں مزا
توبہ آرند و خدا توبہ پذیر	امر او گیرند و او نعم الامیر
وہ کریں توبہ - خدا توبہ پذیر	مانیں اس کا حکم - وہ اچھا امیر
چوں برآرند از پشیمانی حنین	عرش لرزاں از انین المذنبین
جب پشیماں ہو کے وہ روئیں یہاں	عرش کانپے ان کے فریاد و فغاں
آنچناں لرزد کہ مادر بر ولد	دست شاں گیرد بہ بالا می کشد
ایسے ماں بیٹے پہ جیسے کانپ اٹھے	پھر پکڑ کر ہاتھ اوپر کھینچ لے
کاے خداتاں واخریدہ از غرور	نک ریاض فضل ما رب غفور
اب تمہیں دے دی نجات اللہ نے	کھاؤ پھل اس کے کرم کے باغ سے
بعد ازیں تاں برگ و رزق جاوداں	از ہوائے خود بود نز ناوداں
پھر تمہیں حق دے گا رزق جاوداں	جیسا تم چاہو گے ویسا بیگماں
چونکہ دریا بر وسائط رشک کرد	تشنہ چوں ماہی بتبرک مشک کرد
رشک دریا نے وسیلوں پر کیا	مثل ماہی پیاسے کو دریا ملا
قصہ شہزادگاں آر بہ پیش	کایں حدیث از حد گذشت و بیش
شاہزادوں کی سناؤ داستاں	یہ کہانی تو ہے بے حد و بیاں

بادشاہ کے ملکوں کو شہزادوں کی روانگی

عزم رہ کردند آں ہر سہ پسر	سوئے املاک پدر رسم سفر
تینوں لڑکوں نے ارادہ کر لیا	باپ کی کل سلطنت کی سیر کا

در طواف شہرہا و قلعہ ہاش — از رہ تدبیر دیوان معاش

اس کے شہروں اور قلعوں میں پھریں — حکم سے انکے دورہ کریں

خواستند از شہ اجازت گاہِ عزم — داد اجازتشان چو نیت دید جزم

شاہزادوں نے اجازت شہ سے لی — دیکھا آمادہ اجازت شہ نے دی

دست بوس شاہ کردند و وداع — پس بایشاں گفت آں شاہ مطاع

دست بوسی کی انہوں نے شاہ سے — پس کہا ان کو شہ ذی جاہ نے

ہر کجا دلتاں کشد عازم شوید — فی امان اللہ دست افشاں روید

جس جگہ جی چاہے تم اس جا پھرو — فی امان اللہ اب سیریں کرو

غیر آں قلعہ کہ نامش ہش ربا — تنگ آرد بر کلہ داراں قبا

ہوش ربا نامی جو قلعہ ہے مگر — جس سے ہوتے ہیں پریشاں تاجور

اللہ اللہ زاں دژ ذات الصور — دور باشید و بترسید از خطر

اس میں مت جاؤ ہے پُر تصویر جو — دور ہی اس سے رہو کا خوف ڈرو

روئے و پشت برجہاش و سقف و پست — جملہ تمثال و نگار و صورت است

نیچے اوپر جس جگہ نظریں اٹھیں — ہر طرف ہیں صورتیں ہی صورتیں

ہمچو آں حجرہ زلیخا پُر صور — تا کند یوسف بناکامش نظر

جیسے حجرے میں زلیخا کے بنیں ہاں — صورتیں تا دیکھیں یوسف ناگہاں

چونکہ یوسف سوئے او خود ننگرید — خانہ را پُر نقش خود کرد آں مکید

چونکہ یوسف تھے نہ اس کو دیکھتے — بھر دیا گھر اپنی ہی تصویروں سے

تا بہر سو بنگرد آں خوش عیار — روئے او را بیند او بے اختیار

تاکہ جس جانب بھی دیکھیں وہ غیور — سامنے صورت اسی کی ہو ضرور

بہر دیدہ روشناں یزدانِ فرد — شش جہت را مظہر آیات کرد

عارفوں کے واسطے حق نے کیا — مظہر اس دنیا کو اپنی ذات کا

تا بہر حیوان و نامی بنگرند ‌‌ ‌ از ریاض حسن ربانی چرند

تا وہ جس حیوان کو دیکھیں برملا ‌ ‌ حسن حق کے باغ سے پائیں غذا

بہر آں فرمود با آں اسپہ او ‌ ‌ حیثما ولیتم فثم وجہہ

اس لئے اس نے یہ انسان سے کہا ‌ ‌ منہ جدھر پھیرو ادھر پاؤ خدا

از قدح گر در عطش آبے خورند ‌ ‌ در درون آب حق را ناظرند

یہ اگر پانی پیالے سے پئیں ‌ ‌ پانی کے اندر خدا کو دیکھ لیں

آنکہ عاشق نیست او در آب در ‌ ‌ صورت خود بیند اے صاحب نظر

جو نہیں عاشق وہ پانی میں مگر ‌ ‌ اپنی صورت دیکھے اے صاحب نظر

صورت عاشق چو فانی شد درو ‌ ‌ پس در آب اکنوں کرا بیند بگو

صورت عاشق جو اس میں ہے فنا ‌ ‌ اب وہ کس کو پانی میں دیکھے بتا

حسن حق بینند اندر روئے حور ‌ ‌ ہمچو مہ در آب از صنع غیور

حوریں دیکھیں وہ حسن اللہ کا ‌ ‌ چاند جیسے پانی میں جلوہ نما

غیرتے بر عاشقی و صادقیست ‌ ‌ غیرتش بر دیو و بر استور نیست

عاشق و صادق پہ غیرت ہے مگر ‌ ‌ جانور پر ہے نہ غیرت دیو پر

دیو اگر عاشق شود ہم گوئے برد ‌ ‌ جبرئیلے گشت و آں دیوے بمرد

دیو عاشق ہو تو بازی جیت لے ‌ ‌ مرتبہ جبرئیل کا اس کو ملے

اسلم الشیطان[1] آنجا شد پدید ‌ ‌ کہ یزیدے شد ز فضلش بایزید

اسلم الشیطان کو سن لے اسے پیدا ‌ ‌ تھا یزید اور ہو گیا وہ بایزید

ایں سخن پایاں ندارد اے گروہ ‌ ‌ ہیں نگہدارید زاں قاعدہ وجوہ

بات یہ لمبی بہت ہے دوستو ‌ ‌ ہوشیار۔ اس قاعدے کی وجہیں سنو

[1] یعنی شیطان مسلمان ہو گیا۔

ہیں مبادا کہ ہوس تاں رہ زند ‏ ‏ ‏ ‏ کہ فتید اندر شقاوت تا ابد

ہاں کہیں تم کو ہوس دھوکا نہ دے ‏ ‏ ‏ ‏ اور نہ بدبختی میں دائم رہ رہو

از خطر پرہیز آمد مفترض ‏ ‏ ‏ ‏ بشنوید از من حدیث بے غرض

فرض ہے خطرے سے تم بچتے رہو ‏ ‏ ‏ ‏ اب یہ میری بے غرض باتیں سنو

در فرج جوئی ہمہ سر تیز بہ ‏ ‏ ‏ ‏ از کمیں گاہ بلا پرہیز بہ

تیزی فرحت ڈھونڈنے میں ہے بھلی ‏ ‏ ‏ ‏ پر بلاؤں سے رہے پرہیز ہی

گر نمیگفت ایں سخن را آں پدر ‏ ‏ ‏ ‏ ور نمی فرمود زاں قلعہ حذر

گر نہ کہتا ان سے باپ اس بات کو ‏ ‏ ‏ ‏ اور نہ کہتا ۔ قلعے سے بچتے رہو

خود بداں قلعہ نمی شد خیل شاں ‏ ‏ ‏ ‏ خود نمی افتاد آں سو میل شاں

خود نہ جاتے ان کے گھوڑے قلعے میں ‏ ‏ ‏ ‏ خود نہ ہوتی رغبت اس جانب انہیں

کاں نبد معروف بس مہجور بود ‏ ‏ ‏ ‏ از قلاع و از مناہج دور بود

وہ نہ تھا مشہور ۔ نظارہ سے جدا ‏ ‏ ‏ ‏ قلعوں سے اور راستوں سے دور تھا

چونکہ کرد او منع دل شاں زاں منال ‏ ‏ ‏ ‏ در ہوس افتاد و در کوئے خیال

روکنے سے اور دل مائل ہوا ‏ ‏ ‏ ‏ دیکھنے کا شوق پیدا ہو گیا

رغبتے زاں منع در دل شاں برست ‏ ‏ ‏ ‏ کہ بباید سر آں را باز جست

ان کی خواہش تھی کہ ڈھونڈنا چاہیئے ‏ ‏ ‏ ‏ بھید اس میں کیا ہے دیکھنا چاہیئے

کیست کز ممنوع گردد ممتنع ‏ ‏ ‏ ‏ چونکہ الانسان حریص ما منع

کون ہے جو منع کرنے سے رکے ‏ ‏ ‏ ‏ حرص انساں باز رکھنے سے بڑھے

نہی بر اہل تقی تبغیض شد ‏ ‏ ‏ ‏ لیک بر اہل ہوا تحریض شد

اہل تقوی باز رہتے ہیں مگر ‏ ‏ ‏ ‏ حرص ہو اہل ہوس کی تیز تر

لہ حدیث شریف : الانسان حریص فیما منع ۔ انسان کی حرص اسی چیز پر زیادہ ہوتی ہے جس سے وہ منع کیا جائے

پس ازیں یضلی بہ قوم کثیر	ہم ازیں یہدی بہ قلب خبیر
لوگ اکثر ہوتے ہیں گمراہ ہی	حق شناسوں کو ہدایت ہو گئی
بے ز رعد از نے حمام آشنا	بل ز رعد از نے حمامات ہوا
سنتے کب بھاگے کبوتر آشنا	جنگلی جو ہو وہ بھاگے برملا
پس بہ شہ گفتند خدمتہا کنیم	بر سمعنا و اطعنا پا زنیم
ہم ہیں خادم شاہ سے بولے سبھی	ہو گی تعمیل آپ کے ارشاد کی
رو نگردانیم از فرمان تو	کفر باشد غفلت از احسان تو
منہ نہ پھیریں گے ترے فرمان سے	کفر ہے غفلت ترے احسان سے
لیک استثنا و تسبیح خدا	ز اعتماد خود از ایشاں بد جدا
استثنا واجب تھا ایسا اُن کو تھا	بھولے یہ کہنا ۔ اگر چاہے خدا
ذکر استثنا و حزم ملتوی	گفتہ شد در ابتدائے مثنوی
ذکر استثنا کا اچھے قصد کا	مثنوی کی ابتدا میں ہے کیا
صد کتاب ار ہست جز یک باب نیست	صد جہت را قصد جز محراب نیست
سو کتابیں ہیں مگر ہے باب ایک	سیکڑوں طرفیں مگر قبلہ ہے ایک
ایں طرق را مخلصش یک خانہ است	ویں ہزاراں سنبلہ یک دانہ است
انتہا سب راہوں کی ہے خانہ ایک	بالیاں تو ہیں ہزاروں دانہ ایک
گونہ گونہ خوردنیہا صد ہزار	جملہ یک چیز است اندر اعتبار
گرچہ کھانے مختلف ہیں سو ہزار	ایک ہیں لیکن بروئے اعتبار
از یکے چوں سیر گشتی تو تمام	سرد شد اندر دلت پنجہ طعام
[illegible] گر ایک سے ہو کھانے کی پیاس	دل نہ چاہے گا جو ہوں کھانے [illegible]

[illegible] انشاء اللہ وغیرہ کہنا ۱۲

در جماعت بس تو احول دیدۂ | کہ یکی را صد ہزاران دیدۂ

بھیڑ میں تو ایسا بھینگا ہے تو یار | ایک کو دیکھا ہے تو نے دو ہزار

گفتہ بود و ہم از سقام آن کنیز | وز طبیبان گشتی تدبیر نیز

قصہ لونڈی کے مرض کا ہو چکا | ذکر ہے دانش طبیبوں کا ہوا

کان طبیبان ہمچو اسپ بی عذار | غافل و بے بہرہ بودند از سوار

وہ اطبا مثل اسپ بے لگام | تھے سوار اپنے سے غافل بس تمام

کامشان پر زخم از قرع لگام | سمشان مجروح از تحویل گام

حلق زخمی تھے ز ہر لگام | سم ہوئے چلنے سے زخمی تمام

ناشدہ واقف کہ نک بر پشت ما | رایضی چست است استادی کیا

وہ نہ تھے واقف ہماری پشت پر | چست سوار استاد اک عالی نظر

نیست سرگردانی ما زین لجام | جز ز تصریف سوار دوست کام

پھیرتی ہے ہم کو یہ نہیں لگام | پھیرتا ہے وہ سوار دوست کام

ما پی گل سوی بستان‌ها شدہ | گل نمودہ لیک آن خاری بدہ

ہم گئے باغوں کو بہر گل فدا | گل ہوا معلوم لیکن خار تھا

ہیچشان این نی کہ گویند از خرد | بر گلوی ما کہ می‌کوبد لگد

ان میں کوئی کہ نہیں سکتا ذرا | کون گردن پر ہے لاتیں مارتا

آن طبیبان آنچنان بندہ سبب | گشتہ اند از مکر یزدان محتجب

تھے وہ پابند سبب سارے طبیب | مکر سے یزداں کے تھے مخفی غریب

گر ببندی در صطبلی گاو نر | باز یابی در مقام گاو خر

اصطبل میں بیل گر تو باندھ دے | اور گدھا اس جا سے پھر ملے

[illegible]

از خری باشد تغافل خفته وار ٭ که بجوئی تا کیست این خفیه کار
تو گدھا بن سے تغافل خفتہ کا ٭ جو نہ ڈھونڈے کون یہ آ ستا و یکھتا

خود نگفتی کاین مبدل تا کیست ٭ نیست پیدا او مگر افلاکیست
کس نے بدلا - یہ نہیں تو نے کہا ٭ آسمانی ہے نہ گو ظاہر ہوا

تیر سوئے راست پرانیده‌ام ٭ سوئے چپ رفته است تیرت دیده‌ام
تیر پھینکا تو نے گو سیدھی طرف ٭ تو نے دیکھا وہ گیا الٹی طرف

سوئے آہو صید سے تاختی ٭ خویش را تو صید خوکے ساختی
تو شکاری بن کے آہو کا گیا ٭ خود شکار خوک لیکن تو ہوا

در پئے سودے دویدی بہر کبس ٭ نارسیده سود افتادی بحبس
فائدہ لینے کو تو دوڑا گیا ٭ فائدے سے پہلے زنداں میں پڑا

چاہہا کندہ برائے دیگراں ٭ خویش را دیدہ فتادہ اندراں
دوسروں کے واسطے کھودیں کنوئیں ٭ خود ہی لیکن ان کنوؤں میں گر پڑیں

در سبب چوں بے مرادت کرد رب ٭ پس چرا بدظن نگردی در سبب
جبکہ تجھ کو ناکام سبب حق نے کیا ٭ پھر سبب سے تو نہ کیوں بدظن ہوا

بس کسے از مکسبے خاقاں شدہ ٭ دیگراں زاں مکسبہ عریاں شدہ
کسب سے اکثر تو سلطاں ہو گئے ٭ بعض لیکن اس سے عریاں ہو گئے

بس کس از عقد زناں قاروں شدہ ٭ دیگرے از عقد زن مدیوں شدہ
بیاہ سے زردار اکثر ہو گئے ٭ بعض لیکن قرضدار اس سے ہوئے

پس سبب گرداں چو دم خر بود ٭ تکیہ بر وے کم کنی بہتر بود
پس سبب کو دم گدھے کی جان لے ٭ اس پہ بس تکیہ نہ کرنا چاہیے

ور سبب گیری نگردی ہم دلیر ٭ کہ بس آفتہاش پنہانست زیر
سبب تھا تو سبب گیری نہ کر ٭ اس میں پنہاں آفتیں ہیں سربسر

بہر استثناست ایں حزم و حذر — زانکہ خر را بز نماید ایں قدر

بہر استثنا ہے آگاہی - حذر — خر کو جو بز ہے دکھاتی یہ قدر

مشرکاں را در دو چشم اہل بدر — کم نمود تا نداند ہیچ قدر

مشرکوں کو چشم اہل بدر میں — کم دکھایا - تا نہ قدر آن کی کریں

آنکہ[1] چشمش بست گرچہ گربزست — ز احولی اندر دو چشمش خر بزست

جس کی آنکھیں باندھ دے گو ہو حیلہ گر — بھینگے پن سے بز نظر آتا ہے خر

او بگرداند دل و افکار را — چوں مقلب حق بود ابصار را

پھیرتا ہے وہ دل و افکار کو — حق بصارت پھیرنے والا جو ہو

چاہ را تو خانۂ بینی شریف — دام را تو دانۂ بینی لطیف

چاہ کو دیکھے تو اک خانہ شریف — دام کو دیکھے تو اک دانہ لطیف

ایں تسفسط[2] نیست تقلیب خداست — می نماید کہ حقیقت ہا کجاست

مکر کب ہے یہ ہے تقلیب خدا — جو بتاتا ہے حقیقت شے ہے کیا

آنکہ انکار حقائق می کند — جملگی او بر خیالے می تند

جو حقائق کا ہے منکر برملا — وہ فقط پابند ہے تخئیل کا

او نمی گوید کہ حسبانش خیال — ہم خیالے باشدت چشمے بمال

ہم ہیں جو سمجھیں اس کا ہے وہ خیال — کھول آنکھیں دیکھ خود اپنا خیال

ایں سخن پایاں ندارد آں فریق — برگرفتند از پئے آں پیر طریق

بات یہ لمبی بہت ہے وہ فریق — شیخ کی جانب چلا سن لے رفیق

بر درخت گندم منہی زدند — از طویلۂ مخلصاں بیروں شدند

جیسے آدم شجر گندم پر گئے — مخلصوں کے حلقے سے باہر ہوئے

لہ تقدیر۔ ۲ه جس کی آنکھیں قدر یا تقدیر باندھ دے۔

سه سوفسطائی ہونا یعنی حقائق اشیا کو نہ ماننا۔

قلعہ ممنوعہ کی طرف شہزادوں کا جانا

چوں شدند از منع و نہیش گرم تر — سوئے آں قلعہ بر آوردند سر

روکنے سے شوق کی وہ تیزی بڑھی — قلعے کی جانب رواں ہو گئے

بر ستیز قول شاہ مجتبیٰ — تا بہ قلعہ صبر سوز ہش ربا

برخلاف قول شاہ برگزیدہ — صبر سوز و ہوش ربا قلعے تک آگئے

آمدند از رغم عقل پند توز — در شب تاریک برگشتہ ز روز

برخلاف عقل نصیحت آموز آگئے — دن کو چھوڑا، داخل شب وہ ہوئے

اندر آں قلعہ خوش ذات الصور — پنج در در بحر و پنج از سوئے بر

اس قصر خوب و پُر تصویر کے — پانچ بحری در تھے، بری پانچ تھے

پنج از آں چوں حس بظاہر رنگ و بو — پنج از آں چوں حس باطن رازجو

پانچ تھے جوں حس ظاہر رنگ و بو — پانچ تھے جوں حس باطن رازجو

زاں ہزاراں صورت و نقش و نگار — میشدند از سو بسو بے اختیار

تصویریں ہزاروں صورتیں نقش و نگار — پھر رہے تھے وہ ہر اک سو بے قرار

زیں قدح ہائے صور کم باش مست — تا نگردی بت تراش و بت پرست

ہو نہ تصویروں کے پیالوں سے مست — تا نہ ٹھہرے بت تراش و بت پرست

از قدح ہائے صور بگذر مایست — بادہ در جام است لیک از جام نیست

جام صورت سے گزر جا، بس یہی — جام میں ہے مے، جام سے لیکن نہیں

سوئے بادہ بخش بکشا پہن گوش — تا از آنسو بشنوی بانگ و خروش

کان ساقی کی طرف اچھے لگا — تا سنے اس سمت سے بانگ و صدا

لے یعنی راستے کو چھوڑ کر رنج میں پھنسے ۔

چون رسد بادہ بیا پر جام کم ۔ گوش دار آوازت آید دمبدم

بادہ جب پہنچے تو کب ہو جام کم ۔ سن تو آواز آسکے گی پھر دمبدم

آدم با معنی دلبندم بجوشت ۔ ترک قشر و صورت گندم بگفت

آدم نے اپنے معنی پہ پھیرے کر لی نظر ۔ گندم اور گیہوں کی کو لیں اپنے ترک کر

چونکہ بیچکے آرد شد بہر خلیل ۔ وانگہ سفرہ لست گندم [illegible]

روٹی جب آئی ہوئی بہر خلیل ۔ جان تو گندم کو پھینکا اور [illegible]

صورت از بے صورت آمد در وجود ۔ ہمچنان کز آتشے زاد است دود

شکل بے شکل سے پیدا ہوئی ۔ آگ سے جیسے دھواں ہے اٹھا

کمترین عیبے مصور در خیال ۔ چون بیاید پیش آرد ملال

عیب یہ کمتی ہے تصویر خیال ۔ جب لگا تار اس کو دیکھے ہو ملال

حیرت محض آردت بے صورتی ۔ زادہ صد گون آلت از بے آلتی

محض حیرت لائی ہے بے صورتی ۔ اس سے سو پیدا کرے بے آلتی

بے ز دستے دستہا بافد ہمی ۔ جان جان سازد مصور آدمی

ہاتھ بے ہاتھ وہ [illegible] ۔ جان جان اس سے انسان کر رہے

آنچنان کاندر دل از ہجر و وصال ۔ می شود بافیدہ گوناگون خیال

[illegible] دل میں ہجر و وصال ۔ ہر طرح سے ہو رہے ہیں پیدا خیال

ہیچ ماند این سرشتہا با اثر ۔ ہیچ ماند نالہ با تو تنہا یا ضرر

[illegible] ۔ [illegible] پہنچا یا ضرر

تو صور را صورت از ضرر [illegible] ۔ دست خائید از ضرر [illegible]

[illegible] ۔ [illegible]

این مثل نالایق است [illegible] ۔ جنبش [illegible]

[illegible] ۔ [illegible]

صنع بے صورت نماید صورتے — تن نگارد با حواس و آلتے

صنعت اس بے شکل کی صورت بنائے — باحواس و آلہ ہی وہ جسم لائے

تا چہ صورت باشد آن بر وفق خود — اندر آرد جسم را در نیک و بد

مثل صورت ہے بناتی جسم بھی — خواہ اچھی ہو وہ صورت یا بری

صورت نعمت بود شاکر شود — صورت مہلت بود صابر شود

صورت نعمت جو ہو شاکر ہو وہ — صورت مہلت جو ہو صابر ہو وہ

صورتے زخمے بود نالاں شود — صورت رحمے بود بالاں شود

زخم کی صورت جو ہو نالہ کرے — رحم کی صورت جو ہو پھولے پھلے

صورت شہرے بود گیرد سفر — صورت تیرے بود گیرد سپر

شہر کی صورت ہو پیش آئے سفر — تیر کی صورت ہو تو پکڑے سپر

صورت خوباں بود عشرت کند — صورت غیبے بود خلوت کند

صورت خوباں ہو تو عشرت کرے — غیب کی صورت ہو تو خلوت کرے

صورت خوبی بود ناز آورد — صورت چنگی بود ساز آورد

صورت خوبی ہو تو وہ ناز لائے — صورت چنگی ہو تو وہ ساز لائے

صورت محتاجی آرد سوئے کسب — صورت بازوری آرد لغضب

صورت افلاس سوئے کسب لائے — صورت بازووری غصہ بڑھائے

این ز حد و اندازہ ہا باشد برون — داعی فعل از خیال گونہ گون

مختلف تخئیل سے یہ صورتیں — فعل کی جانب طلب ہم کو کریں

بے نہایت کیش ہا و پیشہ ہا — جملہ ظل صورت اندیشہ ہا

مذہب اور پیشے جو ہیں بے انتہا — سب ہیں سایہ صورت افکار کا

بر لب بام ایستادہ قوم خوش — ہر یکے را بر زمیں بیں سایہ اش

بام پر اک قوم خوش جلوہ کناں — سایہ ہر اک کا زمیں پر دیکھ ہاں

صورت فکرست بر بام مشید — وان عمل چون سایہ بر ارکان پدید

چرخ پر ہے صورت فکر اے جواں — اور عمل جوں سایہ ارکاں پر عیاں

فعل بر ارکان و فکرت مکتتم — لیک در تاثیر و وصلت دو بہم

فکر پنہاں ہے فعل ہے ارکان پر — ہیں بہم تاثیر و وصلت میں مگر

آں صور در بزم کز جام خوشیست — فائدہ آں بیخودی و بیہشیست

دہر میں وہ صورتیں جام خوشی — فائدہ ہے بیخودی اور بیہشی

صورت مرد و زن و لعب و جماع — فائدہ‌اش بیہشی وقت وقاع

شکل مرد و زن کی صحبت اور خوشی — فائدہ صحبت کا ہے بس بیہشی

صورت نان و نمک کاں نعمتست — فائدہ آں صورت بے صورتست

صورت نان و نمک نعمت ہوئی — فائدہ ہے شکل کا بے صورت اچھی!

در مصاف آں صورت تیغ و سپر — فائدہ‌اش بے صورتی یعنی ظفر

جنگ میں ہیں وہ صورت تیغ و سپر — فائدہ بے صورتی یعنی ظفر

مدرسہ تعلیم و صورتہائے وضع — چوں بدانش متصل شد گشت نفع

صورتیں اور مدرسے تعلیم کے — طے ہوئے جب مل گئے وہ عقل سے

ایں صور چوں بندۂ بے صورتند — پس چرا در نفی صاحب نعمتند

صورتیں ہیں شکل بے صورت کی جو — صاحب نعمت سے کیوں انکار ہو

پیش او در روند و در نفی او تنند — پس صورہا بندۂ بے صورتند

اس کے آگے یہ ہوں پیدا اور مریں — بندۂ بے شکل کی ہیں صورتیں

ایں صور دارد ز بے صورت وجود — چیست پس بر موجد خویشش جحود

ہیں جو بے صورت سے پیدا صورتیں — کیوں پھر انکار اپنے موجد سے کریں

لہ یعنی جسم +

ٹہ یعنی جان +

خود از او باید ظهور انکار او / نیست غیر عکس خود این کار او

اس سے ہے انکار یہ ظاہر ہوا / کام ہے یہ تو بس اپنے عکس کا

صورت دیوار و سقف هر مکان / سایهٔ اندیشهٔ معمار دان

ہر مکاں کی چھت بھی اور دیوار بھی / جان سایہ فکر کا معمار کی

گرچه خود اندر محل افتکار / نیست سنگ و چوب و خشتی آشکار

خود محل فکر میں گو سے ابہی [illegible] / اینٹ پتھر اور لکڑی کچھ نہیں

فاعل مطلق یقین بی صورت است / صورت اندر دست او چون آلت است

فاعل مطلق کو ہے صورت ہی بیاں / صورت اس کے ہاتھ میں اک آلہ ہاں

گه گه آن بی صورت از کتم عدم / مر صور را رو نماید از کرم

صدر [illegible] کو غیب سے پوشیدہ سے کبھی / شہود کیا [illegible] صورت کبھی

تا مدد گیرد ازو هر صورتی / از کمال و از جمال و قدرتی

تا مدد ہر شکل کو اس سے ملے / حسن سے قدرت سے اور اوصاف سے

باز بی صورت چو پنهان کرد رو / آمدند از بهر کد در رنگ و بو

جب چھپا لی صورت اس بے شکل نے / رنگ اور بو کی ہر کوشش میں پڑے

صورتی از صورت دیگر کمال / گر بجوید باشد آن عین ضلال

دوسری صورت سے گر صورت کمال / گر ڈھونڈے اس کو ہے بالکل ضلال

چونک آن صورت کمال [illegible] / با پیش ارشاد کردش از دو واو

[illegible]

پس چه عرضه می‌کنی ای بی‌گهر / احتیاج خود به محتاجی دگر

[illegible] اپنی احتیاج [illegible]

ای ابنا [illegible]

چوں صور نیست مر یزداں مگو | ظن مبر صورت بہ تشبیہش مجو
قید صورت حق سے تو نسبت نہ دے | ڈھونڈ مت تشبیہ اس کی جان لے

در تضرع جو و افنائے خویش | کز تفکر جز صُوَر نایدت پیش
عاجزی میں اور فنا میں ڈھونڈ لے | صرف صورت پیش آئے فکر سے

ور ز غیر صورتت نبود فرہ | صورتے کاں نیست تو زاید در توبہ
اور جو غیبت سے نہ ہو تو شادماں | تصور [illegible] ہے تو آئے [illegible] گماں

صورت شہرے کہ آنجا میروی | ذوق بے صورت کشیدت اے رہی
اے جو چلا جاتا ہے تو جس شہر کو | کھینچے ہے تجھ کو ذوق بے صورت ہے جو

پس بمعنی میروی تا لامکاں | کہ خوشی غیر مکانست و زماں
اصل میں جاتا ہے تو تا لامکاں | ہے خوشی بس بے مکان و بے زماں

صورت یارے کہ سوئے او شوی | از برائے مونسی اش میروی
پس جو یار کے واسطے جاتا ہے تو | انس ہی کے واسطے جاتا ہے تو

پس بمعنی سوئے بے صورت شدی | گرچہ زاں مقصود غافل آمدی
اصل میں تو سوئے بے صورت گیا | گرچہ اس مقصود سے غافل ہوا

در حقیقت حق بود معبود کل | کز پئے ذوق است سیران سبل
اصل میں معبود کل اللہ ہے | لذت کی [illegible] آدمی کی راہ ہے

لیک بعضے رو سوئے دُم کردہ اند | گرچہ سر اصل است سر گم کردہ اند
بعض نے لیکن کیا منہ سوئے دم | گرچہ سر اصلی ہے سر کی راہ گم

لیک آں سر پیش ایں ضالان گم | می دہد داد سری از راہ دم
سر نگر وہ آ سکے ان گمراہوں [illegible] | داد سر دیتا ہے دم کی راہ سے

۱ یعنی ایسی صورت [illegible] ذوق [illegible]

۲ [illegible]

آں ز سر می یابد آں ایں از قدم — قوم دیگر پا و سر کردند گم

سر سے وہ ہیں کام پہ از راہ قدم — بعض نے پر کر دیئے سر پاؤں گم

چونکہ گم شد جملہ جملہ یافتند — از کم آمد سوئے کل بشتافتند

کھو گئے جو سب کچھ ان کو مل گیا — خود کو کھو کر کل انہیں حاصل ہوا

ایں سخن پایاں ندارد آں گروہ — صورتے دیدند با فر و شکوہ

بات یہ لمبی بہت ہے اے امیں! — دیکھی شہزادوں نے صورت اک حسیں

شہزادوں کا دختر شاہ چین کی تصویر دیکھنا

خوب تر زاں دیدہ بودند آں فریق — لیک زیں رفتند در بحر عمیق

اس سے بہتر پہلے دیکھی تھیں ۔ مگر — بحر میں ڈوبے وہ اس کو دیکھ کر

زانکہ افیوں شاں دریں کاسہ رسید — کاسہا محسوس و افیوں ناپدید

اس پیالے سے انہیں افیوں ملی — جام ہیں محسوس ۔ افیوں ہے چھپی

کرد کار خویش قلعہ ہش ربا — ہر سہ را انداخت در چاہ بلا

کر گیا کام اپنا قلعہ ہش ربا — مبتلا تینوں کو آفت میں کیا

تیر غمزہ دوخت دل را بیگماں — الاماں یا ذوالاماں[1] زیں بے اماں

تیر غمزہ سے چھدا دل بیگماں — الاماں ۔ اللہ اس سے دے اماں

قرنہا را صورت سنگیں بسوخت — آتشے در دین و دلہاشاں فروخت

مدتوں سے صدیوں سب جلتے رہے — پھونکنے والا دین و دل کو آگ سے

چونکہ روحانی بود خود چوں بود — فتنہ اش ہر لحظہ دیگر گوں بود

جب ہو خود ذی روح کچھ ہو حال کیا — اس کا فتنہ ہر گھڑی آگے بڑھا

[1] حق تعالیٰ سے مراد ہے ۔

عشق صورت در دل شہزادگاں ॥ چوں خلش می‌کرد مانند سناں

دل میں شہزادوں کے عشق بے اماں ॥ کرتا تھا پیدا کھٹک مثل سناں

اشک می‌بارید ہر یک ہمچو میغ ॥ دست می‌خاییدی می‌گفت ای دریغ

اشک برساتے تھے وہ مثل ابر کے ॥ ہاتھ مل کر آہ بھر کر کہتے تھے

ما کنوں دیدیم شہ ز آغاز دید ॥ چندماں سوگند داد آں بے ندید

ہم نے اب دیکھی یہ شاہ نے پہلے سے ॥ ہم کو قسمیں دی تھیں اس بے مثل نے

انبیاء را حق بسیارست ازاں ॥ کہ خبر کردند از پایان ماں

انبیاء کا حق ہے بے حد اس لئے ॥ با خبر ہم کو کیا انجام سے

کاینکہ می‌کاری نروید غیر خار ॥ وین طرف پرّی بیابی زو مطار

تو جو بوتا ہے اُگے گا بن کے خار ॥ اُڑ سکے گا یوں نہ سوئے کردگار

تخم از من گیر تا ریعے دہد ॥ با پر من پیکہ تیر آنسو جہد

بیج لے تو مجھ سے تا حاصل ملے ॥ میرے پر سے اُڑ کر تیر اس سمت اُڑے

تو ندانی واجبی آں وہست ॥ ہم تو گوئی آخر آں واجب بُدست

تو نہ سمجھا اس کو واجب کیوں رکھا ॥ پھر کہے گا بعد میں واجب تھا

او تو است اما نہ ایں تو کہ تنست ॥ آں توی کہ برتر از ما و منست

وہ ہے تو[1] لیکن نہ یہ تو تن ترا ॥ وہ[2] توئی جو ما و من سے ہے جدا

ایں توی ظاہر کہ بیداری توی ॥ ہست اندر سوئے تو از نیکوئی

یہ توئی ظاہر توئی جانے ہے جسے ॥ تیری جانب ہے اسی کے سمت سے

بر صدف لرزاں چرائی اے گہر ॥ تو کہ خود را شد ندانی اے شکر

کیوں لرزتا ہے صدف پر اے گہر ॥ ہے نہ پہچان اس کو یہ توئی ہے شکر

۱؎ یعنی تو ہونا +

۲؎ یعنی حق تعالیٰ +

توئی بیگانہ است با تو ایں توئی | توئی خود را باز جو از دوئی
تو توئی بیگانہ سمجھتے ہو توئی | پالے تو اپنی توئی چھوڑ اب دوئی

توئی آخر سوئے توئی اولست | آمدہ است از بہر تنبیہ و صلت
توئی آخر ہے اول توئی سے | آئی ہے تنبیہ کرنے کے لئے

توئی تو در دیگرے آمد دفین | من غلام مرد خود بین چنیں
دفن توئی دوسری میں ہے مدام | میں ہوں ایسے مرد خود بیں کا غلام

آنچہ اندر آئینہ بیند جواں | پیر اندر خشت بیند پیش ازاں
آئینے میں جو جواں ہے دیکھتا | بوڑھا دیکھے اینٹ میں اس سے سوا

ز امیر شاہ خویش بیروں آمدیم | با غنا باپ پدر باغی شدیم
حکم کو شہ کے نہ مانا پھر گئے | باپ کے الطاف سے باغی ہوئے

سہل دانستیم قول شاہ را | واں عنایتہائے بے اشباہ را
ہم نے جانا سہل قول شاہ کو | مہر اور شفقت کو بھی بے مثل جو

نگرو افتادیم در خندق ہمہ | خستہ و کشتہ بلا بے ملحمہ
دیکھو اب کس طرح خندق میں گرے | اور بغیر جنگ ہم کشتہ ہوئے

تکیہ بر عقل خود و فرہنگ خویش | بودمان تا ایں بلا آمد بہ پیش
تھا بھروسہ ہم کو اپنی عقل پہ | اس لئے آئی بلا یہ سر بسر

بے مرض دیدیم خود را بے لدق | آنچناں کہ خویش را بیمار دق
اپنی بیماری سے ہم تھے بے خبر | جیسے دق والا ہو دق سے بے خبر

علت پنہاں کنوں شد آشکار | بعد ازاں کہ بستہ شد سقیم و شکار
تھی چھپی بیماری ہوئی اب آشکار | بے بس ہوگئے اور ہو گئے جب ہم شکار

لہ آخر توئی سے تن اور اول توئی سے روح مراد ہے +
سلہ اپنے آپ کو دیکھنے اور سمجھنے والا اپنی عبارت سے +

سایهٔ رهبر بهست از ذکر حق   یک قناعت به ز صد لوت و طبق

ذکر حق سے خوب ظلِ راہبر   اک قناعت سو غذا سے خوب تر

در قناعت خوانده باشی احسن   ذکرِ ذکرِ حق و ذکرِ بو الحسن

ہاں قناعت میں پڑھا ہوگا حسن   ذکر ذکرِ حق کا - ذکر بو الحسن

چشم بینا بہتر از سی صد عصا   چشم بشناسد گہر را از حصا

سو عصا سے چشم بینا خوب تر   جانچتی ہے آنکھ ہی پتھر گہر

در تفحص آمدند اندر زمان   صورتے کہ بود و عجب اندر زبان

جستجو میں پڑ گئے پھول وہ اب   کس کی یہ صورت ہے و نیا عجب

بعد بسیاری تفحص در مسیر   کشف کرد آن راز را شیخ بصیر

سیر کر میں جستجو کے گرم سے   کھولا ان پہ یہ استاد نے

نز طریق گوش بل از وحی ہوش   رازہا بد پیش او بے روی پوش

کان کا کیا ذکر وحی ہوش سے   راز کھلتا سب سے تھے نا ڈھکے

گفت نقش رشک پروین است این   صورت شہزادهٔ چین است این

بولا یہ وہیں کو ہے رشک اس شکل پر   چین کی شہزادی ہے یہ پیش نظر

دختری دارد شہ چین بے مثال   در بہا و در جمال و در کمال

بیٹی شاہ چین کی ہے اک بے مثال   سے بہا اور ہے جمال اور با کمال

ہمچو جان و چون جنین پنہان است او   در مکتّم پرده و ایوان است او

صورت جان و جنیں وہ ہے نہاں   سے چھپی ہے پردے میں ایوان شاں

سوی او نے مرد ره دارد نہ زن   شاہ پنہان کرده او را از فتن

مرد یا عورت کوئی سکے نہ صورت جا سکے   شہ نے فتنوں سے چھپایا ہے اسے

غیرتے دارد ملک بر نام او   کہ نپرد مرغ ہم بر بام او

شاہ کو غیرت ہے اس کے نام پر   پر نہ مارے مرغ بھی اس کے بام پر

وائے آں دل کش چنیں سودا فتاد — ہیچ کس را ایں چنیں سودا مباد
وائے اس دل پر یہ سودا ہو جسے — ایسے سودا میں نہ کوئی بھی پڑے

ایں سزائے آنکہ تخم جہل کاشت — واں نصیحت را کساد و سہل داشت
یہ سزا اس کی ہے جس میں جہل ہے — اور نصیحت کو جو سمجھے سہل ہے

اعتمادے کرد بر تدبیر خویش — کہ برم من کار خود با عقل پیش
ہو بھروسہ جس کو ہر تدبیر پر — اور کہے ہے عقل میری خوب تر

نیم ذرہ زاں عنایت بہ بود — کہ ز تدبیر خرد پانصد رسد
اس کی ذرہ بھر عنایت ہو بھلی — پانسو تدبیر سے بس عقل کی

ترک مکر خویشتن گیر اے امیر — پا بکش پیش عنایات و بمیر
مکر و حیلہ اے امیر! اب چھوڑ دے — اور مرجا اس عنایت کے لئے

ایں بقدر حیلۂ معدود نیست — زیں حیل تا تو نمیری سود نیست
یہ عنایت حیلوں سے تو ہے سوا — چھوڑ حیلے ورنہ پہنچے نفع کیا

تا نمیری سود کے خواہی ربود — رو بمیرو بہرہ بردار از وجود
نفع کب مرنے سے پہلے ہو سکے — جا، تو مرجا۔ نفع لے جسم سے

بخارا کے صدر جہاں کی حکایت

در بخارا خوئے آں صدر اجل — بود با خواہندگاں حسن عمل
عادت شاہ بخارا تھی یہی — سائلوں سے اس کو الفت خوب تھی

داد بسیار و عطائے بے شمار — تا بشب بودے ز جودش زر نثار
سائلوں کو دیتا تھا وہ بے شمار — زر نچھاور کرتا تھا روز و شب نثار

زر بکاغذ پارہا پیچیدہ بود — تا وجودش بود می افشاند جود
ٹکڑوں میں کاغذ کے زر لپٹا ہوا — زندگی بھر بخششیں کرتا رہا

ہمچو خورشید و چو ماہ پاکباز	آنچہ گیرند از ضیا بدہند باز
چاند سورج کی طرح وہ شاہ تھا	جیسے وہ واپس کریں لے کر ضیا
خاک را زر بخش کہ بود آفتاب	زر از و در کان و گنج اندر خراب
خاک کو دیتا ہے زر کون؟ آفتاب	کان و ویرانہ ہیں اس سے گنج یاب
ہر صباحے فرقہ را راتبہ	تا نماند امتے زو خائبہ
روز راتب ملتا تھا اک قوم کو	تا نہ محروم اس سے کوئی قوم ہو
مبتلایان را بُدے روزے عطا	روز دیگر بیوگان را آں سخا
ایک دن خیرات لیتے مبتلا	دوسرے دن ہوتی رانڈوں پر سخا
روز دیگر بر علویان مقل	با فقیہان روز دیگر مشتغل
اگلا دن تو بچے فقیروں کے لئے	پھر کرم اس کا فقیہوں پر رہے
روز دیگر بر تہی دستان عام	روز دیگر بر گرفتاران وام
اگلا دن تھا مفلسان عام کا	بعد اس کے قرضداروں پر سخا
روز دیگر بر یتیمان صغیر	روز دیگر بر ضعیفان اسیر
اگلے دن ہوتی یتیموں پر عطا	پھر ضعیفوں پر وہ کرتا تھا سخا
روز دیگر بہر ابنائے سبیل	روز دیگر مر مکاتب را کفیل
اگلا دن تھا راہگیروں کے لئے	پھر غلاموں کی کفالت پر تلے
شرط آں بد کہ کسے نہ با زباں	زر نخواہد ہیچ و نگشاید دہاں
شرط تھی سائل نہ منہ سے کچھ کہے	التجا ہرگز نہ وہ منہ سے کرے
لیک خامش بر حوالی رہش	ایستادہ مفلسان دیوار وش
سارے مفلس گرد اس کی راہ کے	صورت دیوار چپ رہتے کھڑے
ہر کہ کردے ناگہاں سہوًا سوال	زو نبردے زیں گنہ یک حبہ مال
کوئی بھولے سے جو کرتا تھا سوال	اس خطا سے ملتا اک حبہ نہ مال

من صمت منکم نجا بُد مایه اش | بر همه اہل بخارا سایه اش

جب جو رہتا پاتا وہ دولت مدام | اس کے سائے میں بخارا تھا تمام

بر خموشی داشت عشق نارسائش | خامشاں را بود کیسه کاسه اش

عشق خاموشی سے تھا اس کو مدام | دیتا تھا خاموشوں کو نقد و طعام

تا ورا روزے بگفتے پیرے بگفت | وہ زکاتم کہ منم با جوع جفت

ایک بوڑھے نے کہی اک دن یہ بات | مر رہا ہوں بھوک سے دیجئے زکوٰۃ

منع کرد از پیر و پیرش جہد گرفت | ماند خلق از جہد پیر اندر شگفت

اس نے روکا بوڑھے کو ضد اس نے کی | خلق اس تکرار پر حیران تھی

گفت بس بے شرم پیری اے پدر | پیر گفتا از من تو بے شرم تر

بولا بوڑھے سے حیا ہے تو بڑا | بوڑھا بولا تجھ سے کم ہوں بے حیا

کاین جہاں خوردی و خواہی بطمع | کاں جہاں با این جہاں گیری بہم

یہ جہاں کھایا مگر لالچ یہ ہے | وہ جہاں اور یہ جہاں لوں جیسے ہم یہ

خندہ اش آمد مال دادش پیر را | پیر تنہا برد آں توفیر را

ہنس پڑا شہ اور اس کو زر دیا | بوڑھا تنہا مال سب لے کر گیا

غیر آں پیر ایچ خواہندہ ازو | نیم حبہ زر ندید و یک تسو

ماسوا اس بوڑھے کے کوئی گدا | نے کچھ اس سے نہ زر لے جا سکا

نوبت روز فقیہاں ناگہاں | یک فقیہ از حرص آمد در فغاں

دن فقیہوں کا جو آیا بر ملا | ایک ان میں حرص سے چلا اٹھا

کرد زاریہا بسے چارہ نبود | گفت ہر نوعے نبودش ہیچ سود

گڑگڑا کر رو دیا پر کچھ نہ بن پڑا | گو کیا ہر طرح پر بے سود تھا

روز دیگر با رکو پیچیدہ پا | ناکسی اندر صف قوم مبتلا

اگلے دن پاؤں پہ پٹی باندھ کر | صف میں بیماروں کی بیٹھا وہ بشر

تختہا بر ساق بست از چپ و راست	تا برد آں شہ گماں کاشکستہ پاست
پنڈلیوں تک پٹیاں بھی باندھ لیں	سمجھے شہ ہے پا شکستہ بالیقیں
دیدش و بشناختش چیزے نداد	روز دیگر رو بپوشید از لباد
شہ نے پہچانا نہ کچھ اس کو دیا	دوسرے دن منہ پہ نمدا رکھ لیا
تا گماں آید کہ نابیناست او	وز میان اعمیاں برخاست او
وہ ہے اندھا تا یہ سمجھے بادشا	اور وہ اندھوں ہی میں سے ہے اٹھا
پس بدید او را ندادش ہیچ چیز	از گناہ و جرم گفتن آں عزیز
پھر بھی دیکھا اور نہ کچھ اس کو دیا	مانگنے کا جرم تھا اس سے کیا
چونکہ عاجز شد ز صد گونہ مکید	چوں زناں او چادرے بر سر کشید
جب وہ سو مکروں سے ہارا بیگماں	چادر اس نے اوڑھ لی مثل زناں
در میان بیوگاں رفت و نشست	سر فرو انگندہ پنہاں کرد دست
بیچ میں رانڈوں کے بیٹھا آن کے	سر جھکایا ہاتھ پوشیدہ کئے
ہم شناسیدش ندادش صدقہ	در دلش آمد ز حرماں حرقہ
پھر بھی پہچانا نہ کچھ صدقہ دیا	اپنی محرومی پہ اس کا دل جلا
رفت پس پیش کفن خواہے پگاہ	کہ بپیچم در نمد نہ پیش راہ
پھر کفن والے کے پاس آیا پگاہ	مجھ کو کفنا کر تو رکھ دے پیش راہ
ہیچ مگشا لب نشیں و می نگر	تا کند صدر جہاں اینجا گذر
بیٹھ جا چپ چاپ لیکن رکھ نظر	تا ادھر صدر جہاں کا ہو گذر
بو کہ بیند مردہ پندارد بظن	زر در اندازد پے وجہ کفن
دیکھ کر شاید وہ مردہ جان لے	اور زر ڈالے کفن کے واسطے
ہر چہ بدہد نیم آں بدہم بتو	ہمچناں کرد آں فقیر صلہ جو
جو وہ دیگا آدھا اس میں سے ترا	اس کفن والے نے ایسا ہی کیا

در نمد پیچید و در راهش نهاد | معبر صدر جهاں آنجا فتاد
پس اسے کونا کے رستے میں رکھا | اتفاقاً شاہ اس جا آ گیا

چند زر انداخت بر روی نمد | دست بیروں کرد از تعجیل خود
دیکھا نمدے پر جو زر شہ نے رکھا | جلد اس نے ہاتھ باہر کر لیا

تا نگیرد آں کفن خواہ آں صلہ | تا نہاں نکند ازواں دہ دلہ
تا کفن والا نہ لے وہ عطا | وہ فریبی تا نہ اس کو دے چھپا

مرد از زیر نمد برکرد دست | سر بروں کرد از پئے دست او ز پست
مرد نے باہر کفن سے کر کے ہاتھ | سر بھی پیچھے سے نکالا اس کے ساتھ

گفت با صدر جہاں چوں بستہ‌ام | اے ببستہ بر من ابواب کرم
شہ سے بولا دیکھ کیونکر زر لیا | در کرم کا بند تھا تو نے کیا

گفت لیکن تا نمردی اے عنود | از جناب ما نبردی ہیچ سود
بولا شہ جب تک نہ تو مردہ بنا | فائدہ تجھ کو نہ کچھ مجھ سے ہوا

سر موتوا قبل موت ایں بود | کز پئے مردن غنیمت ہا رسد
دیکھ یہ ہے پہلے مرنا موت سے | بعد مرجانے کے مال و زر ملے

غیر مردن ہیچ فرہنگے دگر | در نگیرد با خدا اے حیلہ گر
اے فریبی! دیکھ مرنے کے سوا | کب کوئی دانش ہے مقبول خدا

یک عنایت بہ ز صد گوں اجتہاد | جہد را خوف ہست از صد گوں فساد
اک عنایت خوب ہے سو جہد سے | آفتیں سو جہد کے ہیں واسطے

واں عنایت ہست موقوف ممات | تجربہ کردند ایں رہ را ثقات
وہ عنایت موت پر موقوف ہاں | آزمایا عاشقوں نے بیگماں

بلکہ مرگش بے عنایت نیز نیست | بے عنایت ہاں و ہاں جائے مایست
بے عنایت بلکہ مرنا بھی نہیں | بے عنایت مت کھڑا ہو تو کہیں

آں زمرد باشد ایں افعی پیر	بے زمرد کے بود افعی ضریر
وہ زمرد ہے یہ سانپ اے باصفا	بے زمرد سانپ اندھا کب ہوا

ایک لڑکے ایک کوسے[ل] اور ایک لوطی کی حکایت

امردے و کوسہ در انجمن	آمدند و مجمعے بُد در وطن
اک وطن میں لوگ اک جا جمع تھے	ایک لڑکا ایک کوسہ آ گئے
مشتغل ماندند قوم منتجب	روز رفت و شد زمان ثلث شب
محو اپنے کام میں تھے لوگ سب	دن تو گزرا اور تھی پچھلی رات اب
زاں طربخانہ نرفتند آں دو کس	ہم بخفتند آں سوا از ترس عس
سب گئے لیکن نہ وہ دونوں گئے	محتسب کے ڈر سے اس جا سو رہے
کوسہ را بُد بر زنخداں چار مو	لیک ہمچوں ماہ بدرش بود رو
کوسے کی داڑھی پہ تھے گو چار بال	پر مثال بدر تھا حسن و جمال
کودک امرد بصورت بود زشت	ہم نہاد اندر پس خود پنج خشت
نقش گو لڑکے کے بے حد تھے برے	بس اینٹیں پیچھے تھا رکھے ہوئے
لوطیِ دَب برد شب از گمرہی	خشتہا را نقل کرد آں مشتہی
لوطی گمرہ وہاں اک آ گیا	اس نے پیچھے سے وہ اینٹیں لیں اٹھا
دست بر کودک نہاد او از جا بجست	گفت ہی تو کیستی اے سگ پرست
ہاتھ ڈالا اس پہ لڑکا چونک اٹھا	اور کہا بدکار یہ کرتا ہے کیا
گفت ایں سی خشت چوں برداشتی	گفت تو سی خشت چوں انباشتی
بولا کیوں تو نے یہ اینٹیں لیں اٹھا	بولا تو نے کس لئے ان کو رکھا

ل کوسہ اس کو کہتے ہیں جس کی ساری داڑھی صاف ہو صرف ٹھوڑی پر چند بال ہوں ۵

گفت ای فی النار خرس مرده ریگ ۔ ابلہ و بے خاصیت مانند ریگ

بولا اے رنجور اے حقیر اے دوزخی ۔ احمق اور بے سود صورت ریت کی

گو کہ بیمارم و از شہوت غدو ۔ کردم اینجا اختبا ہر لقد

میں ہوں اک بیمار لڑکا شہوت سے ۔ یوں لیا چھپا میں نے سو منہ کے لئے

گفت اگر داری ز رنجوری لقی ۔ پہلوی زرفتی جانب دار الشفی

بولا بیماری میں گر تھا مبتلا ۔ کیوں نہ آخر تو شفا خانے گیا

یا بجا نزد یک طبیب مشفقی ۔ سوی کشانیدت از سقامت مشتفی

یا طبیب مہرباں کے پاس ہی ۔ جاتا تا جاتی یہ بیماری تری

گفت ننہ آخر من کجا یارم شدن ۔ کہ بہر جایی روم من ممتحن

بولا لڑکا جاؤں میں آخر کہاں ۔ آزمایا جاتا ہوں جاؤں جہاں

چون تو زندیقی پلیدی ملحدی ۔ می برآرد سر بہ چشم چون ددی

تجھ سے جو کافر ہوئے ملحد ہوئے ۔ ہوں درندہ سر اٹھاتے ہیں سامنے

خانقہ کہ بود بہتر مکان ۔ من ندیدم یک زمان دست امان

خانقہ میں جو ہے اک بہتر مکاں ۔ میں نے دم بھر بھی نہیں پائی اماں

رو بمن آرند مستی خرخوار ۔ چشمہا پر نطفہ کف ہا پیفشار

کچھ شرابی رکھتے ہیں خواہش مری ۔ کھاتے ہیں آنکھوں میں شہوت بھری

وانکہ ناموسیست خود را زیر زیر ۔ غمزہ دزدی دہد مالش بکبر

شیخ والا کہتا ہے اپنے کو جو ۔ غمزے کرتا اور ہے تکتا کبر کو

یار با ناموس را غیبر نظر ۔ نیست لیکن نیز دل پر خطر

یار با ناموس کو ہے چیز نظر ۔ کام کب ہے دل ہے لیکن پرخطر

خانقہ چون این بود بازار عام ۔ چون بود خرگلہ دیوان خام

خانقہ کا جب یہ عالم ہو گیا ۔ تو گدھوں سے گھر کا پھر ہے ذکر کیا

خر کجا ناموس و تقوی از کجا | خر چہ داند خشیت و خوف و رجا
خر کجا - ناموس اور تقوی کہاں | کیا خبر خر کو - سمجھ کیا خوف و رجا

عقل باشد ایمنی و عدل جو | بر زن و بر مرد اما عقل کو
امن ڈھونڈتی ہے - عدل ڈھونڈتی عقل ہاں | مرد و زن دونوں میں - عقل لیکن ہے کہاں

ور گریزم من روم سوئے نکال | ہمچو یوسف رفتم اندر اشکال
عورتوں میں جا ملوں گر کیا لگ کر | مثل یوسف دکھ اٹھاؤں سر بسر

یوسف از زن یافت زندان و نکال | من شوم تو لخت بر پنجاہ دار
زن سے زندان ہی میں یوسف کشتہ گئے | پس مری جو بوٹی سولی پر اٹکے

آن زنان از جاہلی بر من تنند | اولیا شان قصد جان من کنند
عورتیں مجھ پر جہالت سے تنی ہیں | جو ولی ان کے ہیں - میری جان لیں

نے ز مردان چارہ دارم نے زنان | چون کنم چون شکل از ہیم نے ازان
مرد و زن سے بن نہ آئے - کیا کروں | ہوں ہزاروں میں سے نہ یہ میں آن روکے ہوں

بعد ازان کودک بہ کوسہ بنگریست | گفت او با این دو مو از غم بریست
دیکھ کر لڑکے نے کوسے کو کہا | یہ تو دو بالوں سے غم سے چھوٹ گیا

فارغ است از خشت و از پیکار خشت | ور چو ناما در فروش کنگ و زشت
اینٹیں لانے اور لڑنے سے چھوٹا | تجھ سے کنجڑے سے بچا ہے کبھی نہ چھوٹا

بر زنخدان چار مو ہر سو بود | بہتر از سی خشت پیرامون کوس
بال ٹھوڑی کے دکھاوے کے لئے | کون کے گرد اینٹیں رکھنے سے بھلے

ذرۂ سایۂ عنایت بہتر است | از ہزاران کوشش طاعت پرست
سایہ اللہ کی عنایت کا ذرا | سیکڑوں کوشش سے زاہد کی بھلا

زانکہ شیطاں خشت طاعت برکند	گر دو صد خشت است خود ابتر کند
بندگی کی اینٹ شیطاں کھینچ کے	دو سو اینٹیں ہوں تو سب ابتر کرے
با عنایت او ندارد زہرہ	تا بسازد خویشتن را بہرہ
عاجز آگے پر عنایت کے رہے	کامیاب اپنے کو وہ کیونکر کرے
خشت اگر بسیار بنہادہ تو است	واں دو سہ مو از عطاش آں سو است
جمع اینٹوں کو تو ہے تو نے کیا	ہاں یہ دو تین حق کی ہیں عطا
در حقیقت ہر یکے زاں مو کہیست	کاں امان نامہ وصلہ شاہنشہیست
اصل میں ہے اک پہاڑ ایک ایک بال	جو ہے انعام و امان ذو الجلال
تو اگر صد قفل بنہی بر درے	برکند آں جملہ را خیرہ سرے
تو لگا دے در پہ اک سو قفل اگر	توڑ دے ان سب کو اک ادنیٰ خیرہ سر
شحنہ از موم اگر مہرے نہد	پہلواناں را ازاں دل بشکند
موم سے گر مہر کر دے کوتوال	پہلواں دل چھوڑیں ڈر کا ہو یہ حال
آں دو سہ تار عنایت ہمچو کوہ	سد شدہ چوں قرصہا در وجوہ
مثل کہ سد ہیں عنایت کے یہ تار	جیسے ہو تصحیف جیسے چہروں میں بار
خشت را بگذار اے نیکو سرشت	لیک ہم ایمن مخسپ آں دیو زشت
چھوڑ دے ان اینٹوں کو اے نیک خو	پر نڈر شیطاں سے ہو کر سو نہ تو
رو دو تا موزاں کرم در پیش آر	وانگہاں ایمن بخسپ و غم مدار
بال دو حاصل کرم سے اس کے کر	اور بے غم ہو کے سو رہ بے خطر
نوم عالم از عبادت بہ بود	آنچناں علمے کہ مستنبہ بود
خواب عالم بندگی سے خوب تر	ایسا عالم ہو جو صاحب دل مگر

سلہ دیوار ؎

آں سکون سابح اندر آشنا | بہ ز جہد اعجمی با دست و پا
ہے کہیں بہتر سکون تیراک کا | سعی ناداں سے جو مارے دست و پا

دست و پا ساکن کہ باشد اندر سباح | بہ بود از اعجمی با انتطاح
با سکوں تیراک اس ناداں سے | اچھا ہے جو ٹکریں مارا کرے

می رود سباح ساکن چوں عمد | اعجمی زد دست و پا و غرق شد
مثل تنظیم کے بہتا ہے تیراک تو | سعی سے بھی ڈوب جاتا ناداں ہے

علم دریا ہست بے حد و کنار | طالب علم است غواص بحار
علم اک دریا ہے نا پیدا کنار | طالب علم اس میں غوطہ زن ہے یار

گر ہزاراں سال باشد عمر او | می نگردد سیر او از جستجو
ہو ہزاروں سال کی بھی عمر جو | جستجو سے وہ نہ ہرگز بھی سیر ہو

طالب علم اور طالب دنیا سیر نہیں ہوتے

کاں رسول حق بگفت اندر بیان | ایں کہ منہومان ہما لا یشبعان[1]
جیسے ہے ارشاد ختم مرسلین | دو ہیں بھوکے سیر جو ہوتے نہیں

طالب الدنیا و توفیراتہا | طالب العلم و تدبیراتہا
ایک بھوکا طالب دنیا ہوا | دوسرا بھوکا ہے طالب علم کا

پس دریں قسمت چو بکشادی نظر | غیر ایں دنیا بود علم اے پدر
پس تو اس تقسیم پر ڈال اب نظر | غیر دنیا علم وہ ہے اے پدر

غیر دنیا پس چہ باشد آخرت | کت کند زینجا و گردد رہبرت
غیر دنیا آخرت ہے اور کیا | دوسری جانب سے تیری رہنما

[1] حدیث شریف:- منہومان لا یشبعان طالب العلم و طالب الدنیا۔ یعنی دو بھوکے ایسے ہیں جو سیر نہیں ہوتے۔ ایک طالب علم اور دوسرا طالب دنیا۔

غیر دنیا آخرت باشد یقین	کاں بود زیجات آنجا لے امین
غیر دنیا آخرت ہے بالیقین	تجھ کو لے جائیگی اُس جا لے امین

شہزادوں کی آپس میں بحث

رو بہم کردند ہر سہ مفتتن	ہر سہ را یک رنج و یک درد و حزن
رو برو تھے تینوں شہزادے بہم	سب کو اک رنج، ایک درد اور ایک غم
ہر سہ در یک فکر و یک سودا ندیم	ہر سہ از یک رنج و یک علت سقیم
ایک فکر اور ایک سودا ان کو تھا	ایک بیماری میں تینوں مبتلا
در خموشی ہر سہ را خطرت یکے	در سخن ہم ہر سہ را حجت یکے
خوف خاموشی میں تھا تینوں کو ایک	گفتگو حجت میں غمگینوں کو ایک
یک زمانے اشک ریزاں ہر سہ شاں	بر سر خوان مصیبت خوں فشاں
اشکبار اک وقت تھے تینوں جواں	اک مصیبت میں وہ تینوں خوں فشاں
یک زماں از آتش دل ہر سہ کس	بر زدہ با سوز چوں مجمر نفس
گر کسی وقت آتش دل بھڑکتی	سانس سینے میں نکلتی آگ سی
آں بزرگیں گفت کاے اخوان خیر	ما نہ نر بودیم اندر نصح غیر
جو بڑا تھا ان میں بولا کیا تھیو!	مرد تھے ہم غیر کے سمجھانے کو
از حشم ہر کہ بما کردے گلہ	از بلا و خوف و فقر و زلزلہ
کوئی قوم ہم سے گر کرتا گلہ	کہتے ہیں ہم لو رنج و غم ہیں مبتلا
ما ہمی گفتیم کم نال از حرج	صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
ہم نہ کہتے تھے کہ نہ رو یاس کا رو	صبر کر تا مشکل آسان ہو تیری یہ
آں کلید صبر را اکنوں چہ شد	اے عجب منسوخ شد قانون چہ شد
صبر کی وہ کنجیاں اب کیا ہوئیں	کیا وہ اب قانون ہی باقی نہیں

ما همی گفتیم کاندر کشمکش	آتش اندر ما چو زر خندیم خوش
کہتے تھے ہم - کیسے ہی ہوں رنج و غم	آگ میں جوں زر رہیں ہنستے ہی ہم
هر سپه را وقت تنگاتنگ جنگ	گفته ما که همین مگردانید رنگ
فوجوں کو جنگ میں کہتے تھے ہم	زرد رو مت ہونا - ہمت ہو نہ کم
آن زمان که بود اسپان را وغا	جمله سرها بریده زیر پا
گھوڑوں کے جب دوڑنے کا وقت تھا	اور کٹے سر تھے پڑے سب زیر پا
ما سپاه خویش را هی هی کنان	که به پیش آیید قاهر چون سنان
فوج کو تنبیہ کرتے تھے کہ ہاں	سامنے دشمن کے آؤ جوں سناں
جمله عالم را نشان داده بصبر	زانکه صبر آمد چراغ و نور صدر
سارے عالم کو سکھایا ہم نے صبر	صبر ہی تو ہے چراغ و نور صدر
نوبت ما شد که خیره سر شدیم	چون زنان زشت در چادر شدیم
اپنی باری آئی تو حیراں ہوئے	عورتوں کی طرح چادر میں چھپے
ای دلے که جمله را کردی تو گرم	گرم کن خود را و از خود دار شرم
تو تو کر دیتا تھا اے دل سب کو گرم	گرم کر اپنے کو رکھ لے اپنی شرم
ای زبان که جمله را ناصح بدی	نوبت تو گشت از چه تن زدی
اے زباں اوروں کی تو ناصح تھی	اپنی باری پر تو کیوں چپ ہو گئی
ای خرد کو پند شکر خای تو	دور تست این دم چه شد هیهای تو
اے خرد! شیریں نصیحت کیا ہوئی	تیرا دور آیا - تو کیوں چپ لگ گئی
ای ز دلها برده صد تشویش را	نوبت تو شد بجنبان ریش را
تو نے کھویا دل سے سو تشویش کو	تیری باری سے ہلا اب ریش کو
از غزا ریش ارکنون دزدیده ئی	پیش ازین بر ریش خود خندیده ئی
گو ہنسی سے یہ بچائی ریش اب	ریش پر پہلے ہنسی تھی اے عجب

چون بدرد دیگران درمان بدی | درد و مہمان تو شد چون تن زدی
تو تجھی درمان دوسروں کے درد کی | درد اب مہمان ترا کیوں چپ ہوئے

وقت پند دیگران ہاے ہاے | در غم خود چون زنان واے واے
دوسروں کی نصیحت کے وقت ہاے ہاے | اب اپنے غم میں جوں زنان واے واے

بانگ بر لشکر زدن بد سازِ تو | بانگ بر زن چہ گرفت آوازِ تو
فوج کو للکارنا تھا تیرا ساز | اب ہے آواز اب یہ کیا ہے راز

آنچہ پنجہ سال بافیدی بہوش | زان نسیج خود بغلطانی مپوش
ہوش سے پچاس برس جو بنا | اب ہن اس سے بنا کر اکے قبا

از نوایت گوش یاران بود خوش | دست بیرون آر گوش خود بکش
تھی نوا سے تیری خوش یاروں کی ذات | کان اپنے کھینچ باہر لا کے ہاتھ

سر بدی پیوستہ خود را دم مکن | پا و دست و ریش و سبلت گم مکن
تو ہمیشہ سر تھی خود کو دم نہ کر | ہاتھ پاؤں مونچھ داڑھی گم نہ کر

بازی آن تست بر روی بساط | خویش را در طبع آر و در نشاط
ہے تیرا ہی کھیل ہر پہ بازی تری | ہوش میں آ اور ہو وقت خوشی

این حکایت گوش کن ای با خرد | تا بدانی اندرین معنی سند
یہ حکایت سن ذرا سی با خرد | تا کہ تیرے واسطے ہو اک سند

ایک بادشاہ کا ایک عالم کو مجلس میں کھینچ بلانا

بادشاہی مست اندر بزم خوش | می گذشت آن یک فقیہی بر درش
مست تھا بزم میں اک شاہ تھا | ایک عالم کی گذر اس جا ہوا

کرد اشارت کش درین مجلس کشید | وز شراب لعل تسلیمش کنید
بادشاہ نے کہا اس کو کھینچ لاؤ | اور شراب لعل رنگ اس کو پلاؤ

چون کشیدندش به شه بی اختیار | شست در مجلس ترش چون زهر مار

کھینچ لائے جب اسکو بے اختیار | منہ بنا بیٹھا بزم میں جوں زہر مار

عرضه کردندش پدر رفت او ز خشم | از شه و ساقی بگردانید چشم

جب شراب آئی تو کی اس نے نہ قبول | شاہ و ساقی سے پھرا بیٹھا ملول

که بعمر خود نخوردستم شراب | خوشتر آید از شرابم زهر ناب

عمر بھر میں نے پی نہیں ہے شراب | مجھ کو اس سے ہے بہتر زہر ناب

هین بجای [illegible] | تا من از خویش و شما از وی رهید

[illegible] | [illegible]

سه قدح خورد و عربده آغاز کرد | گشت در مجلس [illegible]

مے پی [illegible] اور بار بار | بزم پر جوں [illegible] تھا وہ ناگوار

تو چو اهل نفس و اهل آب و گل | در جهان بشکسته باشی [illegible]

جیسے دنیادار بندہ نفس کا | [illegible]

حق ندارد خاصگان [illegible] | از [illegible] ابرار [illegible]

[illegible] ابرار [illegible] | [illegible]

عرضه می دارند محبوب جام | حس نمی یابد از و غیر از کلام

اور جب محبوب کو دیتے ہیں جام | اس کی حس پاتی نہیں کچھ جز کلام

رو همی گرداند از ارشاد و شان | [illegible]

قول سے ان کے منہ وہ پھیرتا | [illegible]

له قوله تعالی [illegible] [illegible]

[illegible] خدا [illegible]

[illegible] که [illegible] [illegible]

[illegible]

گر بگوشش تا بحلقش رہ بدے | بہر نصح اندر درونش در شدے
راہ ہوتی کان سے تا حلق اگر | پھر نصیحت دل پہ کر جاتی اثر

چوں ہمہ نارست جانش نیست نور | کا فگند در نار سوزاں چوں قشور
نار بالکل۔ نور کب ہے اس کی جاں | مثل چھلکوں کے جلا ہے اس کو ہاں

مغز بیروں ماند و قشرش گشت زفت | کے شود از قشر معدہ گرم و زفت
مغز باہر۔ چھلکا معدے میں گیا | معدہ چھلکے سے بھلا فربہ ہو گیا

نار دوزخ جز کہ قشر افشار نیست | نار را با ہیچ مغزے کار نیست
آگ سے دوزخ کی چھلکا جل گیا | آگ کو بس مغز سے ہے کام کیا

ور بود بر مغز نارے شعلہ زن | بہر پختن داں نہ بہر سوختن
آگ شعلہ زن اگر ہو مغز پر | تو ہو اس کی پختگی پیش نظر

تا کہ باشد حق حکیم ایں قاعدہ | مستمر داں در گزشتہ و آمدہ
ہے حکیم اللہ۔ تو یہ قاعدا | جان لے جاری ہمیشہ بر ملا

مغز نغز و قشرہا مغفور ازو | مغز را پس چوں بسوزد دور ازو
مغز عمدہ چھلکا ہے بخشا ہوا | مغز کو پھر آگ۔ کیونکر ہے جلا

از عنایت گر بکوبد بر سرش | اشتہا آرد شراب احمرش
وہ عنایت سے جو کوٹے اس کا سر | ہو سے احمر کی خواہش سر بسر

ور نکوبد ماند او بستہ دہاں | چوں فقیہہ از شرب و بزم ایں شہاں
گر نہ کوٹے۔ وہ رہے بستہ دہاں | جیسے عالم بزم شہ میں بیگماں

شاہ با ساقی بگفت اے نیک پے | چہ خموشی دہ لطیفش آر ہے
شہ نے ساقی سے کہا اے باصفا | کیوں ہے چپ ہاں اس کو متوالا بنا

ہست پنہاں حاکمے بر ہر خرد | ہر کرا خواہد بفن از خود برد
ہر خرد پر مخفی اک حاکم رہے | جس کو چاہے فن سے وہ بیخود کرے

آفتاب مشرق و تنویر او	چون اسیران بستہ در زنجیر او
مہر مشرق اور اس کی روشنی	اس کی زنجیروں میں جکڑے ہیں اخی
چرخ را چرخ اندر آرد در زمن	چون بجنباند دماغش نیم فن
چرخ کو چکرا سکے رکڑے پر بلا	کان میں اس کے جو پھونکے فن ذرا
عقل کو عقل دگر را سخرہ کرد	مہرہ زو آرد بدست اوستاد نرد
عقل وہ جو اور عقلوں پر ہنسے	مہرہ لاتی ہے اسی استاد سے
چند سیلی بر سرش زد گفت گیر	درکشید از بیم سیلی آن حقیر
سر پہ تھپڑ مارے بولا لے شتاب	خوف سے تھپڑ کے اس نے پی شراب
مست گشت و شاد و خندان ہمچو باغ	در ندیمی و مضاحک رفت و لاغ
مست و خنداں باغ کی صورت ہوا	اور ہنسی ٹھٹھا وہاں کرنے لگا
شیرگیر و خوش شد انگشتک بزد	سوی مبرز رفت تا میزی کند
چٹکیاں اس نے بجائیں۔ خوش ہوا	کرنے کو پیشاب پاخانے گیا
یک کنیزک دید در مبرز چو ماہ	سخت زیبا و ز قرناقان شاہ
دیکھی پاخانے میں لونڈی چاند سی	خوبرو تھی اور تھی لونڈی شاہ کی
چون بدید او را دہانش باز ماند	عقل رفت و تن ستم پرداز ماند
دیکھ کر پھیلا کے منہ وہ رہ گیا	عقل گم اور تن ہوا وقف بلا
عمرہا بودہ عزب مشتاق و مست	بر کنیزک در زمان بر زد دو دست
تھا وہ مدت سے مجرد بے قرار	ہاتھ ڈالا لونڈی پر مستانہ وار
بس طپید آن دختر و نعرہ فراشت	بر نیامد با وی و سودی نداشت
لونڈی تڑپی اور شور اس نے کیا	لیکن اس سے بس نہ کچھ اس کا چلا
زن بدست مرد در وقت لقا	چون خمیر آمد بدست نانوا
وصل میں زن مرد کے آگے حقیر	جیسے بس میں نانبائی کے خمیر

بس شد گاهیش نرم و گه درشت	زو برآرد چاق و چاقی زبہشت
گاہ نرم اور گاہ سخت اس کو کرتے	کلیاب کرتے ہیں سے کے پھر جھکی اسکے
گاه پهنش واکشد بر تخته	در هش آرد و گه یک لخته
اس کو تختے پر کبھی چوڑا کرتے	گر سمیٹے اور اسے یک جا کرے
گاه وی سے ریزد آبش گر کاس	از شور آتشش سازد مکاس
گاہ پانی۔ گر ناک سے ڈالتا	اور کبھی تنور پر رکھا کب
اینچنین پیچید مطلوب و طلوب	اندرین پیچید مغلوب و غلوب
یہی پیچتے طالب و مطلوب ہو لیا	پیچتے ہیں غالب و مغلوب ہو لیا
این لعب تنها نہ شد ابدان را	هر عشیق و عاشقی را این فن است
کھیل کچھ یہ نہیں فقط بدن کا ہے	فن یہ ہے ہر عاشق و معشوق کا
از قدیم و حادث و عین و عرض	پیچشی چون لیک ایشان را غرض
ہاں قدیم اور حادث اور جوہر عرض	و لیکن ویسا نہیں کی طرح ان کی غرض
لیک لعب ہر یکی رنگی دگر	پیچش ہر یک ز فرہنگی دگر
کھیل سے ہر ایک کا لیکن جدا	اور پیچنا بھی الگ سے ہے
شوهر و زن را گزیدہ بہر ویل	گر شکن اے شوهر آن پیچ بیل
شوہر و زن کو ... ملا کر دیا	و نیز گر زن کو ... شوہر فدا
آن شبی گردد کہ تبجیل و سناد	خوش ابا شدیدا دش اندر وسناد
پہلی شب ... اس کا دیا	... سے ابا شدید ...
کا بچہ تو یا او کی لیے مشتر	از پدر شیکی خدایا تو کند
تو کرے گا ... سا لو کیا	حق کر لیگا ... ہیں وہیا سالو کیا
ایں لات و منا ...	حق ابا شدہ او دلی اندر و ...
ذات ... سے ...	حق ... کو ابا ...

حاصل آنجا آں فقیہ از بیخودی | نے عفیفی ماندش و نے زاہدی
مست و بیخود تھا غرض ایسا فقیہ | زہد اور پاکیزگی بھولا فقیہ

آں فقیہ افتاد بر آں حور زاد | آتش او اندر آں پنبہ فتاد
وہ فقیہ اس حور وش پر جا پڑا | آگ سے اس کی وہ روئی دی جلا

جاں بجاں پیوست قالب ہا تپید | چوں دو مرغ سر بریدہ می طپید
جاں سے جاں قالب سے قالب مل گیا | مرغ بسمل جیسے تڑپتے ہیں پڑا

چہ شراب و چہ ملک چہ ارسلاں | چہ حیا و چہ دیں چہ خوف و بیم جاں
کیا شراب اور کیا غلام اور شاہ کیا | خوف جاں کیا دین کیا اور کیا حیا

چشم شاں افتاد اندر عین عین | نے حسن پیدا نہ آنجا نے حسین
آنکھوں میں آنکھیں ہیں وہ کھوئے ہوئے | ان کے آگے ایک سے اچھے برے

یافتہ ہر یک شاں ازاں دیگر مراد | طبع ہر یک شاں ہم و دل گشتہ شاد
دونوں نے اک دوسرے سے لی مراد | خوش طبیعت ان کی تھی اور دل تھا شاد

شد دراز و کو طریق بازگشت | انتظار شاہ ہم از حد گذشت
لیکن عالم کس طرح وہ لوٹتا | انتظار شاہ حد سے بڑھ گیا

شاہ آمد تا ببیند واقعہ | یافت آنجا زلزلہ و القارعہ
شاہ آیا تاکہ دیکھے واقعہ | حشر برپا تھا وہاں اور زلزلہ

آں فقیہ از جا بجست و بر رفت | سوئے مجلس جام ہم بر لب گرفت
وہ فقیہ اٹھا وہاں سے اور گیا | سوئے مجلس جلد آکے ساغر پیا

شہ چو دوزخ پر شرار و پر نکال | تشنہ خون دو فقیہ بد فعال
شہ شرر سے مشتعل جوش میں شاہ کج | دونوں سے کہ وہ خون کا پیاسا ہو گیا

چوں فقیہش دید پر از خشم و قہر | تلخ و خوفی گشتہ چوں جام زہر
دیکھا عالم نے جو تھا غصہ سے بھرا | تلخ جیسے شاہ تھا جام زہر

بانگ زد بر ساقیش کای گرم کار ۔ چہ نشستی خیز پیش طبعش آر

بولا ساقی سے کہ اے خوش کار آ ۔ آج کل مزے میں نشہ کو لا ۔ بیٹھا ہے کیا

خندہ آمد شاہ را گفت اے کیا ۔ آمدم با طبع آں دختر ترا

شاہ نے عالم سے یہ سن کر کہا ۔ لے وہ لونڈی ۔ میں مزے میں آ گیا

پادشاہم کار من عدلست و داد ۔ زاں نخوردم کہ یار را جودم بداد

بادشہ ہوں ۔ عدل ہے سب میرا کام ۔ جو میں کھاؤں ۔ یار کو دوں لا کلام

آنچہ آں را می خورم از نیش و نوش ۔ من ہم در خورد یار از پیچ و شش

میں جو کچھ کھاتا ہوں اچھا یا برا ۔ یار کو بھی دیتا ہوں ویسی غذا

آنچہ آں را می نخورم بہر نوش ۔ کے دہم آں را بخورد یار نوش

میں نہ خود جس چیز کو کھاؤں بھلا ۔ یار کو کب دوں وہ کھانے کو غذا

زاں خورد ہم من غلاماں را کہ من ۔ بر خورم بر خوان خاص خویشتن

وہ غلاموں کو کھلاؤں بہ ملا ۔ جو میں خوان خاص پر کھاؤں غذا

زاں خوراندم بندگاں را از طعام ۔ کہ خورم من خود نپختہ یا کہ خام

وہ کھلاتا ہوں غلاموں کو طعام ۔ جو میں خود کھاؤں ۔ وہ پختہ ہو کہ خام

من چو پوشم از خز و اطلس لباس ۔ زاں بپوشانم حشم را نے پلاس

پہنوں گر ریشم کا ۔ اطلس کا لباس ۔ کیوں انہیں دوں ٹاٹ کا کپڑا لباس

شرم دارم از نبیؐ ذو فنون ۔ البسوہم گفت مما تلبسون[۱]

شرم آتی ہے رسول اللہؐ سے ۔ البسوھم آپ ہی فرما گئے

مصطفیٰؐ کرد ایں وصیت با بنوں ۔ اطعموا الارباب مما تاکلون[۲]

یہ وصیت مصطفیٰؐ کی ہے کہ یوں کھلاؤ ۔ تم جو کھاتے ہو وہ اوروں کو کھلاؤ

۱ حدیث شریف: البسوھم مما تلبسون یعنی جو کچھ تم پہنتے ہو وہی ان کو پہناؤ۔

۲ حدیث شریف:- اطعموا الارباب مما تاکلون۔ جو کچھ تم کھاتے ہو وہی اوروں کو کھلاؤ۔

شد فقیہہ و تیز و با خوف و حجیب ۔ از عطای خاص کشاف العیوب
عالم اپنے ساتھ لونڈی سے گیا ۔ اس پر پیشانی کشادہ ہے کی عطا

دیگراں را بس بطیع آوردہ ۔ در صبوری چست و راغب کردہ
دوسروں کو تو بہت سست خوش کیا ۔ صبر میں چست اور راغب کر دیا

ہم بطیع آوردہ بودی خویش را ۔ پیشوا کردی عقل دوراندیش را
مرد بن ۔ اپنے کو خوش کراب ذرا ۔ عقل دوراندیش کو کر رہنما

چوں قناوزی صبر پر شود ۔ جاں باوج عرش و کرسی پر شود
رہبری جب صبر کی ہاتھ آ گئی ۔ عرش و کرسی تک وہی لے جا پہنچی

مصطفیٰ زیں جہت کہ صبرش شد براق ۔ برکشانیدش ببالائے طباق
صبر تھا جس وقت براق مصطفیٰ ۔ عرش پہ دیکھا ان کو کیونکر کے اڑا

چوں صبوری پیشہ کرد ایوب را ۔ از بلا او را در رفت گشاد
صبر جو ایوب نے شیوہ کیا ۔ تو بلا سے دل شادی کا کھلا

صبر صد را آگہ از حالت کہ است ۔ صبر واشگاف تا تو اوی دست
صبر صد اک حال میں ہوتا ہے صدر ۔ تا ہو اسکا ان کے ہاتھ سے مدت چھوڑا صبر

صبر مفتاح الفرج بشنیدہ ۔ کاندریں تعجیل در پیچیدہ
صبر کنجی فتح کی ہے سن ذرا ۔ کیوں پھر اس جلدی میں ہے لپٹا ہوا

صبر آرد عاشقاں را کام دل ۔ بیدلاں را صبر شد آرام دل
مقصد عشاق بر لاتا ہے صبر ۔ بیدلوں کو غم میں بہلاتا ہے صبر

حد ندارد ایں سخن کوتاہ کن ۔ ور حدیث عاشقاں کوتہ سخن
بات یہ لمبی ہے کر دیجے مختصر ۔ عاشقوں کی داستاں کا ذکر کر

۱؎ حق تعالیٰ سے مراد ہے ۔

۲؎ تینوں شہزادوں میں سے بڑا کہہ رہا ہے ۔

باز گرد اے عاشق زودتر ازاں | کانتظار است آں شہزادگاں

لوٹ اے عاشق بس اب چل جلد تر | منتظر تیرے ہیں شہزادے اِدھر

چین کو شہزادوں کی روانگی

ہر سہ شہزادہ بچہ کار افتادشاں | عشق در عین گوشمالی دادشاں

تینوں شہزادے پریشان جب ہوئے | خوب کانوں کو مروڑا عشق نے

پای بگفته شد روان گشتند زود | ہرچہ بود اے یار من آں لحظہ بود

پیر لیا اور چل دیے وہ یکایک | سچ کہا جو کچھ بھی تھا اس وقت تک

صبر بگزیدند و صدیقین شدند | بعد ازاں سوئے بلاد چین شدند

صادقوں میں صبر سے شامل ہوئے | بعد اس کے چین کی جانب گئے

والدین و ملک را بگذاشتند | راہ معشوق نہاں برداشتند

والدین اور ملک سب کو چھوڑ کے | ڈھونڈنے معشوق پنہاں کو چلے

ہمچو ابراہیم ادہم از سریر | عشقشاں بے پا و سر کرد و فقیر

جیسے ابراہیم ادہم کر کے ترک | عشق نے بے تخت و بے برگ و نوا

یا چو ابراہیم مرسل سرخوشی | خویش افگندند اندر آتشی

جیسے ابراہیم پیغمبر تھے | آگ میں کودے نہایت شوق سے

یا چو اسمٰعیل صبار مجید | پیش عشق و خنجرش حلقی کشید

جیسے اسمٰعیل نے چپکے صبر سے | خود گلا رکھا چھری کے سامنے

امرء القیس بادشاہ عرب کی حکایت

امرء القیس از ممالک خشک لب | ہم کشیدش عشق از خطۂ عرب

امرء القیس ایک عرب کا شاہ تھا | عشق نے بے خانماں اس کو کیا

بود نازک طبع و هم صاحب جمال　　شاعر و صاحب اصول اندر کمال

تھا وہ نازک طبع اور صاحب جمال　　با اصول و شاعر و اہل کمال

چونکه زد عشق حقیقی بر دلش　　سرد شد ملک و عیال از منزلش

جب اسے عشق حقیقی ہو گیا　　ملک سے گھر سے وہ اس کا دل پھرا

نیم شب دلقی بپوشید و برفت　　از میان مملکت بگریخت تفت

نصف شب کو ایک گدڑی اوڑھ کر　　سلطنت سے اپنی بھاگا بے خطر

تا بیامد خشت می‌زد در تبوک　　با ملک گفتند شاهی از ملوک

جب تبوک آیا تو اینٹیں پاتھیں آ　　لوگوں نے شہ کو خبر دی ایک شاہ

امرء القیس آمده است اینجا بکد　　شد شکار عشق و خشتی می‌زند

امرء القیس اس جگہ سے آ گیا　　ہے شکار عشق اینٹیں پاتھتا

آن ملک برخاست آمد پیش او　　گفت با او ای ملیک شاه نکو

شاہ اٹھ کر پاس اس کے آ گیا　　اور کہا اس سے کہ شاہ باصفا

یوسف وقتی و ملکت شد کمال　　مر ترا رام از بلاد و از جمال

تو ہے یوسف سلطنت تیری کمال　　ہیں تیرے تابع اہل شہر اہل جمال

گشته مردان بندگان از تیغ تو　　وان زنان پابسته بی‌تیغ تو

مرد تیری تیغ سے تابع ہیں سب　　عورتیں پابند ہیں حسن پہ شیدا ہیں سب

پیش ما باشی تو بخت ما بود　　جان ما از وصل تو صد جان شود

رہ تو میرے پاس قسمت جاگ اٹھے　　میری جان سو جان ہو تیرے وصل سے

هم من و هم ملک من مملوک تو　　ای بهمت ملکها متروک تو

ہیں بھی تیرا ملک بھی ہے سب تیرا　　تو وہ ہمت ور کہ شاہی چھوڑ دی اکثر کئی

فلسفه گفتش بسی و او خموش　　ناگهان واکرد از سر پرده پوش

فلسفہ کی باتیں کیں وہ چپ رہا پھر ناگہاں　　سر سے کپڑے دو پوش کھولا ناگہاں

تا چہ گفتش او بگوش از عشق درد ‌‌‌‌ ہمچو خود در حالِ سرگردانش کرد

جانے اُس کے کان میں کیا کہہ دیا ‌ عشق سے اپنی طرح بے خود کیا

دستِ او بگرفت با او یار شد ‌ او ہم از تاج و کمر بیزار شد

ہاتھ پکڑا اور یار اُس کا بنا ‌ وہ بھی بیزار حکومت ہو گیا

تا بلاد دور رفتند آں دو شہ ‌ عشق یک کرت نکردست این گنہ

دور ملکوں تک گئے وہ دونوں شاہ ‌ عشق سے پہلا ہوا کب یہ گناہ

بر بزرگاں شہد طفلاں راست شیر ‌ او بہر کشتی بود من الاخیر

ہے بڑوں کو شہد بچوں کو شیر ‌ عشق ہر کشتی ڈبوتا ہے شریر

کہ چو در کشتی شود غرقش کند ‌ تا بقعر از پائے تا فرقش کند

یہ جو کشتی میں ہو پھر کیونکر بچے ‌ سر سے پا تک تہ میں کر دے غرق اسے

قصۂ کنجشک و آں شاہ زماں ‌ ہست شہرہ در میان انس و جاں

تو نے کنجشک کا قصہ ہے سنا ‌ شہرۂ آفاق جو ہے بر ملا

غیر ایں دو بس ملوک بے شمار ‌ عشقشاں بربود از ملک و تبار

دو یہ کیا کتنے ہی شاہ ایسے ہوئے ‌ عشق نے جو ملک و گھر سے کھو دئیے

جان این سہ شاہزادہ گرد چیں ‌ ہمچو مرغاں گشتہ ہر سو دانہ چیں

تینوں شہزادوں کی جاں بھی گرد چیں ‌ چڑیوں کی صورت بنی ہر سو دانہ چیں

زہرہ نے تا لب کشایند از ضمیر ‌ زانکہ رازے با خطر بود و خطیر

کس کی طاقت راز عشق افشا کرے ‌ کیونکہ تھے اس راز میں خطرے بڑے

صد ہزاراں سر بیک آں زماں ‌ عشق خشم آلودہ زہ کردہ کماں

لاکھ سر اک جا ہیں جو کٹتے ہوئے ‌ عشق غصے سے کماں کھینچے ہوئے

عشق خود بے خشم در وقت خوشی ‌ خوئے دارد دمبدم خیرہ کشی

عشق بے غصہ ہو اور ہو شاد جب ‌ اس کی خو ہے کشتی کرنا بے سبب

این بو و آں لحظہ کو خوشنود شد	من چہ گویم چونکہ خشم آلود شد
جب یہ عالم ہے خوشی کے وقت کا	کیا کہوں غصے کا پھر ہیں ماجرا
لیک صد جاں فدائے شیر او	کش کشد این عشق و این شیر او
بلیشۂ جاں ہے فدا اُس شیر پر	تاکہ مارے عشق اس کو بے خطر
کشتنش بہ از ہزاراں زندگی	سلطنتہا مردہ آں بندگی
قتل اس کا زندگی سے ہے بھلا	اس پہ مرتی ہے حکومت برملا
با کنایت رازہا با یک دگر	پست گفتندے بصد خوف و خطر
راز اشاروں سے وہ باہم کہتے تھے	چپکے چپکے ڈرتے ڈرتے خوف سے
راز را غیر از خدا محرم نبود	آہ را جز آسماں ہمدم نبود
صرف اللہ راز سے تھا آشنا	آہ کا جز آسماں ہمدم نہ تھا
اصطلاحاتے میان ہمدگر	داشتند از بہر ایراد خبر
اصطلاحیں اُن کی کچھ مخصوص تھیں	باخبر کرنے کو جو کافی ہو سکیں
زیں لسان الطیر عام آموختند	طمطراق سروری اندوختند ۱
عام نے سیکھی پرندوں کی زبان	جس سے حاصل کر و فر ہے اور شان
صورت آواز مرغ است ایں کلام	غافل است از حال مرغاں مرد عام
مرغ کی بولی ہے گویا یہ کلام	حال سے مرغوں کی غافل مرد عام
کو سلیمانے کہ داند لحن طیر	دیو اگرچہ ملک گیرد ہست غیر
اک سلیمانؑ جانیں بولی مرغ کی	غیر ہے گو دیو سے ملک بھی
دیو بر شبہ سلیماںؑ کردہ ایست	علم مکرش ہست علمناش نیست
دیو ہم شکل سلیماںؑ ہو کہیں	علم مکر اس کا ہے علمنا نہیں

۱؎ قولہ تعالیٰ: علّمنا منطق الطیر یعنی ہم نے (حضرت سلیمانؑ کو) پرندوں کی بولی سکھائی ۔

چون سلیمان از خدا بشناس بود
منطق الطیرے ز علمناش بود

شاد حق نے یوں سلیمانؑ کو کہا
طائروں کی گفتگو کا علم تھا

تو از آن مرغ ہوائی فہم کن
کہ نہ‌ای ہستی طیور من لدان

تو وقتا مرغ ہوائی جان سے
گر نہیں واقف طیور قدس سے

جائے سیمرغان بود آن سوئے قاف
ہر خیالے را نباشد دست باف

قاف کے اس پار سیمرغ کی جا
کب ہے آساں ہو خیال ایسا رسا

ہر خیالے را کہ دیدان اتفاق
آن کہش بود العیان افتد فراق

اتفاقا اس نے دیکھا جو خیالی
ہو گے ظاہر یہ ہویدا فرقت کا جال

شہ فراق قطع پیر وصلست
کاہن است از ہر فراق آن نیست

ہجر یہ قطعی نہیں ہے وصلت
کیونکہ فرقت سے ہے اس میں کیفیت

پیر استقائے آن جسم جہان
نقطہ دار پر خور گردد نہاں

جسم قائم اس سے ہے پر مشتعل جاں
ابر ہیں جو مہر کے نقطہ نہاں

پیر استقائے آن روحی جسد
آفتاب از برف یک دم در کشد

جسم روحی کی بقا سے ہے واسطے
آفتاب ہے ایک دم الگ ہو برف سے

پیر ہمان خویش چون ایشان صلاح
چون مزد واز حرف ایشان اصطلاح

بس نہیں ہے گرد و پیش جہاں کی قوام
ست چھپا ان کے سخن سے اصطلاح

آن زلیخا از سپندان تا بہ عود
نام جملہ چیز یوسف کردہ بود

عود سے اسپند تک جو چیز تھی
نام یوسف تھا زلیخا نے رکھا

نام او در نامہا مکتوم کرد
محرمان را سر آن معلوم کرد

نام ان کا ناموں میں پنہاں کیا
محرم اس کے راز کے آشنا

لے یعنی طائران قدس سے
لے کالا دانہ جو نظر بد دفع کرنے کے لئے جلاتے ہیں

چوں بگفتی موم ز آتش نرم شد — این بدی کاں یار با ما گرم شد

کہتی جب موم آگ سے نرم ہوا — … یار ہم سے … خفا

ور بگفتی مہ برآمد بنگرید — ور بگفتی سبز شد آں شاخ بید

کہتی گر وہ چاند نکلا دیکھو — کہتی گر سرسبز شاخ بید ہو

ور بگفتی آبہا خوش می طپید — ور بگفتی خوش ہمی سوزد سپند

کہتی گر دریا تڑپ کر ہیں رواں — کہتی گر … سپند …

ور بگفتی برگہا خوش می تپند — ور بگفتی … رقص … می کنند

کہتی گر پتوں کا دیکھو … — ہاتھ … رقصاں ہو گیا

ور بگفتی گل بہ بلبل راز گفت — ور بگفتی سر شہباز گفت

کہتی گر کچھ گل نے بلبل سے کہا — راز … شہباز نے افشا کیا

ور بگفتی چہ ہما … — ور بگفتی کہ … نہاد …

کہتی گر کیا نصیب جاگ اٹھا — کہتی گر کس نے ہے …

ور بگفتی کہ سقا آورد آب — ور بگفتی ہیں برآمد آفتاب

اور اگر کہتی بہشتی لایا آب — کہتی گر دیکھو وہ نکلا آفتاب

ور بگفتی دوش دیگی پختہ اند — یا … از دوش … آند

اور جو کہتی کل پکائی دیگ تھی — … اس کے … تھی

ور بگفتی ہست نانہا بے نمک — ور بگفتی عکس می گردد فلک

اور اگر کہتی … روٹی بے نمک — گردشیں الٹی ہی کرتا ہے فلک

ور بگفتی کہ بدرد آید سرم — ور بگفتی درد سر شد خوشترم

کہتی گر سر درد کرتا ہے مرا — اور جو کہتی درد … جاتا رہا

محرماں … خبر … گفت — گر … با موافق گشت …

جو کہتی محرم … کیا کہا — … کیا

گر نکو بودے عشاق او بُدے ۔ ور نکو ہیچ بدے فراق او بُدے

وصل تھا مقصود اگر اچھا سمجھے ۔ اور جدائی[۱] گر بُرائی وہ کرے

صد ہزاراں نام اگر برہم زدے ۔ قصد او و خواہ او یوسف بُدے

یعنی وہ دن بھر میں اگر لاکھوں لیا وہ نام ۔ اس کا مقصد ہوتا تھا یوسفؑ نام

گرسنہ بودے چو گفتے نام او ۔ می شدے سیر و سیر از جام او

بھوکی گر ہوتی تو لیتی ان کا نام ۔ سیر اور سرمست کرتا ان کا جام

تشنگیش از نام او ساکن شدے ۔ نام یوسف شربت باطن شدے

پیاس اُن کے نام سے ہوتی فنا ۔ نام یوسفؑ باطنی شربت ہوا

ور بُدے دردیش زآں نام بلند ۔ درد او در حال گشتے سودمند

درد میں بھی فرد سے اس نام کے ۔ فائدہ اس درد میں ہوتا اُسے

وقت سرما بودے اورا پوستین ۔ ایں کند در عشق نام دوستاں

پوستین اُس کے لئے جاڑے میں ۔ یہ اثر الفت میں نام یار کا

عام می خوانند ہردم نام پاک ۔ ایں عمل نبود چو نبود عشق پاک

عام ہر دم نام پاک اس کا پڑھیں ۔ یہ اثر ہے عشق جو کچھ پڑھتے ہیں

آنچہ عیسیٰؑ کردہ بود از نام ہو ۔ می شدے پیدا ورا از نام او

نام حق سے تھا جو عیسیٰؑ نے کیا ۔ نام یوسفؑ سے زلیخا کو ملا

چونکہ با حق متصل گردید جاں ۔ ذکر آں اینست ذکر اینست آں

حق سے واصل جب کسی کی جان ہوئی ۔ جو کہا ہے ذکر اس کا ہے وہی

خالی از خود بود و پُر از عشق دوست ۔ پس ز کوزہ آں تراود کاندروست

خود سے خالی عشق جاناں سے بھری ۔ کوزے میں جو ہوگا ٹپکے گا وہی

خندہ بودے زعفران وصل داد ۔ گریہ بودے پیاز آں بعاد

تھی ہنسی تو زعفران وصل سے ۔ رونا تھا پوستِ پیاز فصل سے

[۱] جدائی ۔ فراق ۱۲

هر کسے را هست در دل صد مراد ⁂ این نباشد مذهب عشق و وداد

سیکڑوں ارمان جو دل میں ہوں نہاں ⁂ عشق و الفت کا یہ مذہب ہے کہاں

باز آمد عشق را روز آفتاب ⁂ آفتاب آں روئے را ہمچوں نقاب

عشق کو خورشید سے ہے پُر ضیا ⁂ یہ مگر پردہ ہے روئے یار کا

آنکہ نشناسد نقاب از روئے یار ⁂ عابد الشمس است دست از وے بدار

جو نقاب و رُخ نہیں پہچانتا ⁂ ہاتھ اُس سے وہ پجاری شمس کا

روز او و روزی عاشق ہم او ⁂ دل ہم او و سوزی عاشق ہم او

روز وہ ہے - روزی عاشق وہی ⁂ دل وہی - دلسوزی عاشق وہی

ماہیاں را نقد شد از عین آب ⁂ نان و آب و جامہ و دارو و خواب

مچھلیوں کو جیسے سب کچھ آب ہے ⁂ روٹی، پانی، کپڑا، دارو خواب ہے

ہمچو طفل است او ز پستان شیر گیر ⁂ می نداند در دو عالم غیر شیر

جیسے لڑکا دودھ لے پستان سے ⁂ دو جہاں میں جانے کیا جز شیر کے

طفل داند ہم نداند شیر را ⁂ راہ نبود زاں طرف تدبیر را

لڑکا جانے اور نہ جانے شیر کو ⁂ راہ کب ہے اس طرف تدبیر کو

گنج کرد ایں گنج نامہ روح را ⁂ تا بیابد فاتح و مفتوح را

گنجنامہ ہے یہ شیدا روح کا ⁂ راز[1] سمجھے فاتح و مفتوح کا

گنج نبود در روش بلکہ اندرو ⁂ حائلش دریا بود نے سیل و جو

گنج نامہ کب - پریشاں روح ہو ⁂ نہر کب ہے بحر حائل اس کا تو

چوں بیابد او کہ یابد گم شود ⁂ ہمچو سیلے غرقۂ قلزم شود

پائے روٹی - دودھ پھر گم ہو گیا ⁂ غرق وہ جوں سیل قلزم میں ہوا

۱؎ تا کہ روح یعنی لڑکا اس بھید کو سمجھے کہ اس گنج نامے یعنی پستان کو کھولنے والا کون ہے اور کھولا کیا ہے۔ اور کس کے لئے +

دانہ چوں گم گرد و آنگہ طیں شود | تا نروئی زر ندادم ایں بود

دانہ جب گم ہو گیا مٹی بنا | اس کو یوں لیں تو نے مرکز زر لیا "

پایہ تخت چین کو بڑے شہزادے کی روانگی

پائے شہ بوسانم مقصود مرا | یا سرم ہمچو دل از دست نہا

پاؤں تو مقصود ہے بادشاہ کے چوموں گا شادماں | مثل دل یا سر بھی دیدوں گا یہاں

آں بزرگیں گفت کاے اخوان من | ز انتظار آمد بلب ایں جان من

جو بڑا تھا بولا وہ اے اخوان اب | انتظار یار سے ہوں جاں بلب

لا ابالی گشتہ ام صبرم نماند | مر مرا ایں صبر در آتش نشاند

میں ہوں بے پروا نہیں صبر اب مجھے | آگ میں مجھ کو بٹھایا صبر نے

طاقتم شد بی صبوری طاق شد | واقعہ من عبرت عشاق شد

صبر سے اب مجھ میں طاقت ہے کہاں | عبرت عشاق میری داستاں

من ز جاں سیر آمدم اندر فراق | زندہ بودن در فراق آمد نفاق

ہجر میں اب سیر ہوں میں جان سے | ہجر میں جینا خلاف اخلاص سے

چند درد فرقتش بکشد مرا | سر بریدن عشق بخشد مرا

اس کا درد ہجر کب تک مارے گا | کاٹ سر یا عشق دے سر دو مرا

دین من از عشق زندہ بودن است | زندگی زیں جان و سر ننگ منست

میرا دیں ہے زندہ ہونا عشق سے | نام جینا ننگ ہے میرے لئے

ف۱ یہ صدر جہاں بخارا کے قول کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا ذکر اوپر گذرا۔
کہ ایک فقیہ سے دریافت کیا کہ اس نے زر لیا تھا۔

ف۲ یہ بات بڑے شہزادے نے اپنے بھائیوں سے رخصت ہوتے وقت کہی۔

تیغ هست از جان عاشق گردروب ... زانکه سیف افتاد محّاء الذنوب

جھاڑ گرد تن کو جاں سے تیغ لے ... کیونکہ دھلتے ہیں گنہ سب تیغ سے

چون غبار تن بشد ماهم بتافت ... ماه جان من هوای صاف یافت

ماہ چمکا جب غبار تن ہٹا ... ماہ جاں کو مل گئی ستھری فضا

عمرها بر چنگ عشقت ای صنم ... ان فی موتی حیاتی میزنم

تیرے چنگ عشق پر گایا یہی ... میرے مرنے میں ہے میری زندگی

دعوی مرغابیی کرده است جان ... کی ز طوفان بلا آرد ابال

جان کا دعویٰ ہے مرغابی ہوں ہاں ... ڈر گئے طوفان بلا سے کب اماں

بط را ز اشکستن کشتی چه غم ... کشتیش بر آب بس باشد قدم

بط کو کشتی ٹوٹنے کا غم ہو کیا ... اس کی کشتی ہے پانی پہ سے پیر دا

زنده زین دعوی بود جان و تنم ... من ازین دعوی چگونه تن زنم

زندہ اس دعوے سے جان و تن مرا ... چپ ہوں اس دعوے سے کیونکر ہوں بھلا

خواب می بینم ولیکن خواب نه ... مدعی هستم ولیکن کذاب نه

دیکھتا ہوں خواب پر ہے خواب کب ... مدعی تو ہوں مگر کذاب کب

گر مرا صد بار تو گردن زنی ... همچو شمعم بر فروزم روشنی

مارے گر سو بار تو گردن مری ... تو بڑھے جوں شمع تیری روشنی

آتش ار خرمن بگیرد پیش و پس ... شب روان را خرمن آن ماه بس

آگ خرمن کو جو گھیرے پیش و پس ... شب رووں کو چاند کا خرمن ہے بس

کرد یوسف را نهان و مختفی ... حیلت اخوان ز یعقوب نبی

مکر سے یوسف کو پنہاں کر دیا ... بھائیوں نے توڑا دل یعقوب کا

لہ جسم سے مراد ہے

لہ بہت ٹوٹ پڑنے والا

خفیہ کردندش ز حیلت سازیے ‌ ‌ ‌ کرد آخر پیرہن غمّازیے
حیلہ سازی سے چھپایا گیا ہُوا ‌ ‌ ‌ پیرہن نے راز ظاہر کر دیا

آں دو گفتندش نصیحت در سمر ‌ ‌ ‌ کہ مکن زا خطار خود را بیخبر
سن کے دونوں بھائیوں نے یہ کہا ‌ ‌ ‌ خطروں سے خود کو نہ غافل کر ذرا

ہیں منہ بر زخمہائے ما نمک ‌ ‌ ‌ ہیں مخور ایں زہر از جلدی و شک
مت چھڑک زخموں پہ اے بھائی! نمک ‌ ‌ ‌ زہر مت کھا۔ کر نہ جلدی۔ کر نہ شک

جز بتدبیر یکے شیخے کبیر ‌ ‌ ‌ چوں ندیدی چوں بود قلب بصیر
تو سوا اک شیخ کی تدبیر کے ‌ ‌ ‌ دل نہیں بینا تو کیونکر جا سکے

وائے آں مرغیکہ ناروئیدہ پر ‌ ‌ ‌ بر پرد بر اوج افتد در خطر
آہ وہ طائر جو ہو بے بال و پر ‌ ‌ ‌ اڑ گئے سوئے چرخ ہو وقف خطر

عقل باشد مرد را بال و پرے ‌ ‌ ‌ چوں ندارد عقل باشد ابترے
عقل بال و پر ہے مردوں کے لئے ‌ ‌ ‌ ہوں وہ ابتر ہوں جو خالی عقل سے

یا مظفر یا مظفر جوئے باش ‌ ‌ ‌ یا نظر ور یا نظر ور جوئے باش
یا مظفر ہو۔ مظفر ڈھونڈ یا ‌ ‌ ‌ یا نظر ور ہو نظر ور ڈھونڈ یا

بے ز مفتاح خرد ایں قرع باب ‌ ‌ ‌ از ہوا باشد نہ از روئے صواب
بے کلیدِ عقل مت در کھٹکھٹا ‌ ‌ ‌ حرص سے ہے۔ راستی سے کب بھلا

عالمے در دام می بیں از ہوا ‌ ‌ ‌ وز جراحتہائے ہمرنگ دوا
ہے ہوس کے جال میں عالم پھنسا ‌ ‌ ‌ اور ہیں سب زخم ہمرنگ دوا

ایستادہ مار بر سینہ چو مرگ ‌ ‌ ‌ در دہانش بہر صید اشگرف برگ
سانپ سینے پر کھڑا ہے مثل مرگ ‌ ‌ ‌ منہ میں ہے بہر شکار اک طرفہ برگ

در حشاشش چوں حشیشے او بپاست ‌ ‌ ‌ مرغ پندارد کہ آں شاخ گیاست
گھاس میں ہے گھاس کی صورت کھڑا ‌ ‌ ‌ مرغ سمجھے گھاس ہے وہ برملا

چوں نشیند بہر خور بر ریشۂ برگ — پس فتد اندر دہانِ مارِ مرگ

کھانے کو بیٹھے جو اوپر گھاس کے — سانپ کے منہ میں وہ فوراً جا پڑے

کرد تمساحی دہانِ خویش باز — گرد دندانہاش کرمانِ دراز

پھر برابر کر لیا اس نے دہاں — کیڑے اس کے دانتوں کے ہیں گرد ہاں

از بقیۂ خور کہ در دنداش ماند — کرمہا روئید بر دنداں نشاند

باقی کھانا تھا جو اندر دانتوں کے — اس سے کیڑے دانتوں میں پیدا ہوئے

مرغکاں بینند کرم و قوت را — مرغ پندارند آں تابوت را

مرغ کیڑوں کو سمجھتے ہیں غذا — اور جبڑے کو چراگہ بر ملا

چوں دہاں پُر شد ز مرغ او ناگہاں — در کشد شاں و فرو بندد دہاں

اس کا منہ مرغوں سے جب دم بھر گیا — بند منہ ان کو نگل کر کر لیا

ایں جہاں پُر ز نقل و پُر ز ناں — چوں دہانِ باز آں تمساح داں

یہ جہاں ہے نقل روٹی سے بھرا — جس طرح گھڑیال کا منہ ہے کھلا

بہر کرم و طعمہ اے روزی تراش — از فنِ تمساحِ دہر ایمن مباش

لالچی! تو کیڑے کھانے کے لئے — ہو نہ ایمن دہر کے گھڑیال سے

روبہ افتد پہن اندر زیرِ خاک — بر سرِ خاکش حبوب گرد ناک

خاک کے نیچے ہے لیٹی لومڑی — خاک پر ہیں گرد کے دانے اگی

تا بیاید زاغِ غافل سوئے آں — پائے او گیرد بمکر آں مکرداں

اور کوّا غافل آتا ہے اُدھر — پاؤں پکڑے لومڑی اس کا بمکر

صد ہزاراں مکر در حیواں چو ہست — چوں بود مکرِ بشر کو مہتر است

مکر لاکھوں ہیں جو حیواں میں بھرے — مکر کیسے ہوں گے پھر انساں کے

مصحفے بر کف چو زین العابدین[1] — خنجرے پُر زہر اندر آستیں

ہاتھ قرآں مثلِ زین العابدین[1] — خنجر پُر زہر ہے زیرِ آستیں

[1] حضرت امام زین العابدین سے مراد ہے۔

گر بدت خندان کند ای مولای من	در دل او بابلی پر سحر و فن
تجھ سے ہنس کر کہتا ہے آقا میرے	دل میں وہ پُر سحر اک بابل رکھے
زهر قاتل صورتش شهدست و شیر	هین مرو بی صحبت پیر خبیر
زہر ہے وہ، ظاہر اس کا شہد و شیر	تو نہ جا بے صحبت پیر خبیر
جمله لذات هوا مکرست و زرق	سور تاریکیست گرد نور برق
حرص کی ہیں لذتیں پر مکر سے	سور ظلمت گرد نور برق کے
برق نور کوته و کذب و مجاز	گرد او ظلمات و راه تو دراز
برق جھوٹا نور اور کذب و مجاز	ظلمت اس کے گرد تیری رہ دراز
نه بنورش نامه تانی خواندن	نه به منزل اسپ تانی راندن
پڑھ سکے تو خط نہ اس کے نور سے	گھوڑا منزل تک نہ تو لے جا سکے
لیک جرم آن که باشی رهن برق	از تو رو اندر کشد انوار شرق
اس خطا میں پر کہ تو ہے رہن برق	منہ چھپاتے تجھ سے ہیں انوار شرق
خشم گیرد بر دلت آن آفتاب	که تو جویی از عطارد نور و تاب
تا تجھ سے ہوتا ہے خفا وہ آفتاب	تو عطارد سے جو ڈھونڈتا ہے نور و تاب
می‌کشاند مکر برقت بی دلیل	در مفازهٔ مظلمی شب میل میل
تجھ کو مکر برق کھینچے بے دلیل[1]	غار میں تاریک ہے جو میل میل
بر که افتی گاه و در جو اوفتی	گه بدان سو گه بدین سو اوفتی
تو گرے گا کوہ پر گہ نہر پر	اور گرے گا ادھر گاہے ادھر
خود نبینی تو دلیل ای راه جو	ور ببینی رو بگردانی که کو
خود نہ دیکھے اپنا رہبر بے گماں	دیکھے تو منہ پھیر کر کہہ سے کہاں

[1] رہنما۔

من سفر کردم درین رہ شصت میل	مر مرا گمراہ گوید آں دلیل
ساٹھ میل اس راہ میں ہوں میں چلا	پھر بھی گمراہ کہتا ہے وہ رہنما
گر نہم من گوش سوئے آں شگفت	راہ او در راہم ز سر بالا گرفت
کان رکھوں اس کی جانب میں اگر	چاہیئے لوں پھر سے رستہ سر بسر
ہیں درین رہ عمر خود کردم گرو	ہر چہ بادا باد اے خواجہ برو
عمر اسی رستے میں گذری رہ ملا	جو کچھ ہونا ہو سو ہو اے خواجہ جا
راہ کردی لیک در ظنے چو برق	عشر آں ظن کے وحی چو شرق
تو چلا پر ظن میں جو تھا مثل برق	عشر اس کا بھی نہ وحی مثل شرق
ظن لا یغنی من الحق خواندہ	وز چناں برقے ز شرقے ماندہ
بدگمانی تو ہے حق سے تو نے پڑھ لیا	شرق سے پھر برق کے باعث چھٹا
ہیں درآ در کشتی ما اے نژند	یا کہ آں کشتی بایں کشتی ببند
بدنصیب آ کشتی میں میری بیٹھ جا	اپنی کشتی باندھ اس کشتی سے یا
گوید او چوں ترک گیرم گیر و دار	چوں روم من در طفیلت طفل وار
وہ کہے کیونکر میں چھوڑوں گیر و دار	ہوں طفیلی کیوں چلوں میں طفل وار
کور با رہبر بہ از تنہا یقیں	زاں یکے ننگ ست صد ننگ ست ایں
ہونا ہے رہبر کے ساتھ اندھا بھلا	اس میں اک ننگ اس میں سو ننگ ملا
می گریزی از پشہ در کژدمے	از نمے تو می گریزی در یمے
سو سے بچ کر دم کا کھایا ڈنک سے	نم سے تو دریا کو بھاگتا ہے

۱ دسواں حصہ۔

۲ قولہ تعالیٰ :- اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا یعنی بیشک گمان کسی چیز کو حق سے بے پروا نہیں کرتا۔

۳ [illegible] ۔ ۴ بچھو۔

می گریزی از جفاہائے پدر	سوی پیران لوطیان شود و شر
بھاگتا ہے تو جفائے باپ کی	لوطیوں کے شر سے سہمے و لپٹی
می گریزی مثل یوسف زان ربے	تا از نزع ملت افتی در چہے
مثل یوسف گاؤں سے ہے بھاگتی	تا کنوئیں میں گر پڑے تو بدبلا
زین تفرج در چہ افتی ہمچو او	ہر ترا البتہ آں عنایت یار کو
تو کنوئیں میں گر پڑا اس سیر سے	لطف حق لیکن کہاں حاصل تجھے
گر نبودے آں یہ سفوری[1] پدر	برنیاوردے ز چہ تا حشر سر
وہ نہ ہوتی اذن سے گر باپ کے	کب نکلتے حشر تک وہ چاہ سے
آں پدر بہر دل او اذن داد	گفت چوں این است میلت خیر باد
دی اجازت باپ نے دلجوئی سے	بولے خواہش تیری راس آئے تجھے
ہر ضریرے کز مسیحے سر کشد	او جہودانہ بماند از رشد
گر کوئی اندھا مسیحا سے پھرے	تو ہدایت سے وہ بے بہرہ رہے
قابل ضو بود گرچہ کور بود	شد ازیں اعراض او کور و کبود
نور کے قابل تھا گو اندھا وہ تھا	وہ تو روگردانی سے اندھا رہا
گویدش عیسیٰ بزن در من دو دست	اے عمی کحل عزیزی با من است
بولے عیسیٰ تھام لے مجھ کو ذرا	پاس میرے سرمہ نابینائی کا
از من ار کوری بیابی روشنی	بر قمیص یوسف جان بر زنی
کوری نہ اے روشنی مجھ سے ملے	پیرہن سے یوسف جاں کے تجھے
کار و بارے کت رسد بعد شکست	اندر آں اقبال و منہاج رہ است
بعد حرماں ہو جو حاصل کاروبار	اس میں ہے اقبال و راہ راست یار

[1] یعنی سیر

کار و بارے کہ ندارد پا و سر — ترک گیر اے پیر خر اے پیر خر
کام وہ جس کا نہیں کچھ پاؤ سر — چھوڑ اسے اے پیر خر اے پیر خر

کار و بارے کان ندارد پا و دست — ترک گیر اے بو الفضول گیج و مست
بے سر و پا ہے جو کوئی کار و بار — چھوڑ اسے اے احمق اے بیہودہ کار

شو پیر استاد و سر لشکر مباد — پیر گردوں نے ولے پیر رشاد
ہو نہ سر لشکر کوئی بھی غیر پیر — پیر بھی کیسا جو ہو روشن ضمیر

در زمان گر پیر باشد زیر دست — روشنائی دیدہ از ظلمت برست
جس کی بیعت کر کے دل روشن ہوا — نور دیکھا اور ظلمت سے چھٹا

شرط تسلیم است نے کار دراز — سود نبود در ضلالت ترکتاز
اپنا سب کچھ سونپ دے تو پیر کو — گمرہی کی دوڑ سے کب فتح ہو

من نجویم زین سپس راہ اثیر — پیر جویم پیر جویم پیر پیر
اب کبھی ڈھونڈوں گا نہ راہ چرخ پیر — پیر ڈھونڈوں پیر ڈھونڈوں پیر پیر

پیر باشد نردبان آسمان — تیر پران از کہ گردد از کمان
پیر سیڑھی ہے برائے آسمان — کون اڑاتا تیر کو ہے بس کمان

نے ز ابراہیم نمرود گران — کرد با کرکس سفر بر آسمان
بے خلیل اللہ نمرود اڑ گیا — چرخ کو ۔ اور ساتھ گدھ جیسے پر اڑا

از ہوا شد سوئے بالا او بسے — لیک بر گردوں نپرد کرکسے
وہ ہوا سے گو بہت اوپر گیا — آسماں پر کوئی گدھ کب چڑھ سکا

گفتش ابراہیم کاے مرد سفر — کرکست من باشم اینک خوبتر
بولے ابراہیم اے مرد سفر — گدھ بنا کر مجھ کو اڑنے سے بہتر

چون ز من سازی ز بالا نردبان — بے پریدن بر شوی بر آسمان
تو مجھے سیڑھی بنائے گا اگر — بے اڑے پہنچے گا فوراً چرخ پر

آنچنان کز می‌رود تا غرب شرق | بے زاد و راحلہ ہمچون برق

جس طرح آ پڑتا ہے تا غرب و شرق | بے سواری کے مرا دل مثل برق

آنچنانکہ میرود شب اختراب | حسن مردم شہرہا وقت خواب

جیسے جاتے ہیں ستارے رات کو | لوگوں کی حس — جیسے وہ محو خواب ہو

آنچنانکہ عارف از راہ شمال | خوش نشستہ می‌رود صد جبال

جیسے عارف کوئی ... راہ سے | بیٹھے بیٹھے سو جہاں ... پھرے

گر ندادستش چنین رفتار دست | این خبرہا زان ولایت از کجاست

یہ اگر رفتار اس سے حاصل نہیں | کس سے خبریں اس ولایت کی یہیں

این خبرہا وان روایات محق | صد ہزاران پیر برجستند متفق

کیوں تو یہ سب خبریں پہنچیں یہاں سے | متفق لاکھوں ہی پیر اس پر ہوئے

یک خلافی نیست میان این عیون | آنچنانکہ ہست در علم ظنون

اس میں کچھ اختلاف نہیں | علم و ظنون میں جس طرح سے اختلاف

آن تحری آمد اندر لیل تار | وین حضور کعبہ و وسط نہار

سمت کعبہ ڈھونڈنی شب کو ہوا | دن میں کعبہ کا کہنا ڈھونڈنا

خیز لے منکر ز بہر امتحان | ورنہ پانہ تا بیت زین گمان

لے اٹھ اے منکر تو اس کو آزمالے | ... کو ڈھونڈ لے ... کہاں

عقل جزوی کرکس آمد اے مقل | پر او با جیفہ خواری متصل

عقل جزوی مثل کرکس جان لے | اس کے پر مردار خواری سے ملے

عقل ابدالان چو پر جبرئیل | می پرد تا ظل سدرہ میل میل

عقل ابدالان ہے جبرئیل | اڑتے ہیں سدرہ ... میل میل

باز سلطانم گشم نیکو پیم | فارغ از مردارم و کرکس نیم

باز سلطانی ہوں نیکو ... اور ... | دور ہوں مردار سے کرکس نہیں

ترک کرکس کن که من باشم کست	یک پر من بهتر از صد کرکس است
چھوڑ گدھ کو ہیں بنوں ساتھی ترا	سو گدھوں سے بہتر اک پر ہے مرا
چند بر عمیا دوانی اسپ را	باید استا پیشه را و کسب را
اسپ بے راہی چلانے پر تا کبھی	فن کو ہے استاد لازم پیر لا
خویش را رسوا مکن در شهر چین	عاقلی جو خویش را از دور بین
رسوا نہیں بدنام تو خود کو نہ کر	ڈھونڈ عاقل دست دے جا اس سے لگ
آنچه گوید آن فلاطون زمان	هین هوا بگذار و رو بر وفق آن
جو کہے وہ اِس کے فلاطون زماں	حرص کو چھوڑ اور وہی کر جو کہا
جمله می گویند اندر چین بجد	بهر شاه خویشتن که علم پلید
کہتے ہیں اس شہر کے سب اہل چیں	شاہ سے بہتر جتا کوئی نہیں
شاه ما خود هیچ فرزندی نزاد	بلکه سوی خویشتن آن را نداد
کب ہمارے شاہ نے بچہ جنا	بلکہ عورت کو نہ پاس آنے دیا
هر که از شاهان ازین نوعش بگفت	گردنش با تیغ بران گشت جفت
جو کسی شہ نے اسے ایسا کہا	تیغ سے گردن ہوا اس کی جدا
شاه گوید چونکه گفتی این مقال	زود ثابت کن که هستم با عیال
شہ کہے گا تو نے بکا جو یہ حال	جلد ثابت کر ہیں رکھتا ہوں عیال
مر مرا فرزند اگر ثابت کنی	یافتی از تیغ تیزم ایمنی
میری بیٹی تو اگر ثابت کرے	امن پائے میری تیغ تیز سے
ورنه بی‌شک من ببرم حلق تو	بهر تشنیع از صوفی جهال رانی تو
ورنہ تیرا حلق کاٹوں بے گماں	تیری چال اور سے چھپا کر ادا کماں

لے چھوٹے شہزادے بڑے بھائی سے کہہ رہے ہیں ۔

سر نخواہی برد ہیچ از تیغ تو — اے بگفتی لاف کذب آمیغ تو

کیا بچا لے جائے گا سر تیغ سے — جھوٹے دعوے تو نے یہ سب ہیں کئے

بنگر اے از جہل گفتی ناحقے — پُر ز سرہائے بریدہ خندقے

دیکھ تو تو جہل سے باتیں کرے — پُر ہے یہ خندق سروں سے جھوٹوں کے

خندقے از قعر خندق تا گلو — پُر ز سرہائے بریدہ از غلو

نیچے سے خندق ہے اوپر تک بھری — اتنے سر ہیں حد سے ہے گزری ہوئی

جملہ اندر کار ایں دعویٰ شدہ — گردن خود را بدیں دعویٰ زدہ

ان ہیں سب نے جھوٹے دعوے تھے کئے — سر کٹے جھوٹے دعووں کے لئے

ہیں ببیں آخر بچشم اعتبار — ایں چنیں دعویٰ میندیش و میار

چشم عبرت سے تو دیکھ اے بے خبر — ایسا دعوئی بیہودہ ہرگز نہ کر

تلخ خواہی کرد بر ما عمر ما — گر بدیں می دارولے داور ترا

تلخ کر دے گا ہماری عمر کو — تو گر رہے گا قائم اس دعوے پہ جو

گر رود صد سال کاں آگاہ نیست — بر عمی آں از حساب راہ نیست

سو برس گر اندھے پن پر خام کار — رہ چلے۔ تو کچھ نہ ہو اس کا شمار

بے سلاحے در مرو در معرکہ — ہمچو بیباکاں مجو در تہلکہ

معرکے میں جا نہ بے ہتھیار کے — تا نہ جوں بے باک آفت میں پڑے

ایں ہمہ گفتند و گفت آں ناصبور — کہ مرا زیں گفتہا آید نفور

سُن کے یہ بے صبر وہ کہنے لگا — مجھ کو نفرت ہے یہ کیوں مجھ سے کہا

سینہ پر آتش مرا چوں منقلست — کاں آمد گشت وقت منجلست

آگ سے سینہ انگیٹھی سا بھرا — کھسنے کے سکنے کا وقت اب آ گیا

صدر را صبرے بدا کنوں آں نماند — بر مقام صبر عشق آتش فشاند

سینہ کے دل کو صبر تھا پر اب کہاں — صبر کی جا عشق ہے آتش فشاں

صبر من مُردآں شبے کہ عشق زاد | درگزشت او حاضراں را عمر باد
صبر میرا مر گیا - عشق آ گیا | حاضروں کی خیر ہو اب اے خدا

اے محدث از خطاب و از خطوب | درگزشتم آہنے سر دے مکوب
گزرا اے ناصح ہیں وعظ و پند سے | سر دو لوہا کوٹتا ہے کس لئے

سرنگونم ہیں رہا کن پائے من | فہم کن در جملۂ اجزائے من
سرنگوں ہوں - چھوڑ دے پاؤں مرا | غور کر کیا حال میرا ہو گیا

اشترے ام تا توانم می کشم | چوں فتادم زار با کشتن خوشم
اونٹ ہوں - کھینچا - کھینچا جب تک بھی بار | خوش ہوں مرنے پر گرا جب ہو کے زار

بر سر مقطوع اگر صد خندق است | پیش دردِ من مزاج مطلق است
سر بریدہ پر جو سو خندق ہو اب | آگے میرے درد کے ہیں ایک سب

من نخواہم زد دگر از خوف بیم | این چنیں طبل ہوا زیر گلیم
اب نہ میں ڈر سے بجاؤں بر ملا | چھپے کملی سے یہ طبلہ حرص کا

من علم اکنوں بہ صحرا می زنم | یا سر اندازی و یا روئے صنم
بلکہ اب میداں میں جھنڈا گاڑ دونگا | پا گیا سر یا ملا وہ دل رُبا

حلق کاں نبود سزائے آں شراب | آں بریدہ بہ ز شمشیر و ضراب
حلق جو اس مے کے لائق ہی نہ ہو | اچھا ہے - تلوار سے کٹ جائے جو

دیدہ کاں نبود ز وصلش در فرہ | آں چناں دیدہ سفید و کور بہ
آنکھ جو محروم دیدِ یار ہو | اچھا ہے اندھی ہی وہ ہو جائے جو

گوش کاں نبود سزائے راز او | بر کنش کہ نبود آں بر سر نکو
کان جو نا اہل رازِ یار ہو | سر پہ کب اچھا ہے اس کو کاٹ دو

اندر آں دستے کہ نبود آں نصاب | آں شکستہ بہ ز ساطور قصاب
ہاتھ ایسا جس میں دولت کچھ نہ ہو | وہ قصائی کی چھری سے کاٹ دو

آن چنان پا بچہ از رفتار او	جان نہ پیوندد بہ نرگس زار او
پاؤں ایسا جس کی بس رفتار سے	جاں ملے اس کے نہ نرگس زار سے
آن چنان پا در حدیث اولیٰ تر است	آن چنان پا عاقبت درد سر است
خوب ہے زنجیر کا ہیں ہو اگر	کیونکہ آخر ہے وہ پاؤں دردسر

مجاہدہ کا بیان

پا وریں رہ نیست پا ہم کام من	پا چو باز آیم زرہ سوئے وطن
پہنچوں گا منزل پہ پا تو ہے کہاں	پا وطن لوٹے آؤں گا جوں باز ہاں
چونکہ موقوف است کام ہم بہ سفر	چوں سفر کردم بیابم در حضر
آرزو شاید ہے موقوف سفر	پھر ملے پاؤں گا ہیں وقت حضر
یار را چندان بجویم جد و جہد	تا بدانم کہ نمی بایست جست
یار کو ڈھونڈوں میں جد و جہد سے	تا کہ جانوں اب نہ تو ڈھونڈا چاہئے
این حدیث کے بود در گوش من	تا نگردم گرد دوران زمن
یہ حدیث کہاں سے تھی کہاں	خوب جب تک پھر نہ لوں گرد جہاں
کے کنم من از معیت فہم راز	جز کہ از بعد سفرہائے دراز
کس طرح سمجھوں معیت کا میں راز	بالیقیں بغیر سفر کے دراز
حق معیت گفت و دل را مہر کرد	تا کہ عکس آن نگوش آید نہ طرد
حق معیت بولا۔ دل پر مہر کی	تا سنے پر بات وہ برعکس ہی

لہ بڑا استغراق اپنے کیا پیروں سے کر رہا ہے ؎

ثلہ سفر کی انتہا گھر میں ہی پہنچنا ؎

تلہ اشارہ معکم اینما کنتم کی طرف اشارہ ہے یعنی جہاں کہیں تم ہو۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے ؎

چوں سفرہا کرد و داد راہ داد — بعد از آں شہرا و دلہا برگشاد

جب سفر ول سے گئے دی راہ بھی — بعد میں شہر اس کے دل سے کھولدی

چوں خطاہا آں صفات باصفا — گرددش روشن ز بعد دو خطا

جو ہم نکلیں جلیے بعد دو خطا — ویسے روشن ہوں صفات باصفا

بعد از آں گوید کہ آگہ داشتم — ایں حقیقت را کہ اوراگذاشتم

پھر سے کہ یہ حقیقت جانتا — ڈھونڈتا ہی کس لیئے اس کو بھیجا

دانش آں بود موقوف سفر — تا بیاید آں انش بہ تیزی فکر

جانتا اس کا تھا موقوف سفر — فکر سے حاصل نہیں ہوتا مگر

آں چناں کہ وجہ وام شیخ بود — بستہ و موقوف گریہ آں غنود

جیسے صورت قرض دار شیخ کی — رو بچہ اسی طفل کے موقوف تھی

کودک حلوا بہ گریست زار زار — توختہ شد وام آں شیخ کبار

رو یا حلوائی کا لڑکا زار زار — ہو گئے ادا قرضے شیخ کبار

گفتہ شد آں قصہ اسناں مثنوی — پیش ازیں اندر بیان مثنوی

آ چکی یہ داستاں مثنوی کو — پیشتر ہی درمیان مثنوی

در دلت خوف افگند از موضعے — تا نباشد غیر آں مطمعے

دل میں خوف اک جگہ سے پیدا ہوا — تا طمع پیدا نہ ہو اس کے سوا

در طمع خود فائدہ دیگر نہد — واں مرادت از کسے دیگر دہد

خود طمع میں فائدہ ڈالا دگر — اور دوسرے کی طرف اک اور سے

اے طمع بستہ بیک جا سے نشستہ — کا بیابم میوہ از بیں عالی درختے

اک جگہ ہو طمع رکھ کر بیٹھ گئے — میوہ ملے عالی درخت

آں طمع ہرگز نیاید شد وفا — بل ز جائے دیگر آید آں عطا

وہ طمع اس جا سے کب پوری ہوئی — دوسری جا سے وہ بخشش آ گئی

آں طمع را پس چرا در تو نہاد — چوں نبودش نیت اکرام و داد
وہ طمع کیوں تجھ میں رکھتا ہے بھلا — گر نہ ہوتی نیت جود و عطا

از برائے حکمتے و صنعتے — نیز تا باشد دلت در حیرتے
ایک حکمت اور صنعت کے لئے — نیز تیرا دل تعجب میں پڑے

تا دلت حیران شود وا ایستد — کایں مرادم از کجا خواہد رسید
تاکہ دل حیران رہ جائے ترا — یہ مراد اپنی کہاں سے پاؤں گا

تا بدانی عجز خویش و جہل خویش — تا شود ایقان تو در غیب بیش
تاکہ تو سمجھے اپنے عجز و جہل کو — غیب پر زائد یقیں تا تجھ کو ہو

ہم دلت حیراں شود در منتجع — کہ چہ رو بنماید مصرف ایں طمع
دل چنانکہ ہیں رہے حیراں ترا — اس طمع سے کیا اگاتے وہ بھلا

طمع داری روزیے در درزیی — تا ز خیاطی بری نان تا زیی
طمع درزی پن میں روزی کی تجھے — تاکہ کپڑے سینے سے روٹی ملے

رزق تو در زرگری آید پدید — کہ ز وہمت بود آں مکسب بعید
زرگری سے رزق ہے پیدا ہوا — کسب تیرے وہم سے وہ دور تھا

پس طمع در درزیی بہر چہ بود — چوں ترا در جائے دیگر در گشود
طمع درزی پن میں پس کیوں تھی تجھے — دوسرا جب در کھلا تیرے لئے

بہر نادر حکمتے در علم حق — کہ نوشت آں حکمتے در ما سبق
تا ہو ظاہر حکمت حق برملا — پیشتر جیسا کہ ہے لکھا گیا

نیز تا حیراں شود اندیشہات — تا کہ حیرانی بود کل پیشہات
نیز تا حیراں ہو اندیشہ ترا — تا کہ حیرانی ہو کل پیشہ ترا

یا وصال یار زیں سعیم رسد — یا ز راہ خارج از سعی جسد
وصل دلبر یا تو ہو اس سعی سے — جسم کی کوشش سے یا بے کوشش سے

من نگویم زین طریق آید مراد — می طپم تا از کجا خواهد گشاد

کیا کہوں کس طور سے مقصد ملے — تڑپتا ہوں کامیابی کے لئے

سر بریدہ مرغ ہر سو می طپد — تا کدامی سو رہد جاں از جسد

جس طرح اک مرغ بسمل ہو طپاں — تا کسی صورت تو نکلے تن سے جاں

یا مراد من بر آید زین خروج — یا ز ربع دیگر از ذات البروج

اس سفر سے یا مجھے مقصد ملے — آسماں کے یا کسی اک برج سے

ایک فضول خرچ کی حکایت

بود میراثے یکے را بے شمار — جملہ را خورد و بماند او زار زار

زر کسی کو ورثے میں بے حد ملا — کھا گیا سب اور مفلس ہو گیا

مال میراثی ندارد خود وفا — چوں بنا کام از گذشتہ شد جدا

مال موروثی ہے خود ہی بے وفا — نامرادی سے ہوا سابق سے جدا

او نداند قدر ہم کاندر بیافت — کو بکد و کسب و رنجش کم شتافت

وہ نہ جانے قدر مفت اس کو ملا — محنت و کوشش نہ کی اس نے ذرا

قدر جاں زاں می ندانی اے فلاں — کہ بدادت حق بخشش رایگاں

تو نہ جانے قدر جاں اس واسطے — مفت بخشی تجھ کو یہ اللہ نے

نقد رفت و جنس رفت و خانہا — ماند چوں جغداں دریں ویرانہا

نقد و جنس اور گھر جو تھا سب بک گیا — خود وہ ویرانوں میں آ کر رہا

گفت یارب برگ دادی رفت برگ — یا بدہ برگے و یا بفرست مرگ

بولا یارب میرا سب ساماں گیا — یا تو اب ساماں دے یا کر فنا

چوں تہی شد یاد حق آغاز کرد — یا ربا و یا ربا اجری بساز کرد

جب ہوا مفلس تو کی یاد خدا — ورد یارب یارب اب کرنے لگا

چون پیمبر گفت مؤمن مزهر است | در زمان خالیی نالہ گر است

بولے پیغمبر کہ مومن بانسری | ہو جو خالی تو وہ ہے چیختی

چون شود پر مطربش بنہد ز دست | پر مشو کآسیب دست او خوش است

بھر کے جو ہو تو چھوڑ دے مطرب بیگماں | پر نہ ہو پر ہو نا تو خود سے زباں

خالی آ و باش در اصبعین | کز سر مستی لا این سرمست این

خالی ہو رہ انگلیوں کے درمیاں | پھر ستے لا کی تو دیکھے ستاں

رفت طغیان آب حسش کشاد | آب حسش نرم و دل آسا بداد

رو پڑا وہ سرکشی جاتی رہی | لذت شیرینی اس کی ہو گئی

در دعا و لابہ و زاری و درد ست | زر طلب شد تب غضبان آب پر

ہاتھ اٹھا کے عاجزی سے کی دعا | جب نکلنے زر کا وہ طالب ہوا

دعائے مومن کے قبول ہونے میں تاخیر کی وجہ

ای بسا مخلص کہ نالد در دعا | تا رود دود خلوصش بر سما

مخلص اکثر کرتے ہیں رو کر دعا | آسماں پر جاتے اُن کی آہ تا

تا رود بالای این سقف برین | بوی مجمر از انین المذنبین

اور جاتی ہے کریں تا آسماں | مجرموں کے آہ و نالہ کا دھواں

پس ملائک با خدا نالند زار | کای مجیب ہر دعا وی مستجار

پس فرشتے کہتے ہیں رو رو کے آہ | اے مجیب الدعا اے جائے پناہ

بندۂ مومن تضرع می کند | او نمی داند بجز تو مستند

بندۂ مومن تضرع کرتا ہے زار | اور اک تیرے سوا نہیں کوئی سہارا

۱ یعنی خدا کی انگلیوں کے درمیان

۲ قبول کرنے والا

صلہا بیگانگاں رامی دہی | از تو دارد آرزو ہر مشتہی
دیتا ہے انعام تو کافر کو بھی | آرزو رکھتا ہے ہر طالب تری

حق بفرماید کہ نز خواری اوست | عین تاخیر عطا یاری اوست
حق کہے اس دم یہ کب خواری سے ہے | یہ عطا میں دیر تو یاری سے ہے

نالۂ مومن ہمی داریم دوست | گو تضرع کن کہ ایں اعزاز اوست
نالۂ مومن پسند آتے ہمیں | کہ وہ روتے جائے یہ عزت ہے انہیں

حاجت آوردش ز غفلت سوئے من | آں کشیدش موکشاں در کوئے من
تھا وہ غافل حاجت اب لائی اسے | میرے کوچے میں پکڑ کر بالوں سے

گر برآرم حاجتش او وا رود | ہم در آں بازیچہ مستغرق شود
اس کی حاجت ہم اگر پوری کریں | غرق ہو پھر غفلتوں کے کھیل میں

گرچہ می نالد بجاں او سوگوار | دل شکستہ سینہ خستہ گو بزار
روتا ہے گو جان و دل سے سوگوار | دل شکستہ سینہ خستہ اور زار

خوش ہمی آید مرا آواز او | واں خدایا گفتن آں راز او
ہے پسند اس کا ہمیں یہ چیخنا | راز کہنا اور کہنا اے خدا

وانکہ اندر لابہ و در ماجرا | می فریبد او بہر نوعے مرا
اور خوشامد کرنا اس کا کام ہیں | ہر طرح کر دیتا ہے اکل ہمیں

طوطیان و بلبلاں را از پسند | از خوش آوازی قفس در می کنند
طوطی و بلبل کی خوب آواز ہے | قید کرتے ہیں انہیں یہ راز ہے

زاغ را و جغد را اندر قفس | کے کند ایں خود نیامد در قصص
کوے اور الو کو پنجرے میں بھلا | کون رکھتا ہے یہ قصوں میں نہ آیا

پیش شاہد باز چوں آید دو تن | آں یکے کمپیر آں یک خوش ذقن
حسن کے شاہد پاس آویں جو دو | ایک بڑھیا ہو ایک حسین خوش ذقن ہو

هر دو نان خواهند او زود تر فطیر | آن دو کمپیر را گوید که گیر

دونوں روٹیاں مانگیں جو آٹا گندھا | دے کے ٹکڑا دو پیا کو کہے گا لے یہ جا

وان دگر را که خوشست نقش قند شد | سوی دو پیرانان بل تنها خمیر افگند

دوسری کو جو ہے مشتاق حسین | نان کھچے دیر کرو سے بالیقین

گو بدش بنشین زمانے بی گزند | که بپختانه نان تازه می پزند

اور کہے لے شہر بیٹھ تو رکھے یہاں | پاک نہ ہی ہیں گھر میں تازہ روٹیاں

چون رسد آن نان گرش لجه بکد | گو بدش بنشین که حلوا می رسد

جب وہ تازہ گرم روٹی آئے گی | پھر کہے گا آتا ہے حلوا ابھی

هم بدین فن وارواش می کند | وز ره پنهان شکارش می کند

پس آسے کٹھرائے اس تدبیر سے | خفیہ رستے سے شکار اس کو کرے

که مرا کاریست با تو یک زمان | منتظر می باش ای خوب جهان

کہ مجھے اک کام ہے تجھ کو ذرا | عرض کرتا ہوں ابھی اس سے لقا

تا بدین حیلت فریباند ورا | تا مطیع و رام گرداند ورا

تا لپٹائے اس کو اس تدبیر سے | اور مطیع و تابع فرمان کرے

مثل آن کمپیر از بیگانگی | شاهد خوش روی مثل مومنان

کافروں کو مثل اس بڑھیا کے جان | مومنوں کو وہ حسین مشتاق ان

بے مرادی مومنان از نیک و بد | تو یقین می دان که هراینه بود

رنج نا کام مومن اس لیے | ہے یہی باعث یقینا جان سے

این جهان زندان مومن زین بود | کافران را جنت عالی شود

یہ جہاں زندان ہے مومن کے لئے | اور جنت کافروں کے واسطے

مصر کی طرف قصد گنج کی روانگی

خواجہ چوں میراث خورد و شد فقیر — آمد اندر یا رب و گریہ نفیر

خواجہ جب میراث کھا بیٹھا تو ہوا — گریہ و آہ و فغاں کرنے لگا

خود کہ کوبد ایں در رحمت نثار — کہ نیابد در اجابت صد بہار

کون ہے رحمت کا در جو کھٹکھٹائے — سو بہاریں درگہ حق سے نہ پائے

خواب دید او ہاتفے گفت و شنید — کہ غنائے تو بہ مصر آید پدید

خواب میں اس کو یہ ہاتف نے کہا — مصر سے دولت ملے گی برملا

رو بہ مصر آنجا شود کار تو راست — کرد کدیہ ات را قبول او مرتجاست

مصر جا۔ اس جا ملے گا مدعا — ہو گیا مقبول یہ رونا ترا

در فلاں موضع یکے گنجیست زفت — در پئے آں بایدت تا مصر رفت

ہے فلاں جا اک خزانہ بے بہا — مصر جانا اس لئے لازم ہوا

در فلاں کوئے فلاں موضع دفیں — ہست گنجے سخت نادر بس ثمیں

اس جگہ۔ اس کوچے میں ہے دفن مال — قیمتی اک گنج ہے جا کر وہاں

بے درنگی ہیں ز بغداد اے پسر — رو بسوئے مصر و منبت گاہ زر

جلد جا بغداد سے تو اے پسر — مصر کی جانب کہ ہے وہ کان زر

چوں ز بغداد آمد او تا سوئے مصر — گرم شد پشتش چو دید او روئے مصر

آیا جب بغداد سے وہ سوئے مصر — پا گئی قوت دیکھتے ہی روئے مصر

بر امید وعدۂ ہاتف کہ گنج — یابد اندر مصر بہر دفع رنج

اس سے ہاتف نے تھا وعدہ کیا — رنج جائے گا۔ خزانہ پائے گا

لیک از اندوہ ورا چیزے نماند — خواست کدیہ بر عوام الناس راند

کچھ نہ لیکن خرچ پاس اس کے ہے — چاہا اس نے بھیک مانگے برملا

لیک شرم و همتش دامن گرفت ۔۔۔ خویش را بر صبر افشردن گرفت

شرم دامنگیر لیکن ہو گئی ۔۔۔ اس نے سینے پر رکھی سِل صبر کی

باز نفسش از مجاعت بر طپید ۔۔۔ جز گدائی کردن او چارہ ندید

نفس تڑپا اس کا مارے بھوک کے ۔۔۔ جز گدائی کچھ نہ تھا چارہ اُسے

گفت شب بیروں روم من نرم نرم ۔۔۔ تا ز ظلمت نایدم از کدیہ شرم

بولا شب کو جاؤں گا میں نرم نرم ۔۔۔ مانگنے سے تا نہ آئے مجھ کو شرم

ہمچو شب کوکے کنم من ذکر و بانگ ۔۔۔ تا رسد از بامہایم نیم دانگ

مثلِ شب کوکے اب کروں میں ذکر و بانگ ۔۔۔ تا ملے مجھ کو چھتوں سے نیم دانگ

اندریں اندیشہ بیروں شد بکو ۔۔۔ واندریں فکرت ہمی شد سو بسو

وہ غرض اس سوچ میں باہر گیا ۔۔۔ سو بسو اس فکر میں پھرنے لگا

یک زماں مانع ہمی شد شرم و جاہ ۔۔۔ یک زمانے جوع می گفتش بخواہ

روکتے تھے گاہ شرم و جاہ اُسے ۔۔۔ گاہ کہتی بھوک ہاں ہاں مانگ لے

پائے پیش و پائے پس تا ثلث شب ۔۔۔ کہ بخواہم یا بخسپم خشک لب

پیش و پس ہی میں تہائی گزری شب ۔۔۔ سوچتا تھا مانگوں کہ سوؤں خشک لب

گرفتاری کے بعد درویش کی کامیابی

ناگہانی خود عسس او را گرفت ۔۔۔ مشت و چوبش زد ز صفرا ناشگفت

اس کو پکڑا کوتوالِ شہر نے ۔۔۔ گھونسوں اور ڈنڈوں سے مارا خوب اُسے

اتفاقاً اندر آں شبہائے تار ۔۔۔ دیدہ بد مردم ز شب دزداں فگار

اتفاقاً راتیں وہ تاریک تھیں ۔۔۔ خلق کو چوروں سے تکلیفیں ہوئیں

لہ وہ فقیر جو رات کو درخت پر چڑھ کر اہلِ محلہ کے لئے دعا یا ذکر وغیرہ کرے۔

بود شبہائے مخوف مختفی	پس بچیدی جست و جو آں را بسی
مخفی وہ راتیں ہولناک اور پر وبال	ڈھونڈتا تا چوروں کو تھا بس کو زوال
تا خلیفہ گشتہ کہ بہر ہر دست	بہر کہ شب گرد و گرد خویش نشست
حکم شہ تھا ہاتھ اس کے کاٹ لو	جو پھرے شب کو ہو میرا خویش گو
بر عسس کردہ ملک تہدید و بیم	کہ چرا باشید بر دزداں رحیم
تھے عسس کو تنبیہ کی تھی شاہ نے	چوروں پر ہے رحم کرتا کس لئے
عشوہ شاں از چہ باور کنید	یا چرا زیشاں قبول زر کنید
کیوں یقیں کرتا ہے ان کے مکر پر	کس لئے تو ان سے لیتا ہے زر
رحم بر دزداں و ہر منحوس دست	بر ضعیفاں تو ستم بے رحمی است
رحم کرنا مجرموں اور چوروں پر	ہے ضعیفوں پر تشدد سر بسر
ہیں ز رنج خاص مگسل انتقام	رنج او کم بیں بنگر رنج عام
بدلہ مت چھوڑ اک کا جرم جان کر	عام کی تکلیف پر تو کر نظر
اصبع ملدوغ بر دو وقت شر	در تعدی و ہلاک تن نگر
سانپ انگلی پر جو کاٹے کاٹ ڈالے	جسم کا مسموم ہوتا سوچ لے
اتفاقاً اندر آں ایام دزد	گشتہ بود انبوہ پختہ و خام دزد
ان دنوں چوروں کا تھا حد سے زیادہ زور	ہر جگہ پھرتے تھے پختہ خام چور
در چنیں وقتش بدید و خستہ کرد	چوب با و زخمہائے بے عدد
دیکھا ایسے وقت اس کو خستہ کے	زخم ڈنڈوں سے کئی اس کو لگے
نعرہ و فریاد ازاں درویش خاست	کہ منم از خاص سلطاں جان راست
کرکے فریاد اس بیچارے نے کہا	یار ہوں مت مار دیتا ہوں سچ بتا
گفت اینک دادمت مہلت مگو	تا بشب چوں آمدی بیروں بگو
بولا کہ مہلت تجھے دی اب بتا	رات کو گھر سے کیوں نکل آیا

تو نه زینجا غریب و منکری — راست گو تا تو چه مکر اندری
تو یہاں کا تو نہیں پھر سچ بتا — اجنبی اکس مکر سے تو آ گیا

اهل دیوان بر عسس طعنه زدند — که چرا دزدان کنون انبه شدند
اہل دیوان نے کوتوال کو یہ طعنہ دیا — زور چوروں کا ہوا کیوں شہر میں

انبهی از تست و از یاران پست — وانما یاران زشت خود نخست
زور تجھ سے تیرے یاروں سے ہوا — پہلے اپنے یاروں کا تو دے پتا

ورنه کین جمله را از تو کشم — تا شود ایمن ز شر هر محتشم
ورنہ سب کا بدلہ لونگا تجھ سے ہاں — تاکہ شر سے پائیں اہل شہر اماں

سچائی عہ تسلی ہے اور جھوٹ شک و شبہ

گفت او از بعد سوگندان پر — که نیم من خانه سوز و کیسه بر
کھا کے قسمیں بولا درویش نے اماں — میں اچکا اور آتش زن نہیں

من نه مرد دزدی و بیدادیم — من غریب مصرم و بغدادیم
میں نہیں چور اور نہ بیدادی ہوں میں — اک مسافر اور بغدادی ہوں میں

قصهٔ آن خواب و گنج زر بگفت — پس ز صدق او دل آنکس شگفت
قصہ خواب و گنج کا اس نے کہا — اس کی سچائی سے دل اس کا کھلا

بوی صدقش آمد از سوگند او — سوز او پیدا شد و اسپند او
بوئے صدق آئی اسے سوگند سے — سوز پیدا کر دیا اسپند نے

دل بیارامد ز گفتار صواب — آنچنانکه تشنه آرامد ز آب
دل کو راحت سچی باتوں سے ملے — جیسے پیاسے کی بجھے پیاس آب سے

عہ حدیث شریف: الصدق طمانینة والکذب ریبة۔

جز مگر محبوب کو را علتیست | از نبی اش تا نبی تمییز نیست
ہاں بجز محبوب جو علت رکھے | کہ نبی میں اور نبی میں فرق ہے

ورنہ آں پیغام کز موضع بود | بر سر ار بر زدی شکافیده شود
ورنہ وہ پیغام جو معقول ہو | اگر پڑے تو پھاڑ ڈالے چاند کو

مہ شکافد و آں دل محبوب نے | زانکہ مردود است و محبوب نے
مہ پھٹے لیکن دل محبوب کب | کیونکہ وہ مردود ہے محبوب کب

چشمہ شد چشم عسس زاں تاب بل | نے ز گفت خشک بل از چشم دل
چشم شخص اشک سے چشمہ بنی | خشک سے کب خشکی باتیں ہوتی ہیں

یک سخن از دوزخ آید سوئے لب | یک سخن از شہر جاں در کوئے لب
ایک سخن دوزخ سے آئے سوئے لب | ایک شہر جاں سے ہے سمت کوئے لب

بحر جاں افزا و بحر پرحرج | درمیان ہر دو بحر این لب مرج
ایک بحر جانفزا ایک پرخطر | درمیاں دونوں کے لب جیسے گذر

بحر جاں افزا و بحر شکر گاہ | ہر دو آں بر لب گذر وارند راہ
بحر راحت بحر شر اسکے با صفا | دونوں لب پر راہ رکھتیں بدل

چوں پشیلو[1] درمیان شہرہا | از نواحی آمد آنجا بہرہا
جیسے اندر شہروں کے بازار تھا | ہر طرف سے مال آتے جس کو

کالۂ معیوب قلب کیسہ بر | کالۂ پر سود مستشرف چو در
کوئی کھوٹا مال سے انتقال زیاں | کوئی سچے پر نفع موتی سا گراں

زاں پشیلو ہر کہ بازرگاں تر است | بر سود بر قلبہا و بہرہ ور است
جو ہے اس بازار میں تاجر بڑا | اور سچے پہچانتا کھوٹا کھرا

۱۔ پشیلو سے نفیس سے مراد ہے

شد بپہلو مرو را دار الرباح	وان دگر یار از غمی دار الجناح
اس کو ہے یہ نفع کا گھر پہلے لکھا	دو سرے کو اندیشے پن سے ہے زیان
ہر یکے زاجزائے عالم یک بیک	بر غنی بند است بر استاد فک
ہے غنی پر قید و بندیا سربسر	ہے استاد کو اک سے آزادی فک
بر یکے قند است بر دیگر چو زہر	بر یکے لطف است بر دیگر چو قہر
ایک پر ہے قند اک پر زہر ہے	ایک پر ہے لطف اک پر قہر ہے
بر یکے دیو است بر دیگر چو حور	بر یکے نار است بر دیگر چو نور
ایک پر ہے دیو اک پر حور ہے	ایک پر ہے نار اک پر نور ہے
بر یکے گنج است بر دیگر چو مار	بر یکے ورد است بر دیگر چو خار
ایک پر گنج اک پر مار ہے	ایک پر ہے پھول اک پر خار ہے
بر یکے شیرین بر دیگر ترش	بر یکے مدہوش بر دیگر ہوش
ایک پر شیرین ترش ہے ایک پر	اک پہ بیہوش ہے ہوش اک پر سربسر
بر یکے پنہان و بر دیگر عیان	بر یکے سود است بر دیگر زیان
ایک پر پوشیدہ اک پر ہے عیان	ایک پر ہے نفع اک پر ہے زیان
بر یکے بند است بر دیگر کشاد	بر یکے قید است بر دیگر مراد
ایک پر ہے بند اک پر ہے کشاد	ایک پر ہے قید اک پر ہے مراد
بر یکے نوش است و دیگر چو نیش	بر یکے بیگانہ بر دیگر چو خویش
ایک پر ہے نوش اک پر نیش ہے	ایک پر بیگانہ اک پر خویش ہے
بر یکے روز است بر دیگر چو شب	بر یکے عیش است بر دیگر تعب
ایک پر ہے روز اک پر ہے شب	ایک پر ہے عیش تو اک پر تعب

لہ ریخ و شمرہ

هر یکی محبوب و بر دیگر عدو | هر یکی راح است و بر دیگر کدو

ایک پر محبوب ہے تو اک پر ہے عدو | ہے شراب اک پر تو اک پر ہے کدو

هر یکی آب است و بر دیگر چو غول | هر یکی اعجاز و بر دیگر فسول

ایک پر پانی ہے تو اک پہ ہے غول | ایک پر ہے معجزہ ۔ اک پر فسول

هر یکی حلوا و بر دیگر چو سم | هر یکی شکر است و بر دیگر ستم

ایک پر حلوا ہے تو اک پر ہے سم | ایک پر شکر ہے تو اک پر ستم

هر یکی شبنم است و بر دیگر زقوم | هر یکی حبس است و بر دیگر فتوح

ایک پر ہے شبنم تو اک پر ہے زقوم | ایک پر ہے قید تو اک پر فتوح

هر یکی تیر است و بر دیگر کمان | هر یکی نان است و بر دیگر سنان

ایک پر ہے تیر اک پر ہے کمان | ایک پر ہے نان اک پر ہے سنان

هر یکی نقص است و بر دیگر کمال | هر یکی هجر است و بر دیگر وصال

ایک پر ہے نقص ۔ اک پر ہے کمال | ایک پر ہے ہجر اک پر ہے وصال

هر جمادی با نبی افسانه گو | کعبه با حاجی گواه و نطق جو

ہے ہر اک شے جہاں نبی سے قصہ گو | کعبہ حاجی کا گواہ اور نطق جو

بر مصلی مسجد آمد هم گواه | کو همی آمد بدو از دور راه

ہر نمازی کی ہے مسجد گواہ | دور سے آتا تھا پیدل کر کے راہ

بر خلیل آتش گل و ریحان بود | باز بر نمرود آتش وال بود

آگ ابراہیم پر تو پھول تھی | تو تھی نمرود پہ آتش بنی

بارها گفتیم این را ای حسن | می نگردم از بیانش سیر من

اے حسن ہم نے کہا یہ بار ہا | اس بیان سے نہ میرا جی بھرا

ـــه زہر ۔ ـــه کشادہ ۔ آبادی ۔

ـــه زہرہ ۔

بارہا خوردی تو نان دفع ذبول ــ ایں ہماں نان است چوں گشتی ملول

بھوک میں اکثر تو روٹی کھا گیا ــ یہ وہی روٹی ہے۔ کیوں غمگیں ہوا

در تو جوعے می رسد تو ز اعتدال ــ کہ ہمی سوزد ازو تخمہ و ملال

بھوک ہو تجھ کو بوجہ اعتدال ــ جس سے جل جاتے ہیں بدہضمی۔ ملال

ہر کرا درد مجاعت نقد شد ــ نو شدن با جزو جزوش عقد شد

درد جس کو مل گیا ہو بھوک کا ــ جزو جزو اس کا ہو تازہ اور نیا

لذت از جوع است نے از نقل نو ــ با مجاعت از شکر بہ نان جو

بھوک لذت دار ہے۔ کب نقل نو ــ بھوک میں شکر سے بہتر نان جو

پس ز بے جوعیست و از تخمہ تمام ــ آں ملامت نے ز تکرار کلام

یہ سبھی سوئے ہضم و سیری سے ہوا ــ باعث غم کب ہے تکرار کلام

چوں ز دکان و مکاس و قیل و قال ــ در فریب مردمت ناید ملال

کب دکانداروں کی قیل و قال سے ــ کب فریب خلق سے ہو غم تجھے

چوں ز غیبت و اکل لحم مردماں ــ شصت سال سیریت نامد ازاں

آدمی کے گوشت اور غیبت سے کبھی ــ ساٹھ برسوں میں نہ سیری ہو سکی

عشوہ ہا در صید شلہ گفتہ تو ــ بے ملالت ہمچو گل بشکفتہ تو

عورتوں کی مدح تو کرتا رہا ــ اور مثل گل کی پھولا۔ بے رنج تھا

باز آخر گو شبلیش زاں چست تا ــ گرم تر صد بار از بار نخست

پھر تو آن سے بات بل کھول کر کہے ــ گرم تر سو بار پہلی بار سے

درد دارو ہے کہن را نو کند ــ درد ہر شاخے ملولے خو کند

درد ہی سے ہوتی ہے پیدا دوا ــ درد سے شاخ غم زدہ ہے کاٹتا

کیمیائے نو کنندہ درد ہاست ــ کو ملولی آں طرف کہ درد خاست

درد ہے تاثیر میں اکسیر کیمیا ــ درد اٹھا جس سمت غم جاتا رہا

ہیں مزن تو از دلی آہ سرد | درد جو و درد جو ہیں درد درد
بھر اندوہ والم سے آہ سرد | درد ہی کو ڈھونڈ ہاں تو ڈھونڈ درد

خارج دراند درمان ہائے راز | رہزن شد و دستاناں سم باز
درد کے مکار ہیں درماں تمام | راہزن ہیں اور ہیں مخصوص عام

آب شوری نیست درمان عطش | وقت خوردن گر نماید سرد و خوش
پیاس کب بجھتی ہے کھاری پانی سے | پیتے ہیں گو سرد اور اچھا لگے

لیک خادع گشت مانع شد ز جست | زآب شیرین کز و صد سبزہ رست
ہے فریبی ڈھونڈنے سے روکتے | آب شیریں سے کہ اس سے گھاس اگے

ہمچنین ہر زر قلبے مانع است | از شناس نقد کان ہر جا کہ ہست
ایسے ہی ہر کھوٹا زر مانع ہوا | زر ہے کیسا جیسے کھوٹا یا کھرا

بال و پرت را بہ تزویرے برید | کہ مرا تو مستمع گیر اے مرید
مکر سے تیرے پروں کو کاٹتا | کہتا ہے کہ لے میں ہوں تیرا مدعا

گفت دردت چینم او خود درد بود | خار بود ار چہ بصورت ورد بود
بولا چن لوں درد گو خود درد تھا | خار تھا گو شکل میں مثل گل بنا

رو ز داروہاں دروغیں می گریز | تا شود دردت مصیب و مشک بیز
بھاگ کر تو جھوٹی دوا سے نہایت خوب | درد تا ہو جائے تیرا مشک سا بو

کوتوال کا درویش کو اپنا خواب بتانا

گفت نے دزدی و نے فاسقی | مرد نیکی لیک گول و احمقی
بولا تو چور اور نہ ہے بدکار ہی | نیک ہے پر سادہ ہی بے عقل ہی

بر خیال خواب چندیں رہ کنی | نیست عقلت را تسوے روشنی
سے خیال خواب پہ یہ راہ کی | عقل میں تیری نہیں کچھ روشنی

بر خیالے این چنیں راہ دراز | پیش گیری از سر جہل و آز
اک گماں پر ایسا لمبا راستا | طے جہالت اور لالچ سے کیا

بارہا من خواب دیدم مستمر | کہ بہ بغداد است گنجے مستتر
خواب میں دیکھا ہے میں نے بارہا | گنج اک بغداد میں ہے چھپا ہوا

در فلاں کوئے فلاں گنجے دفیں | بود آں خود نام کوئے آں حزیں
ہے فلاں کوچے فلاں جا میں چھپا | اور وہ خود اس کی گلی کا نام تھا

ہست در خانۂ فلانے رو بجو | نام خانہ گفت و نام کوئے او
وہ فلاں گھر میں ہے جا کر ڈھونڈنا | نام گھر کا اور کوچے کا لیا

دیدہ ام این خواب را من بارہا | گر روی آنجا کہ یابی گنج را
میں نے ایسا خواب دیکھا بارہا | جاوے گا تو اک خزانہ پاوے گا

ہیچ من از جا نرفتم زیں خیال | تو بیک خوابے بیائی بے ملال
میں نہ بیہودہ ہی جاتا بہ خیال | آ گیا اک خواب سے تو بے ملال

خواب احمق لائق عقل ویست | ہمچو او بے قیمت است و لاشے است
خواب احمق لائق اس کی عقل کے | اور اسی کی طرح ہیں ناچیز سے

خواب زن کمتر ز خواب مرد داں | از پئے نقصان عقل و ضعف جاں
خواب زن کمتر ہے خواب مرد سے | اس کا باعث نقص دانش جان کے

خواب ناقص عقل و گول آمد کساد | پس ز بے عقلی چہ باشد خواب باد
خواب ناقص عقل کا کھوٹا ہوا | خواب احمق کا ہے اک بیہودہ سا

گفت با خود گنج در خانۂ من است | پس مرا آنجا چہ فقر و شیون است
گنج گھر میں ہے مرا اور تنگی ہے | کیسی محتاجی ہے پھر کیا غم مجھے

بر سر گنج از گدائی مردہ ام | زانکہ اندر غفلت و در پردہ ام
گنج ہے پاس اور گدائی سے مرا | کیونکہ غفلت اور پردے میں رہا

زین بشارت مست شد درویش ماند ‏ ‏ ‏ صد ہزاراں شکر بے لب او بخواند

درویش اس بشارت سے مست رہتا ‏ ‏ ‏ اور دل ہی میں لاکھ شکر کیا

گفت بد موقوف این لت خوردنم ‏ ‏ ‏ آب حیوان بود در حانوت من

بولا - یعنی موقوف لاتوں پر تھا ‏ ‏ ‏ آب حیوان ورنہ میرے گھر ہی میں تھا

رد کہ بر لوت شگرفے بر زدم ‏ ‏ ‏ کوری آں فہم کہ مفلس بدم

جبکہ نعمت مل گئی مجھ کو عجیب ‏ ‏ ‏ وہم غارت ہو گئے ہوں اک غریب

خواہ احمق گیر خواہی عاقلم ‏ ‏ ‏ یافتم من آنچہ می خواہد دلم

خواہ احمق - خواہ کہ عاقل سمجھے ‏ ‏ ‏ مدعا سے دل ہوا حاصل سمجھے

من مراد خویش دیدم بیگمان ‏ ‏ ‏ ہر چہ خواہی گو مرا اے بد دہان

آرزو بر آئی میری بے گمان ‏ ‏ ‏ جو تو چاہے کہہ - سمجھے اے بد زبان

تو مرا پُر درد گو اے محتشم ‏ ‏ ‏ پیش تو پُر درد و پیش خود خوشم

تو سمجھے پُر درد کہہ اے خوش نہاد ‏ ‏ ‏ سمجھے تو پُر درد لیکن خود ہوں شاد

داشتے گر بر عکس بودے این مطار ‏ ‏ ‏ پیش تو گلزار و پیش خویش خار[1]

ہوتا گر برعکس تو افسوس تھا ‏ ‏ ‏ باغ تجھ کو - اپنے آگے خار سا

با فقیرے گفت روزے یک خسے ‏ ‏ ‏ کہ ترا اینجا نمی داند کسے

ایک عامی نے کہا درویش سے ‏ ‏ ‏ جانتا کوئی نہیں اس جا تجھے

گفت او گر می نداند عامیم ‏ ‏ ‏ خویش را من نیک می دانم کیم

بولا گر عامی نہ جانے غم ہے کیا ‏ ‏ ‏ میں تو خود کو خوب ہوں پہچانتا

داشتے گر بر عکس بودے درد ریش ‏ ‏ ‏ او بدے بینا ز من من کور خویش

ہوتا گر اس کے خلاف افسوس تھا ‏ ‏ ‏ جانتا وہ - میں نہ خود کو جانتا

١؎ یعنی افسوس جب تھا کہ تو مجھ کو دیکھ کر خوش ہوتا اور میں اس کے گرفتار رنج و غمگین ہوتا +

احمقم گیر احمقم من نیک بخت	بخت بہتر از لجاج و روئے سخت
ہوں سہی احمق ۔ ہوں خوش قسمت مگر	بخت جنگ و غصے سے ہے خوب تر
این سخن بر وفق ظنت می جہد	ورنہ بختم داد عقلم می دہد
ایسا کہتا ہوں میں تیرے کہنے سے	بخت ورنہ مجھ کو عاقل ہی کئے

بغداد کو درویش کا واپس جانا

بازگشت از مصر تا بغداد او	ساجد و راکع ثنا گو شکر گو
مصر سے بغداد کو واپس چلا	سجدہ و شکر خدا کرتا ہوا
جملہ رہ حیران و مست او زین عجب	ز انعکاس روزی و راہ طلب
ساری رہ وہ مست و حیراں ہی رہا	الٹی روزی اور طلب کا راستہ
کز کجا امیدوارم کردہ بود	وز کجا افشاند بر من سیم و جود
کس جگہ مجھ کو کیا امیدوار	اور کہاں برسا دیا زر بے شمار
این چہ حکمت بود کان قبلۂ مراد	کردم از خانہ برون گمراہ و شاد
کیا یہ حکمت تھی مرے اللہ کی	پہلے تو بھٹکا دیا پھر دی خوشی
تا شتابان در ضلالت می شدم	ہر دم از مطلب جدا تر می بدم
جلد گمراہی میں میں دوڑا کیا	اور مطلب سے جدا ہر دم ہوا
باز آن عین ضلالت را بجود	حق وسیلت کرد اندر رشد و سود
عین گمراہی میں اب پھر لطف سے	رہنمائی کی مری اللہ نے
گمرہی را منہج ایمان کند	کژ روی را مقصد عرفان کند
گمرہی کو جادۂ ایماں کرے	کج روی کو مقصد عرفاں کرے
تا نباشد ہیچ محسن بے وجا	تا نباشد ہیچ خائن بے رجا
تا نہ ہو بے خوف محسن بھی کوئی	اور نہ ہو مایوس خائن بھی کوئی

اندرون زہر تریاق آں حفی — کرد تا گویند ذو اللطف الخفی

رکھ دیا تریاق اس نے زہر میں — لطف پوشیدہ ہے اس کا تا کہیں

نیست مخفی در نماز آں مکرمت — در کند خلعت نہد از مغفرت

بندگی میں ہے کرم کو بھر دیا — مغفرت کا جرم میں خلعت رکھا

منکراں را قصد اذلال ثقات — ذل شدہ عز و ظہور معجزات

چاہیں منکر معتقد ہوں سب ذلیل — پھر ہوئے وہ صاحب اعجاز اور جلیل

قصدشاں زانکار ذل دیں بدہ — عین ذل عز رسولاں آمدہ

قصد انکاران کا ذلت دین کی تھی — پھر وہی عزت رسولوں کی ہوئی

گر نہ انکار آمدے از ہر بدے — معجزہ و برہاں چرا نازل شدے

ہوتے انکاری نہ یہ کفار اگر — ہوتے ظاہر معجزے کس بات پر

خصم منکر تا نشد مصداق جاہ — کے کند قاضی تقاضائے گواہ

ہو عدو منکر نہ جب تک حسب جاہ — کب کرے قاضی تقاضائے گواہ

معجزہ ہمچوں گواہ آمد زکی — بہر صدق مدعی بے شکی

معجزہ ہے مثل شاہد اس لئے — مدعی کے صدق کو ظاہر کرے

طعنہ چوں می آمد از ہر ناشناخت — معجزہ می داد حق و می نواخت

طعنہ دیتا تھا جو ہر نا آشنا — معجزہ دیتا ہے کرم کرتا خدا

مکر آں فرعون سی صد تو بدہ — جملہ ذل او و قمع او شدہ

مکر تھا فرعون کا اتنا بڑا — پر سبب اس مکر کا ذلت ہوا

ساحراں آوردہ حاضر نیک و بد — تا کہ جرح معجزہ موسیٰ کند

تھے بلائے ساحران نیک و بد — تا کرے وہ معجزہ موسیٰ کا رد

تا عصا را باطل و رسوا کند — اعتبارا و ز دلہا بر کند

تا عصا کو باطل و رسوا کرے — اعتبار اس کا دلوں سے سب مٹے

عین آں نکراہیت موسیٰؑ شدہ | اعتبارِ آں عصا بالا شدہ

پھر وہ نکر اعجازِ موسیٰؑ ہو گیا | اس عصا کا مرتبہ بالا ہوا

لشکر آرد بے عدو تا حول نیل | تا زند بر موسیٰؑ و قومش سبیل

لایا لشکر بے عدد وہ گرد نیل | تا کہ موسیٰؑ اور ہو قوم ان کی ذلیل

ایمنی امت موسیٰؑ شود | کو بہ تحت الارض ہاموں در رود

امن لیکن قوم موسیٰؑ کو رہے | وہ شدت زیر ارض میں لشکر گھسے

گر بہ مصر اندر بدے و نابدے | وہم از سبطی کجا زائل شدے

مصر میں رہتا نہ آتا وہ اگر | سبطیوں کو وہم رہتا سر بسر

آمد و در سبط افگند او گداز | تا بدانی کامن در خوف ست راز

آیا فرعون اور کی غارت گری | تا تو جانے خوف میں ہے ایمنی

ایں بود لطفِ خفی کو را صمد | نار بنماید و لے نورے بود

لطف یہ پوشیدہ ہے وہ کردگار | نور ہوتا ہے ۔ دکھا دیتا ہے نار

نیست مخفی مزد دادن در تقیٰ | ساحراں را اجر بیں بعد از خطا

ہے عیاں پرہیزگاری کا صلا | دیکھ اجر ساحراں بعد خطا

نیست پنہاں وصل اندر پرورش | ساحراں را وصل داد اندر برش

پرورش میں وصل کب پنہاں رہا | ساحروں کو وصل کٹنے میں دیا

نیست مخفی سیر با پائے روا | ساحراں را سیر بیں در قطع پا

سیر سب کی پاؤں سے ظاہر ہوئی | ساحروں کی سیر قطع پا میں تھی

عارفاں زانند دائم آمنوں | کہ گذر کردند از دریائے خوں

عارفوں کو امن ہے دائم ملا | خوں کے دریا سے گذر ان کا ہوا

امن شاں از عین خوف آمد پدید | لاجرم باشند ہر دم در مزید

امن ان کا خوف سے ظاہر ہوا | امن سے ہر وقت ان کا بڑھ رہا

امن دیدی گشته در خوفی خفی	خوف بین هم ورد امید ای صفی!
امن کو تو خوف میں دیکھا رہا ہے	خوف کو امید میں بھی دیکھ لے
آن امیر از مکر بر عیسیٰ تنید	عیسیٰ اندر خانه رو پنهان کنید
پاس عیسیٰ کے امیر اک مکر سے	آیا، عیسیٰ گھر میں لیکن چھپ گئے
اندر آمد تا شود او تاجدار	خود ز شبه عیسیٰ آمد تاجدار
گھر کے اندر آیا، تا ہو بادشا	شبہ عیسیٰ سے وہ سولی پر چڑھا
هی میاویزید من عیسیٰ نیم	من امیرم بر جهودان خوش پیم
بولا مت دو سولی، میں عیسیٰ نہیں	میں ہوں سردار یہود، پالیں یہیں
زوترش بر دار آویزید کو	عیسیٰ است از دست ما تخلیص جو
بولے دیدو جلد سولی، مدعا	یہ ہے عیسیٰ اور رہائی مانگتا
چند لشکر می رود تا بر خورد	برگ او پیش گردد و پر سر خورد
کتنے لشکر جاتے ہیں تا پھل ملے	لیکن آسے لٹے وہ مصیبت میں پڑے
چند بازرگان رود بر بوی سود	عیب پندارد و بسوزد همچو عود
کتنے تاجر جاتے ہیں بہر نفع و سود	عیب سمجھیں پر جلیں وہ مثل عود
چند در عالم بود بر عکس این	زهر پندارد بود آن انگبین
اس کے برعکس ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں	زہر سمجھیں جس کو نکلا انگبیں
بس سپه بنهاده دل بر مرگ خویش	روی آورده به ظفر آمد به پیش
فوج اکثر سر ہتھیلی پر رکھے	جا رہے، پر فتح و ظفر اس کو ملے
ابرهه با پیل بهر ذل بیت	آمده تا افکند حی را چو میت
ابرہہ کہ تذلیل کعبہ کے لئے	لے کے ہاتھی آیا، خونریزی کرے
تا حریم کعبه را ویران کند	جمله را زان جای سرگردان کند
تا کہ بیت اللہ کو ویراں کرے	اور وہاں سے سب کو سرگرداں کرے

لے یعنی حضرت عیسیٰ کا ہم شکل ہو جانے کی وجہ سے ؛ کے بادشاہ جس کا نام ابرہہ تھا ہاتھی لیکر کعبے کو گرانے کیلئے گیا تھا

تا همه زوار گرد او تنند | کعبهٔ او را همه قبله کنند

تاکہ سارے زائر اس کے گرد آئیں | اور اُس کے کعبے کو قبلہ بنائیں

وز عرب کینه کشند اندر گزند | که چرا در کعبه‌ام آتش زنند

اور عربوں سے یہ بدلا لینا ہے | کیوں کیا تم نے مرا کعبہ خراب

عین سعی عزت کعبه شده | موجب اعزاز آں بیت آمده

اس کی سعی اعزاز کعبہ ہو گئی | باعث توقیر بیت اللہ ہوئی

مکیاں را عز یکے بر صد شده | تا قیامت عز شاں ممتد شده

قدر اہل مکہ اک سے سو ہوئی | تا قیامت اُن کی عزت بڑھ گئی

او و کعبه‌اش همی شد مخسوف تر | از چه است ایں از عنایات قدر

وہ اور اُس کا کعبہ بالکل گم ہوئے | یہ ہُوا سب کچھ خدا کے حکم سے

از جهاز ابرهه همچوں دده | آں فقیران عرب محتشم شده

ابرہہ کے مال اور اسباب سے | وہ فقیران عرب پُرزر ہوئے

او گماں برده که لشکر می کشد | بهر اهل بیت خود زر می کشد

تھا گماں اُس کو کہ لشکر لے چلا | بہر اہل کعبہ لیکن زر وہ تھا

اندر ایں شرح عزائم واں همم | در تماشا بوده بر ره هر قدم

ٹوٹ جانا اُن کے قصد و عزم کا | ہر قدم پر تھا تماشا دیکھتا

خانه آمد گنج زر را باز یافت | کارش از لطف خدائی ساز یافت

کعبے پہنچا حق سے زر واپس لیا | لطف حق سے کام کعبے کا بنا

تا بدانی حکمت فرد قدیم | ایمنیها می نهد در خوف و بیم

تا تو جانے حکمت رب تھی کھلا | خوف میں ہے خوبیاں رکھی ہے کیا

یاد هم آمد قصهٔ شهزادگاں | گوش هوش آور ز من بشنو بیاں

یاد آیا قصۂ شہزادگاں | سن لے گوش ہوش سے پیارا بیاں

بڑے بھائی کا شاہ چین کے پاس جانا

آن دو گفتندش کہ اندر جان ما	ہست پاسخہا چو نجم اندر سما
دونوں بولے۔ ہیں جواب بڑھ منہا	آسماں پر جیسے تارے بے بہا
گر نگوییم آں نیاید راست نرد	ور بگوییم آں دلت آید بدرد
کام بگڑے۔ ہم رہیں خاموش اگر	کہہ دیں تو تیرا دُکھے دل سربسر
ہمچو چغزیم اندر آب از گفت الم	ور خموشی اختناق است و سقم
ہم ہیں مینڈک کی جیسے۔ بولیں تو الم	اور اگر چپ رہتے ہیں۔ گھٹتا ہے دم
گر نگوییم آتشے را نور نیست	ور بگوییم ایں سخن دستور نیست
نور آتش کو نہ کہنا ناروا	اور جو کہہ دیں تو نہیں دل مانتا
در زبان غیبت کاے پائی ندلغ	انما الدنیا و ما فیہا متاع
وہ منگا آٹھا۔ کہا بس الوداع	کچھ نہیں دنیا بجز مال و متاع
پس بروں جست او چو تیر از کماں	کہ مجال گفت کم بود آں زماں
پس گیا وہ صورت تیر کماں	گفتگو کی کچھ مجال اس دم کہاں
اندر آمد مست پیش شاہ چیں	زود مستانہ ببوسید او زمیں
مست و بیخود آیا پیش شاہ چیں	جلد مستوں کی طرح چومی زمیں
شاہ را مکشوف یک یک حال شاں	اول و آخر غم و زلزال شاں
شاہ ان کا حال سب تھا جانتا	ان کے غم کی ابتدا و انتہا
میش مشغول است در مرعائے خویش	لیک چوپاں واقف است از حال میش
چر رہی ہے بھیڑ۔ چرواہا[1] مگر	اس کے سارے حال سے ہے باخبر
کلکم راع بپایند زاں رمہ	کہ علف خوار است کردند ہمہ
تم ہو راعی الخ اور جیسے راعی جانتا	گلہ کھاتے گھاس یا ہیں اٹھ رہے

[1] چرواہا

گرچه در صورت از آن صف دور بود | لیک چون رخ در میان سور بود

گو تھا جہان کی صف سے تھا وہ دُور | مثل رخ وقت شادی میں لیکن تھا ضرور

واقف از سوز و لهیب آن وفود | مصلحت آن بد که خشک آورده بود

ان کے سوزِ قلب سے واقف وہ تھا | مصلحت سے تھا وہ ناداں بن گیا

درمیان جان شان بُد آن سمی | لیک خود را کرده قاصد اعجمی

ان کی جانوں میں وہ مثلِ شہد تھا | عمداً اس نے خود کو گونگا کر لیا

صورت آتش بود پایان دیگ | معنی آتش بود در جان دیگ

آگ کی صورت سے نیچے دیگ کے | آگ سے معنی ہیں جانِ دیگ سے

صورتش بیرون و معنی اندرون | معنی معشوق جان در رگ چو خون

شکل باہر اور معنی درمیاں | خون رگ میں ہیں معنی معشوقِ جاں

شاهزاده نزد شه زانو زده | ده معرّف شارح حالش شده

شاہزادہ بیٹھا شہ کے سامنے | دس معرّف شارحِ حال اس کے تھے

گرچه شه عارف بُد از کل پیش پیش | لیک می‌کرد آن معرّف کار خویش

شہ اُسے پہلے سے گو تھا جانتا | کام اپنا تھا معرّف کر رہا

در درون یک ذره نور عارفی | به بود از صد معرّف اے صفی

دل میں ہو اک ذرّہ نورِ عارفی | سو معرّف سے ہے بہتر اے صفی!

---

۱ یعنی جس طرح شادی کے موقع پر دف بجتی ہے۔ اور دور و نزدیک والے سب اسے سنتے ہیں۔ اسی طرح شاہ چین کو بھی ان شہزادوں کی دوری و نزدیکی برابر تھی۔ اور وہ اُن کے حال سے واقف تھا۔

۲ یعنی کئی علامتیں اُن کی حالت کا پتہ دے رہی تھیں۔

۳ وہ شخص جو بادشاہ کے سامنے ہر شخص کی تعریف بیان کرکے اُسے پہچنواتا ہے۔

گوش را رهن معرف داشتن ۔ آیت محجوبی است و حزر و ظن

کان کو رہن معرف جو رکھے ۔ پردہ و ظن ہیں ابھی ہے جان لے

آنکه او را چشم دل شد دیده بان ۔ دید خواهد چشم او عین العیان

جس کی چشم باطنی جاسوس ہو ۔ دیکھے وہ چیزوں کی ذات خاص کر

با تواتر نیست قانع جان او ۔ بل ز چشم دل رسد ایقان او

اس کی جاں قانع تواتر پر نہیں ۔ چشم دل سے اس کو آتا ہے یقین

پس معرف شد بشاه منتجب ۔ در بیان حال او بگشود لب

شاہ کے آگے معرف نے کیا ۔ شاہزادے کا بیاں سب ماجرا

گفت شاها همچو احسان تو است ۔ پادشاهی کن که او آن تو است

بولا یہ ہے تیرے احسان کا شکار ۔ بادشاہی کر کہ یہ والا تبار

دست در فتراک این دولت زده است ۔ بر سرش نه دست اوی بال دست

اس نے پکڑا دامن دولت ترا ۔ دست شفقت پھیر سر پر اب بلا

گفت شه هر منصبی و هر ملکتی ۔ کان لیاقت هست با آن فتی

بولا شہ ہر منصب ہر ملک کو ۔ پاسکتا وہ آرزو جو رکھتا ہو

بیست چندان ملک کو شد از کفش ۔ بخشش اینجا و با خود بر بری

بیس حصے تو اُس سے ملک سے ۔ اس کو بخشوں گا وہ سرداری کرے

گفت تا شاهیت در وی عشق کاشت ۔ جز هوائے تو هوائے کی گذاشت

بولا شاہی سے تری اُلفت جو کی ۔ محض تری اُلفت نہ کچھ خواہش ہوئی

بندگیت آنچنان در خورد شد ۔ کو شهی اندر دل او سرد شد

ایسی تیری بندگی اچھی لگی ۔ بادشاہی سے اُسے نفرت ہوئی

لہ یعنی اس کے ساتھ بادشاہی کے موافق سلوک کر

شاہی و شاہزادگی در باختہ است | از پئے تو در غریبی تاختہ است

شاہی و شہزادگی کو چھوڑ کر | تیرے پیچھے ہے کیا اس نے سفر

صوفیے کاں داشت خرقہ وجد در | کے رود او بر سر خرقہ دگر

وجد میں صوفی جو گدڑی پھینک دے | کس طرح گدڑی کو پھر واپس وہ لے

میل سوئے خرقہ دادہ ندم | آنچناں باشد کہ من مغبون شدم

پھر بھی رغبت ہو جو گدڑی کی اسے | ہو ندامت ہے زیاں جیسے مجھے

باز دہ آں خرقہ ایں سو اے قرین | کہ نمی ارزید آں لطفی بدیں

اور کہے دے وہ گدڑی ہمنشیں | پھینک سے جھنگ تو وہ قابل نہیں

دور از عاشق کہ ایں فکر آیدش | ور بیاید خاک بر سر بایدش

دور ہے عاشق سے یہ فکر اسے | ہو تو سر پہ خاک پڑنی چاہئے

عشق ارزد صد چو خرقہ کالبد | کہ حیاتے دارد و حس و خرد

مثل خرقہ کالبد سو ہوں اگر | جن میں عقل و زندگی ہو سربسر

خاصہ خرقہ ملک دنیا کابتر است | پنج دانگ مستیش دردسر است

خاص کر دنیا کا خرقہ ہو اگر | تھوڑا بھی عاشق کو ہے وہ دردسر

ملک دنیا تن پرستاں را حلال | ما غلام ملک عشق بے زوال

ملک دنیا تن پرستوں کو حلال | ہم غلام ملک عشق بے زوال

عامل عشق است معزولش مکن | جز بعشق خویش مشغولش مکن

وہ ہے عاشق تو نہ کر معزول اسے | عشق میں اپنے ہی رکھ مشغول اسے

منصبے کانش ز رویت محجب است | عین معزولیست نامش منصب است

اور جس منصب میں وہ تجھ سے رکا | عین معزولی ہے منصب نام کا

موجب تاخیر ایں جا آمدن | فقد استعداد بود و ضعف فن

دیر سے آنے کا باعث یہ ہوا | نہ لیاقت اور دل کم ظرف تھا

بے ز استعداد بر کانے روی — بر بیجے حبہ نگردی محتوی
بے لیاقت کان تک بھی پہنچے گو — پھوٹی کوڑی کا بھی وہ مالک نہ ہو

ہمچو عنینے کہ بکرے را خرد — گرچہ سیمینش بر بود کے بر خورد
مول لے دوشیزہ کو نامرد اگر — فائدہ کیا۔ گرچہ ہو وہ سیم بر

چوں چراغے بے زیت و بے فتیل — نے کثیرش ستد ز نور و نے قلیل
تیل بتی سے جو ہو خالی دیا — روشنی دیگا نہ وہ ہرگز ذرا

در گلستاں اندر آید اخشمے — کے شود مغزش ز ریحاں خرمے
باغ میں آئے جو خوشبو ناشناس — شاد اس کو کیا کرے پھولوں کی باس

ہمچو مہمانی دلبرے مہمان غر — بانگ چنگ و بربطے در پیش کر
چاہئے دلبر کہ ہیں اک نادان کے — چنگ جیسے بہرے کے آگے بجے

یا چو مرغ خاک کاید در بحار — زاں چہ یابد جز ہلاک و جز خسار
مرغ خشکی جیسے دریا میں گرے — کیا ہلاکت کے سوا اس کو ملے

یا چو بے گندم شدہ در آسیا — جز سفیدی ریش و مو نبود عطا
پاس چکی کے جو بے گندم گیا — تو[ل] سفید اُس کی ہوئی ریش اے فتا

آسیائے چرخ بر بے گندماں — مو سفیدی بخشد و ضعف جناں
آسیائے چرخ بے گندم کو ہاں — مو سفیدی ضعف دل دیتی ہے گراں

لیک با گندم ہاں ایں آسیا — ملک بخشش آمد و صد کار و کیا
جو ہیں با گندم انہیں یہ آسیا — سلطنت اور ملک کرتی ہے عطا

اول استعداد جنت بایدت — تا ز جنت زندگانی زایدت
پہلے استعداد جنت چاہئے — زندگی جنت کی تا تجھ کو ملے

ل یعنی آٹا اُڑ کر داڑھی سفید ہوگئی۔

طفل نو را از شراب از کباب ۔ چہ حلاوت وز قصور از قباب

لطف بچے کو بھلا کیا دے شراب ۔ کیا محل سے تجھے مزہ دیں اور کباب

حد ندارد وین مثل کم گو سخن ۔ تو برو تحصیل استعداد کن

حد نہیں اس کی بیاں کر مختصر ۔ جا سکے تو تحصیل استعداد کر

بہر استعداد تا اکنون نشست ۔ شوق از حد رفت آن نامد پدید

اب تلک استعداد کو بیٹھا رہا ۔ کب ملی پر شوق حد سے بڑھ گیا

گفت استعداد ہم از شہ رسد ۔ بے ز جاں کے مستعد گردد جسد

بولا استعداد بھی شہ سے ملے ۔ جسم کب ہو مستعد بے جان کے

لطف ہای شہ غمش را در نوشت ۔ شد کہ صید شہ کند خود صید گشت

لطف شہ سے دور اس کا غم ہوا ۔ پھانسنے آیا تھا خود ہی پھنس گیا

ہر کہ در اشکار چون تو صید شد ۔ صید را ناکردہ قید او قید شد

صید کرنے کو سمجھے جو کبھی گیا ۔ صید اس نے کب کیا خود ہی پھنسا

ہر کہ جویای امیری شد یقین ۔ پیش از آن او در اسیری شد رہین

جو ہوا دنیا میں جویائے امیر ۔ اس سے پہلے ہو گیا خود ہی اسیر

عکس می‌دان نقش دیبای جہان ۔ نام ہر بندہ جہان خواجہ جہان

جان لے الٹا ہے سب نقش جہاں ۔ نام ہر بندے کا ہے خواجہ یہاں

اے تن کژ فکرت معکوس رو ۔ صد ہزار آزادہ را کردہ گرو

اے تن کج فکر الٹا پیشہ ہے ۔ لاکھوں ہی آزادوں کو تو پھانس لے

مدتی بگذار این حیلت پزی ۔ چند دم پیش از اجل آزاد زی

چھوڑ دے کچھ عرصہ یہ حیلہ گری ۔ موت سے پہلے ذرا آزاد جی

سنئے ابھی آٹا اٹھا کر پڑھنے سے ڈاڑھی سفید ہو گئی ٭

ور دو آزادیست چون خر را لبیست — همچو دولت سیر جز دو جا نیست

اور جو آزادی ہیں جوں خر رہ نہیں — ڈول ہے تو سیر بھی جز جاہ نہیں

مرتنی رو ترک جان من بگو — رو حریفی دیگری جز من بجو

میری جاں چھوڑ ایک مرتے کے لئے — دوسرا کوئی حریف اب ڈھونڈ لے

نوبت من شد مرا آزاد کن — دیگری را غیر من داماد کن

میری باری ہو چکی - آزاد کر — اور کو میرے سوا داماد کر

ای زن صدکاره ترک من بگو — عمر من بردی کسی دیگر بجو

اے زن صد کارہ مجھ کو چھوڑ دے — عمر میری لوٹی اور اب ڈھونڈ لے

جوحی کی عورت کا قصہ

هر زمان جوحی ز درویشی بُدن — زود به زن گریستی که ای دلخواه من

ہر گھڑی جوحی جو اک نادار تھا — اپنی بی بی سے کہتا تھا اے دل ربا

چون سلاحت هست رو صیدی بگیر — تا بدوشانیم از صید تو شیر

رکھتی ہے ہتھیار - تو جا کر شکار — تا کہ ہم دو ہویں دودھ اس سے بار بار

قوس ابرو، تیر غمزه، دام کید — بهر چه دادت خدا از بهر صید

قوس ابرو - تیر غمزہ - دام کید — تجھ کو اللہ نے دیئے ہیں بہر صید

رو پی مرغی شگرفی دام نه — دانه بنما لیک در خوردش مده

جال پھیلا مرغ نادر کے لئے — ڈال دانہ پر نہ کھانے دے اسے

کام بنما و کن او را تلخ کام — کی خورد دانه چو شد محبوس دام

اس کو مقصد تو دکھا رکھ تلخ کام — دانہ کب کھاتا ہے جب ہو بند دام

[illegible]

شد زنِ او نزدِ قاضی با گلہ — کہ مرا افغاں ز شوئے دہ دلہ
جا کہا عورت نے قاضی سے گلا — میرا شوہر کرتا ہے مجھ پہ جفا

قصہ کوتہ کن کہ قاضی شد شکار — از جمالِ او از مقالِ آں نگار
مختصر یہ ہو گیا قاضی شکار — حسن اور باتوں سے اُس کی ایک بار

گفت اینجا محکمہ است و غلغلہ — من نتانم فہم کردن ایں گلہ
بولا یہ ہے محکمہ اور شور سا — میں سمجھ سکتا نہیں شکوہ ترا

گر بخلوت آئی اے سروِ سہی — وز ستم کاری شوہر دم دہی
تو جو تنہائی میں اے سروِ رواں — ظلم شوہر کا کرے مجھ سے بیاں

فہم آں بہتر کنم بدہم سزاش — آنچہ حق باشد تو زیں غمگیں مباش
خوب سمجھوں اور دوں اُس کو سزا — جیسا حق ہے تو نہ ہو غمگیں ذرا

گر مرا معلوم گردد حالِ تو — شوہرت را زہم سازم بے شکوہ
مجھ پہ کھل جائے اگر حالت تری — تیرے شوہر کو کروں تائب ابھی

گفت خانۂ تو ز ہر نیک و بد پرست — باشد از بہر گلہ آمد شدست
بولی عورت نیک و بد گھر میں ترے — آتے ہیں شکوے شکایت کے لئے

خانۂ سر جملہ پُر سودا بود — صدر پُر وسواس و پُر غوغا بود
خانۂ سر میں ہے سب سودا بھرا — سینے میں وسواس ہے غوغا بپا

باقی اعضا ز فکر آسودہ اند — واں صدور از صادراں فرسودہ اند
باقی اعضا فکر سے فارغ ہوئے — سینہ و سر مشغول وسواس سے

ہمچو شاخ از برگ و از میوہ کہن — کرد خالی تا رسد از امرِ کن
شاخ پر کہنہ جو میوہ سے خالی ہو گئی — تا کہ امرِ کن سے حاصل ہو بھلا

بس گیا و میوہ ہائے نو عجیب — انبیٔ آں [illegible]
شبیہ سے اس کو ملتے برگ و ثمر — کھینچی کے بعد بے شاکہ [illegible]

در خزان و باد خوف حق گریز — آں شقائق ہائے پاریں کو بریز
تو خزاں و باد خوف حق میں جا — وہ پرانے پھول ہونے دے جدا

کیں شقائق ہا ضد اشگوفہاست — کہ درخت دل برائے آں نماست
کیونکہ ہیں یہ پھول ضد اشگوفوں کی — نخل دل سے جن کی ہے بالیدگی

خویش را در خواب کن زیں افتکار — سر ز زیر خواب در یقظہ بر آر
خواب میں جا چھوڑ دے اس فکر کو — خواب سے پھر سر اُٹھا بیدار ہو

ہمچو آں اصحاب کہف اے خواجہ زود — رو بہ ایقاظا کہ تحسبہم رقود
صورت اصحاب کہف اے خواجہ ہاں — جاگ یوں ہو خواب کا جس پر گماں

گفت قاضی اے صنم تدبیر چیست — گفت خانہ ایں کنیزک بس تہیست
بولا قاضی فیصلہ پھر کیا ہوا — بولی میرا گھر ہے بس خالی پڑا

خصم در دہ رفت و حارس نیز نیست — بہر خلوت سخت زیبا مسکنیست
ہے سفر پر خصم غائب پاسباں — خوب ہے خلوت کا موقع بے گماں

امشب ار امکاں بود آنجا بیا — کار شب بے سمعہ است و بے ریا
ہو جو ممکن آج شب اُس جا پہ آ — کام شب کا ہے نمود و بے ریا

جملہ جاسوساں ز خمر خواب مست — زنگی شب جملہ را گردن زدہ است
سارے مخبر گھوک سوتے ہیں بہ ہلا — قتل گویا زنگی شب نے کیا

خواند بر قاضی فسونہائے عجیب — آں شکر لب وانگہانے از چہ لب
پڑھ کے قاضی پر یہ منتر دم کئے — اس شکر لب نے لب اچھا ز سے

چند با آدمؑ بلیس افسانہ کرد — چونکہ حوا گفتش بخور آنگاہ خورد
کیا نہ کیا آدمؑ سے کہا ابلیس نے — پر جو حوا نے کہا کھایا آپ نے

لہ یعنی خانہ گنہ سے کیا

اوّلیں خوں در جہان ظلم و داد — در کفِ قابیل بہرِ زن فتاد

خون پہلا اس جہاں میں دیکھ لے — کر دیا بہتا بہرِ زن قابیل نے

نوحؑ تا بہ خانہ می پرداختے — واہلہ بر تابہ سنگ انداختے

پکایا کرتے نوحؑ تو گھر کا توا — واہلہ پتھر سے وہی تھی پیٹتا

مکرِ زن بر فنِّ او چیرہ شدے — آبِ صافی وعظ او تیرہ شدے

ان کے فن پر مکرِ زن غالب رہے — صاف پانی وعظ کا گدلا ہوا

قوم را پیغام کردے از نہاں — کہ نگہ دارید دیں از گمرہاں

قوم کو پیغام دیتی تھی نہاں — دیں بچائے رکھنا گمراہوں سے ہاں

لوطؑ را زن ہم چنیں بُد کافرہ — خواندہ باشی قصۂ آں فاجرہ

لوطؑ کی زن کافرہ تھی بر ملا — قصہ اس کا تو نے تو ہوگا پڑھا

یوسفؑ از کیدِ زلیخائے جواں — ماند در زنداں بجائے امتحاں

مکر یوسفؑ سے زلیخا نے کیا — قید کر کے امتحاں اُن کا لیا

ہر بلا کاندر جہاں بینی عیاں — باشد از شومیٔ زن ہر مکاں

اس جہاں میں جو بھی آتی ہے بلا — شومیٔ زن سے ہوتا ہر بلا

زن جوجی کے گھر میں قاضی کا جانا

مکرِ زن پایاں ندارد رفت شب — قاضیٔ زیرک سوئے زن بہرِ طلب

مکرِ عورت کی نہیں کچھ انتہا — رات کو قاضی گیا بہرِ زنا

زن دو شمع و نُقل مجلس ساز کرد — زاں نوازش شاد شد قاضی فرد

زن نے شمع و نقل سے ساماں کیا — تیاری عشرت کا تا قاضی خوش ہوا

ل۔ حضرت عیسیٰؑ کی مدینہ کا اسلام +

چونکه بنشستند با هم ساعتی — تا برآسایند اندر خلوتی

ایک ساعت دونوں بیٹھے ایک جا — قصد پھر خلوت میں جانے کا کیا

چون نشست او پهلوی زن با مراد — گشت جان پیچش ز ان وصل شاد

جب وہ بیٹھا پاس زن کے بامراد — جان پہ پیچش وصل سے کی آس سے شاد

اندر آن دم جوحی آمد در بزد — جست قاضی مهربی تا در خزد

اتنے میں جوحی بھی در پہ آ گیا — ڈھونڈھی قاضی نے نہاں ہونے کو جا

غیر صندوقی ندید او خلوتی — رفت در صندوق از خوف آن فتی

دیکھی تنہائی نہ بجز صندوق کے — گھس گیا صندوق میں وہ خوف سے

اندر آمد جوحی و گفت ای حریف — ای وبالم در ربیع و در خریف

جوحی آ کر بولا اے ہمسر مری — اے کہ تو ہے آفت جاں ہر گھڑی

من چه دارم که فدایت نیست آن — تا زنی فریاد و داری هر زمان

میری کیا شے جو نہیں تجھ پہ فدا — تو جو کرتی ہے مرا ہر دم گلا

گفت شخصی نزد قاضی رفته — در حقم تا گفتها گفته

سنتا ہوں تو پاس قاضی کے گئی — بات کہنے کی نہ کہنی جو وہ کہی

بر لب خشکم گشادستی زبان — گاه مفلس خوانیم گه قلتبان

فقر پہ میرے جو کی تو لب کشا — گہ دیا مفلس کبھی بھڑوا کہا

این دو علت گر بود ای جان مرا — آن یکی از تست آن دیگر از خدا

مجھ میں پائیں یہ دو علتیں گر جان مری — اک ترے باعث سے ہے اک قدرتی

من چه دارم غیر این صندوق کان — هست مایه تهمت و پایه گمان

پاس میرے کیا ہے بجز صندوق کے — ہر کوئی رکھتے گماں تہمت کا ہے

خلق پندارند زر دارم درون — صادقی گیرند از من این ظنون

لوگ سمجھیں ہیں کہ ہے اس میں زر بھرا — چاہتے ہیں لینا ہم اس کو ان گماں سے یا

صورت صندوق بس عالیست لیک | از زر خوت سیم و زر خالیست نیک

صورت صندوق عمدہ ہے مگر | اس میں کب اسباب ہے یا سیم و زر

چوں تن زراق خوب باوقار | وندر آں سلہ نیابی غیر مار

جیسے تن مکار کا ہو باوقار | پر نہیں اس میں پٹارہ غیر مار

من برم صندوق را فردا بکو | پس بسوزم در میان چار سو

کل ہی اس صندوق کو لے جاؤنگا | چوک میں پس پھونک دونگا برملا

تا ببیند مومن و گبر و یہود | کاندریں صندوق جز لعنت نبود

گبر و مومن اور یہودی دیکھ لیں | کچھ نہیں جز لعنت اس صندوق میں

گفت زن ہی درگذر اے مرد زن | خورد سوگند او کہ نکنم جز چنیں

بولی عورت - چھوڑ یہ کیا ہے جنوں | کھائی سوگند اس نے ایسا ہی کروں

بارسن صندوق را او ہم ببست | خویشتن را کردہ بد پابند سست

رسّی سے صندوق باندھا اس نے اور | سست کی صورت بنایا اپنا طور

از پگہ حمال آورد او چو باد | زود آں صندوق بر پشتش نہاد

لایا وہ حمال کو وقت سحر | رکھ دیا صندوق اس کی پشت پر

اندروں شد قاضی از بیم نکال | بانگ می زد کاے حمال اے حمال

قاضی اندر درد سے چلّا اٹھا | کہتا تھا اے مزدور اے مزدور کھا

کرد آں حمال از ہر سو نظر | کز چہ سو در می رسد بانگ و خبر

کی نظر ہر سمت اس مزدور نے | آتی ہے آواز یہ کس سمت سے

ہاتف است ایں داعی من اے عجب | یا پری ام می کند پنہاں طلب

یہ فرشتہ ہے بلاتا اسے عجب | یا پری پوشیدہ کرتی ہے طلب

چوں پیاپے گشت آں آواز بیش | گفت ہاتف نیست باز آمد بخویش

جب سنی آواز پیہم درپئے بیش | ہوش میں آکر کہا ہاتف نہیں

عاقبت آنست کاں بانگ و فغاں ‌‌ | ‌‌ بُد ز صندوقے کہ بُد وے در نہاں

جانا آخر کرنے والا یہ فغاں ‌‌ | ‌‌ تھے اسی صندوق کے اندر نہاں

عاشقے کو در پئے معشوق رفت ‌‌ | ‌‌ گرچہ بیروں است در صندوق رفت

جانئے عاشق در پئے معشوق جو ‌‌ | ‌‌ جانئے وہ صندوق میں باہر ہو گو

عمر در صندوق بُرد از اندہاں ‌‌ | ‌‌ چونکہ صندوقے نہ بیند از جہاں

عمر اسی صندوق میں کر دے بسر ‌‌ | ‌‌ کیونکہ رکھے صندوق ہی پہ نظر

آں سرے کو نیست فوق آسماں ‌‌ | ‌‌ از ہوس او را در آں صندوق داں

آسماں پر جو ہوس سے سر نہیں ‌‌ | ‌‌ وہ سمجھ صندوق ہوس میں بالیقیں

چوں ز صندوق بدن بیروں شود ‌‌ | ‌‌ او ز گورے سوئے گورے می رود

نکلے وہ صندوق تن سے جس گھڑی ‌‌ | ‌‌ گور سے جائے گا سوئے گور ہی

ایں سخن پایاں ندارد قاضیش ‌‌ | ‌‌ گفت اے حمال اے صندوق کش

پس کہا قاضی نے یہ مزدور سے ‌‌ | ‌‌ اے اٹھانے والے اس صندوق کے

از من آگہ کن درون محکمہ ‌‌ | ‌‌ نائبم را زود تر با ایں ہمہ

محکمے میں جا کے کر دے یہ کہاں ‌‌ | ‌‌ میرے نائب سے یہ کیفیت بیاں

تا خرد ایں را بزر زیں بے خرد ‌‌ | ‌‌ ہمچنیں بستہ بخانہ ما برد

تا وہ اس بے عقل سے یہ مول لے ‌‌ | ‌‌ بند ہی یوں گھر میں لے جائے مرے

اے خدا بگمار قومے رحم مند ‌‌ | ‌‌ تا ز صندوق بدن مارا خرند

اے خدا اک قوم مشفق بھیج دے ‌‌ | ‌‌ جو ہمیں صندوق تن سے مول لے

خلق را از بند صندوق فسوں ‌‌ | ‌‌ کہ خرد جز انبیا و مرسلوں

سحر کے صندوق سے خلقت بھلا ‌‌ | ‌‌ ہو رہا ہے کیونکر بغیر انبیاء

از ہزاراں کس یکے خوش منظر است ‌‌ | ‌‌ کہ بداند کو بہ صندوق اندر است

ہے ہزاروں میں بس اک خوب نظر ‌‌ | ‌‌ جانئے جو صندوق کا حال اسے بھر

آنکہ داند تو نشانش آن شناس | کو ز ہیچ این جہان ظاہر ہراس
باخبر کا یہ نشاں ہو جہاں سے | اس جہاں کے حقیقت ہونے سے ڈرتا ہے

آن جہان را دیدہ باشد پیش از آن | تا بدان ضد این ضدش گردد عیان
اس نے دیکھا اس سے پہلے وہ جہاں | ضد سے ضد کا حال اس پر ہے عیاں

زین سبب کہ علم ضالہ مومن است | عارف ضالہ خود است و موقن است
علم ہے مومن کی اک گم گشتہ شے | باخبر اس سے یقیں بھی اس پہ ہے

آنکہ ہرگز روز نیکو را ندید | او درین ادبار کے خواہد طپید
جس نے روز نیک دیکھا ہی نہیں | وہ بھی اس ادبار میں تڑپے کہیں؟

یا بہ طفلی در اسیری اوفتاد | یا خود اول روز مادر بندہ زاد
یا تو بچپن سے اسیری میں پڑا | یا وہ بندہ پہلے ہی پیدا ہوا

ذوق آزادی ندیدہ جان او | ہست صندوق صور میدان او
ذوق آزادی سے کب واقف ہوا | اس کو یہ صندوق ہی میداں بنا

دائما محبوس عقلش در صور | از قفس اندر قفس آرد گذر
عقل اس کی صورتوں میں قید ہے | پنجرے سے پنجرے میں جاتا بے گماں

منفذش نے از قفس سوئے علا | در قفسہا می رود او جا بجا
وہ قفس سے کب اڑے سوئے علا | جاتی ہے پنجروں ہی میں وہ جا بجا

در نبی ان استطعتم تنفذوا | این سخن با انس و جن آمد ز ہو
ہے اگر مقدور تو گزرو ذرا | انس و جن سے یہ خدا نے کہہ دیا

لہ یعنی دنیا ۔ ؎ بلندی آسمان ۔ ؎ قولہ تعالیٰ یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے گزر سکتے ہو تو گزر جاؤ لیکن سلطان حقیقی کی مدد کے بغیر تم ہرگز نہ گزر سکو گے ۔

گفت منفذ نیست از گردونیان　　جز بہ سلطان و بوحی آسمان
پاس سے اہلِ سما کے راہ کب　　جز بہ وحیِ غیبی و امدادِ رب

گر ز صندوقے بہ صندوقے رود　　او سمائی نیست صندوقی بود
جائیں گر صندوق میں صندوق سے　　وہ سمائی کب ہیں صندوقی ہوئے

فرجہ صندوق نو نو مسکر است　　در نیابد کو بہ صندوق اندر است
کتنا بڑا ان صندوقوں میں ہے فاصلہ　　دیکھیے کیا صندوق میں وہ ہے پڑا

گر نشد غرہ بدین صندوقہا　　ہمچو قاضی جوید اطلاق و رہا
جو نہ ان صندوقوں پر شیدا ہوا　　مثل قاضی سے رہائی ڈھونڈتا

آنکہ داند این نشانش آن نشان　　کو نباشد بے ہراس و بے فغان
جو ہے واقف جان اس کا یہ نشان　　وہ نہ ہو گا بے ہراس و بے فغاں

ہمچو قاضی باشد او در ارتعاد　　کے بر آید یک نفس از جانش گشاد
مثل قاضی خوف سے کانپے گا وہ　　سانس اطمینان کا کب لے گا وہ

رہروے را گفت آن حمال شاد　　کہ برو در محکمہ قاضی چو باد
بولا وہ مزدور اک رہ گیر سے　　دوڑ کر جا محکمے میں قاضی سے

نائبش را گوی کین شد واقعہ　　بر سر قاضی بیامد قارعہ
کہہ دے نائب سے یہ قصہ ہے اٹھا　　سر پہ قاضی کے قیامت آ گئی

شغل را بگذار زود اینجا بیا　　زود بشکن بستہ ان صندوق را
کام چھوڑ اور جلد آ غفلت نہ ہو　　کھول لے کے بند اس صندوق کا

چونکہ رہرو شد رسالت را رساند　　ہر کہ بشنید این خبر حیران بماند
جب گیا راہ گیر اور قصہ کہا　　جس کسی نے بھی سنا حیران ہوا

برد القصہ خبر صندوق کش　　نائب قاضی حسن را از غشش
الغرض مزدور وہ خود ہی گیا　　اور نائب سے کہا سب ماجرا

نائب آمد گفت صندوقت بچند || گفت نہصد بیشتر زر می دہند

بولا نائب - قیمت اس صندوق کی || بولا - تو سو لی رہی ہے اشرفی

من نمی آیم فروتر از ہزار || گر خریداری کشا کیسہ شمار

ہیں مگر لونگا یقیناً اک ہزار || لینا ہے گر - کھول تھیلی کر شمار

گفت شرمے دار اے کوتہ نمد || قیمت صندوق خود پیدا بود

بولا - اے کم ظرف کچھ تو کر حیا || مول ہے صندوق خود ہی کہہ رہا

گفت بے رؤیت شرا خود فاسد است || بیع ما زیر گلیم این راست نیست

بولا - بے دیکھے بیچا سودا نہیں || بیع پوشیدہ مناسب ہے کہیں

بر کشایم گر نمی ارزد مخر || تا نباشد بر تو حیفے اے پدر

کھولتا ہوں - گر نہ مرضی ہو نہ لے || تا نہ کچھ بھی ظلم تجھ پر ہو سکے

گفت اے ستار بر مکشائے راز || سر ببستہ می خرم با من بساز

بولا - پردہ پوش! پردہ رہنے دے || بند ہی تو مول اسے دے دے مجھے

ستر کن تا بر تو ستاری کنند || تا نہ بینی ایمنی بر کس مخند

پردہ رکھ - تا تیرا بھی پردہ رہے || ہنس نہ - بے خوفی نہ جب تک دیکھ لے

بس درین صندوق چون تو ماندہ اند || خویش را اندر بلا بنشاندہ اند

تجھ سے اس صندوق میں اکثر رہے || اور خود بیٹھے بلا میں - جان سے

آنچہ بر خود خواہ آن بپسند || بر دگر کس آن کن از رنج و گزند

جو تو چاہے اپنے پر رنج و گزند || دوسرے پہ بھی وہی کرلے پسند

آنچہ تو بر خود رواداری ہمان || می بکن از نیک و بد با کسان

اپنے اوپر تو جو رکھتا ہے روا || رکھ روا سب پر وہی اچھا برا

آنچہ نپسندی بخود از نفع و ضرر || بر کسے مپسند ہم اے بے ہنر

جو نہ خود پر چاہے تو نفع و ضرر || رکھ نہ اوروں پر روا اے بے ہنر

زانکہ بر مرصاد حق اندر کمیں
می دہد پاداش پیش از یوم دیں

حق تھے رستے پہ رکھتا ہے نظر
دے وہ بدلا حشر سے بھی پیشتر

آں عظیم العرش عرش او محیط
تخت دادش بر ہمہ جانہا بسیط

وہ ہے صاحب عرش یعنی عرش اس کا محیط
تخت بخشش ساری جانوں پر بسیط

گوشۂ عرشش بتو پیوستہ است
ہیں مجنباں جز بدین و داد دست

گوشۂ عرش اس کا تجھ سے ہے ملا
ہاتھ جز دین و عطا کے مت ہلا

تو مراقب باش بر احوال خویش
نوش بیں در داد و بعد ظلم نیش

دیکھ اپنے حال کو تو ہے یہ بھلے
داد میں شہد اور ستم میں نیش ہے

پس ہمیں جا خود جزائے نیک و بد
می رسد با ہر کسے چوں بنگرد

پس سمجھ لے نیک اور بد کی جزا
ملتی ہے ہر اک کو اس جا برملا

واں جزا کانجا رسد در یوم دیں
ہیچ آں با ایں نماند نیک بیں

دن قیامت کے ملیگی جو جزا
اس جزا سے اس کو کیا نسبت بھلا

گفت آرے اگرچہ کردم ستمست
لیک ہم می داں کہ بادی اظلم است

بولا - جو جی - ظلم ہاں ہیں نے کیا
پر ہے اظلم جس نے کی ہے ابتدا

گفت نائب یک بیک ما ظالمیم
با سواد وجہ اندر شادییم

ہم سبھی ظالم ہیں - نائب نے کہا
رو سیاہ ہی (یہ بھی) خوش ہیں برملا

ہمچو آں زنگی کہ در شادان خوش
او نہ بیند غیر او بیند رخش

مثل اس زنگی کے جو شاداں ہوا
وہ نہ دیکھے خود کو - دیکھے دوسرا

ماجرا بسیار شد در من یزید
داد صد دینار آں الے خرید

الغرض قیمت میں بس جھگڑا ہوا
مول سو دینار پر آخر لیا

لے فراخ - کشادہ

هر زمان صندوقی است ناپسند — تا لقاف و غیب است می خرند
تو بھی صندوقی ہے ہر دم بچان سے — مول لیں پر ہاتف و غیبی سے

من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی تفسیر

زین سبب پیغمبر با اجتہاد — نام خود وان علی مولا نہاد
مصطفیٰ نے نام اس سے مولا رکھا — نام اپنا اور علیؑ کا رکھا

گفت ہر کس را منم مولا و دوست — ابن عم من علی مولای اوست
یوں کہے جس شخص کا مولا ہوں — اس کے مولا ہیں علی

کیست مولا آنکہ آزادت کند — بند رقیت ز پایت بر کند
کون مولا جو رہا کر دے تجھے — بندگی کی بیڑیوں کو توڑ دے

چون بہ آزادی نبوت ہادی است — مومنان را ز انبیا آزادی است
مصطفیٰ نبوت حریت کی رہنما — مومنوں کو کردیں آزاد انبیا

اے گروہ مومنان شادی کنید — ہمچو سرو و سوسن آزادی کنید
اے گروہ مومناں اہل شاد ہو — سرو و سوسن کی طرح آزاد ہو

لیک می گوئید ہر دم شکر آب — بے زبان چون گلستان خوش خضاب
شکر دل سے ہر گھڑی کرتے رہو — بے زبان چمن خوش رنگ ... شکر کو

بے زبان گویند سرو و سبزہ زار — شکر آب و شکر عدل نوبہار
بے زبان کرتے ہیں سرو و سبزہ زار — شکر آب اور شکر عدل نوبہار

حلہا پوشیدہ و دامن کشان — مست و رقاص و خوش و عنبر فشان
پوشاکیں پہن کر اور دامن کشاں — مست و رقاص خوش اور عنبر فشاں

یہ حدیث شریف ہے یعنی جس کا میں مولا و دوست ہوں اس کے دوست علی ہیں
یعنی مولا و دوست ہوتے ہیں

جزو جزو آبستن از شاہ بہار / جسمشان چون دُرج پُر دُرّ از ثمار

ان کے ہر جزو میں نہاں شاہ بہار / جیسے ڈبے ہیں بھرے موتی آبدار

مریمان بے شوئے آبستہ از مسیح / خامشان بے لاف گفتار فصیح

مثل مریم حامل عیسیٰ تمام / چپ ہیں اور بے لاف ہیں خوش کلام

ماہ ما بے نطق خوش بر تافتہ است / ہر زبان نطق از فر او یافتہ است

خوب ہے بے نطق چمکا ماہ آپ / ہر زبان نے اس کے دم سے فیض پایا ہے

نطق عیسیٰ از فر مریم بود / نطق آدم پرتو آن دم بود

نطق عیسیٰ فیض سے مریم کے تھا / نطق آدم عکس سے اس دم کے تھا

تا زیادت گردد از شکر اے ثقات / پس نبات دیگر است اندر نبات

شکر ادا کرنے سے تا نعمت بڑھے / جیسے سبزے میں سے اک سبزہ اُگے

عکس آن اینجا است ذلّ من قنع / اندرین طور است عزّ من طمع

اب یہ الٹ ہے یعنی قانع ہے ذلیل / اور طامع ہے معزز بے دلیل

در جوال نفس خود چندین مرو / از خریداران خود غافل مشو

نفس کی بوری میں یوں داخل نہ ہو / اور خریداروں سے تو غافل نہ ہو

تا نمانی تو پریشان حال از آن / آنچنان فرمودہ صاحب دلان

تا نہ تو اس سے پریشان حال ہو / یاد رکھ صاحب دلوں کے قول کو

دوسرے سال جوحی کی بیوی کا قاضی کے پاس آنا

باز بعد سالے آن جوحی ز فن / رو بزن کرد و بگفت اے [illegible]

سال بھر کے بعد جوحی ایک بار / بولا بیوی سے کہ ہاں اے ہوشیار

لہ یعنی نعمت قبول کرتی ہے [illegible] اس لیے اپنی روح کو [illegible]

آں وظیفہ پار را تجدید کن ۔ پیشِ قاضی از گلہ من گو سخن

اُس پُرانی بات کو پھر کر نیا ۔ جا کے تو قاضی سے کر میرا گلا

زن بہ قاضی در آمد با زناں ۔ مر زنے را کرد آں زن ترجماں

عورتوں میں رل کے وہ عورت گئی ۔ ترجماں ان میں سے اک اس کی بنی

تا نہ شناسد ز گفتن قاضیش ۔ یاد ناید از بلائے ماضیش

بات سے قاضی نہ پہچانے کہیں ۔ اور بلا گذری نہ یاد آئے کہیں

ہست فتنہ غمزۂ غماز زن ۔ لیک آں صد تو شود ز آوازِ زن

غمزۂ زن اک ہے فتنہ جان لے ۔ سو گنا ہو جاتا ہے آواز سے

چوں نمی تانست آوازے فراشت ۔ غمزۂ تنہا زن سودے نداشت

جب نہ وہ آواز اونچی کر سکی ۔ غمزۂ تنہا کیا ہوتا اسے سود ہی

گفت قاضی رو تو خصم را بیار ۔ تا دہم کار ترا با او قرار

بولا قاضی ۔ جا تو شوہر اپنا لا ۔ تاکہ تیری بات کا ہو فیصلہ

جوحی آمد قاضیش بشناخت زود ۔ کو بوقت لقیہ در صندوق بود

جوحی آیا ۔ تاڑ اُسے قاضی گیا ۔ دیکھا تھا صندوق میں جب تھا گھسا

ز و شنیدہ بود آواز درون ۔ در شرا و بیع و در نقص و فزوں

اس کی آواز اُس نے اندر سے سنی ۔ جبکہ تھی صندوق کی بکری ہو رہی

گفت نفقہ زن چرا ندہی تمام ۔ گفت کز جاں شرع را ہستم غلام

بولا ۔ کیوں دیتا نہیں نفقہ تمام ۔ بولا ۔ جاں سے ہوں شریعت کا غلام

لیک گر میرم ندارم من کفن ۔ در قمارم مفلس و ششدر زن

پر جو مر جاؤں کفن پاؤں کہاں ۔ ہیں جوئے میں ہیچ و ششدر کہتا ہوں ہاں

زیں سخن قاضی مگر بشناختش ۔ یاد آورد آں دغل و آں باختش

جانا قاضی نے اُسے اس بات سے ۔ اس کی یاد آئی دغا بازی اُسے

از شش و از پنج عارف گشت فرد / محترز گشته است زین شش پنج نرد

جو ہے عارف پنج و شش سے ہے جدا / نرد شش پنج جہاں سے ہے بچا

رست او زین پنج حس و شش جہت / از ورای آں ہمہ کرد آگہت

پنج حس اور شش جہت سے وہ چھٹا / باخبر اس پار سے تجھ کو کیا

شد اشاراتش اشارات ازل / جاوز الاوہام طرا و اعتزل

بھید ازل کے اس کی رمزیں ہیں عجب / جا نہیں سکتے جہاں اوہام سب

زیں چہ شش گوشہ گر نبود برون / چوں برآرد یوسفی را از درون

چاہ شش پہلو کا جو قیدی ہی بنا / کیسے یوسف کو نکالے گا بھلا

واردی بالائے چرخ بے ستن / جسم او چوں دلو در چہ چارہ کن

ہاں مگر وہ جو ہے اوپر چرخ کے / جسم اس کا چاہ میں چارہ کرے

یوسفاں چنگال در دلوش زدہ / رستہ از چاہ و شہ مصری شدہ

یوسف اس کے ڈول کو بس تھام کے / چہ سے نکلے مصر کے سلطان بنے

دلوہائے دیگر از چہ آب جو / دلو او فارغ ز چہ اصحاب جو

ڈول اکثر پانی ڈھونڈیں چاہ سے / چہ سے فارغ طالب اہل نظر کے

دلوہا غواص آب از بہر قوت / دلو او قوت و حیات جان حوت

ڈول اکثر غوطہ خور آب ہی / جیسے مچھلی پانی کی طالب ہوئی

دلوہا وابستۂ چرخ بلند / دلو او در اصبعین زورمند

ڈول ہیں وابستۂ چرخ بلند / چرخ کا ہے ڈول تھامے زورمند

۱؎ یعنی وہ بیمار گمراہی کا علاج کرتا ہے۔

۲؎ یعنی چاہ دنیا میں پھنسے ہوئے لوگ۔

۳؎ یعنی جسم۔

دلو چه و حبل چه و چرخ چه | این مثال آمد رکیک ای بی‌فره

ڈول کیا۔ رسی ہے کیا۔ چرخ کیا | یہ مثالیں ہیں بہت بھدی اے بے صفا

از کجا آرم مثالی بی‌شکست | کفو او نه آید و نه آمدست

لاؤں میں اس کی کہاں سے بے عیب مثال | وہ نہ ہوگا اور نہ ہے کوئی بھی مثال

صد هزاران مرد پنهان در یکی | صد کمان و تیر درج ناوکی

مرد لاکھوں ہیں ایک میں لاکھوں نہاں | ایک ناوک میں ہیں سو تیر و کماں

ما رمیت اذ رمیت فتنه‌ای | صد هزاران خرمن اندر حفنه‌ای

ما رمیت اذ رمیت ہے اک فتنہ | لاکھ خرمن مشت گندم میں چھپا

آفتابی در یکی ذره نهان | ناگهان آن ذره بگشاید دهان

وہ ہے اک خورشید ذرہ میں نہاں | کھول دیتا ہے وہ ذرہ ناگہاں

ذره ذره گردد افلاک و زمین | پیش آن خورشید چون جست از کمین

ذرہ ذرہ بنتا ہے چرخ و زمین | جب وہ سورج کودتا ہے اپنی کمیں

این چنین جانی چه درخورد تن است | هین بشو ای تن ازین جان هر دو دست

جان ایسی کب ہے لائق جسم کے | ہاتھ دھو لے جان سے تو اے جسم

ای تن گشته وثاق جان بس است | چند تاند بحر در مشکی نشست

جسم یہ کافی ہے تن جو قصر جاں بنا | مشک میں دریا سما سکتا کہاں

ای هزاران جبرئیل اندر بشر | ای مسیحان نهان در جوف خر

آدمی میں ہیں بہت جبریل ہاں | ہیں مسیحا خر میں کتنے ہی نہاں

ای کلیم الله نهان اندر رمه | واقفند از [illegible]

اس میں ہیں پنہاں کلیم اللہ بھی | [illegible]

ے قوله تعالیٰ۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ یعنی جب تو نے تیر پھینکا۔ تو تو نے نہیں پھینکا۔ بلکہ اللہ نے پھینکا۔ ۔۔ یعنی اللہ کا [illegible]

ای حبیب الله نهان در خار تن ‏ ‏ گنج ربانی نهان در مار تن

خار تن میں ہے حبیب اللہ کا ‏ ‏ مار تن میں گنج ربانی چھپا

ای هزاران کعبه پنهان در کنیس ‏ ‏ ای غلط انداز عفریت و بلیس

تو یہ ہیں کعبے ہزاروں ہیں چھپے ‏ ‏ دیو اور شیطان ہیں مکر کرتے

سجده گاه لامکانی در مکان ‏ ‏ مر بلیسان را ازو ویران دکان

سجدہ گاہ لامکاں تیرا مکاں ‏ ‏ اور بلیسوں کی ہے ویراں سے دکاں

که چرا من سجده این طین کنم ‏ ‏ صورتی را من لقب چون دین کنم

سجدہ مٹی کو کروں کس واسطے ‏ ‏ صورت تو اس کو کیوں دیں کروں الخ

نیست صورت چشم را نیکو بمال ‏ ‏ تا ببینی شعشعهٔ نور جلال

آنکھ مل کر دیکھ یہ صورت نہیں ‏ ‏ تا تو دیکھے نور رب العالمین

شہزادے کے قصے کی طرف رجوع

شاهزاده پیش شه حیران این ‏ ‏ هفت گردون دیده در یک مشت طین

پیش شہ حیراں تھا شہزادہ وہاں ‏ ‏ مشت گل میں دیکھے ساتوں آسماں

هیچ ممکن نه بیحثی لب گشود ‏ ‏ لیک جان با جان دمی خامش نبود

کچھ نہ ممکن تھی ذرا سی بحث کی ‏ ‏ جان لیکن ایک دم بھی چپ نہ تھی

آمده در خاطرش کین بس خفی است ‏ ‏ این همه معنیست پس صورت ز چیست

راز ہے یہ سوچا یہ شہزادے نے ‏ ‏ جب ہے معنی پھر ہے صورت کس لئے

صورتی از صورتی آباد کن ‏ ‏ خفته هر خفته را مشتاق کن

صورتوں سے تو الگ رہ کر ملا ‏ ‏ تو ہے غافل نفس کو تابع بنا

۱؎ یعنی وجود کا

۲؎ یعنی ظاہر کی بادشاہی

آن کلامت می رہاند از کلام ۔۔۔ وان سقامت می جہاند از سقام

بات غیبی تجھ کو باتوں سے چھڑائے ۔۔۔ وہ مرض امراض سے تجھ کو بچائے

پس سقام عشق جان صحت است ۔۔۔ رنجہااش حسرت ہر راحت است

جان صحت کی مرض ہے عشق کا ۔۔۔ رنج اس کا حسرت راحت ہوا

اے تن اکنون دست خود زین جان بشو ۔۔۔ ور نمی شوئی جز این جانی بجو

اے تو اے تن ! ہاتھ دھولے جان سے ۔۔۔ اور کوئی جان ورنہ ڈھونڈ لے

شہزادے پر شاہ چین کی نوازش

حاصل آن شہ نیک او را می نواخت ۔۔۔ او از آن خورشید چون مہ می گداخت

شاہ چین شہزادے پر تھا مہرباں ۔۔۔ مہر سے جوں مہ وہ گھلتا سا گیا

آن گداز عاشقان باشد نمو ۔۔۔ ہمچو ماہ اندر گدازش تازہ رو

ہے گداز عاشقاں نشو و نمو ۔۔۔ چاند گھٹنے میں ہے جیسے تازہ رو

جملہ رنجوران دوا دارند امید ۔۔۔ نالد این رنجور کم افزون مزید

سب ہیں بیماروں کو امید دوا ۔۔۔ بولے عاشق کم مرض ہے دو سوا

جملہ رنجوران شفا جویند این ۔۔۔ رنج افزون جوید و درد و حنین

کل مریض اپنی شفا چاہیں مگر ۔۔۔ چاہیے عاشق کو رنج و نالہ بیشتر

خوب تر زین سم ندیدم شربتی ۔۔۔ زین مرض خوشتر نباشد صحتی

خوب تر اس زہر سے شربت نہیں ۔۔۔ اس مرض سے بہتر صحت نہیں

زین گنہ بہتر نباشد طاعتی ۔۔۔ سالہا نسبت بدین دم ساعتی

اس گنہ سے بہتر اک طاعت نہیں ۔۔۔ سال عاشق کو ہیں ساعت بالیقیں

مدتی بد پیش آن شہ زین نسق ۔۔۔ دل کباب و جان نہادہ بر طبق

پاس شہ کے یوں وہ عرصہ تک رہا ۔۔۔ دل کباب اور جان حاضر بر ملا

گفت شہ از ہر کسے یک سر برید — من از و ہر لحظہ قربانم جدید
سب سے توڑا اس کو قول شاہ نے — اس کی قربانی ہوں ہر دم۔ وہ کہے

من فقیرم از زر و از سر غنی — صد ہزاراں سر خلف دارم سنی
ہیں فقیر اور زر سے سر سے ہوں غنی — لاکھ سر کی اس نے دولت مجھ کو دی

با دو پا در عشق نتواں تاختن — با یکے سر عشق نتواں باختن
چلے نہ دو پاؤں سے ہو رہ عشق کی — ایک سر سے عشق بازی کب ہوئی

ہر کسے را خود دو پا و یک سر است — با ہزاراں پا و سر تن نادر است
ہر کسی کے پاؤں دو سر ایک ہاں — پر ہزاروں پاؤں سر کا تن کہاں

زیں ہمہ ہنگامہا کل شد ہدر — ہست ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر
مٹ گئے دنیا کے ہنگامے مگر — ہر گھڑی ہنگامہ یہ ہے گرم تر

معدن گرمیست اندر لامکاں — ہفت دوزخ از شرارش یک دخاں
لامکاں میں یہ ہے معدن گرم ہاں — سات دوزخ جس کے شعلے کا دھواں

ز آتش دوزخ گریزاں شد جحیم — زانکہ ایشاں راست بر پا نو نعیم
آگ سے دوزخ گریزاں ہو گئی — کیونکہ وہ عشاق پر جنت بنی

جز یا مومن فان نورک اطفأ ناری کا بیان [۱]

ز آتش مومن ازیں رو اے صفی — مے شود دوزخ ضعیف و منطفی
مومنوں کی آگ سے اس واسطے — عاجز آ جائے دوزخ آگ اس کی بجھے

گویدش بگذر سبک اے محتشم — ورنہ ز آتشہائے تو مرد آتشم
اس سے کہتا ہے - گذر تو جلد ہی — ورنہ میری آگ تجھ سے بجھ چلی

[۱] حدیث شریف۔ یعنی اے مومن! آگ سے جلد نکل جا۔ بیشک تیرا نور میری آگ بجھائے دیتا ہے۔

کفر کہ کبریت دوزخ است و بس	ہین بپیچانید اورا این نفس
کفر جو کبریت دوزخ کی ہوا	دیکھ اسے اس وقت پژمردہ کیا
زود کبریتت بدین سودا سپار	تا نہ دوزخ بر تو تازد نے شرار
جلد دو اس کبریت اپنی بیعہ سے	تا نہ دوزخ تجھ پہ حملہ کر سکے
گو بدش جنت گر او گیرد این جا یاد	ورنہ گردد ہمچو من وارہ کساد
بولیگی جنت ہوا اس کی گذر	ورنہ ہوگا تجھ کو نقصان سر بسر
کہ تو صاحب خرمنی من خوشہ چین	من بپیش تو ولایت ہائے چین
صاحب خرمن ہے تو ، میں خوشہ چیں	میں ہوں اک خوشہ ، تو گویا ملک چیں
ہست لرزان زو جحیم و ہم جنان	نے قرار این را نے قرار او را زوال
کانپتی ہے اس سے دوزخ اور جناں	اس کو اور اس کو نہیں اس سے اماں

بڑے شہزادے کی وفات

رفت عمرش چارہ را فرصت نیافت	صبر بس سوزان بد و جان برتافت
عمر گزری ، کچھ نہ اس کا بس چلا	صبر سوزاں سے نہ وہ جانبر ہوا
مدتے دندان کنان این می کشید	نارسیدہ عمر او آخر رسید
خوف و زاری میں گزرے صبح و شام	عمر آخر ہو گئی اس کی تمام
صورت معشوق زو شد در نہفت	رفت و شد با معنی معشوق جفت
چہرہ کو معشوق کا اس سے چھپا	معنی معشوق سے پھر جا ملا
گفت لبسش گر ز شعر و ششتر است	اعتناق بی حجابش خوشتر است
معشوق کا ملبوس عمدہ ریشم کا ہے	وصل بے پردہ اسے ہے خوب تر

لے یہ معنی کا قول ہے ۔

من شدم عریان ز تن او از خیال ‖ می‌خرامم در نهایات الوصال

تن سے میں عریاں ہوں وہ افکار سے ‖ خوب ہو رہا ہوں لطف وصال کے

این مباحث تا بدین جا گفتنیست ‖ هر چه آید زین سپس بنهفتنیست

جو یہاں تک بحث قابل کہنے کے ‖ اس سے آگے جو ہے چھپانے کے لائق

ور بگویی ور بکوشی صد هزار ‖ هست بیگار و نگردد آشکار

گر چھپاؤ یا بتاؤ لاکھ بار ‖ فائدہ کیا وہ نہ ہوگی آشکار

تا به دریا سیر اسب و زین بود ‖ بعد از اینت مرکب چوبین بود

اسپ و زین کی سیر دریا تک ہے ‖ بعد اس کے چوبی گھوڑا کشتی ہی

مرکب چوبین به خشکی ابترست ‖ خاص آن دریاییان را رهبرست

کشتی خشکی میں لنگڑا بیٹھ ہوتی ‖ رہبر دریائیاں خاص ٹھیک ہی

این خموشی مرکب چوبین بود ‖ بحریان را خامشی تلقین بود

یہ خموشی ایک کشتی جان لے ‖ بحریوں کو چپ رہنا ہی رہنما ہے

هر خموشی که ملولت می‌کند ‖ نعره‌های عشق آن سو می‌زند

جو ہے خاموشی اور تجھے غمگین کرے ‖ وہ اس جانب سے نعرے عشق کے

تو همی‌گویی عجب خامش چراست ‖ او همی‌گوید عجب گوشش کجاست

تو کہے یہ کس لئے خاموش ہے ‖ وہ کہے ہے کان تیرے کیا کہاں

من ز نعره کر شدم او بی‌خبر ‖ تیزگوشان زین سمر هستند کر

میں ہوا بہرا نعروں سے وہ بیخبر ‖ تیز گوش ان سبب سے بہرے ہیں ٹھیک

آن یکی در خواب نعره می‌زند ‖ صد هزاران بحث و تلقین می‌کند

خواب میں کوئی جیسے نعرے مارتا ‖ بحث و تلقین لاکھ سے وہ کر رہا

این نشسته پهلوی او بی‌خبر ‖ خفته خود آنست کز آن شور و شر

پاس جو بیٹھا ہے وہ ہے بیخبر ‖ خفتہ خود تو یہی وہ شور و شر

آں کسے کش مرکب چوبیں شکست	غرق شد در آب او خود ماہیست
جس کسی کی ٹوٹی کشتی بہہ ملا	غرق دریا میں ہوا مچھلی بنا
نہ خموش است و نہ گویا نادریست	حال او را در عبارت نام نیست
وہ نہ چپ ہے اور نہ گویا ہے عجب	حال اس کا ہو سکے تحریر کب
نیست زیں ہر دو ہست ہر دو بوالعجب	شرح آں گفتن برون ست از ادب
وہ نہیں ان دو سے دونوں ہے عجب	شرح کرنا اس کی بیرون از ادب
ایں مثال آمد رکیک و بے ورود	لیک محسوس ازیں بہتر نبود
گو ہے ناقص یہ مثال اور نا روا	حسی یہ لیکن سب سے بہتر ظاہرا

منجھلے شہزادے کا بڑے بھائی کے جنازے پر آنا

حاصل آں شہزادہ از دنیا برفت	جانش پر آذر جگر پر سوز تفت
الغرض شہزادہ دنیا سے گیا	جان پر آتش جگر پر سوز تھا
کوچکیں رنجور بود و آں وسط	بر جنازہ آں بزرگ آمد فقط
چھوٹا تھا بیمار اور منجھلا جو تھا	اپنے بھائی کے جنازے پر گیا
شاہ دیدش گفت قاصد کیں کیست	کہ ازاں بحر است ایں ہم ماہیست
شاہ نے دیکھا تو قاصد بول اٹھا	ہے اسی دریا کی مچھلی یہ بھی کہا
پس معرف گفت پور آں پدر	ایں برادر زاں برادر خردتر
پس معرف نے کہا ہے بیٹا ہے لال	یہ برادر خرد اور وہ تھا کلاں
شہ نوازیدش کہ ہستی یادگار	کرد او را ہم بدیں پرسش شکار
کی نوازش شہ نے تو ہے یادگار	کر لیا اس طرح اس کو بھی شکار
از نواز شاہ آں زار حنیں	در تن خود غیر جان جانی بدید
شاہ یکتا کے کرم سے ہے کمال	پھر نہ دیکھا تن میں غیر جان جاں

در دل خود یافت عالی عالمے
کاں نیابد کس بصد خلوت ہمے

اک بڑی دنیا ملی دل میں اسے
جو نہ سو خلوت سے کوئی پا سکے

در دل خود یافت عالی غلغلہ
کہ نیابد صوفی آں در صد چلہ

دل میں اپنے پاتے ایسے غلغلے
جو نہ سو چلوں میں صوفی پا سکے

عرصۂ دیوار و سنگ و کوہ تافت
پیش او چوں نار خنداں می شگفت

سب در و دیوار۔ دشت و کوہسار
اس کے آگے پھٹتے تھے مثل انار

ذرہ ذرہ پیش او چوں آفتاب
دمبدم می کرد صد گوں فتح باب

ذرے اس کے آگے مثل آفتاب
کرتے تھے سو طرح گویا فتح باب

باب گہ روزن شدے و گہ شعاع
خاک گہ گندم شدے گہ کاہ صاع

در کبھی روزن بنا اور کبھی شعاع
خاک گہ گندم کبھی گاہے گھاس کبھی

در نظرہا چرخ بس کہنہ قدید
پیش چشمش ہر دمے خلقے جدید

چرخ نظروں میں تھا سوکھے گوشت سا
دیکھتا تھا ہر گھڑی عالم نیا

روح زیبا چونکہ وارست از جسد
از قضا بیناں چناں چشمش رسد

روح زیبا جسم کو جب چھوڑ دے
تو قضا سے آنکھ اسے ایسی ملے

صد ہزاراں غیب پیشش شد پدید
آنچہ چشم محرماں بیند بدید

ہو گئیں لاکھوں چھپی چیزیں عیاں
دیکھا جو کچھ دیکھے چشم محرماں

آنچہ او اندر کتب برخواندہ بود
چشم را از صورت آں بر کشود

جو کچھ اس نے تھا کتابوں میں پڑھا
دیکھا اپنی آنکھ سے وہ برملا

از غبار مرکب آں شاہ نر
یافت او کحل عزیزے در بصر

شاہ کے لشکر کی گرد راہ سے
سرمہ بینائی کا ہاتھ آیا اسے

بر چنیں گلزار دامن می کشید
جزو جزوش نعرہ زن ھل من مزید

چلتا تھا ایسے چمن میں وہ سعید
اس کی رگ رگ کہتی تھی ھل من مزید

گلشنی کز نقل روید یکدم است
گلشنی کز عقل روید خرم است

نقل کا گلزار ہے دم کا اعتبار
عقل کا گلزار لیکن ہے بہار

گلشنی کز گل دمد گردد تباه
گلشنی کز دل دمد وافرحتاه

جو چمن گل سے ہو ہوگا ویراں جدا
جو چمن دل سے ہو گا ہے واہ کیا

علمهایی با مزه دانسته‌ایم
زان گلستان یک دو سه گلدسته‌ایم

سب مزہ جو علم ہم نے ہیں لکھے
اک دو گلدستے ہیں اس گلزار کے

زان زبون این دو سه گلدسته‌ایم
که در گلزار بر خود بسته‌ایم

ہم ذلیل ہیں ہم جو ان گلدستوں پر
کر لیا بند اس چمن کا ہم نے در

آنچنان مفتاح‌ها هر دم بنان
می‌فتد ای جان دریغا از دهان

کنجیاں ایسی ہی ہر دم گلزار کی
وجہ ناں سے ہاتھ سے ہیں گر رہی

ور دمی هم فارغ آیی تو ز نان
گرد چادر گردی و عشوه‌تنان

گر ملے کچھ روٹی سے کبھی فرصت ہمیں
کام لیتا ہے وفا سے بالیقیں

باز استسقات چون شد موج‌زن
ملک شهری بایدت پر نان و زن

پھر اگر ہو پیاس تیری موجزن
ملک شہر چاہئے پر نان و زن

مار بودی اژدها گشتی مگر
یک سرت بود این زمان هفتاد سر

سانپ تھا تو اب ہوا اژدر مگر
پہلے تو ایک سر تھا اب ستر سر

اژدهای هفت سر دوزخ بود
حرص تو دانه است و دوزخ فخ بود

ہفت سر اژدر تو ہے دوزخ کا نام
حرص تیری دانہ ہے دوزخ ہے دام

دام را بدران بسوزان دانه را
باز کن درهای نو این خانه را

دام کو پھاڑ اور دانہ پھونک دے
کھول دے اس گھر کے دروازے نئے

چون تو عاشق نیستی ای نرگدا
همچو کوهی بی‌خبر داری صدا

اور اگر عاشق نہیں تو اے گدا
بے خبر ہے مثل کوہ اور ہے صدا

کوه را گفتار کے باشد ز خود ۔ عکس غیرست آں صدا اے معتمد

ہے پہاڑ از خود کہا کب بولتا ۔ عکس ہے وہ غیر کی آواز کا

گفت تو زاں سال کہ عکس دیگریست ۔ جملہ احوالت بجز ہم عکس نیست

بات تیری غیر کا ہے عکس سب ۔ حال تیرا ہے بجز عکس کب

خشم و ذوقت ہست عکس دیگراں ۔ شادی قوادہ و خشم عواں

عکس غیراں ذوق اور غصہ تیرا ۔ شادی دلالوں ۔ غصہ شحنے کا

آں عواں را آں ضعیف آخر چہ کرد ۔ کو دہد او را بہ کینہ زہر و درد

کیا بچارے نے بگاڑا شحنے کا ۔ کینے سے اس پر جفا ہے زہر و درد

تا بکے عکس خیال لامعہ ۔ جہد کن تا گرددت ایں واقعہ

تو رہے گا تا بکجا عکس خیال ۔ کر ذرا کوشش کہ ہو ہے تیرا حال

تا کہ گفتارت ز حال تو بود ۔ سیر تو با پر و بال تو بود

ہو تری گفتار تیرے حال سے ۔ سیر تیری تیرے پر و بال سے

صید گیرد تیر ہم با پر غیر ۔ لاجرم بے بہرہ است از لحم طیر[1]

صید پکڑے ہے تیر غیر پر سے ۔ نہ ملتا ہے اسے بہرہ لحم طیر سے

باز صید آرد بخود از کوہسار ۔ لاجرم شاہش خوراند کبک و سار

باز خود کہسار سے لاتا شکار ۔ دے ہے اسے کبک اور سار شہریار

باز از پیش خود آرد صید شک ۔ لاجرم شاہش خوراند لحم کبک

کھاتا ہے باز جو ہے شکار ۔ کبک سے اس کو رکھتا ہے شہریار

منطقے کز وحی نبود از ہوا است ۔ ہمچو خاکے بر ہوا بر شد ہبا

منطقے ہے جس جو نظم الہامی نہ ہو ۔ خاک ہے تا پہ ہوا اوپر جا ہے گو

[1] یعنی پرندے کا گوشت ۔

گر نماید خواجہ را این وہم غلط	ز اوّل والنجم بر خوان چند خط
گر نظر آئے یہ اسے خواجہ غلط	اوّل ؎ والنجم سے پڑھ چند خط
تا کہ ما ینطق محمدؐ از ہوا	ان ہو الا بوحی احتویٰ
بات آنحضرتؐ نہ خود کہتے کوئی	وحی جو آتی تھی ۔ فرماتے وہی
احمدا چون نیستت از وہم باس	جسمیان را دہ تحری وقیاس
بولا حق ۔ احمدا! تجھے سے وہم اگر	جسمیوں کو دے ہدایت سر بسر
تا بدانی کہ محمد از ہوا	وانگفتہ و گفت از وحی خدا
مصطفیؐ کا قول ہے غیر از ہوا	ہے سراسر وحی و الہام خدا
کز ضرورت ہست مرداری حلال	کہ تحری نیست در کعبۂ وصال
ہے ضرورت میں تو مردہ بھی حلال	ہیں ہدایت سے بری اہل وصال
بے تحری و اجتہادات ہدیٰ	ہر کہ بدعت پیشہ گیرد از ہوا
بے طلب نیکی کے ۔ سیدھا راہ ہدیٰ	چھوڑ حرص و ہوا ہیں مبتلا
ہمچو عادش بر پرد باد و کشد	نے سلیمان است تا تختش کشد
مثل عاد اس کو ہوا کر دے فنا	کب سلیمان ہے کہ تخت اس کا اڑا
عاد را باد است حمال خذول	ہمچو برہ در کف مرد اکول
تھی ہوا حمال قوم عاد کو	جیسے برہ ہاتھ میں پیٹو کے ہو
ہمچو فرزندش نہادہ بر کنار	می برد تا کشدش قصاب وار
جیسے ماں فرزند کو گودی میں لے	اس کو لے جاتی ہوا تا مار دے

؎ قولہ تعالیٰ: والنجم اذا ہویٰ ما ضل صاحبکم وما غویٰ ۔ وما ینطق عن الہویٰ ان ہو الا وحی یوحیٰ ۔
یعنی اس ستارے کی قسم ہے جب وہ ڈوبتا ہے تمہارا صاحب رفیق جو پیغمبر ہے نہ گمراہ ہے نہ
بھٹکا ہوا ۔ اور نفس کی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتا ۔ اور جو کچھ کہتا ہے وحی کے سوا نہیں جو
اس پر القا کی جاتی ہے ۔ ؎ آیات سے مراد ہے ۔

عادیاں را باد ز استکبار بود | یاری پنداشتند اغیار بود

تھی تکبر سے ہوا وہ عاد پر | جانتے تھے یار۔ تھی دشمن مگر

چوں بگردانید ناگہ پوستین | خردشاں بشکست آں بئس القرین

جب ہوا نے چولا بدلا ناگہاں | عادیوں کو پیس ڈالا بے گماں

باد را بشکن کہ بس فتنہ است باد | پیش ازاں کت بشکند او ہمچو عاد

توڑ دے اس باد کو۔ فتنہ ہے باد | توڑنے پائے نہ تجھ کو مثل عاد

ہود دادی پند کای پر کبر خیل | بر کند از دستتاں ایں باد ذیل

ہود کہتے تھے کہ گروہ پر غرور | یہ ہوا دامن چھڑا دے گی ضرور

لشکر حق است باد و از نفاق | چند روزے با شما کرد اعتناق

ہے ہوا اک لشکر حق پر نفاق | چند روزہ تم سے اس کا اتفاق

او بسر با خالق خود راست است | چوں اجل آید برآرد باد دست

وہ ہے پوشیدہ خدا کے ساتھ ہاں | جب اجل آ جاتی ہے ہو گی عیاں

ایں ہماں باد است کایں می گذشت | بود ہمچوں جان ہمچوں مرگ گشت

یہ ہوا سے خطر جو چلتی تھی | جان تھی ۔ اب موت لیکن ہو گئی

دست آں کس کہ بکردت او بوس | وقت خشم آں دست می گردد دبوس

جیسے تو چومے کسی کے ہاتھ کو | وقت غصہ ۔ ہاتھ وہ اک گرز ہو

باد را اندر دہاں بیں رہ گذر | ہر نفس آناں رواں با کر و فر

منہ کے اندر بھی ہوا ہے دیکھئے | سانس اس کی ہے رواں اک شان سے

حلق و دنداں ازو ایمن بود | حق چو فرماید بدنداں در فتد

اس سے حلق اور دانت ہیں محفوظ سب | پڑے دانتوں میں خدا فرمائے جب

کوہ گردد ذرۂ باد و ثقیل | درد دنداں داردش زار و علیل

اس کا ذرہ ہو پہاڑ اور ہو ثقیل | دانت کا درد اس کو رکھتا ہے علیل

یارب و یارب برآرد او ز جان | کہ بپران این باد ای مستعان

یارب و یارب سے کہ ایسے کر رہا | دور کر دے اس ہوا کو اے خدا

اے دہان غافل بدی زین پیشتر | از بن دندان در استغفار شو

اے دہن! غافل ہوا ہے تو جو پہلا | تو ہو کر اب عجز اور زاری سے جا

چشم سختش اشکہا باران کند | منکران را درد اللہ خوان کند

درد منکر کی آنکھ سے آنسو بہاتے | منکروں کو اللہ اللہ وہ کرا دے

چون دہان بیگانہ شد از حمد زرد | ذکر حق را ہین پدید آ شو ز درد

تو سہے قول حق نہ مانا مرد سے | ذکر حق کو مان لے اپنا درد سے

باد گوید پیکم از شاہ بشر | گہ خبر خیر آرم گاہے بہ شر

باد بولے میں ہوں قاصد شاہ کی | خیر کی لاؤں خبر، شر کی کبھی

زانکہ مامورم امیر خود نیم | من چو تو غافل ز شاہ خود کیم

کیونکہ میں محکوم ہوں، حاکم نہیں | شاہ سے تیری طرح غافل ہوں کہیں؟

گر سلیمان وار بودے حال تو | چون سلیمان گشتمی حمال تو

جوں سلیماں ہو جو تیرا حال اگر | میں تری ہمدوش بنتی بے خطر

عاریہ ستم گشتمی ملک کفت | کردمی بر راز خود من واقفت

عاریت ہوتی بن جاتی ملک اگر | راز داں تجھ کو بناتی سب بسر

لیک چون تو یاغیی من مستعار | می کنم خدمت ترا روزی سہ چار

تو مگر باغی ہے میں ہوں مستعار | تیری خادم ہوں فقط دن تین چار

پس چو عادت سرنگونت می نہم | تا ز آسیبت با غیبا بر جہم

پھر تجھے جوں عاد کر دوں گی خراب | با غیبا نہ فرح سے بھاگوں سنتا ہے

تا بغیب ایمان تو محکم شود | آن زمان کایمانت مایہ غم شود

ہے کہیں ایماں ترا محکم ہوا | جبکہ ایماں باعث غم بن گیا

آن زمان خود جملگان مؤمن شوند / آن زمان خود سرکشان بر سر زنند

ہاں سبھی مومن اس زمانے میں تمام / سرکش اس دم سر کے بل رو پڑیں گے تمام

آن زمان زاری کند و افتقار / همچو دزد و راهزن در زیر دار

ہوں گے عاجز وہیں سے وہ زار زار / جس طرح چور اور رہزن زیر دار

لیک گر در غیب گردی مستوی / مالک دارین و شحنه خود تویی

غیب میں لیکن جو تو مومن ہوا / گر تو والی اور شاہ دو عالم بنا

شحنگی و پادشاهی مقیم / نه دو روزه مستعار است ای سلیم

اور وہ شاہی ہمیشہ دائم قائم / عارضی نہ اور نقص کو اس میں نہ کام

رسته باشی زین سپاه و کار خود / هم تو شاه و هم تو طبل خود زنی

چھوٹ جائے تو جنگ سے وہ کام پا کر / خود ہی شہ ہے خود ہی طبل اپنا بجا

چون گلوت تنگ آورد بر ما جهان / کاش گشته خاک این خلق جهان

جسم تو جب تنگ کر دے یہ جہاں / کاش مٹی کھاتا یہ خلق دو جہاں

این همه خود خاک خود آمده / لیک آن خاکی که رنگین شده است

یہ دونوں کیا تھے صرف ایک خاک ہی / خاک وہ لیکن جو رنگین ہو گئی

این کباب و این شراب و این شکر / خاک رنگین است و نقشین ای پسر

یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر / خاک ہے رنگین و منقش اے پسر

چونکه خوردی و شد آن لحم و پوست / رنگ لحمش داد این هم خاکی است

کھا کے کھانا اور گوشت اور ہڈی بنا / خاک کر کے گوشت کی رنگت جدا

هم ز خاکی بخیه بر گل می‌زند / جمله را هم باز خاکی می‌کند

خاک میں سب کو لگا دے قضا / خاک پھر سب کو بنا دے گی بلا

هندو و قبچاق و رومی و حبش / جمله یک رنگ اندر آن گور خوش

ہندو قبچاق ترکی رومی زنگی ایسے سب / قبر میں یک رنگ ہیں یہ سب کے سب

تا بدانی کاں ہمہ نقش و نگار	جملہ روپوش است و باب مستعار
تاکہ تو جانے وہ سب نقش و نگار	ہیں تجھے نہاں اور اک متاع مستعار
رنگ باقی صبغۃ اللہ است و بس	غیر آں بربستہ داں ہمچوں جرس
رنگ باقی رنگ اللہ کا ہے بس	دوسرے تو رنگ ہیں مثل جرس ۱؎
رنگ صدق و رنگ تقوی و یقیں	تا ابد باقی بود بر صادقیں
صدق و تقوی اور یقیں کا رنگ ہاں	صادقوں پر ہوگا دائم بے گماں
رنگ کفران و شک و شرک و نفاق	تا ابد باقی بود بر جان عاق
رنگ کفران و نفاق و شرک کا	تا قیامت جان سرکش پر رہا
چوں سیہ روئی فرعون دغا	رنگ او باقی و جسم او فنا
رنگ جیسے کہ دغا فرعون کا	رنگ باقی جسم اس کا مٹ گیا
برق و فر روئے خوب صادقیں	تن فنا شد واں بقا تا یوم دیں
دیکھو نیکوں کے چہروں کی چمک	مٹ گیا تن۔ وہ ہے باقی حشر تک
زشت آں زشت است و خوب آں خوب و بس	دائم ایں ضحاک و آں اندر عبس
جو یہاں جیسا۔ وہاں ویسا بنے	ترش رو بد۔ نیک ہنستا ہی رہے
خاک را رنگے و فرہنگے دہد	ہمچو کودک باراں جنگے دہد
خاک کو عقل اور رنگینی ملی	ہم کو لڑکوں کی طرح جنگ اس نے دی
از خمیرے اشتر و شیر پزند	کودکاں از حرص آں کف می گزند
اونٹ اور شیر آٹے کے پکتے ہیں تمام	ہاتھ چباتے ہیں حرص سے لڑکے تمام
شیر و اشتر ناں شود اندر دہاں	در نگیرد ایں سخن با کودکاں
نان ہیں منہ میں شیر اور اشتر بنے	کب اثر یہ بات لڑکوں پر کرے

۱؎ یعنی جب چاہا۔ اُتار لیا۔

دامن پر خاک ما چون کودکان	رفته از سر جهد اسباب دکان
دامن[1] پر خاک مثل کودکاں	کچھ نہیں پرواہ اسباب[2] دکاں
کودک اندر جهل و پندار و شکیست	شکر باری قوت او اندکیست
لڑکا اندر جہل اور پندار کے	شکر باری کی نہیں طاقت اس کے
وای زان طفلان که پیری می کنند	انگه سو دانند و پیری می کنند
حیف اُن لڑکوں پہ جو پیری کریں	لنگڑے چھوٹے ہیں مگر پیری کریں
طفل با استیزه و پسا آشفته	شکر آن کو بے فن و بے آلت است
طفل کو جھگڑے ہیں اور شور آفتیں	بے فن و بے آلہ کے شکر ہیں
وای زان پیران طفل نا ادیب	گشته از قوت بلای هر لبیب
وائے پیر طفل نا ہموار پر	راہ دانا سے پھرا جو سربسر
چون سلاح و جهل جمع آمد بهم	گشت فرعونی جهان سوز از ستم
جب سلاح و جہل اکٹھے ہو گئے	اک بنا فرعون ظلم و جور سے
شکر کن ای مرد درویش از قصور	که ز فرعونی رهیدی وز کفور
شکر اے درویش کر نقصان کا	تو جو فرعونی سے کفران سے بچا
شکر کہ مظلومی و ظالم نہ	ایمن از فرعونی و هر فتنه
شکر کر ظالم نہیں مظلوم ہے	فتنے فرعونی سے ایمن چونکہ ہے
خالی اشکم لاف اللهی نزد	کاتشش را نیست از هیزم مدد
بھوکے نے پیٹ کو کب انا اللہ کہا	آگ کو اس کی نہ کچھ ایندھن ملا
اشکم خالی بود زندان دیو	کش غم نان مانع است از مکر و ریو
پیٹ خالی دیو کا زندان بنا	نان کا غم مکر سے مانع ہوا

۱۔ یعنی جسم
۲۔ یعنی سامان آخرت

اشکم پر لوت داں بازار وی — تاجراں دیو را در فتنہ غوی

پیٹ بھرا بازار سے اک دیو گیا — تاجراں دیو کا سے شغل ہی تھا

تاجراں ساحراں لاشے فروش — عقل ہا را تیرہ کردہ از خروش

ساحر دلی نے سحر سے دھوکا دیا — شور و غل سے عقل کو حیراں کیا

مشتے رواں گرد در سحر شاں زمیں — کرد کرپاسے ز مہتاب و غلس

سحر سے چول اسپ خر دودا کیا — چاندنی تار ہی کو کپڑا کیا

چوں بر شبنم خاک را بر می تنند — خاک بر شبنم چنیں می زنند

خاک کو وہ شکل ریشم سے تنیں — خاک ڈالیں ریشم و ابریشم سند میں

چند سے را ز انگشتے می ہا — پر کلوخے آں حسو سے می دہند

محو و سنگ سخت کو گویا کیا — ڈھیلے پر ہم کو حسد سنے لگا

پاک آں کو خاک را رنگے دہد — ہیچو کودک آں بزال چنگے دہد

پاک وہ ہے خاک کو جو رنگ دے — مثل طفلاں ہم کو اس پر جنگ ہے

دامن پر خاک با چوں کودکاں — در نظر ماں خاک چوں زر کاں

دامن پر خاک شکل اطفال سے — خاک سونا ہے ہمارے واسطے

طفل را با کودکاں بود جدال — طفل را حق کے کشاید با رجال

طفل کو لڑکوں سے کب ہے قیل و قال — کب ہو سکے ہم مرتبہ طفل و رجال

میوہ گر کہنہ بود یا ہست خام — پختہ بود و غورہ خوانندش بنام

شکو بچانا میوہ جو جب تک ہے خام — اور جب پختہ ہے غورہ اسکا نام

گر شود صد سالہ آں خام ترش — طفل و غورہ است و پیر پختہ ترش

ہو وہ خام ترش صد سالہ کہ گو — طفل و غورہ ہو وہ نادان وہ تو

... شیطان اور انسان کی اولاد ہے

گرچه باشد ریش و موی او سپید / هم در آن پیری ز خوف هست امید

بال اور ڈاڑھی سفید اس کی ہو گو / وہ امید و خوف کی مشکل میں ہو

مانده خواهم تا رسیده یا رسم / حق کند با من عنایتها خود کرم

تا رسا رہ جاؤں یا نہیں ہوں رسا / حق سے کچھ ہو عنایت یا ہو عطا

گر رسیم یا نارسیده مانیم / ای عجب با من کند آن کریم

ہوں رسا یا نارسا کچھ ڈر سے ہے / ہے عجب کیا وہ کرم مجھ پر کرے

یا چنین ناقابلی و دوری / بخشد این غوره مرا انگوریی

دوری اور ناقابلی کے ہوتے ہوئے / بخشے انگور وہ [illegible] کیسے

نیستم امید وار از هیچ سو / وان کرم می گوید لا تیأسوا

ہے کہاں مجھ کو کسی جانب سے آس / وہ کرم کہتا ہے مت ہو وقف یاس

دائما خاقان ما کرده است طو / گوش ما را می کشد لا تقنطوا

شہ نے دعوت دی ہے دائم کی شرو / کھینچتا ہے کان کہہ لا تقنطوا

گرچه ما زین ناامیدی در گلیم / چون صلا زد دست اندازان دویم

یاس سے گو ہم پڑے ہیں کھا گلیم / جب بلاوا ہے وہ تو اٹھ کے چلیں

دست اندازیم چون اسپ سبیل / در دویدن سوی مرعای اوایل

دست انداز ہم چون اس راہ پر / دوڑ جائیں گے سوی چراگاہ کی اول

گام اندازیم آنجا گام نیست / جام پردازیم آنجا جام نیست

گام زن ہوں گام پر اس جا کہاں / جام بھی لیں جام پر اس جا کہاں

زانکه آنجا جمله اشیا جانی است / معنی اندر معنی و ربانی است

اس جگہ کی ساری چیزیں جانی ہیں / معنی اندر معنی اور ربانی ہیں

هست صورتها سبک سایه شود / ور چه سایه ها و اندر ظلمها

صورتیں ہیں سایہ کی ... / اندر سایہ ہے ...

چونکہ آنجا خشت بر خشتے نماند ‏ ‏ نور مہ را سایۂ زشتے نماند
اینٹ پر اینٹ اس جگہ کب ہے کھلا ‏ ‏ نور مہ کا سایۂ بد کب رہا

خشت اگر زرین بود بر کندنیست ‏ ‏ چوں بجائے خشت وحی و روشنیست
خشت زر بھی ہو تو ہے برکندنی[2] ‏ ‏ اینٹ کے بدلے ہے وحی و روشنی

کوہ بہر دفع سایہ مندکیست ‏ ‏ پارہ گشتن بہر ایں نور اندکیست
کوہ سایے کے مٹانے کو پھٹا ‏ ‏ پھٹنا خاطر نور کی نا چیز تھا

بر برون کہ چو زد نور صمد ‏ ‏ پارہ شد تا در درونش ہم زند
نور حق کا کوہ پر جس دم پڑا ‏ ‏ پھٹ گیا۔ تا اس میں وہ جائے سما

گرسنہ چوں بر کفش زد قرص ناں ‏ ‏ واشگافد از ہوس چشم و دہاں
بھوکے کو رکھ جاتی ہیں جب روٹیاں ‏ ‏ کھولتا ہے حرص سے چشم و دہاں

صد ہزاران پارہ گشتن ارزد ایں ‏ ‏ از میان چرخ بر خیز اے زمیں
لاکھوں ٹکڑے ہونا زیبا یا لیقیں ‏ ‏ درمیاں سے چرخ کے بھاگ اے زمیں

تاکہ نور چرخ گردد سایہ سوز ‏ ‏ شب ز سایہ ہستے اے باغی روز
تاکہ نور آسماں ہو سایہ سوز ‏ ‏ شب ترا سایہ سے ہے اے باغی روز

ایں مکان گاہوارہ کودکاں[3] ‏ ‏ بالغاں را تنگ می دارد مکاں
یہ مکاں جھولا ہے بچوں کے لئے ‏ ‏ بالغوں پر تنگ ہے اس واسطے

بہر طفلاں حق زمیں را مہد[4] خواند ‏ ‏ شیر در گہوارہ بر طفلاں فشاند
حق نے جھولا اس زمیں کو ہے کہا ‏ ‏ اس میں ان کا دودھ سے بھر رکھ دیا

---

۱ یعنی وہاں قبر تن یا جسم نہیں ہوگا۔
۲ کھود ڈالنے کے قابل ہے۔
۳ یعنی دنیا۔
۴ قولہ تعالیٰ:- وَجَعَلْنَا الْاَرْضَ مِہَادًا یعنی ہم نے زمین کو جھولا بنایا۔

خانہ تنگ آمد ازیں گہوارہا — طفلگاں را زود بالغ کن شہا
تنگ ان گہواروں سے گھر ہو گیا — جلد کر بچوں کو بالغ اے خدا
ہاں مکن اے گاہوارہ خانہ تنگ — تا تواند رفت بالغ بے درنگ
تو بھی اے جھولے نہ کر اس گھر کو تنگ — تاکہ بالغ اس سے نکلے بے درنگ
خانہ اے گہوارہ زو تضییق مدار — تا تواند کرد بالغ انتشار
گھر کو اے جھولے نہ رکھ تو تنگ و تار — تاکہ اس میں آ سکے بالغ کو قرار

شہزادے کا بے پروا و مغرور ہو جانا

چوں مسلّم گشت بے بیع و شری — از درون شاہ در جانش جری
شاہزادہ مفت ہی میں برملا — باطن شہ سے غذا کھانے لگا
قوت می خوردے ز نور جان شہ — ماہ جانش ہمچو از خورشید مہ
شاہ سے وہ نور لیتا تھا ضرور — چاند جیسے لیتا ہے سورج سے نور
راتبہ جانی ز شاہ بے ندید — دم بدم در جان مستش می رسید
شاہ بے ہمتا سے روحانی غذا — ہر دم اس کی جان کو ملتی برملا
آں نہ کش ترسا و مشرک می خورند — زاں غذائے کش ملائک می چرند
وہ نہیں، جو حاصل کریں مشرک جسے — بلکہ ایسی جو فرشتوں کو ملے
اندرون خویش استغنا بدید — گشت طغیانی ز استغنا پدید
اس نے دل میں دیکھی بے پروائی سی — سرکشی پھر اس سے ظاہر ہو گئی
کہ نہ من ہم شاہ و ہم شہزادہ ام — چوں عناں خود بدیں شہ دادہ ام
میں ہوں شہزادہ بھی شہ بھی بیگماں — کیوں پھر اس سلطاں کو دوں اپنی عناں
چوں مرا ماہے برآمد با لمع — پس چرا باشم غبارے را تبع
چاند جب میرے لئے روشن ہوا — گرد کا تابع بنوں پھر کیوں بھلا

آب در جوی منست و وقت ناز	ناز غیر از چہ کشم من بے نیاز
نہر میں پانی ہے اور ہے وقت ناز	کیوں اٹھاؤں ناز ہو کر بے نیاز
سر چرا بندم چو درد سر نماند	وقت روئے زرد و چشم تر نماند
سر کیوں باندھوں جو درد سر نہیں	زرد چہرہ اور آنکھیں تر نہیں
چوں شکر لب گشتہ ام عارض قمر	باز باید کرد دکان دگر
جب شکر لب اور قمر رو ہو گیا	پھر دکاں اپنی نہ کیوں کھولوں جدا
سرو قد و ماہ رخسار فی مراست	ہمچو من شہزادہ اکنوں کجاست
سرو قد ہوں ماہ رو ہوں ہے کمال	اب کوئی مجھ سا ہے شہزادہ کہاں
دیں ہمی چوں نفس زائیدن گرفت	صد ہزاراں ناز از زائیدن گرفت
اسی تکبر سے جو نفس اس کا بڑھا	وہ بکثرت بیہودہ بکنے لگا
صد بیاباں زاں سوئے حرص و حسد	تا بداں جا چشم بد ہم می رسد
دشت سو حرص و حسد کے تھے کئی	چشم بد پہنچی تھی اس پر یہاں سے
بحر شہ کہ مرجع ہر آب اوست	چوں نداند آنچہ اندر سیل و جوست
بحر شہ جو مرجع ہر آب ہے	نہر کی حالت نہ کیوں کر جانتا
شاہ را دل درد کرد از فکر او	ناسپاسی عطائے بکر او
اس کی ان باتوں سے شہ کا دل دکھا	اس نے ناشکری جو کی وہ دکھا دیا
گفت آخر اے خس واہی ادب	ایں جزائے داد من بود اے عجب
شاہ نے آخر کہا اے کم ادب	میری بخشش کی سزا یہ تھی عجب
من چہ کردم با تو زیں گنج نفیس	تو چہ کردی با من از خوئے خسیس
کیا کیا میں نے خزانہ دے دیا	اپنی بد خوئی سے تو نے کیا کیا

۱؎ یعنی دو حرص و حسد میں بیاباں کا فاصلہ تھا کہ اس سے نظر لگ گئی تھی ٭

من ترا با سینہ نہادم در کنار — کہ غروبش نیست تا روز شمار
ایسا ستارہ تیری بغل میں رکھ دیا — حشر تک روشن رہے گا بدلا

در جزائے آں عطائے نور پاک — تو زدی در دیدہ من خار و خاک
تو نے بدلے میں نور پاک کے — خاک و خار آنکھوں میں میری پھینک دی

من ترا بر چرخ گشتہ نردبان — تو شدہ در حرب من تیر و کمان
چرخ کی تیرے لئے میں نردبان — تو ہوا میرے لئے تیر و کمان

درد غیرت آمد اندر شہ پدید — عکس درد شاہ اندر شیر رسید
درد غیرت شاہ میں پیدا ہوا — عکس شہ کے درد کا اس کو ملا

مرغ دولت در عتابش بر طپید — پردۂ آں گوشہ گشتہ بر درید
مرغ دولت غصہ کا تڑپا وہیں — پردہ دل[۱] کے گوشے کا پھاڑا وہیں

چوں درون خود بدید آں خوش پسر — از سیہ کاری خود گرد اثر
دل پہ شہزادے نے جس دم کی نظر — اپنی بدکاری کا دیکھا اس اثر

آں وظیفہ لطف و نعمت گم شدہ — خانۂ شادی او پر غم شدہ
لطف و نعمت کا وظیفہ گم ہوا — اس کا راحت خانہ غم سے بھر گیا

با خود آمد او ز مستی عقار — زاں گنہ گشتہ سرش خانہ خمار
مستی مے سے آپے ہوش آ گیا — اس گنہ سے نشہ آ ترا بدلا

ہر کہ خود بینی کند در راہ دوست — مغز را بگذاشت قانع بہ پوست
دوستی خود بینی ہا کوئی اگر — مغز چھوڑا چھلکہ ہی پر کی نظر

دشمن من چہ جہاں خود بین باد — زانکہ از خود بین نیاید جز فساد
میرا دشمن ہو وہ خود بیں بد نہاد — اس سے ہوتا ہے فقط ظاہر فساد

۱؎ یعنی دل ۱۲

مے ازاں آمد حرام اندر جہاں | کہ خوری خود بیں شوی اندر زماں

مے حرام اس وجہ سے ہے بس ہو گئی | پیتے ہی اس کو ہو خود بیں آدمی

بہتر از خود در تصور ناپدست | ویں ہمہ از نفس خود بیں زاپدست

اپنے سے بہتر نہیں آتا نظر | نفس کے کرتوت ہیں یہ سربسر

آنکہ با خود ہی خورد مے باخود است | ہمچنیں مے خوارہ خوار و مرتد است

ساتھ اپنے ہی مے جو ہشیار ہے | ایسا مے آشام مرتد خوار ہے

وانکہ با او مے خورد باوش حلال | وانکہ بے او دم زند باوش وبال

جو پیئے ساتھ اس کے مے وہ ہو حلال | دم بغیر اس کے جو مارے ہو وبال

چونکہ با خود مے خوری از جام ہو | چشم بکشا ہم ببینم روئے او

جام ہو سے مے پیے ہشیار اگر | اس کا منہ دیکھوں گا آنکھیں کھول کر

بعد ازاں از خود بکلی بگسلم | ہم نہ مے خوردن بود ایں حاصلم

بعد اس کے بے خودی ہو جائیگی | دیگی یہ مجھ کو بس اس کی مے کشی

اے کہ می خواہی کہ از خود بگسلی | تا کے اندر بند ایں جان و دلی

تو جو چاہے چھوٹ جائے اپنے سے | تا کجا بند اس دل و جاں میں رہے

جاں بجاناں دہ گر آزادہ جان من | تا بہ بینی یار دل رنجان من

جان من! جاناں کو یہ جاں سونپ دے | تاکہ میرا آفت جاں دیکھ لے

دل بہ دلدارے دہ و آزاد شو | غم خور او باش و از وے شاد شو

دے کے دل دلدار کو آزاد ہو | اس کا غم کھا اور اس سے شاد ہو

نفس خود بر خود مگرداں چیرہ تو | زود او را باز گیر از شیر تو

نفس کو غالب نہ اپنے پر بنا | جلد اس کو شیر خواری سے چھڑا

ہرچہ ہست آں مستیٔ وارد یقیں | خواہ شیر و خواہ خمر و انگبیں

جو بھی ہے مستی ہے اس میں بالیقیں | دودھ ہو یا مے ہو یا ہو انگبیں

مستی گندم بُد آں اے آدمی	کرد بیگانہ آں آدمی را اعجمی
مستی گندم ہی تھی وہ اے یار ملا	حضرت آدمؑ کو گونگا کر دیا
خورد گندم حلۂ زاں بیروں شدہ	خانہ بر تنے بادیہ ہاموں شدہ
کھائی گندم حلّہ اترا خلد کا	ان پہ فردوس ایک جنگل ہو گیا
دیدگاں شربت را بیمار کرد	زہر آں ما و منی ہا کار کرد
تھا بیمار ان کو شربت نے کیا	ما و من وہ زہر سارا بن گیا
جان چوں طاؤس در گلزار ناز	ہمچو جغدے شد بہ ویرانہ مجاز
باغ میں طاؤس کی صورت تھی جان	آگئی مثل الو کے جنگل میں یہاں
ہمچو آدمؑ دور ماند او از بہشت	در زمیں می راند گاؤے بہر کشت
مثل آدمؑ دور جنت سے ہوئی	یہاں زمین کو نہ ہانکتی
اشک می راند او کہ اے استاد زاو	شیر را کردی اسیر دُمِ گاو
رو کے کہتی کہ اے مرشد تو ہی	تو نے باندھا شیر دم سے بیل کی
کردی اے نفس بد بار دو نفس	بے حفاظی با شہ فریاد رس
نفس بد اک ہیں تو نے بد تمیز یہاں	اپنے شاہ دادرس سے بے نکال
دام بگزیدی ز حرص از گندمے	بر تو شد ہر گندم او کژدمے
حرص گندم سے پھنسا تو آپ ہی	تجھ پہ گندم ایک بچھو بن گئی
در سرت آمد ہوائے ما و من	قید بیں بر پائے خود پنجاہ من
بھر گئی سر میں ہوائے ما و من	دیکھ بیڑی پاؤں پہ پنجاہ من
نوحہ می کرد ایں نمط بر جان خویش	کہ چرا گشتم ضد سلطان خویش
اپنی جان پر نوحہ کر اس طرح تھی	میں مخالف اپنے شہ کی کیوں ہوئی
آمد او با خویش و استغفار کرد	با انابت چیز دیگر یار کرد
ہوش میں پھر آئی ۔ استغفار کی	اور بھی اک چیز سے امداد لی

لہ یعنی اس ارشاد باری تعالیٰ سے کہ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین لے ہمارے
[illegible] اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں ہوں گے

درد کان از وحشت ایمان بود	رحم کن کان درد بے درمان بود
درد جو ایمان کی وحشت سے ہوا	رحم کر۔ وہ درد بے درماں بنا
مر بشر را خود مبا جامہ درست	چون رہید از صبر در حین صدر جست
حق بشر کو جامہ زیبا نہ تھے	صدر و صدور سے جب چھوٹے صبر سے
مر بشر را پنجہ و ناخن مباد	کہ نہ دین اندیشد آنگہ نے سداد
حق بشر کو پنجہ و ناخن نہ دے	پھر نہ راہ دین و حق پر وہ چلے
آدمی اندر بلا کشتہ بہ است	نفس کافر نعمت است و گمرہ است
خوب ہے انسان رہے وقف بلا	نفس کافر نعمت و گمرہ ہوا
نفس کافر خود ہمی نرہد امان	گشت طاغی چونکہ فارغ شد زیان
نفس کافر امن دیتا ہی نہیں	حد سے گذرا۔ رو بلا جب ٹل گئیں
آدمی خود مبتلا بہتر بود	زانکہ زار و عاجز و مضطر بود
مبتلا ہی آدمی بہتر رہے	تا کہ زار و عاجز و مضطر رہے

اللہ تعالیٰ اور عزرائیل میں سوال و جواب

حق بعزرائیل می گفت اے نقیب	بر کہ رحم آمد ترا از ہر کئیب
پوچھا عزرائیل سے اللہ نے	رحم کس شخص پر آیا تجھے
گفت بر جملہ دلم سوزد بدرد	لیک ترسم امر را اہمال کرد
بولا سب پر درد سے دل جلتے	پر نہ تیرا حکم ہرگز ٹل سکے
تا بگویم کاشکی یزدان مرا	در عوض قربان کند بہر فتی
تا کروں قربان مجھے کرتا خدا	اس جواں کے بدلے مجھ کو خوب تھا
گفت بر کہ بیشتر رحم آمدت	از کہ دل پر سوز و بریان شدت
پوچھا ۔ رحم آیا تجھے کس پر بہت	کس سے دل پر سوز و بریاں تر ہوا

گفت روزی کشتیی بر موج تیز | من شکستم ز امر تا شد ریز ریز

بولا ایک دن کشتی ایک طوفان میں تھی | توڑا میں نے حکم سے ٹکڑے ہو گئی

پس بگفتی قبض کن جان همه | جز زنی با طفلکی اندر رمه

پھر کہا تو نے کہ سب کی جان لے | پر چھوڑ ایک زن اور اس کے طفل کے

هر دو آن بر تخته در پابند | موجها آن تخته را می راندند

تختے پر دریا کے دونوں رہ گئے | موجیں اس تختے کو بہا لے چلیں

چون لب ساحل فکند آن تخته باد | از خلاص هر دوم دل گشت شاد

لے گئی ساحل پہ تختے کو ہوا | ان کے بچنے سے مرا دل خوش ہوا

باز گفتی جان مادر قبض کن | طفل را بگذار تنها ز امر کن

پھر کہا تو نے کہ ماں کی جان لے | بچہ تنہا چھوڑ کن کے حکم سے

چون ز مادر بسکلیدم طفل را | خود تو می‌دانی چه تلخ آمد مرا

ماں سے بچے کو جدا جب کر دیا | دل دکھا معلوم ہے یہ تجھ کو بھی

پس بدیدم دود ماتم‌های زفت | تلخی آن طفل از یادم نرفت

درد و ماتم میں نے دیکھے ہیں بڑے | رنج بچے کا نہیں بھولا مجھے

گفت حق آن طفل را از فضل خویش | موج را گفتم فکن در بیشه‌ایش

بولا حق میں نے کہا یہ موج سے | ایک جنگل میں یہ بچہ ڈال دے

بیشه‌ای پر سوسن و ریحان و گل | پر درخت میوه دار خوش اکل

تھا گل و ریحان سے وہ جنگل بھرا | پیڑ تھے پھیلے شجر میوے سے لدا

چشمه‌های آب شیرین زلال | پروریدم طفل را با صد دلال

صاف میٹھے پانی کے کتنے چشمے تھے بہتے | پیار سے پالا بچے کو میں نے ناز سے

صد هزاران مرغ مطرب خوش صدا | اندر آن روضه فکنده صد نوا

لاکھوں گانے والے پرندے خوش صدا | اس چمن میں بہترے گاتے نغمہ سرا

بسترش کردم ز برگ نسترن | کردم او را ایمن از صدمهٔ فتن
یہی سبب بستر اس کا پھولوں سے کیا | آفتوں سے اس کو امن کر دیا

گفته‌ام خورشید را کو را مگز | باد را گفتم برو آهسته رو
کہہ دیا سورج سے تو اسے مت جلا | اور ہوا سے کہہ دیا آہستہ چل

ابر را گفتم برو باران مریز | برق را گفتم برو بگذر تو تیز
کہہ دیا بادل سے مت اس پر برس | کہہ دیا بجلی سے تیزی کر کے بس

از چنین اضداد بهر اعتدال | پخته است این میوه پر شد همچنال
ان ضدوں سے کر دیا رکھ اعتدال | پک گیا پھل شاخ پر اور ہو گیا بحال

شیبان ع کی کرامت اور ہود ع کا معجزہ

همچو آن شیبان که از گرگ عنید | وقت جمعه بر رعا خطی کشید
جیسے شیبان ع نے بھیڑیے کے خوف سے | جمعہ کو کھینچ دیا خط ریوڑ پر

تا برون ناید از آن خط گوسپند | نه در آید دزد و گرگ با گزند
تاکہ بکری اس سے باہر جا سکے | اور نہ اس میں چور یا گرگ آ سکے

بر مثال دایره تعویذ هود | کاندر آن صرصر امان آل بود
دائرہ کھینچا تھا جیسے ہود نے | اس میں صرصر سے آل امان میں تھی

هشت روزی اندرین خط تن زنید | وز برون مثله تماشا می‌کنید
آٹھ دن اس دائرے میں چپ رہو | اور باہر قطع اعضا دیکھو

بر هوا بردی فگندی بر حجر | تا بهم بشکسته شد لحم و عظم
صرصر ان کو اٹھا کر پتھر پر پٹکتی | گوشت کٹتا اور ہڈی ٹوٹتی

آن گروہ را بر ہوا بر ہم زنے — تا بپوشانش استخوان ریزہ شدے

اس طرح ان کو ہوا پر مارتی — چور ہوئیں تا کہ ان کی کھال میں

آن سیاست را کہ از پیدا آسمان — مثنوی اندر نگنجد شرح آن

اس سزا کے کا جو اٹھا آسماں — مثنوی میں کب سما سکے وہ بیاں

گر طبیعی این نگاہ کی لے باد سر — گو خط دائرہ آن بود گرد

یہ جو خود ہی کر رہی ہے ... تیرا — گرد خط ہو سکے تو جا جھٹلا

ور بجرح این بگیرد گر کشند — گو بیا در خط راعی کن گزند

جرح سے جھٹلاتے تو کچھ نہ کر پا — خط شیبان میں بھی تو جا ذرا

اے طبیعی فوق طبع این ملک بین — یا بیا و محو کن از مصحف این

دیکھ لے اے فلسفی! حکم خدا — یا پھر آ قرآن سے یہ آیتیں ہٹا

مقریان را منع کن بندے بنہ — یا معلم را بمال و خوف دہ

قاریوں کو روک، کر دے قید یا — یا معلم کو سزا دے اور ڈرا

عاجزی و خیرہ کان عجز از کجاست — عجز تو تابے ازان روز جزاست

تو ہے عاجز عجز یہ کیونکر ہوا — عجز تیرا تابش روز جزا

عجزہا داری تو در پیش اے لجوج — وقت شد پنہانیان را نک خروج

عجز کا اقرار کر سب کے گمان — وقت آیا ہوں چھپی چیزیں عیاں

خرم آنکہ عجز و حیرت قوت او — در دو عالم خفتہ اندر ظل دوست

وہ مبارک عجز ہے جس کی غذا — زیر ظل حق دو عالم میں رہا

ہم در اول عجز خود را او بدید — مردہ شد دین عجائز را گزید

اس نے اپنا عجز پہلے ہی دیکھا تھا — مردہ ہو کر دین لیا بڑھیوں کا لیا

لے یعنی ان [illegible] ... [illegible] حدیث شریف [illegible]
[illegible]
[illegible]

چوں زلیخا یوسفی بر وی بتافت | از عجوزی در جوانی راہ یافت
جوں زلیخا یوسف آں پر جھکی تب | نوجواں وہ ہو گئیں بڑھاپے سے تب

زندگی در مردن و در محنت است | آب حیواں در درون ظلمت است
زندگی مرنے میں اور محنت میں ہے | چشمۂ حیواں نہاں ظلمت میں ہے

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است | زیر او صد فائدہ بنہادہ است
ہر بلا جو عاشقوں کو ہے ملی | اس میں ہیں سو فائدے پنہاں اجی

قصۂ نمرود کی طرف رجوع

حاصل آں روضہ چو باغ عارفاں | از سموم صرصر آمد در اماں
القصہ تھی مثل باغ عارفاں | اس چمن کو باد صرصر سے اماں

یک پلنگی بچگاں نو زادہ بود | گفتم او را شیر دہ طاعت نمود
ایک چیتا [illegible] | [illegible] اس کو [illegible]

پس بدادش شیر و خدمتہاش کرد | تا کہ بالغ گشت و زفت و شیر مرد
تو وہ دے کر اس کو دودھ خدمت کی | ہو گیا جب کہ وہ بالغ [illegible]

چوں فطامش شد بگفتم با پری | تا در آموزند نطق و داوری
دودھ چھوٹا تو پریوں سے کہا | نطق اور دانائی سکھائیں اس کو جا

پرورش دادم مر او را زیں چمن | کے بگنجد اندر ایں یک فن سخن
[illegible] پالا اس کو اس گلزار سے | کب بیاں ہو سکتے ہیں یہ فن مجھ سے

دادہ من ایوب را مہر پدر | بہر مہمانی کرماں بے ضرر
رکھی الفت باپ کی ایوب میں | تاکہ کیڑوں کی وہ مہمانی کریں

دادہ کرماں را بدو مہر ولد | مہر پدر بر بچہ قدرت [illegible]
پیدا کی کیڑوں میں [illegible] باپ سے | کیڑوں کو [illegible] قدرت [illegible]

باوران را چون من آموختم — چون بود شمعی که من افروختم

ما شاہیں نے سکھایا ان ماؤں کو — شمع وہ کیسی جلائی ہیں نے جو

صد عنایت کردم و صد رابطه — تا بپیوندد لطف من بی واسطه

سو عنایتیں ہیں نے کی سو رابطہ — تا ملے تا ہیرا کرم بے واسطہ

تا نباشد از سبب در کشمکش — تا بود پیوسته با شادی و خوش

تا سبب سے وہ نہ ہو سرگشتہ — تا کہ اس کو ہر مدد مجھ سے ملے

تا خود از ما هیچ عذرش نبود — شکوه نبود ز هر یار بد پسش

تا نہ اس کو عذر پھر ہم سے رہے — اور نہ یار بد کا وہ شکوہ کرے

این عنایت بد با صد رابطه — که بپرورد هم در این بی واسطه

یہ عنایت دیکھی با صد رابطہ — ہیں نے پالا اسے بے واسطہ

شکر او آن بود ای بنده جلیل — که شد او نمرود و سوزنده خلیل

شکر یہ نمرود نے اس کا کیا — تھا جلانے والا ابراہیم کا

همچنان کان شاهزاده شکر شاه — کرد کز استکبار زد بر تخت و جاه

جیسے شہزادے نے شکر شاہ کا — اس نے اپنا مرتبہ جانا بڑا

سر چرا من تابع غیری شوم — چونکه صاحب ملک و اقبالی بوم

غیر کا تابع بنوں میں کس لئے — ملک و دولت ہے مجھے پیوستہ واسطے

الطاف‌ها کز شه گزاران گذشت — از تکبر در دلش پوشیده گشت

لطف شہ کے جو بیاں ہو چکے — کبر سے شہزادے کے دل پر چھپے

همچنان نمرود آن الطاف را — زیر پا بنهاد از جهل و عمی

ایسے ہی الطاف حق نمرود نے — روندے پاؤں سے اندھے پن سے جہل

این زمان کافر شد و ره می‌زند — کبر و دعوای خدائی می‌کند

اس گھڑی کافر ہوا رہزن ہوا — کبر سے دعوئے خدائی کا کیا

رفت سوئے آسمان با جلال ‌ ‌ ‌ با سہ کرکس تا کند بر من قتال
آسماں پر تین گدھ لے کر اڑا ‌ ‌ ‌ مجھ سے لڑنے پر وہ آمادہ ہوا

صد ہزاراں طفل بے تقویم را ‌ ‌ ‌ کشت او تا یابد ابراہیم را
لاکھوں بچے مار ڈالے معصوم جو ‌ ‌ ‌ تاکہ یوں پالے وہ ابراہیم کو

کہ منجم گفت اندر حکم سال ‌ ‌ ‌ زاد خواہد دشمنے بہر قتال
تھا نجومی نے کہا یہ ہے وہ سال ‌ ‌ ‌ ہوگا پیدا اک عدو بہر قتال

پس بکن در دفع آں خصم احتیاط ‌ ‌ ‌ ہر کہ می زائید می کشت از خباط
پس تو اس کے دفع میں ہشیار ہو ‌ ‌ ‌ مارتا تھا اس لئے وہ بچوں کو

کوری او رست طفل وحی کش ‌ ‌ ‌ ماند خونہائے دگر در گردنش
حکم حق پہنچانے والا بچ گیا ‌ ‌ ‌ اوروں کا خون اس کی گردن پر رہا

از پدر یابید آں ملک اے عجب ‌ ‌ ‌ تا غرورش داد طغیان نسب
باپ سے کیا ملک پایا اے عجب ‌ ‌ ‌ ہوگیا جس سے وہ مغرور نسب

دیگراں را گر اب و ام شد حجیب ‌ ‌ ‌ او زبابا یافت گوہرہا عجیب
باپ ماں اوروں کو پردہ ہوگئے ‌ ‌ ‌ اس نے میرے ہاتھ سے موتی لئے

گرگ درندہ است نفس بد یقیں ‌ ‌ ‌ چہ بہانہ می نہی بر ہر قریں
نفس بد تیرا ہے ظالم بھیڑیا ‌ ‌ ‌ ہمنشیں پر رکھتا ہے الزام کیا

در ضلالت ہست صد کل را کلہ ‌ ‌ ‌ نفس زشت و کفر ناک و پر سفہ
تاج بخشا اس نے گمرہ گنجوں کو ‌ ‌ ‌ نفس ان کا بد تھا اور پر کفر گو

زیں سبب می گویم اے بندہ فقیر ‌ ‌ ‌ سلسلہ از گردن سگ بر مگیر
اس لئے کہتا ہوں اے صاحب کمال ‌ ‌ ‌ طوق گردن سے نہ اس سگ کی نکال

گر معلم گشت ایں سگ ہم سگ است ‌ ‌ ‌ باش ذلت نفسہ کو بد رگ است
پڑھ گیا بھی سگ تو کیا سگ ہی تو ہے ‌ ‌ ‌ خوار اس بدبخت کو کر چاہیئے

فرض می آری بجا گر طاقتی ۔ بر سہیلے چوں ادیم طائفی

فرض ہے گر طاقت کعبے سے سہیل کی ۔ طائفی چمڑا ہے تو پیش سہیل

تا سہیلت وا خرد از ننگ پوست ۔ ہم شوی چوں موزہ بر پائے دوست

جب سہیل اس کھال سے کرتے رہا ۔ پھر بنے موزہ تو پائے دوست کا

جملہ قرآں شرح خبث نفس ہاست ۔ بنگر اندر مصحف آں چشمت کجاست

شرح خبث نفس ہے قرآں ہیں ہاں ۔ دیکھ پھر وہ آنکھ ہی تیری کہاں

ذکر نفس عادیاں کالت بیافت ۔ در قتال انبیا مو می شگافت

عادیوں کے نفس کا ذکر آگیا ۔ سنتے وہ کوشاں بہر جنگ انبیا

قرن قرن از نفس شوم بے ادب ۔ ناگہاں اندر جہاں می زد لہب

گو سہی صدیاں نفس بد سے بیجاں ۔ آگ دنیا میں لگی تھی ناگہاں

قصہ کوتہ کن کہ رائے نفس کور ۔ برد او را بعد سالے سوئے گور

نفس سے شہزادے کو آخر لے گیا ۔ سوئے گور اک سال بعد شہ با صفا

شہزادے کے قصے کی طرف رجوع

شاہ چوں از محو شد سوئے وجود ۔ چشم مریخیش آں خوں کردہ بود

چشم باطن سے جو دیکھا شاہ نے ۔ خوں کیا تھا اس نے تیر خشم سے

چوں بہ ترکش بنگرید آں بے نظیر ۔ دید کم از ترکشش یک چوبہ تیر

دیکھا ترکش کو جو اس نے بے نظیر ۔ ایک تیر اس میں سے کم آیا نظر

گفت کو آں تیر و از حق باز جست ۔ گفت اندر حلق او کآں تیر تست

پوچھا سچ کہ تیر وہ کس پہ گیا ۔ بولا اس کے حلق میں وہ جا لگا

لہ میلان ۔ رغبت

عفو کرد آں شاہ دریا دل ولے	آمدہ بُد تیر رفتہ بُد ز شست
شاہ دریا دل نے عفو اس کو کیا	تیر لیکن جان ہی لے کر ٹلا
کشتہ شد در نوحہ او می گریست	اوست جملہ ہم کشندہ ہم ولیست
مر گیا وہ شہ نے کی نوحہ گری	کیونکہ خود قاتل تھا وہ خود تھا ولی
ور نباشد ہر دو او پس جملہ نیست	ہم کشندہ خلق و ہم ماتم کنیست
دونوں یہ باتیں نہ ہوں تو کل نہیں	کل سے قاتل ، ماتمی بھی بالیقیں
شکر می کرد آں شہید زرد خد	کاں بزد بر جسم و بر معنی نزد
کر رہا تھا شہزادہ شکر اس بات کا	تیر معنی پر نہیں ، تن پر لگا
جسم ظاہر عاقبت خود رفتنی ست	تا ابد معنی بخواہد شاد زیست
جسم ظاہر جائیگا آخر سرک	زندہ جاوید معنی سے مگر
آں عتاب ار رفت ہم بر پوست رفت	دوست بے آزار سوے دوست رفت
سرزنش غصہ پوست پر ظاہر ہوا	دوست بے آزار دوست کی جانب گیا
گرچہ او فتراک شاہنشہ گرفت	آخر از عین الکمال او رہ گرفت
اس نے گو پکڑا تھا دامن شاہ کا	لیکن آخر چشم بد سے مر گیا
آں سوم کاہل ترین ہر سہ بود	صورت و معنی بکلی او ربود
تیسرا دونوں سے کہ تھا سست تر	پا گیا کل صورت و معنی مگر
دختر و ہاے قلعہ ناں او گرفت	می سزد گر زیں نمائی در شگفت
اس کو لڑکی بھی ، قلعہ بھی مل گئی	یہ مناسب ہے کہ ہو حیراں کوئی
ہست ز طول قصہ گشتہ ملول	من نگویم چیز معنی تو مجول
ہیں ہوا عشق بیچو طول قصہ سے	مغز معنی ہیں ہوں ، تو جاد ٹیا کر
آں شکستہ از ذلت و عجز و نیاز	یافتہ مقصود از کریم کارساز
اس نے ذلت اور عجز و آہ سے	اپنا مقصد پا لیا اللہ سے

ایک شخص کی وصیت کا اپنے بیٹوں کے حق میں

آن یکی شخصی بوقت مرگ خویش ۔ گفت پیدا اندر وصیت پیش پیش

کی وصیت مرتے دم ایک شخص نے ۔ سامنے سب کے جو کچھ تھا اپنے خوشی سے

سه پسر بودش چو سه سرو روان ۔ وقف ایشان کرده او جان و روان

تین بیٹے اس کے تھے سرو رواں ۔ وقف جن پر کی تھی اس نے اپنی جان

گفت هر چه در کفم کاله و زر است ۔ آن برد زان هر سه کو کاهل تر است

بولا۔ جو کچھ بھی ہے میرا سیم و زر ۔ سب کا وہ ہی جو ان میں سست تر

گفت با قاضی و پس اندرز کرد ۔ بعد از آن جام شراب مرگ خورد

اس نے قاضی کو نصیحت خوب کی ۔ اس کے بعد اس نے شراب مرگ پی

گفت فرزندان قاضی را که ای کریم ۔ نگذریم از حکم تو ما تسلیم

عرض کی لڑکوں نے قاضی سے کریم ۔ حکم سے کیا ہم پھریں تسلیم ہیں

سمع و طاعت ما کنیم او راست شد ۔ آنچه او فرمود بر ما نافذ است

ہم نے منظور اس کا حکم مان لیا ۔ ہم پہ واجب ہے جو کچھ اس نے کہہ دیا

ما چو اسمٰعیل ز ابراهیم خود ۔ سر نپیچیم ارچه قربان می‌کند

مثل اسمٰعیل کے ابراہیم سے ۔ ہم نہ سر پھیریں گے وہ گو قرباں کرے

گفت قاضی هر یکی با عاقلیش ۔ تا بگوید قصه‌ای از کاهلیش

بولا قاضی ہر ایک اپنا عقل سے ۔ کاہلی کا اپنی اب قصہ کہے

تا ببینم کاهلی هر یکی ۔ تا بدانم حال هر یک بی‌شکی

تاکہ دیکھوں کاہلی ہر ایک کی حالت ۔ تاکہ جانوں حال سب کا بے گماں

عارفان از دو جهان کاهل ترند ۔ زانکه بی شد یار خرمن می‌برند

سست تر دونوں جہاں سے عارف ہیں ۔ کیونکہ بے محنت وہ خرمن لے گئے

کاہلی را کردہ اندیشاں سند	کار ایشاں را چو یزداں می کند
سستی پر انہوں نے بھروسہ کر لیا	کیونکہ ان کے کام کرتا ہے خدا
کار یزداں را نمی بینند عام	می نیاساید ز کد صبح و شام
کام حق کا وہ سمجھتے ہیں کب عوام	چین لیتے ہی نہیں وہ صبح و شام
کار دنیا را ز کل کاہل ترند	در رہ عقبیٰ ز مہ گو می برند
کار دنیا میں وہ کاہل تر ہوئے	کار عقبیٰ میں بڑھے ہیں چاند سے
این گروہ ہر کہ او باشد شہید	ہیں کہ دنیا رفت عقبیٰ نور رسید
جو ولی ہے ایسا کرتا ہے وہی	آخرت اب آ گئی دنیا گئی
مہتریں را گفت قاضی باز گو	قصہ از کاہلی اے بالی بجو
پھر بڑے بیٹے سے قاضی نے کہا	قصہ اپنی کاہلی کا کہہ ذرا
ہیں ز حد کاہلی گو شمہ باز	تا بدانم حد آں از کشف راز
اپنی اپنی کاہلی کر دو بیاں	تاکہ میں حد اس کی جانوں بیگماں
بے گماں مہر زبان پردہ دل است	چوں بجنبد پردہ ہا واصل است
دل کا پردہ ہے بلاشک ہر زباں	جب ہلے پردہ تو چہرہ ہو عیاں
پردہ گو چاک چو یک شمہ کباب	می نپوشد صورت صد آفتاب
پھٹو ٹا پردہ وہ جیسے اک ٹکڑا کباب	ہے چھپاتا صورت صد آفتاب
گر بیان نطق کاذب نیز ہست	لیک بوی از صدق و کذبش مخبر است
گرچہ کچھ سے نطق کا بھی ہو بیاں	بو سے سچ جھوٹ کو کر دیتی عیاں
آں نسیمے کہ بیاید از چمن	ہست پیدا از سموم گولخن
جو نسیم آئے چمن سے ہے کمال	گھورے کی گندی ہوا ہے عیاں
بوی صدق و بوی کذب گول گیر	ہست پیدا در نفس چوں مشک و سیر
بو ہے اپنی سچ و جھوٹ کی	جیسے بو ظاہر ہو لہسن مشک کی

بوی اخلاص و نفاق آید بمغز ‖ هست ظاهر همچو عود و [illegible]

بوئے اخلاص و نفاق سے [illegible] ‖ [illegible] اور عود کی صورت عیاں

گر نمائی یار را اندوه و غم ‖ از نشاط او فاسد شود [illegible]

گر تو [illegible] یار کو [illegible] ‖ نشاط اوس [illegible] داغ [illegible]

ور نمائی تو بهجر او نشاط ‖ همچنان گشته است [illegible]

فراق [illegible] ‖ تو [illegible] ناقص [illegible]

ور تو [illegible] شکر را از [illegible] ‖ بی گمان شد حس ذوق تو [illegible]

گر تو [illegible] شکر اور [illegible] ‖ نقص [illegible] ذائقہ میں آگیا

ور یکی شد صوت بلبل یا غراب ‖ هست [illegible] حس سمع تو خراب

اگر [illegible] زاغ و بلبل کی صدا ‖ فرق [illegible] سامعہ میں آگیا

ور یکی گشته است سور و نار و زشت ‖ حس لمس تو [illegible]

گر سور اور [illegible] ایک ہی ‖ تیری قوت لامسہ جاتی رہی

با کلب حیران و شجاعان دلیر ‖ هست [illegible] چون [illegible]

با کلب نامرد و جوانمرد دلیر ‖ [illegible] مثل [illegible]

چاره کار حواس خویش کن ‖ وان یکی را طلب در پیش کن

گر حواس اپنے تو [illegible] پایا ‖ تب [illegible] راه طلب کر اختیار

با زبان [illegible] ‖ [illegible]

با زبان [illegible] ‖ [illegible] کیا [illegible]

از [illegible] پاسند [illegible] ‖ [illegible]

[illegible] ‖ [illegible]

دست [illegible] چون تو [illegible] ‖ وقت [illegible] را

[illegible] ‖ [illegible]

آں یکے پرسید صاحب درد را	گفت در چہ مے شناسی مرد را
اک نے پوچھا ایک صاحب درد سے	مرد کو کیسے دل میں تو پہچانتا ہے
گفت دانم مرد را در حین ز پوز	ور نگوید دانمش اندر سہ روز
بولا صورت دیکھ کر پہچان لوں	ہیں دن میں نہیں تو بے کو جان لوں
آں دگر گفت ار بگوید دانمش	ور نگوید در سخن پیچانمش
اس کا نیک و بد میں جانوں - پھر کہا	چپ رہے تو لوں میں باتوں میں لگا
گفت گر ایں مکر بشنیدہ بود	لب بہ بندد در خموشی در رود
بولا یہ حیلہ اگر وہ جان لے	لب نہ کھولے اور کم سخن ہی رہے
گفت مے گویم کہ تا گفتم زمیں	تا ابد پوشیدہ ماند حال ایں
بولا کہ میں تا ابد جا کر تجھے	تا ابد حال اس کا پوشیدہ رہے
حال باشد گر ندانم چہ بود	وندراں نقصان دینم چہ شود
حال دیکھ کر کہ نہ جانوں - کیا ہوا	اس میں کیا نقصان میرے دین کا

مثال

آنچناں کہ گفت مادر بچہ را	گر خیالے آیدت در شب فرا
جیسے اک ماں نے کہا تھا بچے سے	گر خیال آوے کوئی شب کو تجھے
یا بگورستان و جائے سہمگیں	تو خیالے زشت بینی پر ز کیں
یا ہو قبرستان - جگہ ہو ڈر والی	اور تو دیکھے زشت پر کینہ مثال
دل قوی دار و بکن حملہ بر او	او بگرداند ز تو در حال رو
دل قوی رکھ اور حملہ اس پہ کر	تا وہ فوراً پھیر لے تجھ سے نظر
زانکہ بچہ ترسے پیشش سر گرفت	آں خیالے بود پیشش بچہ گفت
کیونکہ جو اس کی طرف بیٹھا گیا	دیو جیسا وہ خیال آکے دم چلا

گفت کودک با خیالِ دیو وش | این چنین گر گفتہ باشد مادرش

بچہ بولا اگر خیال بد سے بھی | اس کی ماں نے کہہ دیا ہو ایسا ہی

حملہ آرد افتد اندر گردنم | زامر مادر نیستش من آنگہ چون کنم

کیا کروں میں وہ بھی اگر حملہ کرے | ماں کے فرمانے سے گردن پر چڑھے

تو ہمی آموزیم کہ چست ایست | وان خیال زشت را ہم مادر است

تو سکھے رہ چست اور ہوشیار ہاں | اس خیال بد کی بھی کوئی ہے ماں

دیو و مردم را ملقن آن خدا | غالب آید پیش شاہان گر گدا

دیو و انساں کو کرے تلقین خدا | غالب آئے شاہوں پر گوشے کے گدا

تا کدامین سو بود آن پیش اش | الله الله زو تو ہم اندیشہ باش

بھاگ کر جائیں بھی تو جائیں کہاں | الله الله! تو بھی جا اس سمت ہاں

گفت اگر ز مکر نا بد در کلام | حیلہ را دانستہ باشد آن ہمام

بولا۔ پھر بھی وہ اگر چپ ہی رہے | اور ہو آگاہ حیلے سے ترے

سر او را چون شناسی راست گو | گفت من خاموش اشینم پیش او

بھید اس کا سچ بتا کیونکر ملے | بولا چپ بیٹھونگا اس کے سامنے

صبر را سلم کنم پیش درج | تا بزاید پار سر با ہم فرج

صبر کی سیڑھی لگا دوں سامنے | تا وہ بام کامرانی پر چڑھے

ہست ہر صبری را آخر ظفر | ہست روزے بعد ہر تلخی شکر

صبر سے ہے وہ آتے آخر ظفر | بعد ہر تلخی کے اک دن ہے شکر

چون بجوشد در حضور اش دلم | منبسط بیرون ازین شادی و غم

اس کے آگے میرے دل میں آئے گر | باہر اس شادی و غم سے دور تر

من بدانم کو فرستادہ کیست | از ضمیر چون سہیل اندر یمن

سمجھوں گا اس کے دل سے آئی ہے کہاں | دل جو ہے مثل سہیل ضو فشاں

؎ بیٹی اگر چپ رہو گا ہے۔

در دل من زین سخن‌ها میمنه است	زانکه از دل جانب دل روزنه است
میرے دل میں ہے خوشی اس بات سے	دل سے دل کو راہ ہے یہ جان لے
مر بزرگی ورا گردن نهم	سینه هم بر شغل او بر تن نهم
اس کی عظمت کو کروں تسلیم ہاں	اس کے ہوں مشغول میرے قلب و جاں

چون فتاد از روزن دل آفتاب

دل کے روزن سے ہٹا وہ آفتاب

ختم شد والله اعلم بالصواب

ختم ہے واللہ اعلم بالصواب

تمت



خاتمہ

(حضرت بہاء الدین خلف حضرت مولانا روم کی طرف سے)

مدتے زیں مثنوی چوں والدم ‌‌ ‌‌ ‌‌ شد خمش گفتم ورا کائے زندہ دم

مثنوی والد نے جب ہم چھوڑ دی ‌‌ ‌‌ ‌‌ عرض کی میں نے کہ صاحبدل! ولی!!

از چہ رو دیگر نمی گوئی سخن ‌‌ ‌‌ ‌‌ از چہ بربستی در علم لدن

شعر کہنا ترک اب کیوں کر دیا ‌‌ ‌‌ ‌‌ کر دیا کیوں بند در عرفان کا

قصۂ شہزادگاں نامد بسر ‌‌ ‌‌ ‌‌ ماند ناگفتہ و در سوم پسر

قصہ شہزادوں کا ادھورا رہ گیا ‌‌ ‌‌ ‌‌ ہے ادھورا تیسرے کا ماجرا

گفت نطقم چوں شتر زیں پس بخفت ‌‌ ‌‌ ‌‌ نیستش با ہیچ کس تا حشر گفت

بولے میرا نطق سویا یک بیک ‌‌ ‌‌ ‌‌ مثل اشتر چپ رہیگا حشر تک

ہست باقی شرح ایں لیکن درون ‌‌ ‌‌ ‌‌ بستہ شد دیگر نمی آید برون

شرح باقی ہے مگر باطن مرا ‌‌ ‌‌ ‌‌ بند ہے اب کچھ نہ نکلا جائیگا

ہمچو اشتر ناطقہ اینجا بخفت ‌‌ ‌‌ ‌‌ او بگوید حال بستم زگفت

ناطقہ یاں شتر سا سو گیا ‌‌ ‌‌ ‌‌ کہتا ہے لب اب نہ کھولوں گا ذرا

وقت رحلت آمد و جستن زجو ‌‌ ‌‌ ‌‌ کل شیء ہالک الا وجہہ

کوچ کا نوبت ہے وقت آگیا ‌‌ ‌‌ ‌‌ جز خدا سب کچھ فنا ہو جائیگا

باقی ایں گفتہ آید بے زباں ‌‌ ‌‌ ‌‌ در دل آں کس کہ دارد نور جاں

اب کہا جانے کا باقی ہے بے زباں ‌‌ ‌‌ ‌‌ اس کے دل میں رکھتا ہے جو نور جاں

گفتگو آخر رسید و عمر ہم ‌‌ ‌‌ ‌‌ مژدہ کآمد وقت رفتن شد ارم

گفتگو اور عمر دونوں ختم ہوگیا ‌‌ ‌‌ ‌‌ مژدہ وقت آیا رہا ہوں خوش سے میں

در جہانِ جاں کنم جولاں ہمے | بگذرم زیں تخم و آیم در ہمے

جان کی دنیا میں اب دوڑوں گا یہاں | تخم سے نکلوں یہیں آؤں بے گماں

زانکہ ایں عالم ز تخم زندہ و خوش | از پئے تخم یافت زاں خوبی است کش

زندہ و تازہ ہے تخم سے یہ جہاں | تخم سے تم پاتے ہو خوبی ہے عیاں

چونکہ جاں در خاک و تخم زندہ بود | در جہانِ یم ببیں تا چوں شود

خاک و تخم میں جاں سے زندہ ہوا | پھر جہانِ یم میں حالت ہو گی کیا

یم چو شہر است و چو دروازہ است تخم | تخم چو قطرہ داں و بے اندازہ یم

یم ہے مثلِ شہر مثلِ در ہے تخم | تخم ہے مثلِ قطرہ بے اندازہ یم

زیں سبب کو ہمچو جاں است اندر آ | در یم جاناں کہ تا یابی لقا

مثلِ جاں یہ تخم ہے اس سے اندر آ | تو یم جاناں میں تا پائے لقا

چونکہ تخم از بحرِ جاں است ایں طرف | پس ز راہِ جاں طلب کن ایں شرف

چونکہ تخم ہے بحرِ جاں سے اس طرف | پس طلب کر راہِ جاں سے یہ شرف

تا ترا آنجا برد کو بودہ است | حبس اندر خاک و تخم بیہودہ است

بحرِ جاں تجھ کو وہاں لے جائے تا | بیہودہ ہے خاک و تخم میں ٹھہرنا

جزو سوئے کل بجا کستاں برد | موجِ بحرِ جاں سوئے جاناں برد

خاک خاکستاں ہی کو لے جائے گی | موجِ بحرِ جاں سوئے جاناں اخی!

پس ز جاں کن وصلِ جاناں را طلب | بے لب و بے کام ہی گو نام رب

جان سے کر وصلِ جاناں کو طلب | بے لب و بے حلق تو لے نام رب

تا رہی از حبس ایں فانی جہاں | در جہانِ جاں بپائی جاوداں

تا چھٹے فانی جہاں کی قید سے | جان کی دنیا میں تو دائم رہے

تخم ہائے عمر را در شورہ خاک | می بکاری تا شوی آخر ہلاک

تخم ہائے عمر تو بوتا رہا | خاک شورہ میں کہ ہو جائے فنا

این چنین عمر عزیز بی بہا	بی عوض ضائع کنی ہر دم چرا
زندگی ایسی عزیز و بے بہا	بے عوض تو کیوں ہے ضائع کر رہا
عاقبت نی بایدت اے مرد کار	تا دہی گلزار و گیری خار زار
کیا تجھے نقصاں نہیں اے مرد کار	باغ دے کے لے رہا ہے خار زار
عمر کاں شد صرف در دنیا نماند	خرم آں کش حق بسوئے خویش خواند
عمر دنیا میں جو گذری - ہو چکی	خوش ہے وہ - حق جس کو بلاتے لے گئی
عمر صد سالہ شمردہ چوں دمی	در رہ حق گرد آں تا منتہی
عمر کٹتی کی گذارے گا اگر	راہ حق میں - ہو گی بے حد سر بسر
بی شمار و بی عدد بی حد شود	عمر دہ روزہ کہ در طاعت رود
بے شمار و بے عدد و بے حد ہو گی	عمر دہ روزہ جو طاعت میں گئی
ہیں تجارت کن دریں بازار تو	صد ہزاراں گل بر آر از خار تو
ہاں تجارت کر تو اس بازار میں	پھول لاکھوں تا کہیں اک خار میں
از پئے دانہ کہ کاری صد ہزار	دانہ ہر یک را تفضل کردگار
دانہ گر اک بوئے گا - تو سو ہزار	دانہ لے گا تو تفضل کردگار
خود شمار آنجا بود کاخر بود	بی شمار است آں طرف کاں می بود
بے شمار اس جا - جہاں ہو اختتام	ہے طرف بخشش کی بے حد لا کلام
سوئے کل خود رواے جزو جدا	از خودی بگذر زمانے با خود آ
اپنے کل کی سمت جا جزو جدا	یہ خودی چھوڑ - آپ میں اب آ ذرا
در تن ہمچو سبو ہستی چو آب	گفتگوئے صلح و جنگت چوں حباب
تو سبو سے تن میں ہے مانند آب	قول و صلح و جنگ تیرے جوں حباب
چوں سبو بشکست ایں نقوش و ایں صور	بر سر آب درون است ناموار
نقش و صورت جیسے ہیں سر بسر	سطح پر آب درون کی ناموار

یا چو کفّی بر سر آب روان | تا شود سرّ درون پیدا بران
جھاگ کی مانند پانی پر سے یا | بھید اندر کا تب سے ظاہر ہو تا

از لغتہا از کف و از موج قدر | می نماید خوردنیہا در تنور
بوسے کف سے ہوا ہے دیگچی کا حال | حال ہو جاتا ہے کھانوں کا عیاں

تا کہ شیرینست و یا ترش است آن | می شود ظاہر بہ پیر و جوان
ترش ہوں شیریں ہوں ۔ کچھ ہوں بیگمان | ہوتا ہے آگاہ ہر پیر و جوان کو

ہمچنین از قول و فعل مردمان | می شود پیدا کہ چہ سانست جان
ایسے ہی لوگوں کے قول و فعل سے | بھید ہو جاتے ہیں ظاہر جان کے

جان او در مرتبہ چونست و چیست | مومن است و یا کہ کافر یا ولیست
جان ہے اس کی مرتبہ میں کیسی اور ہے کیا | وہ ہے مومن یا ولی ۔ کافر ہے یا

آب را اندر سبو بیہم مدار | تا نہ گردد آب شیرین ناگوار
رکھ نہ سیمیں تو سبو میں آب کو | بد مزہ تا آب شیریں ہو نہ ہو

کاب ساکن چون بود ناخوش بود | رنگ و بو و طعم خوب از وے رود
آب ساکن جب رہے لطف سا | رنگ و بو اور ذائقہ جاتا رہا

گفت احمد ہر کہ در روزش یکیست | ہمچو شیطان و گرفتار شکیست
بولے حضرت جس کے دو دن اک سے ہیں | وہ شیطان سے ہیں اور وہی ہے

بے یقینی می تپد در راہ ہی | پُر ز باد و سست ہمچو انبان تہی
بے یقینی کی احمقانہ زندگی | پُر ہوا سے جیسے خالی دھونکنی

ہر دمے بیش می رود از پیش سست | می شود صافیش دُردی ہمچو کف
اگلی حالت سے جانے پیچھے ہر گھڑی | اس کو صافی دُرد مثل کف ہوئی

رنج او ہر لحظہ بد تر می شود | ہر دمے او زشت و ابتر می شود
رنج اس کا ہر گھڑی بد تر ہوا | وہ ہمیشہ زشت اور ابتر ہوا

سوی دوزخ می‌شود آن رو سیاه
بی عذاب هجر در هجر عذاب

سوئے دوزخ جاتا ہے وہ رو سیاہ
ہجر سے بے لطف ہو وقت عذاب

پیش ازاں که کار رفته آید بسر
هر سه غفلت تو ازاد پیش برو

پیشتر اس سے کہ تو سمجھے
تجھ کو غفلت ... کے سامان

رو بسوی اصل خود چون بلبل
تا کہ ز استارها چرخ نبیل

وصل کی جانب تو جا مثل بلبل
چھوڑ دے ... چرخ نبیل

پای همت بر خودی بر راه نه
سر بر آن ایوان آن درگاه نه

پائے ہمت سر پر اور رہ پہ رکھ
سر کو اس ایوان اس درگہ پہ رکھ

این خودی را خرج کن اندر خدا
تا بمانی جاودان ... ...

اس خودی کو تو خدا ہی میں مٹا
تا رہے ... کی صورت ...

آب جان را ریز اندر بحر جان
تا شوی دریا ... صد گران

آب جاں کو بحر جاں میں ڈال دے
تا کہ تو دریا ... پایاں ...

قصه کوته کن که در فهم در حجاب
هین خمش والله اعلم بالصواب

چھوڑ قصہ یہیں ہوا وقت حجاب
... ہوا ہے واللہ اعلم بالصواب

شکر کین نامه بعنوان رسید
گر نشد نقدی ... ...

پہنچا عنوان کو یہ خود شکر خدا
... نقد ... کو ملا

نردبان آسمان است این کلام
هر که ازین بر رود آید ببام

یہ سیڑھی ہے فلک کا سے سر
جو چڑھے اس سے پہنچے وہ بام پہ

نی ببام چرخ کان اخضر بود
بل ببامی کز فلک برتر بود

بام وہ گردوں اخضر کا نہیں
بلکہ وہ جس کو ... عرش برین

بام گردون را ازو آید نوا
گردشش باشد همیشه زان هوا

اس سے ہے بام چرخ کو قوت ملے
وہ ... عرش میں گردش کرے

تجرید بخاری عربی مع ترجمہ اُردو

(مؤلفہ علامہ حسین بن مبارک زبیدی المتوفی سنہ ۹ ہجری)

جس میں ہر ایک مضمون کی ایک یا چند و ایسی متصل اور مستند حدیثوں کو لیا گیا ہے جو اس موضوع کے جملہ لوازم کو پورا کر سکیں کہ پھر اس کام کیلئے اور حدیث کی تلاش نہ رہے سلسلۂ راوی عن فلان عن فلان کی گردان کو اسقاط کر کے صرف اس صحابی کا نام ہر ایک حدیث کے ساتھ لکھدیا ہے جس نے خود آنحضرتؐ سے روایت کی ہے۔ اسطرح اس کتاب کی فہرست سوا دو ہزار حدیثوں (یعنی بخاری) صحیح بخاری آگئی ہے۔ کتاب مذکور کے پہلے ایک مقدمہ میں امام بخاریؒ اور اکثر راویان تجرید کے مختصر حالات اور سوا دو ہزار حدیثوں کی نام بنام فہرست۔ پھر ایک کالم میں عربی اور بالمقابل سلیس اردو ترجمہ ہے۔ تمام اسلامی ممالک مصر و شام وغیرہ میں بھی تجرید بخاری نے مطولات صحیح بخاری کے دخل ہو کر خدا کرائی جاتی ہے۔ کوئی مسلمان گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہئے سائز ۲۲×۲۹ حجم پونے گیارہ سو صفحات۔ کاغذ چکنا سفید ولایتی قیمت مجلد پانچ روپیہ (۵)

سلسلۂ اسلامیہ

(سات حصوں میں)

اس موضوع پر پہلے سلسلے کی کتب کچھ تو کمیاب ہیں اور بعض اصل مقصد سے دور۔ یہ سلسلہ ضرورت زمانہ کے مطابق نہایت صاف و سلیس عام فہم آسان اردو میں اسطرح لکھا گیا ہے کہ ایک بار پڑھ لینے سے مذہب کی پوری واقفیت ہو جائے۔ ملک و قوم کی قدردانی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ پانچ چھ برس میں اسکے تین ایڈیشن نکل چکے ہیں اور مانگ روز بروز بڑھ رہی ہے۔ تمام مسلمان بچے اور بچیوں کو یہ سلسلہ ضرور پڑھنا چاہئے۔ حصہ اول **ایمان** قیمت ۱۰/ حصہ دوم **اسلام** ۱۲/ حصہ سوم **اسلامی رسوم اور تہوار** ۳/ حصہ چہارم **حیات النبیؐ** / حصہ پنجم **خلفائے اربعہ** ۱۲/ حصہ ششم **بنی امیہ و بنی عباس** ۱۲/ حصہ ہفتم **سلاطین ہند** ۱۲/

ملنے کا پتہ:- خانصاحب مولوی فیروزالدین اینڈ سنز گورنمنٹ پبلشرز ۱۱۹ سرکلر روڈ لاہور

فیروز اللغات فارسی

تقریباً ۱۲ سو بڑے صفحات کا وہ نایاب لغت جسے تمام لغات ہائے فارسی کا مجموعہ کہنا چاہیئے۔ زبان فارسی کی تعلیم میں اس سے بہتر کوئی لغات موجود نہیں فارسی مدارس کے لئے بہترین کتاب ہے۔ قیمت آٹھ روپیہ (عہ/)

حقوق و فرائض اسلام

پیدائش سے موت تک ہر قسم کے اعتقادی و عملی حقوق و فرائض۔ جو ایک مسلمان کے ذمہ واجب الادا ہیں [illegible] میں ان سب کی بحوالہ آیات و احادیث توضیح و تشریح کر دی گئی ہے اعتقادات۔ عبادات۔ معاملات۔ کوئی چیز نہیں چھوڑی گئی۔ سائز ۱۸×۲۲/۸ حجم ۰۰ ے صفحات قیمت تین روپے (سے/)

آئینۂ حج

مصنفہ حاجی الحرمین الشریفین حضرت سید فضل محمود صاحب بی اے مرحوم ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر مدارس پنجاب۔ اس نادر کتاب میں اس فریضہ اسلام کی وہ تمام عملی اور جغرافی واقفیت جمع کی گئی ہے جس کی ہر حاجی کو ضرورت ہو سکتی ہے۔ حج کے متعلق ہر قسم کے آداب اور دعائیں غرضکہ اس عظیم الشان فریضہ کی تاریخ اور فلسفہ نہایت خوبی سے ظاہر کیا ہے۔ ہر طرح کے اخراجات۔ کرایہ۔ محصول اور خور و نوش کے متعلق سفر کے دوران کی تصنیف کار آمد معلومات کا گنجینہ ہے۔ تقطیع جیبی۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنہ (عہ/)

رقعات عالمگیری اردو

یعنی ابو المظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر شہنشاہ ہندوستان کے فارسی خطوط کا سلیس اردو ترجمہ۔ جس کا ایک ایک لفظ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ قیمت آٹھ آنہ (۸/)

مخزن ادب

آنریبل خان بہادر سر شیخ عبد القادر صاحب بیرسٹر ایٹ لا اور ان کے دیگر ہمعصر اہل قلم حضرات کے دلچسپ مفید اور قابل قدر علمی و تاریخی مضامین جو رسالہ مخزن میں چھپتے رہے ہیں۔ شیخ صاحب موصوف کی اجازت سے خاص ترکیب دے کر ایک ہی جلد میں جمع کر دئیے گئے ہیں۔ آخری حصہ میں بے بدل نظمیں اور غزلیات ہیں کئی ٹیکسٹ بک کمیٹیوں نے اسے سکول لائبریریز کیلئے منظور فرمایا ہے۔ قیمت مجلد (...)

ملنے کا پتہ۔ خاں صاحب مولوی فیروز الدین (ایم۔ ڈی) پبلشرز گورنمنٹ پبلشرز ۱۱۹ سرکلر روڈ لاہور

فیروز اللغات اردو

اس میں تاریخ الوقت اردو کے پچاس ہزار الفاظ و محاورات، ضرب الامثال و مستعملات ۔
سے زیادہ بوضاحت بتلائے گئے ہیں۔ اور تقریباً وہ تمام عربی ۔ فارسی ۔ انگریزی ۔ ترکی
یونانی ۔ الفاظ جمع ہو چکے ہیں جو اس وقت اردو تحریر و تقریر میں کام دے رہے ہیں چنانچہ علما
دوست اہل الرائے نے اس لغت کو زبان اردو میں ایک بیش بہا اضافہ قرار دیا ۔
ہز ایکسیلنسی گورنر صاحب بہادر صوبہ پنجاب نے اسے اپنے نام نامی پر ڈیڈیکیٹ
کرنے کی عزت عطا فرمائی ۔ اور محکمہ تعلیم کی طرف سے ڈائریکٹر صاحب سرکار عالیہ
ریاست ہائے پنجاب ۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ سنٹرل پراونسز و برار ٹیکسٹ بک کمیٹیوں
نے تمام مدارس کی سکول لائبریریوں کیلئے منظور فرمایا ۔ اور بعض مدارس کے مدرسوں میں بھی تقسیم کیا گیا
ہے کتاب کی پسندیدگی کا اس سے زیادہ ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ اسکا تیسرا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا
ہے ہر اردو دان سکول و کالج کے طالب علم اور ان حکام و ممتحنین کے لئے جنہیں اردو
میں کام کرنا پڑتا ہے ۔ اس کتاب کا خریدنا بیحد ضروری ہے ۔ کتاب ۔۔۔ صفحہ
پر مکمل ہوئی ہے جو دو جلد میں ہے ۔ سائز ۲۹×۲۳ ضخامت بارہ سو (۱۲۰۰) صفحات
قیمت مکمل کتاب دس روپیہ ۔ عـ۱۰

فیروز اللغات عربی

اس میں سولہ ہزار سے زائد جدید و قدیم عربی کے کثیر الاستعمال الفاظ اور انکے معنی
سلیس اردو میں بیان کئے ہیں ۔ بلکہ جہاں جہاں ضرورت دیکھی ہے صلہ بھی لگا
دیا ہے اور ثلاثی مجرد کے ہر مصدر کے ساتھ باب بھی تحریر ہے ۔ چونکہ طلباء کو عربی کو اس
سے بیش بہا فائدہ پہنچنا یقینی ہے اسلئے عربی مبتدیوں و منتہیوں کیلئے اسکی موجودگی ضروری ہے ۔ سائز
۲۰×۲۶ ۔ ۶۴۰ صفحات ۔ کاغذ چکنا لکھائی چھپائی دیدہ زیب ۔ کتاب مجلد ہے قیمت تین روپیہ ۔ عـ۳